ت سالانہ مع محصول ڈاک ۲ روپیہ چھ آنے قیمت فی پرچہ ۳ر

بچوں کا اخبار

نمبر ۲۵

بابت ماہ مئی ۱۹۰۴ء

مرتبہ منشی محبوب عالم

ایڈیٹر پیسہ اخبار

لاہور

رخانہ پیسہ اخبار کے خادم التعلیم اسٹیم پریس لاہور میں منشی محمد عبدالعزیز مینیجر کے اہتمام سے طبع

بچوں کا اخبار

حیوانات و رند و چرند کے حالات کا سلسلہ

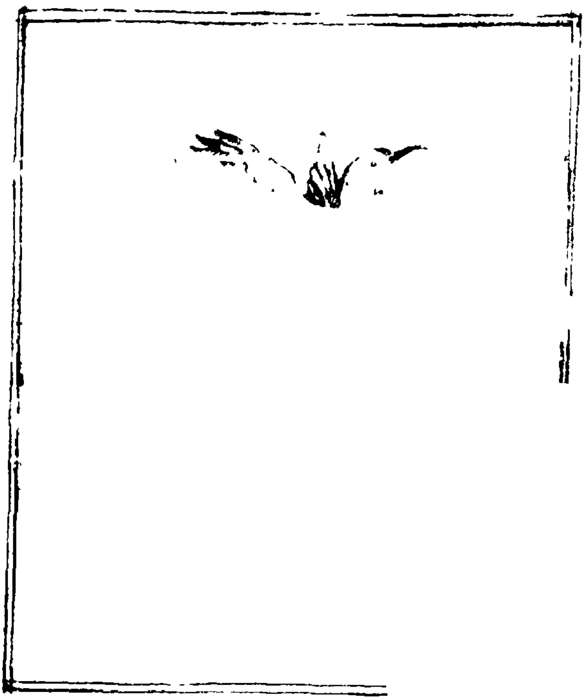
۲۰۔ لومڑی



ایشیا کے شمال اور امریکہ اور یورپ کے اکثر حصّوں میں یہ جانور پایا جاتا ہے۔ مشرقی اور مغربی دونوں قسم کے مصنف اس جانور کو بڑا فریبی اور مکار بتاتے ہیں۔ مگر یہ دانائی کے لئے بھی مشہور ہے۔ اور مرغیوں اور دوسرے پرندوں کا جانی دشمن ہے۔ لومڑی زمین میں سوراخ کھود کر رہتی ہے۔ شکاری [illegible] کو بے وجہ ستاتے ہیں۔ مگر یہ بھی انہیں بڑا دق کرتی ہے۔ [illegible] مشکل سے [illegible]۔ لومڑی اکثر موٹی تازی رہتی ہے۔ اور دیکھنے میں خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

حیوانات پرند کے حالات کا سلسلہ

۲۰۔ آفتابی پرند



اس پرندے کا پورا نام آتشیں دُم والا آفتابی پرندہ ہے۔ یہ زیادہ تر منطقۂ حارہ میں پایا جاتا ہے۔ دنیا کے اور حصّوں میں بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ قد میں چھوٹا اور شکل و صورت سے بہت پھرتیلا معلوم ہوتا ہے۔ یہ بڑا خوش طبع پرند ہے۔ اور بڑی سُریلی آواز سے گاتا ہے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

مشہور افریقی سیاح ڈیوڈ لونگسٹون

(اور اس کے بچپن کے حالات)

پادری ڈاکٹر لونگسٹون دنیا کے ان قابل تعظیم لوگوں میں سے تھا جنہوں نے دنیا کی بہبودی - بہتری اور ترقی کے لیے سرتوڑ کوششیں کیں - ڈاکٹر موصوف سکاٹ لینڈ کے ایک مفلس گھرانے میں پیدا ہوا - اس کا باپ قصبہ بلنیٹر کے قرب وجوار میں چائے بیچ کر گذارہ کرتا تھا - اس کا پردادا کلوڈن کی مشہور لڑائی میں مارا گیا - اور دادا جزیرہ الوا کا جو جزائر ہیبریڈ میں واقع ہے - ایک کم حیثیت کسان تھا مگر دانا اور مستقل مزاج ہونے کی وجہ سے لوگ اس کی تعظیم کرتے تھے - اور اس سے کسی قدر ڈرتے بھی تھے - گو یہ بڈھا سیاح تو نہیں تھا - مگر بچپن اور جوانی کی سنی ہوئی کہانیاں قصے سنا کر لوگوں کو محظوظ کیا کرتا تھا - گیت بھی گاتا تھا اور سیاحوں کے فسانے اکثر اس کی زبان پر رہتے تھے - بڈھے میاں اور بیوی کے منہ سے مختلف گیت سن کر چھوٹا ڈیوڈ بڑا خوش ہوتا تھا - اور پرانے زمانوں کی دلچسپ داستانوں کو وہ ہمہ تن گوش ہو کر سنتا تھا -

بعض داستانیں بڑی قیمتی تھیں - زمانہ قدیم کے سکاٹ لینڈ کے غربی باشندوں میں یہ شخص بڑا عقلمند اور تجربہ کار تھا - جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بچوں کو اپنے بستر مرگ کے قریب جمع کر کے کہا - پیارے بچو میں نے اپنے خاندان کے تمام واقعات کو غور سے دیکھا ہے - اور بہت سی فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں

ہمارے بزرگوں میں کوئی بھی بددیانت نہیں تھا۔ پس اگر تم یا تمہاری اولاد میں سے کوئی بد دیانت اور بے ایمان پیدا ہو۔ تو سمجھ لو۔ کہ وہ ہمارے خاندان سے نہیں ہے۔

سکاٹ لینڈ کے باشندے دو حصوں میں آباد ہیں۔ ایک وہ جو بلند مقامات میں رہتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو نشیبی علاقوں میں بودوباش رکھتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں ان پچھلے باشندوں میں دیانتداری کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ اور خصوصاً مویشی اور حیوانات کے معاملہ میں بڑی بد دیانتی سے کام لیا جاتا تھا۔ اوّل الذکر باشندوں کا مذہب پہلے رومن کیتھولک تھا۔ مگر کچھ عرصہ بعد وہ پراٹسٹنٹ ہو گئے۔

یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ سکاٹ لینڈ کی دونوں قوموں میں زمانہ قدیم سے ایک امتیاز ہے جو آج تک قائم ہے۔ لونگسٹون گو نشیبی علاقوں میں پیدا ہوا۔ مگر وہ ان میں شامل نہیں ہوا تھا۔ دونوں علاقوں کی حد بندی کی۔ جس نے دونوں قوموں کو ایک دوسرے سے اس طرح الگ رکھا ہے۔ کہ سات صدیوں تک دونوں کی زبانیں مختلف رہی ہیں۔ جیرم کی پہاڑی حد کے درمیان ہے۔ اور اس کو گذر کر دوسری طرف دیکھا جائے۔ تو اس پار کے لوگوں کا لہجہ بالکل بدل جاتا ہے۔ بلند مقامات کے باشندے بہت عرصہ تک خود مختار رہے ہیں۔ ملک بھر میں جابجا پہاڑ اور سمندروں کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لئے ملک مختلف جزیروں۔ اور وادیوں پر منقسم ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سرزمین سکاٹ لینڈ میں کئی مختلف اور ایک دوسرے سے بالکل جدا سوسائٹیاں بن گئیں۔ اور جو لوگ عمدہ جاہ و بہادری اور لیاقت رکھتے تھے۔ ان سوسائٹیوں کے سردار بن بیٹھے۔ اور فوجی افسروں اور ججوں۔ وغیرہ کے پورے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ جیسا کہ آج کل کے کافر باشندوں میں دستور ہے۔

بلند مقامات کے رہنے والے سیر و سیاحت اور دنیا میں نام اور دولت پیدا کرنے کے بڑے دلدادہ تھے۔ اور خاندان لونگسٹوں کی بود و باش سالہا سال تک اسی حصہ میں رہی۔ لیکن ایک زمانہ آیا جب کہ خاندان مذکور کو روزی کی تلاش میں اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ اور خاندان کا سرپرست افسردہ دلی کے ساتھ گلاسگو



ڈیوڈ لونگسٹون

کے اوپر سواحل کلائڈ پر بلنٹائر کے کپاس کے کارخانوں کے قریب مقیم ہوا۔ یہ کپاس کا کارخانہ جو ۱۷۸۵ء میں جاری ہوا تھا۔ بہت سے کاروباری آدمیوں کی روزی کا ذریعہ تھا۔ اور یہیں ڈیوڈ کے بوڑھے دادا نے جان دی چونکہ اس کے بیٹے جزائر غربی میں حتی المقدور اچھی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ اس لئے کارخانہ والوں

انہیں اپنے ہاں بطور کلرک ملازم رکھ لیا۔ تاہم وہ آخر کار فوج میں بھرتی ہو گئے اور ان لڑائیوں میں خوب ہی داد شجاعت دی جو فرانس کے ساتھ کی گئیں۔

باوجودیکہ اور بھائی سب کے سب فوج میں داخل ہو گئے تھے۔ مگر ڈیوڈ کا باپ یا تو اپنے کنبہ کی خاطر۔ اور یا سپاہیانہ زندگی ناپسند ہونے کے وجہ سے گھر میں ہی رہا۔ اور ایک چھوٹی سی دوکان کھول لی جس کو دیکھکر یہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ کہ اس سے وہ کچھ دولت کما سکے گا۔ مگر وہ سنہ ۱۸۵۶ء میں مر گیا۔

ہمارا چھوٹا بہادر جس کی قسمت میں مشہور افریقی سیاح ہونا لکھا تھا۔ ۱۹ مارچ سنہ ۱۸۱۳ء کو مقام بلنٹیر میں پیدا ہوا۔ اس مقام کے ارد گرد پرانے قلعوں اور عالیشان عمارتوں کے کھنڈرات موجود ہیں۔ ڈیوڈ ان میں بڑے شوق سے چکر لگاتا اور ان کے دلچسپ حالات معلوم کر کے لطف اٹھاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ان کی تاریخ سے بخوبی واقف ہو گیا۔

چونکہ کنبہ کی مالی حالت اچھی نہیں تھی۔ اس لئے دس سال کی عمر میں ڈیوڈ لونگسٹون کو اپنی روٹی کمانے کے لئے باہر بھیجا گیا۔ جن دنوں یہ کپاس کے کارخانہ میں ملازم تھا۔ اس وقت اُسے کتابوں کا بہت شوق تھا۔ اس کی زندگی کا بڑا مقصد یہ تھا۔ کہ اُس کے پاس کتابوں کا ذخیرہ جمع ہو۔ وہ ہمیشہ اس خیال میں رہتا تھا۔ کہ ان کو پڑھکر ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس کے سوائے اور کوئی خیال وہ اپنے دل میں نہیں رکھتا تھا چنانچہ پہلے ہفتہ کی تنخواہ کے ایک حصہ سے اس نے ایک لاطینی زبان کی گرامر خریدی۔ جیسا کہ وہ خود بیان کرتا ہے "میں بہت سال بعد تک اس زبان کا مطالعہ نہایت شوق سے ایک سکول میں کرتا رہا جو شام کے ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک کھلا رہتا تھا۔ بعد ازاں میں آدھی رات تک خود مطالعہ کرتا تھا لیکن اکثر اوقات میری والدہ میرے ہاتھ سے کتاب چھین کر پھینک دیتی تھی۔ مجھے ۶ بجے صبح

کارخانہ میں جانا پڑتا۔ اور رات کے ۸ بجے تک کام کرتا پڑتا تھا" باوجود اس قدر محنت کے بھی ڈیوڈ کی صحت اچھی تھی۔ اور باوجودیکہ اُسے پڑھنے سے ہر وقت روکا جاتا تھا۔ مگر وہ کبھی دل شکستہ نہیں ہوتا تھا۔ مشہور ہے۔ کہ ڈیوڈ لونگسٹون جب کل پر کھڑا ہوا ہوتا تھا۔ تو اسی پر ایک جگہ اس کی کتاب بھی پڑی ہوتی تھی۔ اور اُس زمانہ میں اس نے بہت کچھ وہیں پڑھ لیا۔ رات کے سکول میں لونگسٹون



لونگسٹون کا آبائی گھر

نے انگریزی زبان میں اچھی مہارت پیدا کر لی۔ اور اُس کے علاوہ اُس کا شوق مطالعہ اور بھی بڑھ گیا پست حوصلہ ہو جانے کی بجائے اُس نے جرأت اور ہمت کا سبق سیکھا۔ سکول میں مطالعہ کرنے کے علاوہ وہ کثرت سے کتابوں کو پڑھتا تھا۔ اور جو کچھ اس کے سامنے آجاتا اُسے محنت سے ازبر کر لیتا یا اس کے مطلب کو

اچھی طرح سیکھ لیتا۔ اور ہر باپ اپنے بیٹے کو مذہبی تعلیم دیتا تھا چنانچہ ڈاکٹر لونگسٹون ایک جگہ لکھتا ہے "میرا باپ میرے از حد شکریہ اور تعظیم کا مستحق تھا۔ کیونکہ اس نے بچپن ہی سے مجھے دین و ایمان کی باتیں سکھلائیں" باپ بڑی سخت طبیعت کا آدمی تھا۔ اور ڈیوڈ کو اکثر لکڑی سے پیٹا کرتا تھا۔

جن دنوں ڈیوڈ کارخانہ کپاس میں ایک ادنےٰ ملازم تھا۔ اس وقت بھی اس کی یہی خواہش تھی۔ کہ گلاسگو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کروں۔ سکاٹ لینڈ میں تعلیم عموماً مفت اور بہت کم فیس پر دیجاتی تھی۔ اور یہ لونگسٹون کی خوش قسمتی تھی۔ کہ وہ سکاٹ لینڈ کا باشندہ تھا۔ ۱۹ سال کی عمر میں وہ سوت کاتنے پر ملازم ہوا اور اس کی تنخواہ بھی بڑھا دی گئی۔ اس کو بہت سخت محنت کرنا پڑتی تھی۔ اور خصوصاً چونکہ اس کا جسم بہت نازک تھا۔ اسے یہ محنت اور بھی سخت معلوم ہوتی تھی۔ مگر وہ گلاسگو یونیورسٹی کا طالب علم ہونے کے قابل ہو گیا موسم سرما میں وہ علم طب اور یونانی زبان میں مہارت پیدا کرتا رہا۔ اور موسم گرما میں علم الہیات کے متعلق لکچر سننے کے لئے ایک مقام پر جاتا رہا جو اس کے گھر سے ۴ ۱/۲ میل کے فاصلہ پر تھا گویا یہ لکچر سننے کے لئے اُسے ہر روز ۹ میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔ نہ اس نے کبھی کسی سے امداد طلب کی۔ اور نہ کسی سے امداد ملنے کی اسے توقع تھی۔ اپنے دل میں وہ اپنے آپ کو بالکل دوسرے طلباء کی طرح سمجھا ہوا تھا۔ مگر درحقیقت جو صفتیں اس کے اندر موجود تھیں۔ وہ دوسرے طلباء میں بہت کم پائی جاتی تھیں۔

جب وہ سولہ سال کا ہوا۔ تو اُن کے گاؤں کے قرب وجوار میں ہر طرف مذہب کا چرچا ہونے لگا۔ اور لونگسٹون کو بطور مشنری کے چین میں جانے کا شوق پیدا ہوا پہلے تو اس نے ارادہ کر لیا۔ کہ بغیر کسی سے مدد لینے کے خود بخود چین کو چلا جاؤں۔ مگر اُس کے دوستوں نے اُسے صلاح دی۔ کہ لنڈن کی مشنری

سوسائٹی کے توسل سے جاؤ۔ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو اس سوسائٹی کے پیش کیا اور سوسائٹی نے اُسے بڑی خوشی سے چین بھیجنے کے لئے منظور کر لیا۔ ٹریوڈ لکھتا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو بادل ناخواستہ سوسائٹی کے آگے پیش کیا۔ کیونکہ ایک شخص کے لئے جو اپنے ہر کام کو آزادی اور خود مختاری سے انجام دیتا رہا ہو کسی کے ماتحت



وہ کمرہ جس میں ٹرنسٹون بیٹھا ہوا

کام کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اور اس لئے اگر سوسائٹی مذکور مجھے بطور مشنری کے منظور نہ بھی کرتی۔ تو مجھے ذرا بھی ملال نہ ہوتا"

جب اس کی درخواست منظور ہو گئی۔ تو اسے پادری کا کام سیکھنے کے لئے اسکس کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں بھیجا گیا جہاں اور امیدوار بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

ڈیوڈ کے دل میں رحم کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اور وہ جسمانی تکلیفوں کو برداشت کرنے کا اتنا عادی ہو گیا تھا۔ کہ لنڈن سے جو وہاں سے چالیس میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ ایک دن میں ہو آتا تھا جس قصبہ میں اُسے مشنری تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وہاں وہ اکثر باہر کھیتوں اور جھاڑیوں میں نکل جاتا۔ اس شغل سے اُسے اس قدر مدد ملی۔ کہ وہ زمانہ آئندہ میں ایک بہت بڑا سیاح بن گیا۔

مسٹر ڈیونپورٹ ایڈمز لکھتا ہے۔ کہ ڈیوڈ ایک دُبلا پتلا پیلی رنگت کا سادہ نوجوان تھا۔ بڑا فراخ دل اور مہربان طبیعت رکھتا تھا۔ ہر وقت نیک اور مفید کام کرنے کو تیار رہتا تھا۔ اُس سے نمک پیسنے۔ لکڑی چیرنے یا کسی اور ایسے کام کے کرنے کی درخواست کرو۔ کہ جس میں محنت کرنی پڑے۔ تو وہ بلا حیل و حجت اُس کے کرنے پر تیار ہو جاتا۔ وہ سیر کا بڑا دلدادہ تھا۔ اور اکثر اپنے ایک دوست کے ساتھ بہت دور تک نکل جایا کرتا تھا جہاں اُسے بہت سا دلچسپی کا سامان ملتا تھا۔ قدرت کی نیرنگیوں اور دلچسپیوں میں محو ہو کر بارہ بارہ پندرہ پندرہ میل کا فاصلہ بڑی آسانی سے طے کر جاتا تھا۔ اتفاقاً اس کا دوست بھی اس کا ہمخیال تھا۔ اور یہ دونوں مل کر سیر کی حالت میں بھی یونانی اور لاطینی زبانوں میں خوب مشق کیا کرتے۔

لونگسٹون مختلف زبانیں سیکھنے کا بڑا شوقین تھا۔ مگر اس کی ایک خصوصیت یہ تھی۔ کہ وہ پہلے درجہ کا مستقل مزاج اور پختہ ارادہ کا آدمی تھا ایک دلچسپ واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ جب سر پر آ بنتی تھی۔ تو وہ کیسے صبر اور بردباری سے کام لیتا تھا۔

سنہ ۱۸۳۸ء کی ایک سرد صبح کو جب کہ کہر نہایت شدت سے چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ ڈیوڈ لنڈن کی طرف روانہ ہوا جہاں اُسے اپنے باپ کا ایک

کام کرنا تھا جب وہ گھر کو لوٹ رہا تھا۔ تو ایک ایسا واقع پیش آیا۔ کہ جس سے اُس کے علم۔ طاقت انسانی ہمدردی اور مستقل مزاجی کا پورا پورا امتحان ہو گیا۔ ایک لیڈی گاڑی پر سے گر پڑی۔ اور لونگسٹون نے آداب وغیرہ کو بالائے طاقت رکھ کر لیڈی کے جسم کو اچھی طرح دیکھا بھالا۔ اور آخر نتیجہ نکالا۔ کہ کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی۔ انسانی ہمدردی کا یہ کام انجام دے کر گھر کا راستہ لیا۔ ابھی وہ دو میل کا فاصلہ ہی گیا ہو گا کہ شام کی تاریکی چھا گئی۔ اس لئے تکان سے چور اور بھوک کی شدت سے نیم جاں ہو رہا تھا۔ مگر اس نے آگے بڑھنے کا ہی فیصلہ کیا اور برابر چلتا رہا لیکن جب وہ کچھ فاصلہ طے کر گیا۔ تو اُسے معلوم ہوا۔ کہ میں بالکل اجنبی زمین پر چل رہا ہوں۔ یہاں اُسے ایک نئی پریشانی کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ قدم اٹھانا اس کے لئے دوبھر ہو گیا۔ اور وہ وہاں ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کو لیٹ جاتا۔ مگر پھر اُسے اپنا مقولہ یاد آ گیا۔ ہمت نہ ہارو۔ اور پھر چل پڑا۔ اس وقت تارے نکل آئے تھے۔ اور اُن کی مدد سے بھولا ہوا مسافر پھر راستہ پر آ کر گھر پہونچا۔ اور جاتے ہی بے حس و حرکت ایک چوکی پر گر پڑا اس میں اتنی طاقت بھی نہیں رہی تھی۔ کہ اپنا حال گھر والوں سے بیان کر سکتا چنانچہ وہ کھانا کھاتے ہی ایسا سویا کہ صبح کو اٹھا۔ اور پھر ایک اور سفر کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اس روز اُس نے بچاس میل کا سفر طے کیا سچ ہے۔ ہمت اور حوصلہ ایک بہت بڑی طاقت ہے۔

لونگسٹون شراب وغیرہ سے بہت پرہیز رکھتا تھا مشنری کا کام سیکھنے کے زمانہ میں وہ تقریر اچھی طرح نہیں کر سکتا تھا چنانچہ ایک دفعہ اس نے تقریر کو لکھکر ازبر کر لیا۔ اور جب کھڑا ہوکر [illegible] تھا۔ تو اُسے ایک حرف بھی تقریر کا یاد نہ رہا۔

اس جگہ سے وہ لنڈن میں آیا۔ اور وہاں علم طب کی تعلیم حاصل کی جس سے اُسے اپنے دینی کام میں بہت مدد ملی تعلیم حاصل کر چکنے کے بعد اس کا چین جانے کا ارادہ رہ گیا۔ اور آخر وہ جنوبی افریقہ کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیکر دنیا پر وہ احسان کیا جس کو لوگ کبھی نہیں بھولینگے۔ لونگسٹون کے جانے سے پہلے اندرون افریقہ کا بہت کم حال مہذب دنیا کو معلوم تھا۔ مگر لونگسٹون نے سخت محنت اور مشقت اٹھا کر وسط افریقہ کے وحشی قوموں کے حالات معلوم کئے۔ کہ جن کی تفصیل کسی دوسرے موقع پر بیان کی جائیگی۔

اِخلاق وآداب

طاہر کا خط عبداللہ بن طاہر کے نام

اس نصیحت آمیز اور دلچسپ خط کے درج کرنے سے پہلے ناظرین کو طاہر اور عبداللہ بن طاہر کے مختصر حالات سے آگاہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

خلیفہ مامون جو خاندان عباسیہ کا ایک نامور فرمانروا تھا۔ طاہر اُس کا ایک مشہور سپہ سالار تھا جس کی شجاعت اور دلیری کے کارناموں سے عربی زبان کی تاریخیں لبریز ہیں۔ جب مامون سلطنت کی بنیاد مستحکم کر چکا تو طاہر خراسان کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ اور اُس کے بیٹے عبداللہ کو مامون نے اوّل پولیس کا افسر مقرر کیا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں بعد مصر کا گورنر بنا دیا گیا۔ اس معزز عہدہ پر ممتاز فرماتے وقت مامون نے اس کو اپنے سامنے

بلا یا۔ اور کہا۔"یوں تو ہر شخص اپنی اولاد کی نسبت حسن ظن رکھتا ہے لیکن طاہر نے جو کچھ تمہاری تعریف میں کہا۔ اس سے کم کہا جس کے تم دراصل مستحق ہو۔ طاہر نے یہ مژدہ سنا۔ تو بیٹے کو ایک نہائت مفصل اور طویل خط لکھا۔ جس میں اُس نے آئین حکومت انتظام ملکی۔ رفاہ رعایا۔ اور خلق وادب کے متعلق بہت سی نصیحتیں درج کیں۔ یہ خط اس قدر مقبول ہوا۔ کہ لوگوں نے اس کی نقلیں لیں۔ اور خود مامون نے بھی اس کی باضابطہ نقلیں تمام حکام سلطنت کے پاس روانہ کردیں۔ اس خط کو بچوں اور نوجوانوں کے مفید مطلب سمجھکر یہاں درج کیا جاتا ہے۔

یہ خط جناب مولوی محمد عزیز الرحمن صاحب عزیز نے عربی زبان سے ترجمہ کرکے رسالہ معارف میں چھپوایا۔ اور اب سید محمد طہ نے "بچوں کا اخبار" میں چھپنے کے لئے بھیجا ہے۔ کہ جن کی اس توجہ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے +

"میرے عزیز بیٹے! میں سب سے اوّل تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو۔ جو ایک ہے۔ اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ تم کو رات دن اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ اس کی مرضی پر چلو۔ اور اس کے غصہ سے ڈرتے اور کانپتے رہو۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ تم اپنی رعیت کی نگہبانی اور حفاظت میں شب و روز سرگرم رہو۔ جو صحت اور تندرستی خدا نے تم کو عنائت کی ہے۔ اس کو غنیمت سمجھو اور آخرت کو پیش نظر رکھو۔ یاد رکھو کہ ایک دن تم خدا کے حضور میں جاؤ گے۔ اور تم سے تمہارے افعال کی نسبت سوال کیا جائے گا اس لئے جو کام تم شروع کرو۔ اس کو ایسی طرح انجام دو۔ کہ قیامت کے دن تم کو عذاب الٰہی میں گرفتار نہ ہونا پڑے۔

یاد رکھو کہ خدا نے تم پر احسان کیا ہے۔ اور رعیت کے ساتھ مہربانی سے

پیش آنا تم پر واجب کیا ہے۔ تم خدا کے بندوں پر حکومت کرتے ہو۔ تم پر لازم ہے کہ اُن کے ساتھ انصاف کرو۔ اور اس کا پورا پورا حق ادا کرو۔ اور اُس کے حدود سے سر مو تجاوز نہ کرو۔ اُن کی عزّت اور جان و مال کی حفاظت کرو۔ ملک میں امن و امان قائم رکھو۔ اور اہل ملک میں تمام راحت و آسودگی پھیلاؤ۔ خدا نے جو فرائض تمہارے ذمہ واجب کئے ہیں۔ اُن کے انجام دینے یا نہ دینے کی نسبت تم سے ایک دن ضرور باز پرس کی جائے گی۔ اور تمہاری نیکیوں اور بدیوں کا موازنہ کیا جائے گا۔ اور ان کا بدلہ دیا جائے گا۔ پس تم پر لازم ہے۔ کہ اس بات کے سوچنے اور سمجھنے کے لئے اپنے دماغ پر زور دو۔ اور عقل و فہم سے اچھی طرح کام لو۔ یہ وہ اصول ہے۔ جس پر تمہاری زندگی کا مدار ہونا چاہئے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تم کو اسی اصول پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اور تم اس پر عمل کرنا لازم جانو۔ اور اپنے تمام کاموں کی بنیاد اسی اصول پر رکھو۔ آمین۔

پانچ نمازیں جو خدا نے تم پر فرض کی ہیں۔ ان کو ٹھیک وقت پر اور جماعت کے ساتھ ادا کرو۔ وضو اور طہارت کے جو شرائط ہیں۔ ان سب کا لحاظ رکھو۔ نماز میں جو صورتیں پڑھو۔ ان کو آہستگی اور ترتیل کے ساتھ ادا کرو۔ رکوع اور سجدہ کرنے میں کوئی گھبراہٹ نہیں چاہئے۔ غرض نماز کے جتنے ارکان ہیں۔ ان سب کو نہایت اطمینان سے انجام دو۔

جو لوگ تمہارے مصاحبوں اور ندیموں میں داخل ہوں۔ یا تمہارے خدمتگار اور ملازم ہوں۔ ان کو بھی اس بات پر ترغیب دو۔ کہ وہ جماعت کی نماز پڑھا کریں۔ نماز سے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے۔ نیکیوں کی تحریک ہوتی ہے۔ اور انسان بدیوں اور گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ تم پر یہ بھی لازم ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو۔ اور خلفائے راشدین اور سلف صالحین کے نقش قدم پر زندگی بسر کرو

جب کوئی مشکل کام پیش آئے۔ تو خدا سے دعا کرو۔ کہ وہ تمہیں اُس کے حل کرنے کی توفیق دے۔ اور وہ ہر پہلو سمجھائے جو سراسر نیک ہو۔ پھر اس بات کی کوشش کرو۔ کہ وہ کام ایسے طریقے سے انجام دیا جائے جو خدا کے احکام اور رسول اللہ صلعم کی ہدایتوں اور نصیحتوں کے خلاف نہ ہو۔ اس کے بعد اس کام پر ہاتھ ڈالو۔ اور انصاف کو کبھی اور کسی معاملہ میں ہاتھ سے نہ دو۔ ہر معاملہ کا جو تمہارے عزیزوں اور دوستوں سے تعلق رکھتا ہو۔ یا اجنبی لوگوں کے متعلق ہو۔ انصاف کے موافق فیصلہ کرو۔ اس کا بالکل خیال نہ کرو۔ کہ تم اس فیصلہ کو پسند کرتے ہو یا ناپسند کرتے ہو۔

شریعت کے عالموں اور قرآن مجید پر عمل کرنے والوں کو سب لوگوں پر ترجیح دو۔ اور اُن کو اپنی صحبت میں شریک کرو۔ کیونکہ ایک انسان کے لئے جو چیز سب سے بڑھ کر مایۂ ناز ہو سکتی ہے۔ وہ دینداری اور خدا شناسی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو نیکیوں اور بھلائیوں کی ہدایت کرتی ہے۔ اور مہلک برائیوں اور بدیوں سے باز رکھتی ہے۔ جب خدا کسی انسان کو نیکی کی توفیق دیتا ہے۔ تو وہ خدا کی عظمت و جلال کو ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہے۔ اور آخرت میں بلند ترین درجات پر پہونچنے کی تمنا کرتا ہے۔ اگر تم بھی اس ہدایت پر عمل کرو۔ تو آخرت میں روحانی ترقی تم کو نصیب ہو گی۔ دنیا میں ہر شخص تمہارے ساتھ عزت و توقیر سے پیش آئے گا تمہارا رُعب اہل دنیا پر طاری ہو گا۔ وہ تمہارے ساتھ محبت اور الفت سے پیش آئینگے۔ اور تمہارے انصاف پر بھروسا کریں گے۔

ہر ایک کام میں جس کو تم شروع کرو۔ یا انجام دو۔ اعتدال کو کبھی ہاتھ سے نہ دو۔ اور ہمیشہ خیر الامور اوسطہا پر عمل کرو۔ افراط اور تفریط سے بچنا اور ہر کام میں توسط اختیار کرنا۔ ایسا عمدہ طریقہ ہے۔ کہ اس سے زیادہ مفید اور عمدہ

اور اطمینان بخش کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اعتدال ہدایت کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اور ہدایت اس بات کی دلیل ہے۔ کہ خدا نے خوش قسمتی اور کامیابی کا منظر اس شخص کی آنکھوں کے سامنے پیش کیا ہے جو ہدایت کے طریقہ پر چلتا ہے۔ اعتدال ہی پر ہر مذہب کا مدار ہے۔ اور شریعت بار بار اسی کی تاکید کرتی ہے۔ تم بھی دنیا میں اعتدال اور توسط کو اختیار کرو۔

عزیز بیٹے! تم ہمیشہ آخرت کی طلب میں رہو۔ اور نیک کام کرنے پر ہمیشہ آمادگی ظاہر کرو۔ اور یاد رکھو۔ کہ نیکی میں کوشش کرنے کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ نیکی کرنے سے کوئی مقصد اس کے سوا نہیں ہے۔ کہ تم خدا کی خوشنودی حاصل کرو اور آخرت میں خدا کے دوستوں اور اس کے نیک اور مقبول بندوں کا قرب تم کو حاصل ہو۔ اگر تم اعتدال اور توسط اختیار کروگے۔ تو دنیا میں تمہاری عزت ہوگی۔ اور تم گناہوں اور بدیوں سے بچوگے۔ اس سے بہتر کوئی طریقہ ایسا نہیں ہے جس سے انسان کے تمام کام درست ہوں پس تم کو بھی اسی طریقہ پر چلنا چاہئیے تاکہ تمہارے سب کام درست ہوں۔ اور تمہاری عزت اور وقعت لوگوں کی نگاہوں میں زیادہ ہو۔

خدا کی نسبت تم ہمیشہ نیک گمان رکھو۔ تمہاری رعیت بھی ہمیشہ تمہاری نسبت نیک گمان رکھے گی۔ ہر کام میں خدا سے عجز و نیاز کے ساتھ التجا کرنے کو اپنی کامیابی کا ذریعہ تصوّر کرو۔ تاکہ ہمیشہ اس کی نعمتیں اور برکتیں تم پر نازل ہوں۔ ہر شخص کی نسبت جس کو تم کوئی کام سپرد کرو۔ نیک گمان کرو۔ اور بغیر کسی معقول وجہ کے اس کے کام کی نسبت بدگمانی نہ کرو۔ تمہارا فرض یہ ہے۔ کہ الزام لگانا شریعت میں سخت گناہ ہے۔ پس تم اپنے دوستوں اور ملازموں کے ساتھ ہمیشہ حسن ظن سے پیش آؤ۔ بغیر تحقیق کے کبھی اُن کے کاموں کی نسبت بدگمانی نہ کرو۔ اور اُن پر

الزام نہ لگاؤ۔ دیکھنا شیطان تمہارے طریقہ زندگی میں کوئی رخنہ نہ پائے۔ ورنہ تمہاری ادنیٰ کمزوری کو کافی سمجھے گا۔ اور تم کو بدگمانی میں ڈال کر غم میں مبتلا کر دے گا۔ اور تمہارے عیش کو مکدّر اور تمہاری زندگی کو تیرہ و تار کر ڈالے گا۔ خوب سمجھ لو کہ حسن ظن سے ایک عجیب طاقت اور راحت انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر تم لوگوں کی نسبت نیک گمان رکھوگے۔ تو تمہاری تمام خواہشیں پوری ہونگی۔ اور سب کام درست رہینگے۔ اور لوگ تم سے محبت کریں گے۔ مگر یہ خیال رہے۔ کہ اگر محض حسن ظن پر بھروسا کروگے۔ اور اپنے ملازموں کے ساتھ حد سے زیادہ مروّت اور مہربانی سے پیش آؤگے اور ان سے باز پرس نہیں کروگے اور اپنے کاموں پر نظر نہیں رکھوگے تو اس کا انجام یہ ہوگا۔ کہ تمہارے ہر انتظام میں خلل آجائے گا۔ اور تمہارا ہر کام نادرست ہوگا۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ اپنے ماتحتوں اور ملازموں کے کاموں پر نظر رکھنے اور رعیت کے باب میں احتیاط کرنے اور ان کی اصلاح و بہبودی پر متوجہ ہونے اور اُن کی ضرورتوں اور حاجتوں کو پیش نظر رکھنے کو سب کاموں سے زیادہ مقدم سمجھو۔ یہ وہ طریقہ ہے جس سے دین قائم رہتا ہے اور سنت نبوی زندہ ہوتی ہے۔ جب تم اس طریقہ پر عمل کرو۔ تو اپنی نیت کو ہر حال میں خالص رکھنا عزیز بیٹے! تم کو سب سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرنی چاہیئے اور ہمیشہ اس بات کو مدّ نظر رکھنا چاہیئے کہ کل تم سے تمہارے بھلے اور بُرے کاموں کی نسبت سوال کیا جائیگا۔ بُرائیوں پر تم کو سزا دیجائیگی۔ اور نیکیوں پر تم انعام پاؤگے۔ خدا نے تمہیں دین و دنیا کے امن و امان اور حفاظت اور اہل ملک کی بہبودی اور آسائش کیلئے پیدا کیا ہے۔ پس تمہارا فرض یہ ہو۔ نا چاہیئے کہ تم جن لوگوں پر حکومت کرتے ہو ان کیساتھ دینداروں کے طریقہ سے پیش آؤ۔ اور شریعت کی ہدایتوں کے بموجب اُنسے برتاؤ کرو۔

خدا نے جرائم کی جو حدیں قائم کردی ہیں۔ ان کو جاری کرو۔ اور مجرموں کو اُن کے جرموں کے موافق سزا دو۔ اور اس میں ذرا غفلت اور کوتاہی نہ کرو اگر تم مجرموں اور بدکاروں کے سزا دینے میں تامل کروگے۔ تو عام آدمی تمہاری نسبت بدگمانی کریں گے۔ اور ان کا خیال تمہاری نسبت اچھا نہیں رہیگا۔

دین کے احکام پر عمل کرنے میں تم ہمیشہ اس بات کا خیال رکھو کہ جو باتیں واضح اور روشن ہیں۔ اُن کو اختیار کرو۔ اور جن باتوں میں شبہ ہو۔ اُن کو بالکل ترک کردو۔ اس سے فائدہ یہ ہے۔ کہ تمہارا ایمان قائم رہے گا۔ اور تمہارے ایمان میں کوئی فرق نہیں آئے گا جب تم کوئی معاہدہ کرو تو اس کو ضرور پورا کرو۔ اگر کسی آدمی سے نیکی اور بھلائی کا وعدہ کرو۔ تو اس کا پورا کرنا بھی تم پر لازم ہے۔ نرمی کی باتوں کا ہمیشہ نرم جواب دو۔ اپنی رعیّت کے عیبوں سے چشم پوشی کرو۔ جھوٹ بولنے اور فریب کی باتیں کرنے سے زبان کو بند رکھو جو لوگ جھوٹ بولنے اور فریب کی باتیں کرنے کی عادت رکھتے ہوں۔ ان سے تم ہمیشہ دشمنی رکھو۔ چغلخوروں کو بدگوئی اور غیبت کی سزا دو۔ کیونکہ ایسے آدمیوں کو محبّت سے رکھنے اور ان کو جھوٹ بولنے پر جرأت دلانے سے تمہارے موجودہ اور آئندہ کاموں میں ضرور خلل آئے گا۔ جھوٹ بولنا تمام گناہوں کی ابتدا ہے۔ اور تہمت لگانا۔ اور غیبت کرنا ان کی انتہا ہے چغلخور آدمی کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ اور جس شخص میں یہ بیہودہ اور خراب عادت ہوتی ہے۔ اس کا کوئی کام پورا نہیں ہوتا۔ نیک چلن اور راستباز آدمیوں سے تم کو ضرور محبّت کرنی چاہیئے۔ شریفوں کی اعانت کرو۔ مگر اسی حالت میں جبکہ وہ نیکی پر ہوں کمزوروں کی غمخواری کرو۔ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ غرضیکہ ہر ایک گروہ کے اور ہر قسم کے آدمیوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرو۔ مگر ہر وقت

اور ہر حالت میں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے خدا کی خوشنودی اور اُس کے احکام کی فرمانبرداری کرنا مقصود ہے۔ اور تم اپنے حسن سلوک کی جزا اہل دنیا سے نہیں بلکہ آخرت میں خدا سے پاؤ گے۔

ناجائز ارادے اور ظلم و ستم کے ولولے اپنے دل میں پیدا نہ ہونے دو۔ اور اپنے تئیں ہمیشہ ان سے دور رکھو۔ اور رعیت پر ظاہر کرو۔ کہ تم ظلم و ستم نہیں کرو گے۔ اور اپنے کسی ناجائز ارادے کو پورا کرنا نہیں چاہو گے۔ سیاست کے ساتھ ہمیشہ انصاف کو مدنظر رکھو۔ اور رعیت کے معاملہ کا جو فیصلہ کرو۔ وہ ہمیشہ حق پر ہو۔ اور ان کی نسبت پہلے سے ایسی معلومات حاصل کر لو جو راہ راست سے تم کو منحرف نہ ہونے دیں۔ غصہ کے وقت ہمیشہ اپنے نفس کو قابو میں رکھو۔ اور تحمل اور بردباری کو ہر کام میں ترجیح دو۔ خودبینی اور غرور سے اپنے تئیں محفوظ رکھو۔ اور کبھی یہ خیال نہ کرو۔ کہ میں جو حکومت کرتا ہوں۔ جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس سے ارادہ کا فاسد ہونا۔ اور خدا کی عظمت و جلال پر یقین نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ خدا کی نسبت تم ہر وقت اپنی نیت کو خالص رکھو۔ اور اس کی عظمت اور جبروت کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ اور یہ خوب جان لو کہ اس دنیا کی حکومت خدا کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے سلطنت اور حکومت عطا کرتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جو لوگ دنیا میں حکمرانی کرتے ہیں۔ اور آسودگی اور دولتمندی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جب وہ خدا کی ناشکری کرتے ہیں۔ تو بہت جلد ان کی حشمت اور ثروت پر زوال آتا ہے۔ اور بدبختی کا زوال ان پر نازل ہوتا ہے۔ (باقی آئندہ)

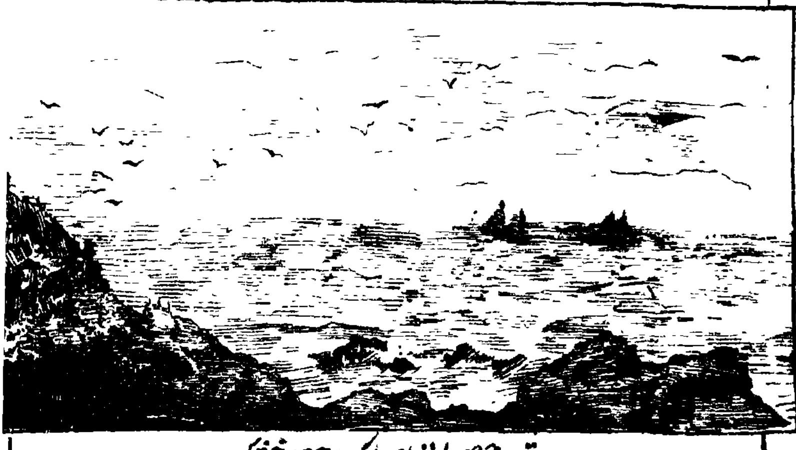
نوشت و خواند

جغرافیہ

نمبر ۷۔ زمین کا پانی

(۱) زمین کی سطح خشکی اور تری سے مل کر بنی ہے۔ ہم پہلے پانی کا ذکر کریں گے۔

(۲) کاش ہر ایک بچہ سمندر دیکھ سکتا۔ کوئی تصویر یا کوئی عبارت اس کی وسعت اور خوبصورتی کو ظاہر نہیں کر سکتی۔



تین حصے پانی اور ایک حصہ خشکی

(۳) جب تم سمندر کے اِس پار کھڑے ہوتے ہو۔ تو تمہیں اس کا دوسرا کنارہ نظر نہیں آسکتا۔ جہاں تک نظر کام کرتی ہے۔ نیلگوں لہریں ہی لہریں دکھائی دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بہت دور جا کر آسمان کیساتھ ملی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔

(۴) اگر تم سمندر کے ایک کنارے سے جہاز پر سوار ہو جاؤ۔ اور کئی دن تک کئی کئی میل روزانہ کے حساب سے جہاز چلاتے رہو۔ تو پھر بھی تمہیں کئی ہفتہ تک زمین نظر نہیں آئے گی۔

پانی	خشکی
پانی	پانی

(۵) اس اثنا میں تمہیں طاقتور اور بے قرار سمندر کے سوائے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیگی۔ جو ایک نہایت بڑی چادر کی طرح ہزاروں میل خشکی پر پھیلا ہوا ہے۔

(۶) تم ایک مربع بناؤ۔ اور اُسے زمین کی سطح فرض کرو۔ پھر اس کو چار برابر حصوں میں تقسیم کرو۔ ایک حصے کو زمین اور باقی تین حصوں کو پانی سمجھو۔ اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ کرہ ارض پر تین حصے پانی اور ایک حصہ خشکی ہے۔

یاد رکھو۔ روے زمین کا ایک حصہ خشکی اور تین حصے پانی ہے۔

حفظ صحت

آنکھوں کی حفاظت

(ذیل کی بتیس باتوں سے پرہیز کرو۔ تو تمہاری آنکھیں کبھی خراب نہیں ہونگی)

(۱) لیٹ کر پڑھنا (۲) مدہم روشنی میں پڑھنا (۳) سرخ۔ سفید اور چمکیلی چیزوں کی طرف دیکھنا (۴) بارش میں ننگے سر پھرنا (۵) پسینہ آور چیزوں کا استعمال کرنا

(۶) ثقیل اور باسی اشیا کا کھانا (۷) شام کو تاریکی میں لکھنا پڑھنا۔(۸) پیٹ کے بل سونا۔(۹) ناک سے بال نوچنا۔(۱۰) کچے پھلوں اور میوؤں کا کھانا۔(۱۱) ترشی اور لال مرچ اور تیل کی اشیا کا استعمال کرنا۔(۱۲) ۸ گھنٹے سے زیادہ یا ۶ گھنٹے سے کم سونا۔(۱۳) اندھیرے سے اچانک روشنی اور روشنی سے اندھیرے میں جانا۔(۱۴) بلا ضرورت اور بلا مشورہ لائق ڈاکٹر کے شوقیہ طور پر عینک لگانا۔ (۱۵) تھکاوٹ میں پڑھنا۔(۱۶) ایک چیز کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھتے رہنا (۱۷) دھول یا دھوئیں میں جانا۔(۱۸) آگ کے سامنے بہت بیٹھنا (۱۹) تمباکو کا زیادہ استعمال کرنا (۲۰) متواتر فصد کھلوانا یا سینگی لگوانا یا جلاب لینا (۲۱) سورج کی طرف دیکھنا۔(۲۲) نہایت باریک لکھے کو پڑھنا۔(۲۳) بہت کھانا۔(۲۴) زیادہ رونا۔(۲۵) زیادہ فاقے کرنا (۲۶) بیماری میں پڑھنا۔(۲۷) لمپ کو سامنے رکھ کر پڑھنا۔ خواہ دن ہو یا رات روشنی ہمیشہ پیچھے سے پڑنی چاہئے۔(۲۸) کتاب کو دھوپ میں رکھ کر پڑھنا (۲۹) آپ اندھیرے اور کتاب دھوپ میں یا آپ دھوپ میں۔ اور کتاب اندھیرے میں رکھ کر پڑھنا (۳۰) ایسی عینک لگانا جس سے حروف اصل سے چھوٹے یا بڑے معلوم ہوں۔ یا جس سے حروف اچھی طرح دکھائی نہ دیں۔ اور درمیان میں کچھ دھندلی معلوم ہو (۳۱) بہت گرم کمرے میں بیٹھ کر پڑھنا۔(۳۲) خواب سے بیدار ہوتے ہی پڑھنے لکھنے میں مصروف ہو جانا۔(۳۳) پڑھتے وقت آگے کو جھکے رہنا (۳۴) کتاب کو آنکھوں کے نزدیک رکھ کر پڑھنا۔(۳۵) متواتر کئی گھنٹے تک پڑھنا۔ اور آنکھوں کو آرام نہ دینا۔

آج اور کل

ذیل کی دلچسپ اور مفید نظم جناب مولوی محمد عزیزالرحمٰن صاحب عزیز نے رسالہ معارف میں چھپوائی تھی۔ اور سید محمد طٰہٰ نے رسالہ مذکور سے اخذ کر کے بچوں کے اخبار میں درج ہونے کے لئے بھیجی ہے۔

۱۔ تقدیر اگر ہو مسکراتی — رستے میں پھول ہو بچھاتی
چننے ہوں وہ پھول تو یہ سننا — بس آج ہی پھول تم وہ چننا

۲۔ پر ہمت اگر نہ کچھ بڑھی ہو — قسمت کی تیوری چڑھی ہو
گر رنج ہو اس کا اے برادر — کل پر رکھنا یہ رنج کل پر

۳۔ آج اپنی خطا ہیں مانتے گر — کل ظلم جو کر رہے تھے ہم پر
کافی ہے ندامت اُن کو کافی — دینا انہیں آج ہی معافی

۴۔ پر غم ہے جو صبح و شام تم کو — لینا ہے گر انتقام تم کو
دینی ہے سزا حریف کو گر — رکھنا موقوف اس کو کل پر

۵۔ قرضہ دینا ہے گر کسی کا — وعدہ کل کا ہے اس سے ٹھہرا
کل کا نہ زبان سے لفظ کہنا — آج اس کو ادا ہی کر کے رہنا

۶۔ ہو قرض کسی پہ گر تمہارا — بازی قسمت کی ہو وہ ہارا
کل کا کرے آج گر بہانا — بات اس کی کل میں آزمانا

۷۔ توبہ کرنی ہو گر بدی سے — شیطان ہر چند دانت پیسے
کچھ لیت و لعل نہ اس میں کرنا — ہاں آج ہی توبہ کر گزرنا

۸۔ ترغیب بدی کی دی کوئی گر — دل شوق گناہ میں ہو مضطر
"کل تک ٹھہرو" یہ دل سے کہنا — قائم اسی کل پہ روز رہنا

۹۔ سنتے ہو عزیز نکتہ پرور! — ہر کام کا وقت ہے مقرر

کیوں آج کے کام میں خلل ہو
کل کا جو کام ہے وہ کل ہو

"مت بالجبر"

کہتے ہیں کہ دہلی کے نامور عالم مفتی صدرالدین صاحب آزردہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے۔ کہ جنہیں کالوں نے مجبور کرکے ان سے گوروں سے جنگ کرنیکے فتوی پر دستخط کرالئے تھے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بعض لوگ اس وقت دو دلے ضرور ہونگے لیکن سوائے فوج کے آدمیوں کے بہت دوسرے لوگ اُن کے ڈر سے اُن کی ت مان گئے تھے۔ جیسا کہ خود بادشاہ دہلی کا حال تھا۔ مفتی صدرالدین صاحب بڑے نامور عالم اور طباع آدمی تھے۔ جب ان کے پاس فتوی دستخط کے لئے آیا تو یہ ڈرے کہ ان لوگوں کے خلاف کرنے میں ان کی خیریت نہ ہوگی چنانچہ انہوں نے مندرجہ عنوان فقرہ فتوی پر لکھ کر اپنا دستخط کر دیا۔ جس میں کسی حرف پر نقطہ نہیں دیا گیا تھا۔ اُن لوگوں نے سمجھا۔ کہ انہوں نے لکھا ہے "ثبت بالخیر" اور ان کا اس سے اتفاق ہے۔ لیکن جب ہنگامہ غدر ختم ہوا۔ اور مفتی صاحب سے حکام انگریزی نے فتوی پر دستخط کرنے کی وجہ سے بازپرس کی تو انہوں نے کہا میں نے تو "مُثبت بالجبر" لکھا ہے۔ جس سے میرا مطلب تھا۔ کہ جبراً انہوں نے مجھ سے نام لکھوا لیا۔ اور ان کا عذر قبول کیا گیا۔ مفتی موصوف غدر کے کچھ عرصہ بعد انتقال کر گئے۔

روئے زمین کے باشندے

نمبر ۲۔ باشندگانِ تبت

تبتی بیرونی دنیا سے بالکل ناآشنا اور نہایت عجیب لوگ ہیں۔ انکے رسم و رواج۔ طریق پوشش۔ زیورات۔ طریق عبادت وغیرہ نہایت دلچسپ ہیں مگر ان کا بہت کم حال لوگوں کو معلوم ہے۔

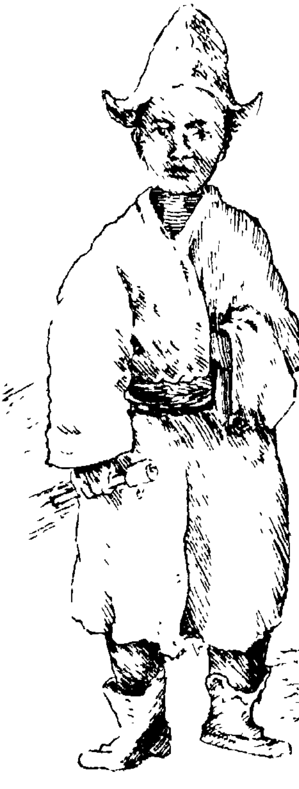
قدرتی طور سے تبتیوں اور انگریزوں کے درمیان جنگ چھڑ جانے سے لوگوں کے دلوں میں اس عجیب قوم کے حالات دریافت کرنے کا شوق پیدا ہوگیا ہے۔ اور چونکہ یہ حالات واقعی دلچسپ ہونے کے علاوہ بالکل نرالے ہیں اس لئے انہیں اس سلسلہ میں دوسرے نمبر پر جگہ دیجاتی ہے۔

تبتیوں کا مذہب تبتی بدھ مذہب کے پیرو ہیں۔ اس مذہب کی بنیاد یہاں ساتویں صدی مسیحی میں پڑی۔ بدھ پوجاریوں نے رفتہ رفتہ وہ زور پکڑا کہ گیارھویں صدی میں ان کی طاقت بالاتر مانی جانے لگی۔ پندرھویں صدی تک ان پوجاریوں میں شادی کی رسم رائج تھی۔ لداخ۔ بھوٹان اور سکم میں ابھی تک ان لوگوں کا بہت زور ہے۔ جب تبت پر مجرد لوگوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو پوجاریوں نے زرد لباس اختیار کر لیا۔ چنانچہ اہل چین ابھی تک انہیں کو تبت کے اصلی حکمران سمجھتے ہیں۔

لامہ اعظم لامہ اعظم کو بدھ کا اوتار سمجھ کر اس کی بڑی تعظیم و تکریم کیجاتی ہے اور اسی کی تبت پر حکومت ہے۔ لامہ کے انتقال پر سلطنت بھر میں

ایک بچہ کی تلاش کیجاتی ہے جس کے جسم پر خاص خاص نشان موجود ہوتے ہیں۔ جو لامہ صاحبان کے سوائے اور کسی کو معلوم نہیں ہیں۔ جب کوئی بچہ نشانات مذکورہ کے مطابق مل جاتا ہے۔ تو اُسے بُدھ کا اَوتار سمجھکر تخت سلطنت پر بٹھا دیا جاتا ہے۔

لامہ صاحبان اور ان کا لباس چھوٹے



لامہ

لامہ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں تبت میں آباد ہیں۔ کپتان گل صاحب کے قول کے مطابق جنہوں نے ۱۸۷۷ء میں مشرقی تبت کی سیر کی۔ لامہ اپنے سروں کو مونڈتے ہیں یہ بڑے غلیظ ہوتے ہیں۔ ہمارے کرتوں اور کوٹوں کی طرح کوئی خاص لباس نہیں پہنتے۔ بلکہ ایک موٹی سُرخ چادر جسم کے گرد لپیٹ لیتے ہیں۔ جیسا کہ تصویر سے ظاہر ہے۔ بہت سے ننگے پاؤں پھرتے ہیں۔ جبکہ دوسرے چمڑے اور سُرخ کپڑے کے اونچے بوٹ پہنتے ہیں گلے میں ایک موٹی تسبیح ہوتی ہے۔ اور ہاتھ میں ہمیشہ دعا کا پہیہ رہتا ہے۔

طریق عبادت پہیہ پر ایک دعا لکھی ہوئی ہے اور ان کا خیال ہے کہ اس کے گھمانے سے دعا آسمان پر پہنچ جاتی ہے۔ اِس کو گھماتے وقت تبتی منہ

سے بھی کچھ بڑبڑاتے جاتے ہیں۔ اور عموماً دن بھر لوگ دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں۔ تبت میں ہر ایک گھر کی ڈیوڑھی پر اس قسم کے پہئے لگے ہوتے ہیں۔ ہر گذرنے والے شخص کو یہ پہیہ گھمانا پڑتا ہے۔ دعا کے اس طریقہ کو اسقدر موثر سمجھا جاتا ہے کہ قریباً ہر ایک ندی پر چھوٹی چھوٹی کوٹھیاں سی بنا کر اسمیں یہ بڑے بڑے پہیے لگا رکھے ہیں۔ جو پانی کے زور سے ہر وقت چلتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح دعائیں ہر وقت آسمان پر پہنچتی رہتی ہیں۔

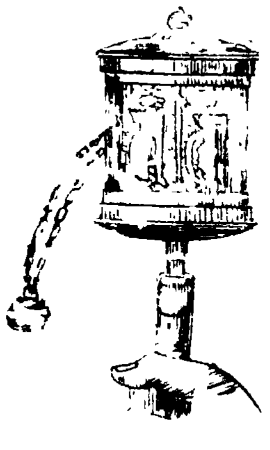


تبتی

لاماؤں کی دولت لامہ بڑے غنی ہیں آدھا ملک ان کے قبضہ میں ہے انہیں بیشمار ترکے اور جایدادیں ملتی رہتی ہیں یہ بڑے کاہل وجود اور کام چور ہوتے ہیں۔ ان کی زراعت اور کشت کاری کا کام غلام انجام دیتے ہیں نام کو تو یہ مجرد رہتے ہیں۔ مگر عیاشی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہوتی ہے ۔ وہ جب چاہتے ہیں۔ اپنے گھروں سے نکل جاتے ہیں۔ اور جب چاہتے ہیں۔ واپس آجاتے ہیں۔ عبادت بھی حسب مرضی کبھی کبھی کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہر روز کئی لوگ جن میں زیادہ تر مجرم اور مفت خورے ہوتے ہیں ان کے فرقہ میں شامل ہوتے رہتے ہیں سنتے ہیں کہ لوگ لاماؤں کے ظلم و تعدی کے باعث اُن سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ باشندگان تبت یونن میں بود و باش

اختیار کرتے جاتے ہیں۔

جسمانی حالت | تبتیوں کے خط و خال عموماً زرد ہوتے ہیں۔ مگر اعلےٰ طبقہ کے تبتی یورپین لوگوں کے ایسے خط و خال رکھتے ہیں۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی سیاہ۔ رخسارے کی ہڈی اُبھری ہوئی اور ناک چھوٹی اور پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ اور ہندوستانیوں کی نسبت انہیں پوشش کی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ عموماً سطح سمندر سے دس گیارہ ہزار فیٹ کی بلندی پر رہتے ہیں۔ فارغ البال تبتی گرمی میں چینی سٹین اور سردی میں اُسی کے اوپر سمور لگا کر پہنتے ہیں اور غریب لوگ سوتی کپڑے۔ بھیڑ کے چمڑے اور کسی قسم کا سمور جو دستیاب ہو سکے پہن لیتے ہیں جسم کی صحت و صفائی کا خیال انہیں بہت کم ہوتا ہے۔ اور کپڑے بہت غلیظ اور گندے ہوتے ہیں۔



دعا کا پہیہ

خوراک | تبتیوں کی من بھاتی غذا مکھن اور جو کے آٹے کا حلوہ ہے۔ چائے میں بہت سا مکھن ڈال کے پیتے ہیں۔ ترش دہی بالائی اور پنیر بھی کھاتے ہیں۔ لیکن دودھ بوجہ خراب برتنوں میں رکھے جانے کے بہت جلد خراب ہو جاتا ہے۔ گوشت بھیڑ کا کھاتے ہیں اور تبت کی بھیڑوں کی پشم تو ہر خاص و عام میں مشہور ہے۔ تبتی یاک یا کوہاں والا بیل ان کا ایک نہایت مفید اور کارآمد حیوان ہے۔ جس کی مادہ کثرت سے دودھ دیتی اور اس سے کثیر مکھن حاصل ہوتا ہے۔ جس شخص کے پاس تین چار سو کے قریب یاک ہوں۔ اُسے دولتمند سمجھا جاتا ہے اور جس کے پاس بیس پچیس سے

زیادہ نہ ہوں۔ اُسے غریب سمجھا جاتا ہے۔ نہایت دولت مند لوگوں کے پاس تین تین ہزار یاک ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر چیز میں کثرت سے مکھن استعمال کرتے ہیں۔



یاک

تبتی زیورات | تبتی عورتیں خواہ کتنی ہی غریب کیوں نہ ہوں۔ کثرت سے زیور پہنتی ہیں جو اکثر کھوس سونے کے ہوتے ہیں۔ اور موتیوں سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہسلی اور ہیکل اور زنجیریں اور چاندی میں منڈے ہوئے تعویذ کثرت سے پہنے جاتے ہیں۔ اور ایک پالش کیا ہوا لکڑی کا پیالہ ہر فرد بشر کے پاس دیکھا جاتا ہے۔

تبتی مکانات | تبتی مکان گاؤں کی صورت میں بہت کم ہوتے ہیں۔ عموماً اِن کا درمیانی فاصلہ دو یا تین سو گز ہوتا ہے۔ عموماً تنگ و تار اور گندے ہوتے ہیں کھڑکیاں شاذ و نادر ہی رکھی جاتی ہیں۔ اور اگر ہوتی بھی ہیں تو بہت چھوٹی چھوٹی زیریں

منزل میں مویشی باندھتے ہیں اور بالائی منزل میں وہ خود رہتے ہیں۔ مکان سارے کا سارا لکڑی سے بنایا جاتا ہے۔ انہیں عمدہ آگ جلانے کا خیال ابھی تک نہیں آیا۔ موسم سرما میں جب سردی شدت سے پڑتی ہے تو وہ کوئلہ یا لکڑی جلاتے ہیں۔ جو گیلی ہونے کے باعث گرمی کی نسبت دھواں زیادہ دیتی ہے۔

مُردوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ عام لوگوں کے مُردوں کو خانقاہوں کے احاطوں میں رکھ دیتے ہیں۔ جہاں چیل۔ گدھ۔ کتے اور دوسرے شکاری جانور انہیں چٹ کر جاتے ہیں۔ تاہم لاماؤں کی نعشوں کو بڑی لمبی چوڑی رسموں کے ساتھ جلا دیتے ہیں۔

تبتیوں کو انگریزوں سے نفرت ۱۸۹۲ء میں ایک تبتی لاما نے ایک یوروپین سیاح کو بتلایا کہ تبتی انگریزوں سے کیوں نفرت کرتے ہیں۔ اُس نے کہا "یوروپین لوگوں کا مذہب گو اچھا ہے۔ مگر وہ اس کے پابند نہیں ہیں۔ اور اس پر بھی وہ ان لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنا چاہتے ہیں کہ جنکا مذہب انگریزوں سے اچھا ہے اور جن پر وہ پورے طور سے کاربند ہوتے ہیں۔ انگریز بڑے لالچی ہیں اور دولت مند ملکوں میں رہنے کے بعد ان ملکوں کو اپنے قبضہ میں لے آتے ہیں" +



بیچاری گڑیا کی شامت

ننھے بچوں کا صفحہ

ابجد منظوم

جسکو جناب محمد عبد الوہاب صاحب عندلیب اسسٹنٹ سکرٹری انجمن محبۂ غیبی صدیقیہ نساء سرکار عالی نے بچوں کا اخبار کیلئے نظم کیا ہے

ا ۔ ارادہ کرو تا کہ ہو کامیابی — کرو تم نہ کاموں میں اپنے شتابی
ب ۔ برائی سے بچتے رہو زندگی میں — کہ حاصل ہو عزت تمہیں ہر کسی میں
ت ۔ تنزل کی جڑ ہے یہ نا اتفاقی — نہیں رہتی رفعت کبھی اس سے باقی
ث ۔ ثبوت قدم کو کرو اپنا حامی — کہ شہرت ہو حاصل تمہیں بھی دوامی
ج ۔ جہالت کے زینہ کے خواہاں ہو تم — عروج و ترقی میں کوشاں رہو تم
ح ۔ حلاوت اگر چاہتے ہو عزیزو — تو ہرگز کسی کو کبھی دکھ نہ دیجو
خ ۔ خیال اپنا عالی جو رکھو گے باہم — چڑھو گے ترقی کے زینہ پہ ہر دم
د ۔ دل اپنا رکھو علم پڑھنے پہ مائل — نہ ہو تم کبھی علم پڑھنے سے غافل
ذ ۔ ذلیل و دنی ہیں سدا وہ جہاں میں — ادب کو جو رکھتے نہیں ہر مکاں میں
ر ۔ رعایت کرو تم ہر ایک آدمی کی — خوشی چاہتے ہو اگر ہر کسی کی
ز ۔ زیادت کرو تم نہ ہرگز کسی پر — کہ یکروز روز جزا ہے مقرر
س ۔ سعادت کو حاصل کرو تم ہمیشہ — شقاوت سے ڈرتے رہو تم ہمیشہ
ش ۔ شرارت سے ہر دم رہو مجتنب تم — شریروں کی عزت نہیں پیش مردم
ص ۔ صفائی سے ہوتی ہے انساں کو عزت — کدورت سے ذی ہوش کرتے ہیں نفرت
ض ۔ ضد اچھی نہیں ایسی عادت کو چھوڑو — بزرگوں کے کہنے کو عزت سے مانو

ط۔ طمع کو نہ آنے دو پاس اپنے ہرگز	تکبر کو چھوڑو رہو بن کے حجبنہ
ظ۔ ظرافت جہل مت کرو اے عزیزو	وقار اپنے ہاتھوں نہ دو اے عزیزو
ع۔ عداوت بھی معیوب ہے آدمی سے	ہوئے اس سے برباد لاکھوں قبیلے
غ۔ غرور و تکبر نہیں فعل انساں	بجز کبریا جو کرے ہے وہ شیطان
ف۔ فنا جبکہ ہوتا ہے ہر ذی نفس کو	پھنسو تم نہ دنیا میں اے نیک بچو
ق۔ قناعت کے خوگر رہو تم ہمیشہ	قناعت سے ہوتی ہے دولت زیادہ
ک۔ کپٹ اور کینہ سے دل صاف رکھو	نہ دو جائے طمع منور ہیں ان کو
ل۔ لیاقت وہ حاصل کرو علم فن ہیں	کہ مثل مشاہیر سب تم کو سمجھیں
م۔ ملامت کے مورد نہ ہرگز بنو تم	ہمیشہ رہ راستی پر رہو تم۔
ن۔ نصیحت سے ہر دم کرو استفادہ	کہ ہوتی ہے عزت اسی سے زیادہ
و۔ ولایت کا رتبہ اُسی کو ملا ہے	جو مرنے سے پہلے یہاں مر گیا ہے
ہ۔ ہدایت پہ چلتے ہیں جو نیک بچے	دو بالا سدا ان کے ہوتے ہیں رتبے
ی۔ یہی ہے دعا عندلیب حزیں کی	کہ بچوں کو عزت ہو دنیا و دین کی

بچپن

جو اُن کو دو سو کھالیں پھیکا ہو یا سلونا
ہیں بادشاہ سے بہتر جب مل گیا کھلونا
جس جا پہ نیند آئی پھر واں ہے اُنکو سونا
پرواہ نہ کچھ پلنگ کی نہ چاہیے بچھونا
کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے

(نظیر)

تین بیویوں کی کہانی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

حسن یہ جواب سنکر خاموش ہو رہا۔ دل میں بڑا خوش ہو رہا تھا۔ کہ اکافلس کبھی بھی رنجیدہ خاطر نہیں ہوا تھا۔ اس نے یہ سارا ماجرا اپنے ایک ہمسائے سے جس کا نام قاسم تھا۔ اور جو ایک دیو ملازم رکھنے کا بڑا مشتاق تھا۔ بیان کیا۔ جونہی کہ قاسم نے سنا کہ اکافلس کا بدمزاج بھائی پہاڑ کی چوٹیوں پر رہتا ہے۔ تو وہ اس کی تلاش میں گھر سے نکل پڑا۔

چلتے چلتے ایک دن وہ ایک بہت بلند چٹان پر پہونچا۔ اور وہاں ایک نہایت قدآور شکل کو چوٹی پر بیٹھے ہوئے پایا۔ لیکن یہ تمیز نہ کر سکا۔ کہ یہ شکل کس چیز کی ہے۔ کیونکہ اس کی شوخ چمچماہٹ سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور جس چیز سے اُسے زیادہ حیرانی ہوئی۔ وہ اس کے بڑے بڑے پر تھے۔ گویا کہ کسی عظیم الشان جہاز کے بادبان اُتار اس نے بازوں میں لگا لئے تھے۔ مگر پتلے اور شفاف تھے۔ اس بدمزاج دیو کی بابت جو کچھ اُسنے سنا تھا۔ اس کا نقشہ اس کی آنکھوں کے آگے پھر گیا۔ اور وہ تذبذب میں تھا۔ کہ اس کے پاس جاوے یا نہ جاوے۔ تاہم آیندہ نفع کی اُمید نے اُسے آگے بڑھنے پر مجبور کیا۔ جونہی کہ اُس نے آگے بڑھکر دیکھا۔ تو اُسے معلوم ہو گیا کہ دیو کے چہرہ سے بشاشت ٹپک رہی ہے۔ بس اُس نے دلیری کر کے اُس سے اپنا مطلب بیان کیا۔ دیو نے جواب دیا۔ میرا نام سکافلس ہے اور میں تمہارے لئے کام کرنے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ تم مجھے میری مرضی پر چھوڑ دو

میں اپنے بھائی کی طرح کمینہ نہیں ہوں۔ کہ ہمیشہ لوگوں کی ماتحتی کرتا رہوں۔



حسن نے ایک نہایت قدآور شکل کو چوٹی پر بیٹھے ہوئے پایا

کتنی دفعہ اس کی سُست رفتار پر مجھے بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ اور اس کو خاموشی کی حالت میں چھیڑ کر مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ تاکہ اس کی طبیعت

ذرا تیز ہو جائے بعض اوقات جب وہ بوجھ سے دبا ہوا ہوتا ہے۔ تو میں اکثر اُسے مدد دیتا ہوں۔ کئی دفعہ میں اسکی چھاتی پر بیٹھکر اپنے پر پھیلا کر اس زور سے اُڑتا ہوں۔ کہ وہ زمین پر سے اوپر اُٹھ آتا ہے۔"

قاسم کو اس بات سے حیرانی ہوئی۔ کہ اکافلس جس نے چند ہی روز میں اتنا کام کیا ہے۔ کہ سارے جزیرہ کے لوگ اُس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اسکو مکافلس کاہلی اور سستی کا الزام دے رہا ہے۔ آخر اُس نے اپنا خیال مکافلس کے آگے بھی ظاہر کر دیا۔ اُس نے کہا کہ "وہ میرے مقابلہ میں ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ایک چیونٹی ہاتھی کے آگے" مکافلس نے اپنی بلند آواز میں کہا۔ جو سارے پہاڑ میں گونج اُٹھی۔ اور اپنی تیزی دکھلانے کے لئے اُس نے اپنے پر کھولے اور دم زدن میں نظروں سے غائب ہو گیا۔

قاسم کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ کہ مبادا وہ ہمیشہ کے لئے جاتا رہے لیکن بہت جلد واپس آگیا۔ اور قاسم کے ساتھ اُس کے گھر آنے کو اس شرط پر رضامند ہو گیا۔ کہ وہ اُسے ایک مستقل جگہ رہنے کے لئے ایک بلند چٹان پر بنا دے گا۔

قاسم:- "میرا گھر ایک پہاڑی کے کنارہ پر واقع ہے۔ اور تمہیں اُس کی چوٹی پر جگہ بنا دونگا"

مکافلس:- "بہتر۔ اگر تم مجھے ایک چکی دیدو گے۔ تو میں تمہیں ایک دن میں اتنا غلہ پیس دونگا۔ جتنا کہ اکافلس دو دن میں پیس سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مجھے اس طرح کی خوراک و تنخواہ وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میں آزادی کو بہت پسند کرتا ہوں میں کام اُس وقت کرتا ہوں۔ جب میرا دل چاہے۔ اور صرف اپنی مرضی پر چلتا ہوں"

قاسم۔ (اپنے جی میں) "یہ اکا فلس سا حلیم الطبع اور تربیت پذیر نہیں ہے۔ گو اس سے کہیں بڑھکر طاقتور ہے۔ اس لئے مجھے اُس کو اپنے تابع



پری نے اپنے پر کھولے اور دم زدن میں نظروں سے غائب ہو گیا

فرمان کرنے کی کوشش کرنی چاہیے"

مکافلس کی شکل وشباہت اور پروں کی صفائی کو دیکھ کر سب لوگ اُسکی تعریف کرنے لگے۔ اور قاسم نے اپنے خود مختار خدمتگار کے لئے پہاڑ کی چوٹی پر ایک مکان تعمیر کرنا شروع کر دیا۔ اور اس اثنائے میں مکافلس اُڑ کر اپنے بھائی اکافلس کی ملاقات کو چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ چیرے ہوئے شہتیروں کا بھاری بوجھ اُٹھائے ہوئے اپنے مالک کی طرف جا رہا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہی بغلگیر ہوئے۔ مکافلس چونکہ اُس وقت خوش ہو رہا تھا۔ اسلئے اُسنے اکافلس سے کہا۔

مکافلس "بھائی جان مجھے اجازت دو۔ کہ میں تجھے بوجھ لیجانے میں مدد دوں۔ تم کبھی یہ سست رفتاری نہیں چھوڑو گے"

"سست رفتاری!" کا نام سنکر اُن بچوں میں سے ایک نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ جو دیو کی پیٹھ پر ایک شہتیر پر بیٹھے ہوئے تھے "اکافلس سست رفتار کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ کوئی شخص یہاں اس سے آدھا اور چوتھائی بھی تیز رفتار نہیں ہے!"

مکافلس "سچ کہتے ہو۔ مگر ہم ایسے پست قامت نہیں ہیں۔ جیسے کہ تم ہو" یہ کہکر وہ اُس بچے کے قریب بیٹھ گیا۔ اور اپنے پر پھیلا کر اس تیزی سے اُڑا کہ بچہ پہلے تو سخت خوفزدہ ہو گیا۔ لیکن جب اُسے یقین ہو گیا کہ ہر طرح محفوظ ہے۔ تو وہ اپنے آپ کو ایک جانور کی طرح ہوا میں اُڑتا ہوا پا کر نہایت خوش ہوا۔ جب وہ منزل مقصود پر جا پہنچے اور بوجھ اکافلس کی پیٹھ پر سے اتارا گیا۔ تو اکافلس نے کہا۔

اکافلس "اب تم مجھے واپس جانے میں مدد دو"

مکافلس "نہیں۔ میں اب سیدھا آگے کی طرف جاؤں گا۔ اگر میرے ساتھ

چلنا چاہتے ہو۔ تو میں حاضر ہوں لیکن اگر واپس جانا چاہتے ہو۔ تو تم جانو۔ اور



ایک مکان تعمیر کرنا شروع کیا

تمہارا کام۔

اکافلس نے یہ روکھا جواب سن کر چاہا کر مکافلس اُسکا کہا مان جائے مگر

اِس سے اُن میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ مکافلس غضبناک ہو گیا۔ اور اپنے بھائی سے لڑنے لگا۔ اور اس قدر بلند آواز میں گرجنے لگا کہ تمام پہاڑ گونج اُٹھا۔ اکافلس کو بھی اس پر بڑا غصہ آیا۔ اور مارے غصہ کے اُس کے منہ سے جھاگ آنی شروع ہو گئی۔ بیچارہ لڑکا کچھ فاصلے پر کھڑا کانپ رہا تھا۔ اُسکے پرانے دوست یعنی اکافلس کی شکل غصہ سے اس قدر بدل گئی تھی۔ کہ وہ اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ آخر کار مکافلس اکافلس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ مگر اس کی سرد آہیں اور چیخیں ابھی تک سُنائی دے رہی تھیں۔ اکافلس اُس کے اِس بڑے سلوک پر بلند آواز میں لعنت و ملامت کر رہا تھا۔ مگر اُسکا غصہ آہستہ آہستہ فرو ہو گیا۔ اور وہ لڑکے کو اپنی پیٹھ پر اٹھا کر گھر کیطرف روانہ ہوا۔

قاسم نے بڑے اشتیاق سے مکافلس کی بابت پوچھا۔ اور جب لڑکے نے اُسے سارا قصہ سنایا۔ تو وہ کف افسوس ملنے لگا۔ کہ کہیں وہ ہمیشہ کے لئے ہی نہ چلا گیا ہو۔ اور اس بات سے اُسے اور بھی مایوسی ہوئی۔ کہ وہ دیو کے کام کرنے کے لئے سارا سامان تیار کر چکا تھا۔ تاہم مکافلس رات کو واپس آ گیا۔ اور جب قاسم صبح کے وقت اس کو کام پر لگانے گیا۔ تو اس نے دیکھا کہ آدھا غلہ پہلے ہی پیسا جا چکا تھا۔ یہ ایک عجیب بات تھی۔ مگر پھر بھی مکافلس نے اپنے بھائی کے مقابلہ میں بہت تھوڑا کام کیا تھا۔ بیشک وہ اسباب بڑی تیزی سے اُٹھا کر لے جاتا تھا۔ مگر جب اور جدھر اُسکا دل چاہتا تھا۔ اسلئے پیشتر اس کے کہ وہ کوئی چیز اٹھا لیتا۔ یہ جاننا ضروری ہوتا تھا۔ کہ وہ کدھر کو لے جائیگا۔ بعض اوقات وہ راستہ میں ہی اپنا ارادہ بدل دیتا تھا۔ اور دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر بھاگا پھرتا تھا۔ اور چیزیں جانے مقصود پر پہنچنے کی بجائے کسی اور جگہ پہنچ جاتی تھیں۔ یا جہاں سے وہ لیکر

روانہ ہوتا تھا۔ وہاں واپس آجاتی تھیں۔ البتہ یہ تکلیف آٹا پیسنے میں نہیں ہوتی تھی۔ مگر جب اسکا کام کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ تو جدھر چاہتا تھا۔ بھاگ



دونوں دیووں میں ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی

جاتا تھا۔ (باقی آیندہ)

چند مفید مشورے

(نتیجہ طبع جناب مولوی محب حسین صاحب ایڈیٹر معلم نسواں حیدرآباد دکن)

سویرے سونا

نو کے بجتے ہی سو رہو پڑ کر خواب راحت سے اُٹھو وقت سحر
جو کہ سوتے ہیں نصف شب کے بعد وہ نہیں اُٹھتے پانچ کے اندر
دیر سے سونا دیر سے اُٹھنا دونوں باتیں بری ہیں کچھ ہی خبر
عمر کرتا ہے کم مزاج خراب جاگنا محفلوں میں یوں شب بھر
مول لیتے ہیں دام دے کر مرض جاتے ہیں ناٹکوں میں جو اکثر
ضعف روح و بدن میں آتا ہے زیادہ سونے کا بھی برا ہے اثر
جاگنے سونے میں ہو عدل محب حفظ صحت کو چاہتے ہو اگر

علم

کسکو حاصل ہے کا بجوں سے فراغ سینکڑوں علم اور ایک دماغ
علم ہے نور جہل تاریکی اہل تحقیق ہیں جہاں کے چراغ
ہے یہ تعلیم و تربیت بیکار گر دیا ہی نہیں خدا نے دماغ
جسکے پودوں کی تربیت ہی نہیں کسطرح سے محب ہرا ہو وہ باغ

پابندی اوقات

ہماری قوم بھی ضدی بڑی ہے پرانی ریت رسموں پر اڑی ہے
بڑھی جاتی ہیں آگے اور قومیں مگر یہ قوم ہی پیچھے پڑی ہے
ترقی کر رہی ہیں اور قومیں ہماری قوم منہ تکتی کھڑی ہے
نہیں اوقات کے پابند گر تم تو کیوں پاکٹ میں یہ جیبی گھڑی ہے

ڈنر

آج کس حسن و تکلف کا ہے سامان ڈنر
کہ ڈنر روم دکھاتا ہے ارم کا منظر

خوشنما پھولوں کے دستوں کی وہ میز بہا
پر تکلف وہ قرینے سے صراحی ساغر

نقرئی تشتریاں اور طلائی وہ پلیٹ
وہ چھری کانٹے وہ چمچے وہ بلوریں کنتر

نور افشاں ہیں قمر یا کہ ہیں لیمپیں روشن
چاندنی میز پہ ہے یا کہ ہے اُجلی چادر

نیلے گلدانوں میں اس حسن سے ہیں پھول چنے
جمع جسطرح سے ہوں برج فلک میں اختر

قاب میں خوشۂ انگور ہیں یوں جلوہ فگن
جسطرح خوشۂ پرویں کا فلک پر منظر

اخبار

ہے مشیران دغاباز سے بہتر اخبار
جھوٹ کہتا ہی نہیں بال برابر اخبار

اسکے پڑھنے سے ہو آئینہ ہر اک ملک کا حال
سرمۂ چشم سلاطیں نہ ہو کیونکر اخبار

کیوں نہ یورپ کے وزیروں کی ہو آئین صاب
بر زباں علم تواریخ تو از بر اخبار

ہند میں اہل ریاست بھی خریدار نہیں
اور یورپ میں لیا جاتا ہے گھر گھر اخبار

رات

رات ہے وقت راحت و آرام
شام لاتی ہے خواب کا پیغام

حرکت کے ہے بعد عیش و سکون
نشۂ سے سے بھی ہے لطف فزوں

وہ بچھونے پہ لیٹنا تھک کر
کیا ہی دیتا ہے لطف تا بہ سحر

سر کے نیچے وہ گدگدا تکیہ
کیا ہی دیتا ہے لیٹنے میں مزا

وہ تھکے ماندے دن کے عضو بدن
نرم گدے پہ پھیل کر ہیں مگن



صنعت و حرفت اور تجارت

سوئی اور ا لپین

عربی زبان میں ایک مشہور ضرب المثل ہے۔ "اَلنَّاسُ بِاللِّبَاس"۔ یعنی انسان لباس پہنکر آدمی بنتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لباس ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ لیکن جو شے ہمیں لباس ایسی ضروری چیز بنانے میں ازحد مدد دیتی ہے۔ بلکہ جس چیز کے سوائے لباس کا بننا قریباً ناممکن ہے وہ خود کیسی ضروری ہوگی۔ یقیناً ایسی شے انسان کی سب سے بڑی ضروریات میں سے ہے۔ اور اس کے موجد نے اس مفید شے کے ایجاد کرنے سے دنیا پر بے شبہ بہت بڑا احسان کیا ہے۔

آج کل تم ایک پیسہ کسی چھوٹی دوکان پر دیکر بہت سی سوئیاں خرید سکتے ہو۔ لیکن ایک وہ زمانہ تھا کہ جب یہ سستی چیز بہت مہنگی ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک صدی پیشتر ایک کاریگر دن بھر کی محنت و مشقت سے صرف ایک سوئی تیار کر سکتا تھا۔ لیکن ایک وہ زمانہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں سوئیاں گھنٹوں میں تیار ہو جاتی ہیں۔

یہ ایک بے حقیقت سی چیز ہے۔ اور تمہیں کبھی خیال نہ آیا ہوگا کہ اس کے بنانے میں کتنی محنت درکار ہے۔ انگلستان کا ایک مشہور مصنف اُس زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے جبکہ سوئیاں ایک اچھی خاصی تعداد میں تیار ہو سکتی تھیں لکھتا ہے "ایک وہ زمانہ تھا کہ ایک آدمی دن بھر کی محنت سے صرف ایک سوئی تیار کر سکتا

تھا لیکن اب وہ زمانہ بالکل بدل گیا ہے۔ ان دونوں سوئیاں اور الپین بنانے کا کام خاصہ ایک پیشہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ ایک آدمی تار کھینچتا ہے۔ دوسرا اُسے سیدھا کرتا ہے۔ تیسرا اُسے کاٹتا ہے۔ چوتھا نوک بناتا ہے۔ پانچواں سرا بنانے کے لئے تار کے سرے کو صاف کرتا ہے۔ سرا بنانے کے لئے بھی دو مختلف عمل درکار ہیں۔ سوئی کو سفیدی مائل کرنے کے لئے بھی ایک علیحدہ صیغہ کی ضرورت ہے۔ اور اُسکو تیار کرکے بنڈلوں میں بند کرنا بھی ایک قسم کی علیحدہ خدمت ہے۔ غرض ایک سوئی یا الپین کے بنانے میں اٹھارہ مختلف قسم کے عمل کرنے پڑتے ہیں۔

سوئی بنانے کا یہ طریق بیان کرنے میں مصنف نے بڑی حیرت ظاہر کی ہے لیکن جو لوگ آجکل کی سوئی کی دستکاری سے بخوبی واقف ہیں وہ اس مصنف کے بیان پر ہنسیں گے۔ کیونکہ آجکل سوئی اور الپین کا کام اسقدر وسیع ہو گیا ہے کہ زمانہ گذشتہ کے لوگوں کے خیال میں بھی نہ آیا ہوگا۔ الپین بنانے کا دلچسپ عمل حسب ذیل ہے۔

الپین عموماً پیتل کے تار سے بنایا جاتا ہے۔ پیتل کو ڈھال کر اس کے حسب خواہش لمبے لمبے اور خاص موٹائی کے ٹکڑے بنا لیتے ہیں۔ پھر اُن کو مشین کے ذریعہ سے صاف اور ہموار کرکے یکساں چوڑائی اور لمبائی سے کاٹ لیتے ہیں۔ بعد ازاں انہیں ایک اور مشین میں دیا جاتا ہے۔ یہاں یہ پتلے پتلے مربع اروں کی صورت میں ایک طرف سے باہر نکلتے آتے ہیں۔ ان تاروں کو گول بنانے کے لئے انہیں جنتری میں سے نکالتے ہیں۔ چونکہ یہ تار جنتری میں سے بار بار کھینچے جاتے ہیں۔ اور بار بار کھینچنے سے خودبخود گرم اور سرد ہوتے جاتے ہیں۔ اس لئے ان کی موٹائی تو کم ہوتی جاتی ہے۔ مگر مضبوطی اور پائیداری بڑھتی جاتی ہے۔ صرف الپین بنانے پر جو تار صرف ہوتا ہے۔ اُس کی مقدار دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ صرف شہر برمنگھم ہی میں ۱۵ لاکھ روپیہ

سالانہ کا تار اس کام پر صرف ہو جاتا ہے۔ مگر یہ صرف کچی دھات کی قیمت ہے۔

جن مشینوں میں الپین بنائے جاتے ہیں۔ ان کی لمبائی ۲۰ انچ۔ چوڑائی ۱۹ انچ اور بلندی ۱۷ انچ ہوتی ہے۔ تار کو ایک چرخی پر لپیٹ کر اسکا ایک سرا مشین میں دیدیا جاتا ہے۔ مشین اُسے اپنے اندر کھینچتے ہی سیدھا کرنا شروع کر دیتی ہے جب تار سیدھا ہو جاتا ہے تو دو چمٹے اُسے پکڑ لیتے ہیں۔ اور ایک چھوٹی سی ہتوڑی خود بخود حرکت کر کے تار کے سرے پر تین دفعہ لگتی ہے جس سے اُسکا سرا مکمل ہو جاتا ہے۔ سرے کے بن جانے پر تار کو مطلوبہ لمبائی کے مطابق کاٹ لیا جاتا ہے۔ اس جگہ سے رہائی پا کر چھوٹا سا پن ایک اور سوراخ میں چلا جاتا ہے۔ مگر اُسکا سرا باہر ہی رہتا ہے۔ یہاں ایک اور ہتھیار خود بخود اُسکے ایک سرے کو باریک بنا دیتا ہے۔ بس یہاں آ کر پن کی ساخت ختم ہو جاتی ہے۔ اور اُسے ایک طشتری میں گرا دیا جاتا ہے۔ جو اسی مطلب کے لیے مشین کے سرے پر رکھی ہوئی ہوتی ہے یہ سارا عمل مشین کے ذریعہ سے بغیر ہاتھ لگا لنے کے انجام پاتا ہے۔ اور اتنی جلدی کہ ایک پن کو تیار ہوتے آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔

اس کے بعد پن کو صاف کر کے اُس پر سفیدی دیجاتی ہے۔ اس مطلب کے لیے انہیں ایک پیتل کے برتن میں رکھ کر پانی اور چند اور اشیاء میں اُبالا جاتا ہے۔ دو گھنٹہ کے عرصہ کے بعد ان کو نکال لیا جاتا ہے۔ اور بعد ازاں انکو دھو کر خشک کر کے ان کو پالش کیا جاتا ہے۔ پالش کرنے کے لئے انہیں پیپوں میں ڈال دیتے ہیں۔ اور برادہ ڈالکر انہیں خوب ہلاتے ہیں۔ پھر بُرادہ علیحدہ کر لیا جاتا ہے۔ اور پن تیار ہو جاتا ہے۔

بعد ازاں انہیں ایک نہایت عمدہ مشین کے ذریعہ سے کاغذوں میں ٹانک کر بنڈلوں کی صورت میں باندھ دیا جاتا ہے۔ انگلستان بھر میں اس عمل سے ۵۔ کروڑ

پین ہر روز تیار ہوتے ہیں۔ اور ایک مشین ایک منٹ میں ۲۰۰ پین تیار کرتی ہے پین ایک حقیر سی شے سمجھی جاتی ہے۔ مگر اس کے لیے مشین تیار کرنے میں عقل قوت۔ وقت۔ دماغ وغیرہ سے بہت کام لینا پڑتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ زمانہ قدیم کی نسبت اب پین نہایت خوبصورت نفیس اور پایدار تیار ہوتا ہے

بچوں کی مجلس

پابندی وقت

پابندی وقت ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ دیکھو جانوروں کو بخوبی معلوم ہے کہ صبح کب ہوتی ہے۔ اور شام کب۔ اگر انسان جسے خدا نے عقل عطا کی ہے۔ غافل اور بے پرواہ ہو جائے تو نہایت شرم کی بات ہے۔

پابندی وقت سے انسان ہر ایک کام کو سہولیت اور خوبی سے انجام دے سکتا ہے۔ اور کبھی دنیا میں تکلیف نہیں اُٹھاتا۔ ہم سب کو پابندی وقت کا عادی ہونا چاہیے۔ چھوٹے چھوٹے معمولی کاموں سے لیکر بڑے سے بڑے کام تک پابندی وقت کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ بعض دفعہ ہم پابندی وقت کا خیال نہیں رکھتے۔ اور ریل گاڑی سے رہ جاتے ہیں۔ اُس وقت کتنی ناامیدی ہوتی ہے۔ اسکول میں دیر سے پہونچتے ہیں۔ جرمانہ ہوتا ہے اور سزا پاتے ہیں دفتر میں دیر سے جانے سے افسر خفا ہوتا ہے۔

انگریزوں کو دیکھو کہ وقت کے کتنے پابند ہوتے ہیں۔ اُن کی صحت کسقدر

اچھی ہوتی ہے۔ وقت پر کام کرتے ہیں۔ وقت پر کھانا کھاتے ہیں۔ ہوا خوری کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے وہ آجکل ایک ممتاز قوم ہیں۔

ہمارا مذہب ہم کو پابندی وقت سکھاتا ہے۔ ہمارے ہاں نماز کے اوقات مقرر ہیں۔ اگر ہم ان کے عادی ہو جاویں۔ تو دنیا میں بھی بھلا ہوتا ہے۔ اور آخرت میں بھی۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ پابندی اوقات کا بہت لحاظ رکھیں اور اس کو اپنا شعار بنائیں کہ اس سے بہت سے بگڑے ہوئے کام سدھر جاتے ہیں +

راقم۔ محمد اسحاق طالب علم ایم۔ اے جی ہائی سکول کرنال (عمر ۱۱½ سال)

چند مفید قواعد

(۱) ہمیشہ سچ بولو۔ سچ بولنا بہادروں کا اور جھوٹ بولنا بزدلوں کا کام ہے۔ لوگ جھوٹے کا اس وقت بھی یقین نہیں کرتے جب وہ سچ بھی بولے (۲) کسی کو گالی نہ دو اور قسم نہ کھاؤ۔ ان شخصوں سے جو کہ گالی دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ میل جول نہ کرو۔ (۳) گستاخ اور بدتہذیب نہ بنو۔ پیر کھٹکھٹا کر چلنا۔ دروازہ کو زور سے بند کرنا۔ بلند آواز سے یا جلد جلد یا بہت زیادہ گفتگو کرنا یہ بھی بدتہذیبی کی علامتیں ہیں۔ (۴) اجنبی۔ استاد۔ والدین۔ بھائی۔ بہین وغیرہ اور اپنے ساتھ کھیلنے والوں سے خلق سے پیش آؤ۔ اُستاد اور اپنے سے بڑے کو جبکہ وہ ملیں سلام کرو (۵) بڈھے کمزور بیکس آدمیوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ کیونکہ مہربانی سے بیگانے بھی اپنے ہو جاتے ہیں (۶) بزرگوں کی اطاعت کرو۔ اور ان کو کسی کام کے واسطے دوبارہ کہنے کا موقعہ ہی نہ دو۔ (۷) کسی شخص کو نقصان نہ پہونچاؤ

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک دو روپیہ چھ آنے ۔ قیمت فی پرچہ ۳؍

بچوں کا اخبار

نمبر ۲۶

بابت ماہ جون ۱۹۰۴ء

مرتبہ جناب منشی محبوب عالم

ایڈیٹر پیسہ اخبار

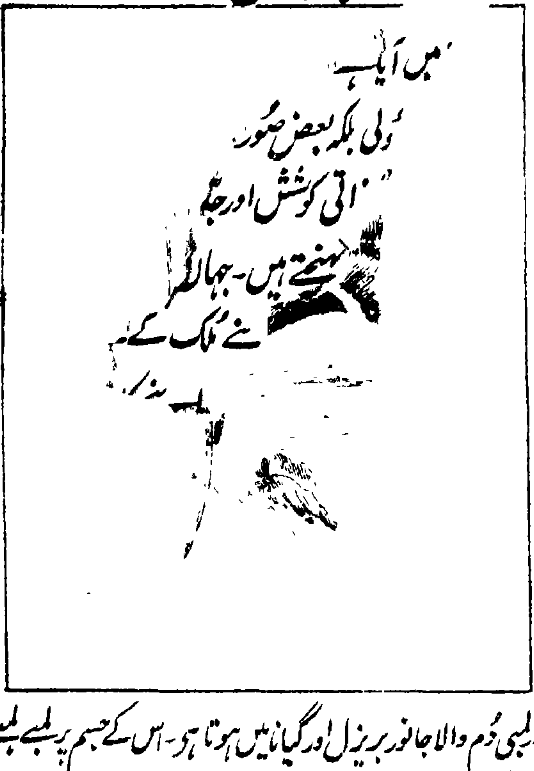
لاہور

کارخانہ پیسہ اخبار کے خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں باہتمام منشی محمد عبدالعزیز مینیجر کے طبع ہو کر شائع ہوا

بچوں کا اخبار

حیوانات و درند چرند کے حالات کا سلسلہ

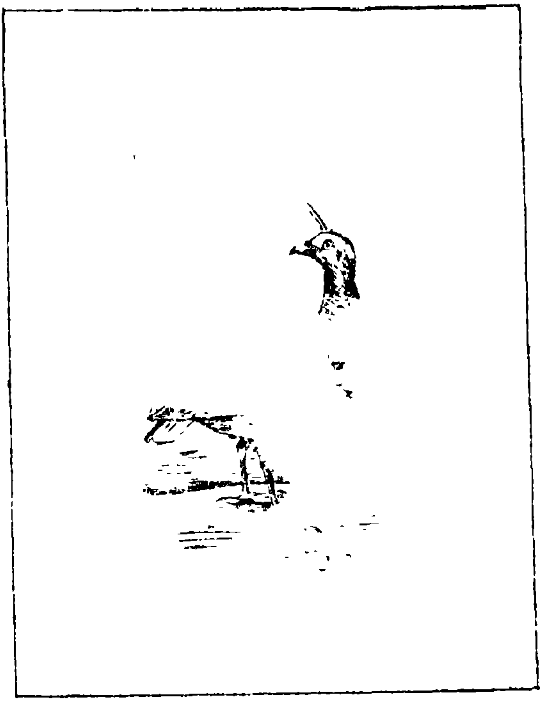
۲۱- چیونٹی خور



یہ لمبی جیب اور لمبی دُم والا جانور برزیل اور گیانا میں ہوتا ہے۔ اس کے جسم پر لمبے لمبے اور گھنے بال ہوتے ہیں۔ اسکی دم اتنی لمبی ہوتی ہے کہ وہ اس میں اپنے آپ کو لپیٹ لیتا ہے۔ اسکی خوراک محض چیونٹیاں ہیں۔ اپنے خمدار پنجوں سے وہ انکے سُوراخ کھود ڈالتا ہے اور اپنی لمبی جیب باہر نکال کر جس میں بہت سا چپ چپا تھوک لگا رہتا ہے چیونٹیوں پر رکھدیتا ہے جو جیب میں چپٹ جاتی ہیں

حیوانات پرند کے حالات کا سلسلہ

۲۱۔ چیخنے والا کلغی دار پرند



یہ پرند عموماً جنوبی امریکہ میں پایا جاتا ہے۔ اس کی آواز سخت و ناگوار مثل چیخ کے ہوتی ہے۔ یہ پانی پر چل لیتا ہے۔ اور چھپکلی اور کیڑے اس کی غذا ہیں۔ اِس کے سر پر ایک کلغی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے انگریزی میں اسے "ہارنڈ سکریمر" کہتے ہیں۔ جسکے لفظی معنے "سینگ دار چیخنے والا" ہے ؂

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

افریقہ کا مشہور سیّاح سر ایچ - ایم سٹینلی

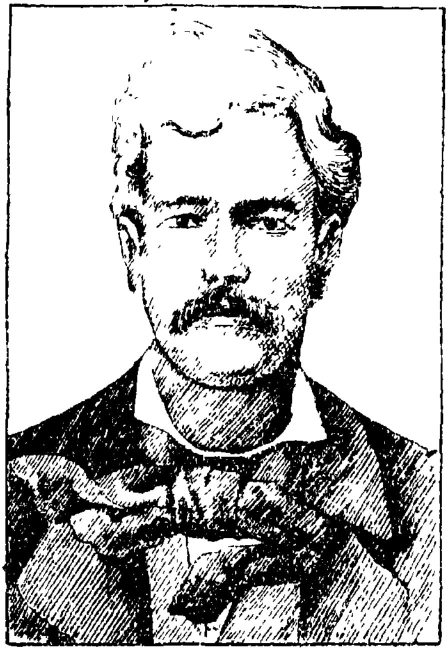
بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ بہت بڑے رتبوں پر پہنچ جاتے ہیں اُنکی ابتدائی حالت نہ صرف معمولی بلکہ بعض صُورتوں میں معمولی سے بھی گری ہوئی ہوتی ہے - اور یہ محض اُنہیں کی ذاتی کوشش اور جدّ و جہد کا نتیجہ ہوتا ہے - جو وہ شہرت وعزت کے اُس بلند پایہ پر جا پہنچتے ہیں - جہاں پہنچکر نہ صرف وُہ اپنی ذات یا اپنے خاندان کے لیئے بلکہ اپنی قوم اور اپنے مُلک کے لئے بھی باعثِ فخر ہو جاتے ہیں سٹینلی جو کہ ایک بہت بڑا آدمی تھا اور اپنے کارہائے نمایاں کی بدولت بعد میں سر ہنری مارٹن سٹینلی - جی - سی - بی + ڈی - سی - ایل + ایل - ایل - ڈی کے نام سے مشہور ہو گیا تھا - نہایت ادنے گھرانے کا لڑکا تھا - یہ ملک ویلز کے شہر ڈینبگھ میں ۲۸ - جنوری ۱۸۴۱ء کو پیدا ہوا - اس کے ماں باپ ہمیشہ سے مفلس تھے - اور بیچارے محنت و مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے - مگر ماں باپ کا مفلس ہونا اولاد کے حق میں اتنا مضر نہیں ہے جتنا اُن کے سایہ کا سر پر نہ رہنا ہوتا ہے - والدین خواہ کتنے ہی مفلس ہوں - حتی الوسع اولاد کو تکلیف نہیں اٹھانے دیتے - اُنکا وجود ہی اولاد کے حق میں رحمت ہوا کرتا ہے - بیچارہ سٹینلی کو حوادثاتِ زمانہ نے ابتدا ہی سے اِس رحمت سے محروم کر دیا تھا - اُسے نہ اپنے شفیق باپ کا سر پر پیار سے ہاتھ پھیرنا یاد تھا اور نہ مشفق ماں کی آغوشِ

محبت میں پرورش پانے کا اُسے علم تھا۔ جب اُن دونوں کا سایہ اس کے سر سے اُٹھا تو وہ بہت ہی ذرا سا تھا۔ ۳ برس کی عمر میں وہ ایک یتیم خانہ میں بھیجدیا گیا جہاں دس برس تک وہ پرورش پاتا رہا۔ اِس دس برس کے عرصہ میں یعنی جسوقت وہ تیرہ سال کی عمر پر پہنچا۔ تو اُسنے اتنی قابلیت پیدا کر لی تھی کہ اُسے ایک مدرسہ میں مدرسی کی جگہ مل گئی۔ پندرہ برس کی عمر میں وہ ایک جہاز کا ملازم ہو کر نیو آلیینس میں چلا گیا۔ جہاں اُس نے ایک سوداگر کے کارخانہ میں ملازمت اختیار کر لی۔

اُس کی کارگذاری محنت۔ جفاکشی اور ایمانداری دیکھ کر اُس سوداگر نے اُسے اپنا لے پالک بنا لیا۔ سٹینلی دراصل اسی سوداگر کا نام تھا۔ نہ کہ اس لڑکے کا۔ لڑکے کا اصلی نام جان رولینڈ تھا۔ جب سے جان رولینڈ اس سوداگر کا لے پالک بنا اُس نے نام بھی اُسی سوداگر کا اختیار کر لیا اور بجائے اُس نام کے جو کہ اُس کے گمنام والدین نے اس کا رکھا تھا وہ سٹینلی کے نام سے دنیا میں مشہور ہوا۔ لیکن باوجود ایسے امیر سوداگر کا لے پالک بنجانے کے اُسکی مالی حالت کو اُس سوداگر کی وجہ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ کیونکہ بدقسمتی سے وہ سوداگر تھوڑے ہی دنوں میں مر گیا اور یہ بیکس لڑکا اس کی جائداد میں سے ایک حبہ کا بھی مالک نہ ہونے پایا۔ اگر اسوقت اسے کچھ دولت مل جاتی تو شاید وہ ترقی نہ کرنے پاتا اور اسوقت کی دولت اُس کے حق میں ضرر ثابت ہوتی۔ وہ سُست اور آرام طلب ہو جاتا۔ اور جو دن اسکو اپنی محنت و جفاکشی کی بدولت دیکھنا نصیب ہوا۔ شاید نہ نصیب ہوتا۔ چونکہ پھر اس بیچارہ پر اپنی پرورش کا بار پڑا تھا اس کو ایک فوج میں ملازمت کر کے کسی جنگ پر جانا پڑا۔

اس فوج میں وہ نہایت عمدگی اور نیکنامی سے رہا اور لڑائی میں بڑی دلیری اور شجاعت سے مقابلہ کیا۔ مگر بڑا کمال اُس نے یہ کیا کہ جنگی خدمات کے ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی علمی استعداد بھی خوب بڑھاتا رہا۔ یہانتک کہ اُس میں اتنی قابلیت پیدا ہو گئی کہ

وُہ اخبار نویسی کا کام عمدگی کے ساتھ چلا سکے۔ چنانچہ اُس لڑائی کے اختتام ہی پر جبیر کر وُہ گیا تھا۔ اُس نے ایک اخبار کی مُلازمت اختیار کر لی اور اُسکا نامہ نگار بنکر ٹرکی چلا گیا۔ ۱۸۶۷ء میں اخبار نیویارک ہیرلڈ نے اس کی لیاقت دیکھ کر اُسے اپنا نامہ نگار مقرر کر لیا اور انگریزی افواج کے ساتھ ملک حبش میں بھیجدیا۔ حبش سے واپس آکر اُسی اخبار کی نامہ نگاری میں وُہ ہسپانیہ اور دیگر ممالک میں گھومتا رہا۔



سر ہنری ایم سٹینلی متوفی مشہور سیاح افریقہ۔

جس قابلیت سے اُس نے اس کام کو انجام دیا اور جس دلیری ہمت اور استقلال کا ثبوت اُس نے افریقہ کے سفروں میں پیش کیا۔ اُس کا اندازہ تفصیلی واقعات کے مطالعہ کرنے سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ اُسکی زندگی کا ایک مشہور واقعہ جس نے اس کے نام کو دُنیا میں بہت ہی چمکا دیا ہے۔ وُہ سفر ہے جو اُس نے

افریقہ میں پادری ڈاکٹر لونگسٹن کو تلاش کرنیکی غرض سے اختیار کیا تھا۔ ڈاکٹر لونگسٹن بھی اپنے زمانہ کا ایک بڑا سیاح اور عالم شخص تھا۔ یہ دریافت کرنے کے شوق میں کہ دریائے نیل درصل کہاں سے نکلا ہے اور کہاں کہاں ہوکر بہا ہے۔ اُس نے افریقہ کا سفر اختیار کیا۔ جس میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں افریقہ کے مختلف مقامات میں گھومتے گھومتے وُہ ایک مرتبہ گمنامی کی حالت میں پہنچ گیا۔ اُس کی نقل وحرکت کی خبریں ملنی بند ہوگئیں اور انگلستان و دیگر ممالک یورپ و امریکہ میں یہ تشویش پیدا ہوئی کہ لونگسٹن کہیں ہلاک نہ ہوگیا ہو۔ سٹینلی کے آقا یعنی اخبار نیویارک ہیرلڈ کے ایڈیٹر کا نام جیمس گارڈن بینٹ تھا۔ یہ شخص بڑے حوصلہ والا تھا اور سٹینلی کی قابلیت پر اسکو بڑا بھروسہ تھا۔ اُس نے سوچا کہ اگر سٹینلی کو لونگسٹن کی تلاش میں بھیجا جائے تو کیا عجب ہے جو وُہ اسکا پتہ لگالے جب اُسے یہ خیال آیا تو اُس نے فوراً سٹینلی کو جو اُسوقت پائے تخت اسپین میں تھا۔ ایک تار بھیجکر پیرس میں بلایا کہ جہاں وُہ خود ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۶۹ء کا ماجرا ہے۔ سٹینلی اسی وقت ریل پر سوار ہوکر پیرس روانہ ہوگیا۔ مسٹر بینٹ پیرس کے ایک ہوٹل میں فروکش تھے اور جسوقت سٹینلی کی آمد کی اطلاع انہیں ملی وہ اپنے بستر میں تھے۔ اُنہوں نے اتنا بھی توقف نہیں کیا کہ کپڑے پہن لیتے فوراً ہی اُسے اندر بلوا لیا۔ اور مختصر طور پر مزاج پرسی کے بعد بلا کسی تمہید کے یک بیک نفس مطلب پر آگئے اور پوچھنے لگے:۔ "تم کو معلوم ہے کہ لونگسٹن کہاں ہے؟"

سٹینلی:۔ "مسٹر بینٹ۔ مجھے مطلق علم نہیں کہ وُہ زندہ ہے یا مرگیا"

بینٹ۔ میرا خیال ہے کہ وُہ زندہ ہے اور مَیں چاہتا ہُوں کہ تم اُسے جاکر ڈھونڈھو۔ جو تدبیر تم مناسب سمجھو عمل میں لاؤ۔ جو تمہارا جی چاہے کرو۔ مگر لونگسٹن کو بے تلاش کئے مت لوٹو"۔

سٹینلی۔ مگر آپ نے اس کا بھی تخمینہ لگایا ہے کہ اس معاملہ میں صرف کس قدر ہوگا۔ آج تک کسی اخبار نے تو اس قسم کے کام کی ہمت کی نہیں"۔

بینٹ"۔ کس قدر صرف ہوگا"؟

سٹینلی نے سرسری طور پر اندازہ لگا کر ایک یونہی سا تخمینہ پیش کیا۔

بینٹ۔ اچھا ایک ہزار پونڈ بنک سے لے لو۔ جب یہ خرچ ہو جائے تو ایک ہزار پونڈ اور لے لینا۔ جب وہ بھی خرچ ہو جائے تو ایک ہزار اور لے لینا۔ جب تک لونگسٹن کو ڈھونڈنے میں کامیاب نہ ہو روپیہ برابر لئے جاؤ۔ مگر یاد رکھو کہ لونگسٹن مل ضرور جائے"۔

سٹینلی اپنی پوری کوشش لونگسٹن کی تلاش میں صرف کرنیکا وعدہ کرکے اور اس مشکل کام میں خدا سے امداد کا خواستگار ہو کر اپنے نازک اور مشکل فرض کی انجام دہی کے لئے روانہ ہوگیا۔ انگلستان میں پہنچکر جنوبی افریقہ کے متعلق جسقدر جغرافیے اور سفرنامے لکھے گئے تھے سب پڑھ ڈالے۔ اور سامان سفر ہر قسم کا بہم پہنچا لیا اس سفر میں سٹینلی کو بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا پڑا۔ بڑی بڑی مایوسیاں پیش آئیں جان کئی مرتبہ خطرہ میں پڑی۔ اُس کے ملازموں نے مصیبت سے تنگ آکر اور صحیح سلامت اپنے گھروں کو پہنچنے سے مایوس ہو کر اُس پر حملہ تک کئے۔ سب کچھ ہوا۔ مگر اس مستقل مزاج شخص نے ہمت نہ ہاری۔ مردانہ وار ان تمام دقتوں کا مقابلہ کرتا رہا اور بالآخر اپنے مطلب میں کامیاب ہوگیا۔ ۱۰۔ نومبر ۱۸۷۱ء کو افریقہ کی جھیل ٹینگانیکا کے متصل ایک شہر اوجی جی میں پہنچتے ہی لونگسٹن سے اُس کی ملاقات ہوگئی۔ اُسوقت مارے خوشی کے سٹینلی کی یہ حالت تھی کہ مدرسہ کے بچوں کی طرح اچھلتا تھا۔ کودتا تھا۔ اور ادھر اُدھر پھدکتا پھرتا تھا۔ خود اس کا بیان ہے کہ اپنی زندگی میں اس سے پہلے مجھے کبھی اتنی خوشی

نصیب نہ ہوئی تھی۔ اُس نے ہر چند چاہا کہ لونگسٹن اِس کے ہمراہ انگلستان واپس چلے مگر وُہ نہ گیا۔ سٹینلی کچھ عرصہ تک لونگسٹن کے ہمراہ افریقہ میں گھوم گھام کر اپنے ملک کو واپس آیا جہاں اس کا بڑا اعزاز ہوا۔ اس کے بعد کئی مرتبہ وُہ افریقہ میں آیا اور اس براعظم کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچا کر افریقہ کے نقشوں اور جغرافیہ کو اُس نے ہمیشہ کے لئے اپنا ممنون بنا لیا۔ اُس ملک کی تجارت اور تہذیب کو اس شخص کی ذات سے بہت فائدہ پہنچا۔ جب افریقہ کا شمار مہذب ممالک میں ہونے لگیگا اور وہاں کی تہذیب و شائستگی اور تجارت کی تاریخ قلمبند کیجائیگی۔ تو سٹینلی کا نام نہایت احسانمندی سے یاد کیا جائیگا۔ یورپ میں اس کو بہت سے خطابات دیئے گئے۔ بہت سے تمغجات ملے۔ بڑے بڑے اعزاز عطا ہوئے۔ مگر یہ اپنے آپ کو غریب کا بیٹا کہتے ہوئے کبھی نہ شرماتا تھا۔ اور اس یتیم خانہ میں اکثر جایا کرتا تھا۔ جہاں اُس نے ایامِ طفولیت میں پرورش پائی تھی۔ اس مشہور و معروف سیّاح کے وطن میں ایک گرجا گھر ہے جس کے احاطہ کے ایک کونے میں ایک معمولی سی قبر بنی ہے۔ جس کے کتبہ پر یہ عبارت کندہ ہے:۔ "اس قبر میں ہنری۔ ایم۔ سٹینلی کی ماں آرام کر رہی ہے۔" ماں بیچاری کا نام کوئی نہیں جانتا۔ بیٹے کا نام دنیا میں روشن ہوا یہاں تک کہ ماں کی قبر کی شناخت کے لئے بھی بیٹے ہی کے نام کی ضرورت پڑی۔ اور اُسے اگر ایک محدود دائرہ میں شہرت ہوئی بھی تو محض بیٹے کے نام سے۔ افسوس کہ ماں باپ اپنے بیٹے کا عروج دیکھنے کیواسطے زندہ نہ رہے

بچو! خُوب سمجھ لو۔ کہ عزت و بزرگی بڑی جگہ پیدا ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ اپنے آپ کو بڑا بنانے سے اور اپنے میں قابلیت پیدا کرنے سے ہوتی ہے۔ دیکھو۔ ایک ایسا شخص جس نے اپنی ماں اور باپ کو ہوش سنبھالنے

پر دیکھا تک نہ تھا اور انہیں جانتا تک نہ تھا اور جس نے ایک یتیم خانہ میں پرورش پائی تھی - وُہ اپنی استعداد سے اتنا بڑا آدمی ہوگیا کہ محض اس کی ذات سے افریقہ جیسے وحشی مُلک میں تہذیب و شائستگی کی بُنیاد پڑ گئی - پس تُم کو چاہیئے کہ تم بھی اپنی ذاتی محنت سے بڑا بننے کی کوشش کرو - کبھی اس بات کے لئے افسوس نہ کرو کہ تم دولتمند والدین کے یہاں کیوں پیدا نہیں ہُوئے - یا تمہارے بزرگوں نے تمہارے لئے کیوں کوئی بڑی وراثت نہیں چھوڑی تمہاری قابلیت یہ ہے کہ تم خود دولت اور نیک نامی پیدا کرو اور اپنی اولاد کے لئے انہیں چھوڑ جاؤ - اگر تمہارا باپ بڑا دولتمند اور معزز بھی ہوتا تو جب تک تم خود لائق اور نامور بنتے - تمہیں اُس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا - اس کو وصفِ اضافی کہتے ہیں اور یہ ذاتی ہنر نہیں ہوسکتا - ایک دو فارسی کے موزوں شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں - جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے باپ دادا کی لیاقت اور ناموری اُس کی اپنی ذات کے لیئے بہت مفید نہیں ہوسکتی ایک بزرگ کا قول ہے - ؎

آما نبود وصفِ اضافی ہنر ذات
ایں فتوی ہمت بُود ارباب ہمم را

ایک دُوسرے بزرگ کا قول ہے - ؎

گر دِ نامِ پدر چہ مے گردی
پدرِ خویش باش گر مردی

فتح بن خاقان

نوشتہ جناب مولوی محمد عباس صاحب ایم۔ اے منشی فاضل پروفیسر فارسی عربی سینٹ زیورکالج بمبئی

خاقان بن احمد بن عرطوج خلیفہ معتصم باللہ عباسی کا ایک قابل وزیر گذرا ہے۔ معتصم باللہ اُس کا بہت پاس کرتا تھا۔ خاقان بن احمد کو خدا تعالےٰ نے ایک لڑکا عنایت کیا تھا جس کا نام فتح رکھا گیا۔ یہ لڑکا آغازِ عُمر سے ہی بڑا ذہین اور عقلمند تھا۔ قدرت نے اس میں وہ تمام اوصاف جمع کر دیئے تھے۔ جو کسی اعلیٰ سے اعلیٰ طبائع لڑکے میں جمع ہو سکتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خاقان سخت بیمار ہوا۔ اس کی بیماری کا حال سُنکر خلیفہ کو بہت رنج ہوا۔ اس نے بہت سے افسروں کو خاقان کی مزاج پُرسی کے لئے بھیجا۔ اور آخر میں خود بھی عیادت کو گیا۔ اسوقت جبکہ خلیفہ خاقان کے عالیشان محل میں پہنچا ہے تو خاقان کا نوعمر لڑکا اپنے گھر میں موجود تھا۔ چونکہ شوخ اور چنچل بچے عموماً بڑوں کو اپنی طرف جلد متوجہ کر لیتے ہیں۔ اِس لیے اُس کی طرار طبیعت نے خلیفہ معتصم باللہ کو بہت جلد اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ خلیفہ نے فتح بن خاقان کو اپنے پاس بلایا اور پیار سے پوچھا کہ ہمارا گھر اچھا ہے یا تمہارا گھر۔ فتح بن خاقان نے بیساختہ جواب دیا کہ اسوقت تو ہمارا گھر اچھا ہے۔ کیونکہ امیر المومنین ہمارے گھر میں تشریف رکھتے ہیں۔ معتصم اس بچے کے معقول اور فدویانہ جواب سے نہایت خوش ہوا۔ اُس نے قسم کھائی کہ جب تک اس ہونہار بچے پر ایک لاکھ درھم نثار نہ کرونگا یہاں سے نہ ٹلونگا۔ خلیفہ نے فتح بن خاقان پر ایک یہی مہربانی نہیں کی۔ بلکہ اس کے بعد اس کی تعلیم و تربیت کو بھی اپنے ذمہ لیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وزیر زادہ نے بڑی قابلیت پیدا کر لی۔ وہ رفتہ رفتہ ایک مشہور شاعر۔ مشہور مصنف اور قابل مُدبر

ہوگیا اور خلیفہ معتصم کے بیٹے خلیفہ متوکّل نے اُسے اپنا وزیر بنا لیا - فتح بن خاقان متوکل کے زمانے میں نرا وزیر اعظم ہی نہ تھا بلکہ اُسے خلیفہ کی طرح سلطنت کے سارے اختیارات حاصل تھے - خلیفہ متوکل کا یہ حال تھا کہ اُسے گھڑی بھر کو بھی اپنے قابل وزیر کی جدائی گوارا نہیں تھی - اُس نے ایک مرتبہ بحتری شاعر سے کہا تھا کہ میری دلی آرزو یہ ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں - فتح بھی میرے ساتھ زندہ رہے - خُدا نہ کرے کہ وُہ میرے جیتے جی اس جہان سے رخصت ہوجائے اور میری زندگی تلخ ہوجائے - پس تم اس مضمون پر کچھ شعر کہو - بحتری کہتا ہے کہ مَیں نے فوراً چند شعر اس مضمون کے نظم کرکے خلیفہ کو سُنائے - اخیر شعر یہ تھا ؎

لا ارتنی الایّامُ فقدك یا فتحِ ولا عرفتك ما عشت فقدی

اے فتح زمانہ مجھے تیری جُدائی نہ دکھائے اور نہ تیری زندگی میں تجھے میری جدائی نصیب ہے

خلیفہ ان شعروں کو سُنکر ایسا محظوظ ہُوا کہ فوراً ایک ہزار اشرفیاں مجھے عنایت کیں - اس واقعہ سے کچھ عرصہ بعد ۱۷ شوال ۲۴۷ھ کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور تعجب کیا کہ دشمنوں نے خلیفہ متوکل اور فتح بن خاقان کو ایک ہی وقت میں تہ تیغ کیا ہے (وفیات الاعیان - معجم اہل الادب - تاریخ الخلفاء) فتح بن خاقان کی زندگی سے ہمارے ہونہار بچے وفاداری کا ایک نہایت قیمتی سبق حاصل کرسکتے ہیں - یہ تو سب جانتے ہیں کہ رعایا وفادار - اور بادشاہ کو رعایا کی وفاداری کا قدردان ہونا چاہئے - لیکن اس بات کو بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اگر رعایا دل سے اپنی رعایا کی خیر خواہ ہو تو اُس کے افعال - اور خیالات خواہ مخواہ گورنمنٹ کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں - حقیقت میں وفاداری اُسی کا نام ہے جو اپنی آپ قدر کرائے -

اخلاق و آداب

(بقیہ طاہر کا خط عبداللہ بن طاہر کے نام)

حرص و طمع کو اپنے پاس نہ آنے دو۔ اور جو خزانے اور ذخیرے تم جمع کرتے ہو وُہ اس لئے ہونے چاہئیں کہ تم اُنکو حقداروں میں تقسیم کرو۔ اور رعیت کی بہبودی اور آسائش میں اُنکو صرف کرو۔ نیکیوں اور بھلائیوں میں انصاف اور معدلت میں رعیت کی اصلاح اور مُلک کی آبادی میں لوگوں کی جانیں محفوظ رکھنے اور مظلوموں کی فریاد سُننے میں جہانتک تم سے ہوسکے کوشش کرو۔ اور کبھی ان اُمور سے غافل نہ ہو۔ جب دولت کے انبار لگ جاتے ہیں اور خزانوں میں روپیہ کثرت سے جمع ہوجاتا ہے تو اُس میں کبھی بیشی اور ترقی نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اُسکو رعیّت کی بہبودی اور حق رسانی میں صرف نہ کیا جائے۔ اگر تم میری اس ہدائیت کا خیال رکھوگے تو رعایا کی حالت درست ہوگی۔ ملک کو رونق اور سرسبزی حاصل ہوگی۔ اور تمہاری مملکت محفوظ ہو جائیگی۔ تم کو ہمیشہ اپنے خزانوں کو قوم اور ملک کی حفاظت اور حمائت میں صرف کرنا چاہئے۔ جو لوگ سرکار کے خیر خواہ اور وفادار ہیں اُن کا حق تم کو اپنے خزانوں میں سے نکالنا چاہئے۔ اور ہمیشہ ایسی تدبیر کرنی چاہئے جس سے رعیّت کو آسائش اور بہبودی حاصل ہو۔ اگر تم ایسا کروگے تو خدا کی نعمت جو تم کو دی گئی ہے پائیدار اور برقرار رہیگی۔ بلکہ روز بروز اُس میں اضافہ ہوگا۔ اور ٹیکس کے وصول کرنے اور رعیّت سے مطالبہ کا روپیہ حاصل کرنے پر تم پہلے سے زیادہ قادر ہوگے۔ اور تمہارے احسان اور انصاف کے سبب سے تمام آدمی تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری

پر پہلے سے زیادہ کمربستہ ہونگے اور جو انتظام تم جاری کرنا چاہو گے اُسکو وہ نہایت آسانی سے قبول کرینگے۔ میں نے یہ نصیحت اس لئے کی ہے کہ تم اُس پر اپنی پوری توجہ مبذول کرو۔ اور اپنی فضیلت اور خوبی سب اسی نصیحت پر عمل کرنے میں تصوّر کرو۔ تم کو سمجھنا چاہیئے کہ جو مال خدا کی راہ میں صرف کیا جاتا ہے وہ کبھی ایگاں نہیں جاتا۔ بلکہ باقی اور پائدار رہتا ہے۔

تم کو لازم ہے کہ جو لوگ تمہارے احسان کا شکریہ ادا کریں اور تمہارے ساتھ اطاعت اور خلوص کا اظہار کریں تو تم اُنکے ساتھ حسن سلوک اور فیاضی سے پیش آؤ ایسا نہ ہو کہ دُنیا کے ناز و نعمت میں پڑکر اپنی عزت بھول جاؤ۔ اور اُن حقوق کے پورا کرنے میں سُستی کرو جو تمہاری گردن پر ہیں۔ یاد رکھو کہ سستی کرنے کا نتیجہ افراط اور تفریط کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ تمہارا ہر کام صرف اس غرض سے ہونا چاہیئے کہ تم اُس کے ذریعہ سے خُدا کو راضی کرو۔ اور اُسی سے ثواب کی توقع رکھو۔ یہ میں بار بار اس لئے کہتا ہوں کہ خُدا ہی نے تم پر نعمتیں نازل کی ہیں۔ اور وُہی تم پر کامل مہربانی کر سکتا ہے وُہ ان لوگوں کو جو اُس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ زیادہ نعمت عطا کرتا ہے۔ اور نیکی کرنے والوں کو اُنکی نیکی اور بھلائی کی عُمدہ جزا دیتا ہے۔

کسی گناہ کو تم ادنیٰ اور حقیر نہ جانو کسی حاسد کے ساتھ نرمی اور دلجوئی سے پیش نہ آؤ۔ کسی بدکار پر رحم نہ کرو۔ کسی گنہگار آدمی کے دوست نہ بنو۔ کسی ریاکار کی تعریف نہ کرو۔ کسی فقیر کو محروم اور نااُمید مت جانے دو۔ کسی انسان کو حقارت اور ذلت کی نظر سے نہ دیکھو۔ بیہودہ باتوں سے ہمیشہ نفرت کرو۔ کسی کے ساتھ ہنسی اور دل لگی سے پیش نہ آؤ۔ جو وعدہ کرو اُسکو پورا کرتے رہو۔ اور فضول اور احمقانہ باتوں میں اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ کبھی غصّہ کا اظہار نہ کرو۔

کبھی تعریف نہ کرو۔ جب چلو تو اکڑ اکڑ نہ چلو۔ آخرت کی باتوں میں اس قدر منہمک نہ ہو جاؤ کہ دُنیا میں کوئی کام نہ کر سکو۔ کسی ظالم سے ڈر کر اُس کے افعال سے چشم پوشی نہ کرو۔ جو انعام تم کو آخرت میں ملیگا۔ اُس کی دُنیا میں خواہش کرنا حماقت ہے۔ جو لوگ تجربہ کار اور دانشمند ہیں اُنکی رائے پر عمل کرو۔ بُخل سے زیادہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جس سے رعیت کی اصلاح اور انتظام کے کاموں میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تم یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تم حریص ہو گئے تو رعیت سے زیادہ وصول کرو گے۔ اور انکو بہت کم دو گے۔ اس صورت میں تمہارے بہت ہی کم کام پُورے ہونگے۔ کیونکہ رعیت تمہارے ساتھ اُسی حالت میں محبت کر سکتی ہے۔ جبکہ تم اُن کی دولت کی پروا نہ کرو اور اُنکے ساتھ ظلم وستم سے پیش نہ آؤ۔ سب سے پہلے تم اُن لوگوں کے ساتھ احسان کرو۔ جو تمہارے دوست اور وفادار ہوں اور تمہاری حکومت کے خیر خواہ ہوں۔ اُن کے ساتھ خوب فیاضی سے پیش آؤ اور اس موقع پر ہرگز بخل نہ کرو۔ یاد رکھو کہ یہی سب سے پہلی نافرمانی ہے جو انسان کے ظہور میں آئی ہے۔ اور جو لوگ نافرمان ہیں وُہ یقینًا ذلیل وخوار ہونگے۔ خُدا فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنے تئیں بخل سے بچاتے ہیں وُہی کامیاب ہوتے ہیں۔ تم اس حکم کو ہر وقت مدنظر رکھو۔ اور اس بات پر یقین کر لو کہ فیاضی خُدا کے بندوں کے سب سے عُمدہ اور پاکیزہ افعال میں سے ہے۔ تم بھی اُسکو اپنی عادت اور خصلت بنا لو۔ مگر تمہاری فیاضی بے محل اور بے موقع نہیں ہونی چاہئے۔

فوج کے متعلق جو اُمور دفتروں اور رجسٹروں میں درج ہوں اُنپر ہمیشہ تم اتنا خیال رکھو کہ اُنکی تنخواہیں وقت پر ادا کرو۔ اُنکی خدمات کے لحاظ سے ہمیشہ اُن کی تنخواہوں میں اضافہ کرتے رہو۔ تاکہ وہ فاقہ زدہ اور تنگ حال نہ ہوں۔ اِس سے

انکی قوت اور ہیبت میں ترقی ہوگی۔ اور وُہ نہایت خلوص اور وفاداری کے ساتھ گردن جھکا ئینگے۔ حکمرانوں کے لئے اِس سے بڑھ کر کامیابی اور خوش قسمتی کی کوئی دلیل نہیں ہوسکتی۔ کہ وُہ اپنی فوج اور رعایا کے ساتھ رحم ،انصاف اور نیکی اور فیاضی سے پیش آئیں۔ اگر تم اس نصیحت پر عمل کروگے اور اس ہدایت کو اپنا شعار بنالوگے تو تم کامیابی اور بہبودی سے محروم نہیں ہوگے۔

انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا خدا کو اس قدر پسند ہے کہ اس کے مقابلہ میں نہ کوئی چیز وقعت رکھتی ہے۔ نہ کوئی چیز اس قدر مقبول ہے۔ انصاف وُہ میزان ہے۔ جس میں خدا کے بندوں کے افعال تولے جاتے ہیں۔ انصاف پر فیصلہ کرنے اور انصاف کے موافق کام کرنے سے رعیت کی حالت درست ہوتی ہے۔ مُلک میں امن وامان کی روشنی پھیلتی ہے۔ مظلوم اپنی بیکسی اور مظلومیت کی داد پاتے ہیں۔ لوگوں کے حقوق ضائع نہیں ہوتے۔ اُن کی زندگی آسایش اور بہبودی سے بدل جاتی ہے۔ وُہ حکمرانوں کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔ اُنکی عزتیں اور جانیں محفوظ ہوجاتی ہیں۔ اور مذہب کے احکام پر ہر شخص کی گردن جھکنے لگتی ہے۔

میرے عزیز بیٹے! تم بھی خدا کے احکام پر گردن جھکاؤ۔ اور انکو جاری کرنے میں سختی سے کام لو۔ ظلم وستم سے اپنے تئیں محفوظ رکھو۔ کسی کام میں جلدی نکرو۔ اور گھبراہٹ اور بیقراری کی علامتیں اپنے چہرے پر ظاہر نہونے دو۔ جو تجربے تم کو حاصل ہوچکے ہیں۔ اُن سے فایدہ اُٹھانے میں ذرا غفلت نہ کرو۔ خاموشی میں چوکنے اور ہوشیار رہو۔ بولنے میں ہمیشہ سچائی اور سنجیدگی سے کام لو۔ دشمنوں سے بھی انصاف کے ساتھ پیش آؤ۔ جب کسی معاملہ میں تم کو شبہہ ہو تو اُس میں تامل کرو۔ اور صریح حجتوں اور روشن اور واضح دلیلوں کی تلاش میں رہو۔ نہ اپنی

رعیت میں سے کسی شخص کی جنبہ داری اور بیجا حمایت کرو۔ نہ کسی شخص کے طعن اور ملامت کی پروا کرو۔ تم کو ہمیشہ ہر کام استقلال سے کرنا چاہیئے۔ اور فیصلہ کرنے سے پہلے خوب سوچنا اور سمجھنا اور اس کے ہر پہلو کو ٹٹولنا چاہیئے۔ تمہارے دل میں اس کے سوا کوئی خواہش نہیں ہونی چاہیئے کہ جو معاملہ تمہارے سامنے پیش کیا جائے۔ اس میں حق کو معلوم کرکے اس کے موافق فیصلہ کرو۔ اور جو بات ناحق ہے اسکو رد کرو۔ تمہیں لازم ہے کہ تم اپنی تمام رعیت کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔ اور جس طرح تم انپر حکومت کرتے ہو۔ اسی طرح ہمیشہ یہ خیال کرو کہ حق تم پر حکومت کرتا ہے۔ کسی شخص کی جان لینے میں جلدی نہ کرو۔ کیونکہ ناحق کسی کی جان لینا خدا کے نزدیک ایسا بڑا گناہ ہے۔ جس کے برابر کوئی گناہ نہیں ہوسکتا۔ جو مالیہ زمینوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ اور ملکی انتظامات میں صرف کیا جاتا ہے۔ اس پر اپنی پوری توجہ مبذول کرو۔ یہی وہ چیز ہے جس سے رعیت کی حالت درست ہوتی ہے۔ قوم کو ترقی ہوتی ہے۔ اہل قوم قوت اور عظمت حاصل کرتے ہیں۔ جن لوگوں سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے وہ ان پر اس طرح لگانا چاہیئے کہ انصاف کے خلاف نہ ہو۔ ٹیکس عام طور پر سب سے وصول کرنا چاہیئے۔ اور کسی کو معاف کرنا نہیں چاہیئے۔ نہ کسی شریف کو اس سبب سے کہ وہ شریف ہے۔ نہ کسی دولتمند کو اس سبب سے کہ وہ دولت و ثروت رکھتا ہو۔ نہ کسی کاتب کو اس سبب سے کہ وہ تمہاری پیشی میں رہتا ہو۔ نہ کسی مصاحب یا ملازم کو اس سبب سے کہ وہ تمہارا مصاحب یا ملازم ہو۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ٹیکس کی جو مقدار کسی شخص سے وصول کرو۔ وہ ایسی ہونی چاہیئے جو اسکی طاقت اور استطاعت کے موافق ہو۔ اور اسکے وصول کرنے میں جبر و زیادتی ہرگز نہیں ہونی چاہیئے۔ اس برتاؤ سے ہر شخص رضامند ہوگا۔ اور سب یہ سمجھینگے کہ اگر خراج کے وصول کرنے میں کسی پر سختی ہوتی ہے تو وہ درحقیقت کسی ایک پر نہیں ہے۔ بلکہ سب پر ہے +

(باقی آیندہ)

نوشت و خواند

نام اور نام کی چڑ

بد نہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

شریر سے شریر بچوں اور عام گستاخ لڑکوں میں ایک نہایت ہی کمینہ عادت یہ ہوتی ہے۔ کہ وُہ اپنے ساتھ کے کھیلنے والے بچوں۔ اور محلّہ یا مکتب کے جماعتی لڑکوں کو نام رکھ کر انہیں خواہ مخواہ چھیڑا کرتے ہیں۔ جس سے وُہ اکثر ناحق کے پھوٹوں۔ فسادوں۔ جھگڑوں یا عام بدمزگی پھیلانے کے موجب ہُوا کرتے ہیں۔

اُردو زبان میں محاورہ کے طور پر ایسے نام رکھنے کو کسی کی "چڑ" نکالنا کہتے ہیں۔ ایک ہنسی کی بات یہ ہے۔ کہ چڑ کو انگریزی میں نک نیم "(NICKNAME)" کہتے ہیں۔ جو قریب قریب فارسی کے "نکو نام" سے ہم آواز ہے اور "نک نیم" یا "نکو نام" میں جو فرق ہے وُہ بالکل ۵

بر عکس نہند نامِ زنگی کافور

(یعنی حبشی کو کافور جیسا سفید کہنا) کا مفہوم ہے۔

خیر یہانتک تو سب تمہیدی اور مضمون کے شروع شروع کی باتیں ہوئیں۔ اب ایک اصل بات یہ ہے۔ کہ چڑ نہ صرف بچوں ہی میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ کسی وقت بڑے بڑے آدمی بھی (جنہیں لڑکپن کی خو بو دیر تک قائم رہتی ہے) آپس میں اسی رنگ

کی ہولی کھیلتے ہیں۔ اور اسی طرح ہنسنے ہنسانے کا کوئی ذریعہ نکال لیتے ہیں۔ مگر
یہ بڑے آدمیوں کی چڑ اور چھیڑ چھاڑ عموماً کسی خبطے۔ باتونی یا دیوانے کی مجنونانہ
حرکتوں اور احمقانہ خیالوں کی بنا پر ہوا کرتی ہے۔ حالانکہ لڑکوں اور بچوں میں
کسی چڑ کے تجویز کرنے کی اصل وجہ شوخی و شرارت یا حسد و بغض کے سوا بہت
کم مل سکتی ہے۔

پس ایک مؤدب لڑکے کو یا نیک دل بچوں کو کسی کی "چڑ" نکالنے سے پرہیز
کرنا لازم ہے۔ کیونکہ یہ سراسر حسد۔ بغض۔ کمینگی اور شوخی و شرارت کی اعلیٰ علامت
ہے۔ لہذا یہ دو تین باتیں ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ کہ

۱۔ بالفرض ہم کسی کو نام رکھینگے۔ تو کیا وہ ہماری چڑ نہ نکالیگا۔ نہیں
ضرور نکالیگا۔ تو پھر اس بیفائدہ قضیئے سے بغیر لڑائی کے اور کیا حاصل۔

۲۔ چڑ کے تجویز کرنے میں چونکہ لڑکے اپنی طباعی اور جدت طرازی کو
حد سے زیادہ کام میں لاتے ہیں۔ عموماً ایک چڑ ایسے نامعقول اور پرلے سرے
کے بیہودہ نکالی جاتی ہے۔ کہ جس سے دوسروں کا دل دکھے اور انکو حریفوں
کے ستانے میں مزہ آئے۔ جو حقیقت میں مزہ یا مذاق کی بات نہیں ہے۔ بلکہ
ایک بڑی ہی قباحت اور برائی کی بات ہے۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ چڑوں
کا رکھنا بھی ایک سخت کمینہ عادت ہے۔

۳۔ بعض اوقات کسی نیک دل بچے یا سیدھے سادے لڑکے کی چڑ بھی
محض شرارت سے نکال دیجاتی ہے۔ جس سے اُس بیچارے غریب لڑکے کو
اپنے ظریف مگر شریر دوستوں کے مقابلہ کی ہمت تو پڑتی نہیں اور خواہ مخواہ اپنے
جی ہی جی میں کڑھا کرتا ہے۔ جس سے ہو سکتا ہے کہ ایسے نیک خو لڑکے
یا بچے کی صحت۔ تندرستی اور عام خوشدلی کو صدمہ پہنچے اور اس طرح سے ایک

بوجہ ظلم اُس کی جان پر روا رکھا جائے - بالکل بے انصافی اور صریح بدی کا اعلیٰ ثبوت ہے - جس پر یہ مثل ٹھیک ٹھیک اُتر سکتی ہے - کہ جاٹوں کی ہنسی اور چڑیا کی موت -

لیکن ہاں اگر چڑ کسی لڑکے کی سستی - مکاری - جھوٹ اور عام دغابازیوں کی نسبت نکالی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں - بلکہ ایسی حالت میں اس سے اپنے دوست کی مناسب اصلاح ہو سکتی ہے - بشرطیکہ وُہ ہماری تجویز شدہ چڑ کو اپنے دل پہ لگائے - اور اُس سے وُہی فائدہ اُٹھائے جو ذیل کی مثالوں سے (جو میری دیکھی سُنی ہیں) واضح ہے -

۱ - ایک لڑکے کا نام چراغ علی تھا - جس میں ایک بُری عادت جھوٹ کی سما گئی تھی کہ وُہ کسی وقت بھی دروغ سے خالی نہ تھا - اس پر لڑکوں نے اسکی چڑ دروغ علی تجویز کی - اور مَیں نے دیکھا کہ اُس نے اپنی چڑ سے بچنے کو توبہ کی اور پھر لڑکوں نے بھی اُسے دروغ علی کبھی نہ کہا -

۲ - اسی طرح ایک دوسرے لڑکے کو دن میں چھ چھ بار کھانے کی علت تھی - جس سے اسکا پیٹ ہمیشہ اُبھرا نظر آتا تھا - اس کی چڑ لوگوں نے مُنا ڈھمنڈا مشہور کر دی - جو اس لڑکے کو سخت ناگوار ہوئی - اور وُہ ایک انداز سے کھانیکا عادی ہو گیا -

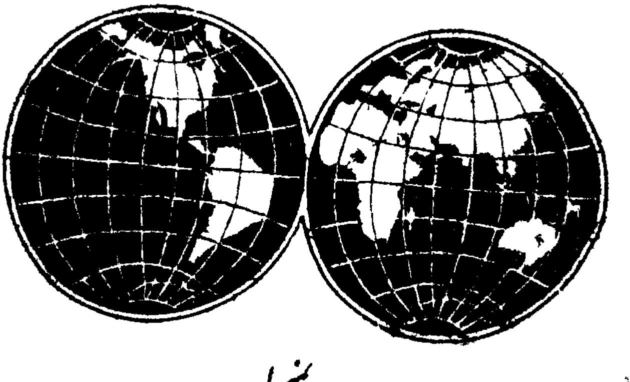
۳ - ایک تیسرا لڑکا بچپن میں اپنی ماں کے کندھوں سے ہر وقت لگا رہتا تھا اسکی چڑ "ستاریہ" یعنے ستار کی طرح کندھوں سے لگا ہوا نکالی گئی - جو اس بچے کے بڑے ہونے پر اُس کے نام سے اُٹھ سکتی تھی - لڑکوں کی بے انصافی کو کوئی کیا کہے - حسب دستور اس کم زبان لڑکے کو "ستاریہ ستاریہ" کہکے بلایا کرتے تھے - جب سے وہ لڑکا سخت نادم رہا کرتا - اور دل ہی دل میں جلا کرتا - کیونکہ وُہ ذات کا

ستید تھا۔ اور "ستار" کو ہر وقت اُٹھائے رہنے کی پھبتی (جو ناواقف آدمی کو لفظ ستار سے سمجھ میں آسکتی ہی) اُسے بُری لگتی۔ خیر لڑکے تو اپنی ضد سے باز آتے یا نہ آئے۔ مگر اس تیلا لڑکے کی صحت میرے دیکھتے دیکھتے بگڑ گئی۔ اور وُہ عرصہ تک بیمار رہا۔ حتّٰی کہ اپنی چارپائی سے اُٹھ کر پھر کبھی وُہ ان لڑکوں کے ساتھ جو اُس کے برائے نام دوست تھے۔ عمر بھر نہ کھیل سکا۔

راقم بچوں کا سچا ہمدرد مشیر علیخاں لکھنوی)

جُغرافیہ

نمبر ۸۔ زمین کے دونوں حصّے



نمبر ۱

(۱) یہ دیکھو دنیا کا نقشہ ہے۔ کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ ہم اس ساری دنیا کا نقشہ اتنی ذرا سی جگہ میں کھینچ لیتے ہیں؟

(۲) جب تم نقشہ کھینچنا سیکھو گے۔ تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ اس زمین یا اس کے کسی حصہ کا نقشہ تم جتنا چھوٹا چاہو یا جتنا بڑا چاہو کھینچ سکتے ہو۔ خواہ ایک

برابر جگہ میں کھینچ لو خواہ میز برابر جگہ میں۔

۳۔ مگر تم تعجب کروگے کہ دُنیا کے یہ دو نقشے کیسے ہیں۔ اِسکا سبب یہ ہے کہ زمین گول ہے اور ایک ہی مرتبہ ہماری نگاہ زمین کی دُوسری جانب نہیں پہنچتی

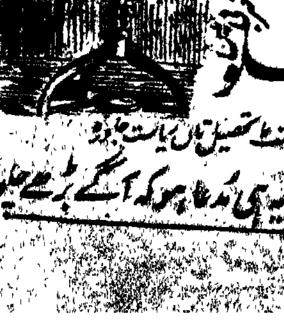
۴۔ یہ نقشہ ایسا ہے جیسے تم کسی آدمی کی دو تصویریں کھینچو۔ ایک اس کے سامنے کی جس میں اسکا مُنہہ نظر آئے اور دُوسری اسکے پیچھے کی جس میں اسکی پیٹھ نظر آئے۔

۵۔ ہر ایک دائرہ میں نصف دُنیا سمائی ہوئی ہے۔ داہنی جانب کے دائرہ کو مشرقی نصف کُرہ ارض اور بائیں کو مغربی نصف کرہ ارض کہتے ہیں۔

۶۔ مشرقی نصف کُرہ ارض کا دوسرا نام پُرانی دُنیا اور مغربی نصف کرہ ارض کا دُوسرا نام نئی دُنیا ہے۔ نئی دنیا کو ظاہر ہوئے قریب چار ہی سو برس کے ہوئے ہیں

۷۔ کبھی کبھی دُنیا کے نقشہ کو ایک گولہ پر بھی کھینچتے ہیں جیسا کہ تصویر نمبر ۲ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس گولے کو ایک تپائی پر رکھے دیتے ہیں۔ پھر جتنا اِس گولہ کو گھماتے جاتے ہیں اُسی قدر ایک حصّہ آنکھوں کے سامنے آتا جاتا ہے اور اُس کے برابر دُوسرا حصّہ آنکھوں کے سامنے سے اوجھل ہوتا جاتا ہے۔

۸۔ ہندوستان۔ انگلستان۔ عرب۔ افریقہ وغیرہ پُرانی دُنیا میں ہیں۔ امریکا نئی دُنیا میں ہے۔



آگے بڑھے چلو

من نتائج افکار جناب قربان علی صاحب قربان اکوٹنٹ تحصیل ٹانک ریاست جاوره

ہر ایک چاہتا ہو کہ آگے بڑھے چلو ایک یہی مُدعا ہو کہ آگے بڑھے چلو

دِل میں یہ ولولہ ہو کہ آگے بڑھے چلو — ایک ہی مُدعا ہو کہ آگے بڑھے چلو
لب پر یہی صدا ہو کہ آگے بڑھے چلو

میداں تمہارے ہاتھ ہے آگے بڑھے چلو — اِک دو قدم کی بات ہے آگے بڑھے چلو
دیکھو نہ دن کہ رات ہے آگے بڑھے چلو — حامی خدا کی ذات ہے آگے بڑھے چلو
لب پر یہی صدا ہو کہ آگے بڑھے چلو

لہو ولعب پہ دھیان نہ رکھو بڑھے چلو — شور و شغب پہ دھیان نہ رکھو بڑھے چلو
غفلت اے میری جان نہ رکھو بڑھے چلو — یہ کام ایک آن نہ رکھو بڑھے چلو
لب پر یہی صدا ہو کہ آگے بڑھے چلو

میداں ہے صاف کوئی نہیں روک درمیاں — جو قومیں بڑھ گئی ہیں قدم اُنکے ہیں عیاں
اک راہبر بھی واقفِ منزل ہے ہم عناں — فکرِ معاش و خانگی جھگڑوں سے ہے اماں
قسمت اگر اب نہ چاہو کہ آگے بڑھے چلو

حالت جو قوم و ملک کی ہے آشکار ہے — ایک ایک تنگدستی سے سینہ فگار ہے
ہاں ہو تم ہی فلاح کا جس پر مدار ہے — دِل پر جو ٹھان لو تو ابھی بیڑا پار ہے
ہاں بڑھ چلو پکار دو کہ آگے بڑھے چلو!

سُن کر یہ تم کو ہو جو تعجب تو ہے بجا — یورپ نظیر جس کا نہیں آج دُوسرا
تاریک اِک زمانہ تھا ہند سے سوا! — جاگے جو اہلِ ملک لبوں پر تھی یہ صدا
ہاں بڑھ چلو پکار دو کہ آگے بڑھے چلو!

آگے بڑھے وُہ ایسے کہ آگے نکل گئے — پیچھے تھے اِک کھلونہ یہ گویا مچل گئے
جب مُدعا ملا تب ہی ابرو سے بل گئے — یہ لفظ پیچھے تھے کہ بس دِل پہ چل گئے
"ہاں بڑھ چلو پکار دو کہ آگے بڑھے چلو"

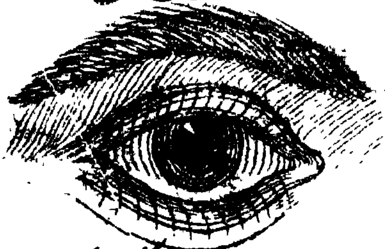
مطلب ذلتوں سے اگر ہو مفر تمہیں — بہبود ملک کی ہو جو مدِ نظر تمہیں

ہے عزتِ دوام کی خواہش اگر تمہیں کرنا ہے تاجِ فخر اگر زیبِ سر تمہیں
ہاں بڑھ چلو پکار رو کہ آگے بڑھے چلو

خاکسار قربان

حفظ صحت

آنکھوں کی حفاظت



امریکہ کے ایک مشہور ڈاکٹر نے آنکھوں کی حفاظت کے لئے مندرجہ ذیل نو نہایت مفید قواعد مرتب کئے ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے ناظرین بیشک آنکھوں کی مختلف بیماریوں وغیرہ سے بچ سکتے ہیں:۔

۱۔ مدھم روشنی میں کبھی مطالعہ نہ کرو۔ کیونکہ ناکافی روشنی بچوں کے لئے نہایت مضر ہے۔

۲۔ بعض ڈاکٹروں کا قول ہے۔ کہ لمپ کی طرف پشت کر کے پڑھنا چاہیئے۔ تاکہ روشنی کتاب پر پچھلی طرف سے پڑے۔ مگر یہ سخت غلطی ہے۔ روشنی کتاب پر ہمیشہ دائیں یا بائیں جانب سے پڑنی چاہیئے۔

۳۔ تکان کی حالت میں کبھی مطالعہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور بیماری سے صحت پانے کی حالت میں بھی پڑھنے سے پرہیز چاہیئے۔

۴۔ بچوں کو لیٹ کر ہرگز نہیں پڑھنا چاہیئے۔

۵۔ باریک چھاپے کی کتاب پڑھنے کی حالت میں آنکھوں کو کبھی لگاتار کتاب پہ نہ لگائے رکھو۔ بلکہ تھوڑی دیر پڑھنے کے بعد آنکھوں کو آرام دے لو۔

۶۔ مطالعہ کے وقت کبھی جُھک کر مت بیٹھو۔ اِس سے چہرہ اور سر کا دوران خون رُک جاتا ہے۔

۷۔ ہمیشہ اچھے چھاپے کی کتابیں پڑھنی چاہئیں۔

۸۔ جو چیزیں صحت کو بگاڑنیوالی ہوں اُن سے پرہیز کرو۔ اور تمباکو اور نشہ آور چیزیں کبھی استعمال نہ کرو۔

۹۔ کُھلی ہوا میں ہر روز باقاعدہ ورزش کرو۔

ننھے بچوّں کا صفحہ

"تم کو معلوم ہے کہ کیا ہو"

(مصنفہ حضرت آس مدظلہ)

اے مرے پیارے مرے ننھے بچو   تم کو معلوم ہے کہ تم کیا ہو
جانتے بھی ہو کچھ تم اپنی قدر   ہو ستارے ماہتاب کہ بدر
ہے عزت تمہاری لوگوں میں   کچھ ہے تم اسکا حال نہیں
[illegible] محبت سے   اس کی تم کو واقفیت ہے
[illegible]   جانتے ہو تم بہت کم [illegible]

تم سے ماں باپ کو ہے جو اُمید — اُسکا کچھ حال جانتے ہو مزید
ابھی معلوم کیا تمہیں ہوگا — سن ہی کیا ہے ابھی تو نامِ خدا
جب بڑے ہو گئے آپ دیکھو گے — قدر و قیمت کو اپنی سُن لو گے
ہاں اگر یہ تمہاری مرضی ہو — تو بتا دوں میں اس گھڑی تم کو
کہ ہو تم کیا تمہارا نام ہے کیا — اِس جہاں میں تمہارا کام ہے کیا
اور تم کس لئے ہُوئے پیدا — اور کیا ہے یہاں تمہیں کرنا
کونسا راستہ ہے چلنے کا — کونسا وقت ہے سنبھلنے کا
مَیں بتاتا ہوں تم کو سب باتیں — لو - سنو ہو کے باادب - باتیں
اپنے ماں باپ کے ہو تم پیارے — اُنکی آنکھوں کے ہو تمہیں تارے
دیدۂ شوق کے تمہیں ہو نُور — اُن کے دل کے تمہیں ہو وجہِ سرور
انکے دل اور جگر کے ٹکڑے ہو — جھوٹ اسکو نہ جاننا بچّو
لعل سے بڑھ کے تم ہو اُنکے لئے — مال سے بڑھ کے تم ہو اُنکے لئے
لو وُہ تم سے لگائے بیٹھی ہیں — شمع دل کی جلائے بیٹھے ہیں
یہ دُعا کرتے رہتے ہیں رب سے — کہ سدا تم کو شادماں رکھے
تم رہو خوش نہ کچھ ہو رنج تمہیں — آرزو ہے یہی ہمیشہ انہیں
چاہے دُنیا تمام بھاڑ میں جائے — ہاں مگر تم پہ کوئی آنچ نہ آئے
کام تم سے ہے اُنکو عالم میں — ساری دُنیا سے کیا ہے کام اُنہیں
رات دن وُہ بصد ہزار نیاز — کرکے دستِ دُعا کو اپنی دراز
حق تعالےٰ سے چاہتے ہیں یہی — کہ ملے عمرِ خضر تم کو بھی
انکو اُمید ہے یہی تم سے — کہ کرو گے مدد جو وقت پڑے
ہو عصا اُن کے عہدِ پیری کا — ڈوبتے کے لئے ہو تم تنکا

وقت پر اُن کے آڑے آؤ گے — رنج و تکلیف سے بچاؤ گے
تم ہو بھائی کے قوّتِ بازو — پہنچیگی تم سے تقویت اُن کو
خانداں کا بڑھیگا تم سے وقار — گھر کا گھر تم سے ہوگا باغ و بہار
نام ہوگا بزرگوں کا روشن — صُورتِ آفتابِ نُور افگن
خیر باتیں ہیں یہ تو معمولی — ہے مگر ایک بات کہنے کی
کہ ہے دم سے تمہارے مدِ نظر — فائدہ قوم و مُلک کا یکسر
تم سے پہنچیگی قوم کو قوّت — تم بڑھاؤ گے قوم کی عزّت
قوم کو تم سے پہنچیگی امداد — قوم کا گھر کروگے تُم آباد
چمنِ قوم کے نہال ہو تم — شاہدِ قوم کے جمال ہو تم
شجرِ قوم کے ثمر ہو تم — نالۂ قوم کے اثر ہو تم
دیدۂ قوم کے ہو بینائی — اور لبِ قوم کی مسیحائی
قوم لازم ہے اور تم ملزوم — تم سے اسکی جدائی بس معلوم
کہیں ایسا نہ ہو بڑے ہوکر — قوم کے حال پر کرو نہ نظر
صُحبتِ بد میں پڑکے جاؤ بھول — حُبِّ قومی کے یاد ہیں جو اصُول
اس لئے تم سے پھر یہ کہتا ہوں — یاد پھر تم کو میں دلاتا ہوں
حق ہیں ماں باپ کے بہت تم پر — اُن سے کرنا کبھی نہ قطعِ نظر
اور عزیزوں کی بھی خبر لینا — جتنی توفیق دے خدا دینا
دوستوں سے رہے سلوک ضرور — نیکنامی ہے گر تمہیں منظور
ہو زباں سے وُہ یا قلم سے ہو — دام سے ہو وہ یا درم سے ہو
جیسے ہو فرض یہ ادا کرنا — اور اللہ سے دُعا کرنا
کہ طفیلِ جنابِ احمد سے — رکھے محفوظ صحبتِ بد سے

افغانی ضرب المثلین

۱ - ہر ایک سوراخ میں اپنی انگلیاں مت ڈالو - یعنی دخل در معقولات اچھا نہیں - ہندوستان کے باشندے جو سانپوں کے بلوں میں ہاتھ ڈالتے پھرتے ہیں - انہیں سانپ کاٹ کھاتے ہیں -

۲ - گائے کی رنگت خواہ سیاہ ہو - اُسکا دُودھ ہمیشہ سفید ہوتا ہے - یعنی ظاہرا شکل و شباہت سے کسی کے چال چلن کا اندازہ مت لگاؤ -

۳ - جیسی ماں ہوتی ہے - ویسی بیٹی ہوتی ہے - جیسی چکی ہوتی ہے - ویسا آٹا ہوتا ہے -

۴ - جو چور کو کہتا ہے کہ چوری کر - اور مالک مکان کو کہتا ہے - کہ خبردار رہو - وُہ دو آقاؤں کو خوش کرتا ہے -

۵ - نافرمان بیٹا باپ کے چہرہ پر ایک پھنسی کی مانند ہے جس کے کاٹ ڈالنے سے درد ہوتا ہے - اور بدستور رکھنے سے ایک بدنما دھبہ رہتا ہے -

۶ - دولت ہندوؤں کی داڑھی ہے - جسے وُہ اپنے رشتہ داروں کے مرنے پر منڈاتے ہیں -

۷ - مکّہ سے جو بہت دُور رہتے ہیں وُہ تو حج کرنے جاتے ہیں - مگر جو لوگ مکّہ کے قریب رہتے ہیں - وُہ اس سے محرُوم رہتے ہیں -

۸ - جس لڑائی سے میں واپس آرہا ہُوں - اسکا حال تم مجھے سُنا رہے ہو -

۹ - جب نیند آجاتی ہے - تو پھر تکیئے کی ضرورت نہیں رہتی - اور جب بھُوک لگتی ہو تو لذیذ کھانے کی ضرورت نہیں رہتی -

۱۰ - گھڑے کے پیندے کو مت دھوؤ - یعنی بیفائدہ محنت مت کرو -

وُہ پھر کیچڑ سے بھر جائیگا۔

۱۱۔ جب تک لوہے پر ہتھوڑا نہ مارو۔ وُہ کبھی پھیل نہیں سکتا۔ یعنے سزا ضروری ہے +

جُزودان

چوری

لڑکو! یاد رکھو کہ صرف رات کو چھپ جانا اور چپ چاپ کسی کا مال اُٹھا لانا ہی چوری نہیں ہے بلکہ چوری کی کئی قسمیں ہیں جو چھپے ہوئے طریق سے اپنا اثر ظاہر کرتی ہیں ہم تم کو اُن کی کئی مثالیں سمجھاتے ہیں۔

۱۔ تم نے اپنے فائدہ اُٹھانے کے لیے دوسرے کو غافل پاکر اسکا مال چھپا لیا تو یہ چوری ہے۔

۲۔ تم نے کسی حیلہ سے کسی کے گھر میں جا کر اور اس کی آنکھ بچا کر کوئی چیز اُڑا لی اور لیکر چلتے ہوئے تو یہ چوری ہے۔

۳۔ اگر تم نے کسی کتاب سے مضمون چرایا۔ اور اُسکو اپنا کرکے بتایا تو یہ چوری اور سینہ زوری ہے۔

۴۔ اگر تم نے دُوسرے کا شعر اُڑا لیا اور خیال کیا کہ اس راز سے کوئی واقف نہیں تو یہ چوری ہے۔

۵۔ اگر تم نے ایک اخبار سے کوئی مضمون نقل کیا اور اُسکا حوالہ نہ دیا تو یہ چوری ہے۔

لڑکو ۔ یاد رکھو کہ چوری بہت بُری چیز ہے اور چور ہمیشہ ذلیل ہوتا اور حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۔ پس تم کسی قسم کی چوری اور بدنیتی کے پاس نہ جاؤ ورنہ ایک دن ہمچشموں میں ذلیل ہو گے اور اپنے کیے کی سزا پاؤ گے ۔ چوری کی قسموں میں جی چرانا بھی ایک قسم کی چوری ہے ۔ اگر تم سبق پڑھنے سے جی چراؤ تو کہا جائیگا کہ یہ لڑکا پڑھنے سے جی چراتا ہے ۔ پس تم کسی قسم کی چوری کی عادت نہ ڈالو +

جانوروں کے حالات اور عادات

شہد کی مکھی

شہد کی مکھی جو چھتہ رکھتی ہے اور اس سے موم اور شہد حاصل ہوتا ہے نیچر کی صنعتوں کا ایک نہایت عجیب اور لاثانی نمونہ ہے ۔ شہد کی مکھیوں سے ایک مکمل سلطنت کے اصول کا سبق سیکھا جا سکتا ہے ۔ چھتہ میں ایک کوئین یعنی ملکہ ہوتی ہے سب مکھیاں اس کی اطاعت کرتیں اور اس کی تعظیم بجالاتی ہیں ۔ وُہ ملکہ بہت سے نروں سے ایک خاص نر کو اپنا شوہر بناتی ہے اور چھتہ کے سب کام مختلف مکھیوں پر تقسیم ہوتے ہیں ۔ ایک گروہ دایہ کا کام کرتا ہے اس سے ملکہ کے اندروں بچوں کی پرورش اور نگہداشت متعلق ہوتی ہے ۔ ایک چھتہ کی صفائی پر مامور ہوتا ہے ۔ ایک گروہ چھتہ سے اُڑ کر دُور دُور جاتا اور طرح طرح کے پھولوں کا رس لاتا اور چھتہ میں ذخیرہ کرتا ہے ۔ ایک گروہ چھتہ کا پاسبان ہوتا ہے اور وُہ باہر سے آئی ہوئی مکھیوں کو دیکھ سمجھ کر اندر جانے دیتا ہے ۔

کتّا

برفانی ممالک کے کُتّے بہت زبردست ہوتے ہیں۔ اُن ممالک میں کتّوں کو ہلوں اور گاڑیوں میں جوتا جاتا ہے۔ عموماً کُتّے کی رفاقت مشہور ہے۔ رفاقت کا مادہ کتّے سے زیادہ کسی میں نہیں پایا جاتا۔

گھوڑا

جیسے شائستہ ملکوں میں اقوام کے حسب اور نسب کی حفاظت کی جاتی ہے۔ ایسے ہی عرب میں گھوڑے کے حسب اور نسب کی نگہداشت ہوتی ہیں۔ گھوڑے کو سب جانوروں پر شرافت کا حق دیا گیا ہے۔ بعض گھوڑوں کی قیمت پچاس پچاس ہزار اور ایک ایک لاکھ روپیہ تک دیکھی گئی ہے۔ اچھے گھوڑے فوجی قواعد کی پابندی ایسی ہی کرتے ہیں جیسے قواعد دان آدمی۔

کبوتر

اُڑنے والے جانوروں میں کبوتر بے انتہا غریب اور شریف جانور ہے۔ آجکل جرمن اور فرانس وغیرہ میں کبوتروں کو زمانۂ جنگ میں نامہ بری کا کام لینے کے لئے سدھایا جاتا ہے۔ اور ہماری سرکار انگریزی نے بھی کبوتر کے سدھانے کا ایک سررشتہ قائم کیا ہے لیکن مشرقی دنیا میں یہ جانور ہزاروں برس سے اپنی بلند پروازی اور نامہ بری کے لئے مشہور ہے۔ ایران میں نہایت اعلیٰ درجے کے کبوتر ہیں جو ہزاروں میل جاتے اور اپنا گھر نہیں بھولتے ہیں۔ اور اُن سے محلات میں کئی کام لئے جاتے ہیں۔ اُن میں ایک قسم شرمک ہے۔ اس ذات کی کبوتری اپنے نر سے ایسی ہی شرم کرتی ہے جیسے بعض حیادار عورتیں اپنے خاوندوں سے مُنھہ چھپا لیتی ہیں۔ جہاں اس کبوتری نے اپنے نر کو دیکھا۔ اور شرم کی وجہ سے اپنا چہرہ اپنے پروں میں چھپا لیا۔ اور چپ چاپ سمٹ کر بیٹھ رہی۔

نراسکا یہ حال دیکھ کر عام نگاہ سے اوجھل جاتا ہے - لیکن یہ شرم دوسروں کے سامنے ظاہر کی جاتی ہے اور جب وہی دو نو ہوں تو نہیں +

بیوہ اور خلیفہ کا انصاف

کہ جس میں ہسپانیہ کا منظر اور ایک مسلمان بادشاہ کا طریق انصاف دکھلایا گیا ہے

(انگریزی سے ترجمہ کرکے بچّوں کے اخبار کے لئے نظم کیا گیا)

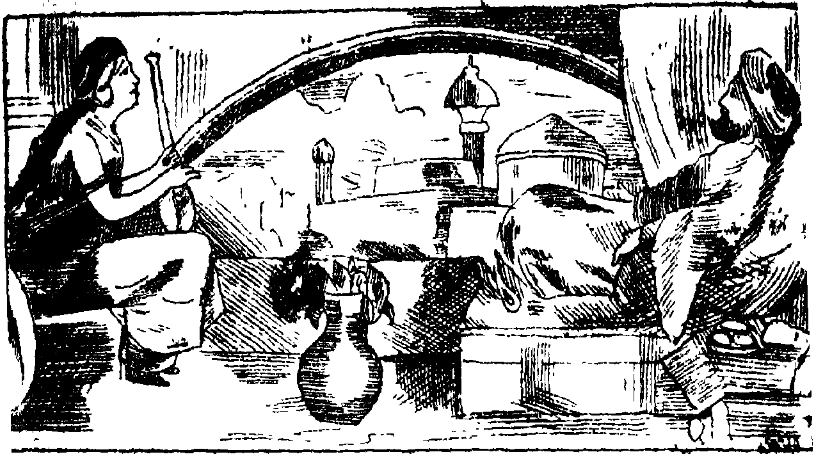
ہُوا فتح ہسپانیہ جب تمام — لگے ہونے تعمیر کے اس میں کام
عرب نے نئے باغ اپنے لگائے — نئے پھُول ہسپانیہ میں کھلائے
نئے قصر و ایوان عرب کے بنے — جو انواع صنعت میں تمثیل تھے
خلیفہ کا ایک قصر عالی بنا — جو اپنی نظیر اور رکھتا نہ تھا
لگا فرش میں سنگ مرمر تمام — چھتوں میں سُنہرا ہوا اُس کے کام
وُہ نہریں بلوریں وُہ انکی صفا — وُہ اشجار زیبا وُہ ٹھنڈی ہوا
وُہ فرش اور وُہ بیل بوٹے کا کام — نمایاں تھا دیوار و در سے تمام
کہیں سنگ مرمر تھا زیبِ مکاں — کہیں بیل بوٹے سُنہرے عیاں
اُچھلتے تھے فوارے حوضوں میں جب — تماشائی ہوتے تھے وقفِ طرب
وُہ شاخوں پہ طائر چہکتے ہُوئے — وُہ گلہائے رنگیں مہکتے ہُوئے
تھے دربار کے کمرے ایسے حسیں — کہ دیکھے نہ چشمِ فلک نے کہیں
حفاظت کو گرمی کے ساماں وُہ تھا — کہ ٹھنڈی ہوں آنکھیں جو دیکھیں فضا

درختوں کے وُہ جُھنڈ مستانہ وار — دکھاتے نئی طرح کی تھی بہار
ستونوں پہ بیلیں چڑھیں خوشنما — تروتازگی انکی تھی جانفزا



محل کے قریب ایک غریب بیوہ کا آبائی کھیت

اسی کے قریب ایک بیوہ کا گھر — غریبی کی تصویر تھا سربسر
یہیں اُس ضعیفہ کی تھی اک زمیں — جو واقع تھی اس میل میں وُہ یہیں
کیا شاہزادے نے اسکو پسند — کہ بنوائے اُس جا وُہ قصرِ بلند
لگائے وہیں باغ بھی جانفزا — ہوا کھائے اس میں وہ صبح و مسا
مگر اُس ضعیفہ کو انکار تھا — ہر اک اس کی اس ضد سے لاچار تھا
کسی طرح جب وُہ نہ راضی ہُوئی — تو جبرًا وُہ جا شاہزادے نے لی
بنایا گیا اُس پہ باغ و محل — ضعیفہ ہُوئی نالشی برمحل
ضعیفہ قضا میں ہُوئی دادخواہ — ملے تا عدالت سے اسکو پناہ
وُہ بیچاری کمزور تھی ناتواں — تھا شہزادہ کا زور اُس پر عیاں



بیوہ کسی صورت سے زمین دینے پر رضامند نہ ہوئی مگر خلیفہ نے جبراً محل اپنا بنوالیا

گئے ایک دن قاضی صاحب وہیں جہاں تھی ضعیفہ کی واقع زمیں
وہاں لگ رہا اک نیا باغ تھا جو بڑھیا کے دل پر نیا داغ تھا



بیوہ قاضی سے فریاد کرتی ہے۔

ٹہلتا تھا شہزادہ خوش خوش وہاں نہایت خوش آیند تھا وہ سماں
جھکے قاضی صاحب برائے سلام کیا شاہزادہ نے بھی احترام
پس از شرح آداب شہزادگی نئی طرح کی بات قاضی نے کی
کہا اس زمیں کی جو مٹی ہے لے یہ تھیلا جو ہے اسمیں اسکو بھرے



قاضی خلیفہ سے ایک مٹی کا تھیلا بھرنیکی اجازت مانگتا ہے

غرض شاہزادہ نے منظور کر وہ بورا دیا سارا مٹی سے بھر
کہا پھر یہ قاضی نے اے بختیار اُٹھا دے مجھے تو یہ بورے کا بار
دیا شاہزادہ نے اس کا جواب کہ مجھ سے نہ ہرگز یہ اُٹھے جناب
جھکا سنکے یہ قاضی صاحب کا سر رواں اُنکے آنسو ہوئے سربسر
کہا بوجھ اتنا جو اُٹھتا نہیں تو اُٹھیگا کیونکر یہ بار زمیں

وہاں سب زمیں کا اُٹھے کیسے بار
بتا مجھ کو شہزادۂ ذی تبار

قیامت میں کیا دیگا اس کا جواب
جہاں ظالموں کی ہو مٹی خراب

سنا شاہزادہ نے جب یہ بیاں
تو خوف خدا سے وہ کانپا وہاں

دیا محل بیوہ کو اپنا تمام
کہا ہے مبارک تجھے صبح و شام



خلیفہ قاضی کی نصیحت سے متاثر ہو کر بیوہ کو اُس کی زمین مع محل کے بخشتا ہے

جو ہے درحقیقت یہ تیری زمیں
تو اس پر مجھے حق پہنچتا نہیں

ہوا جبکہ انصاف کا یوں ظہور
تو مشہور ہوا اُسکا نزدیک و دور

ہے اسپین میں اب بھی مُورونکا نام
عرب پر ہوا ختم اُس کا نظام

نہ پیدا ہوئے ویسے پھر حکمراں
نہ ہسپانیہ پھر ہوا گلستاں۔

انڈر کولیز اور شیر

ا۔ اینڈر کولیز نامی کوئی غلام تھا جس کا آقا اسکے ساتھ ایسی بُری طرح پیش آتا تھا۔ کہ اُس کی زندگی ناقابل برداشت ہوگئی تھی۔ جو کچھ اس پر گذرتی اس کی روک کی کوئی تدبیر نہ دیکھ کر اُس نے آخرکار اپنے دل میں کہا "ایسی سختی اور مصیبت میں جو مجھے زبردستی جھیلنی پڑتی ہے۔ ہمیشہ زندہ رہنے سے مرجانا بہتر ہے پس اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جانے کا میں نے ارادہ کرلیا ہے۔ اگر میں پھر پکڑ کر آیا تو میں جانتا ہوں کہ بے رحمی کی موت سے مارا جاؤں گا۔ مگر مصیبت کی زندگی سے تو یکبارگی مرجانا بہتر ہے۔ اگر میں بھاگ نکلا تو مجھے ریگستانوں اور جنگلوں میں جہاں صرف جانور رہتے ہیں جانا پڑے گا۔ مگر وے ایسی بے رحمی کا سلوک میرے ساتھ نہیں کرسکتے۔ جیسا کہ میرے ہم جنسوں نے کیا ہے۔ اِس لئے میں اپنے آپ کو ان کے سپرد کردینا ذلیل غلامی میں رہنے سے ترجیح دیتا ہُوں"۔

۲۔ یہ مستقل ارادہ کرلیا اور موقع پاکر اپنے آقا کے گھر سے بھاگ نکلا اور ایک گھنے جنگل میں جو شہر سے چند میل کے فاصلہ پر تھا چھپ رہا۔ مگر یہاں اُس مصیبت زدہ کو معلوم ہوا کہ میں ایک مصیبت سے نکلکر دوسری میں آپھنسا ہوں وہ تمام دن بڑے اور بیراہ جنگل میں پھرا کیا۔ جہاں اُسکا بدن جھاڑیوں کے کانٹوں سے چھل گیا۔ وہ بھوکا پیاسا ہوگیا۔ مگر اس ہولناک تنہائی میں کچھ نہ پاسکا۔ آخرکار وہ تکان سے مرنے کے قریب ہوگیا اور نااُمید ہوکر ایک بڑے غار میں لیٹ رہا۔

۳۔ اینڈر کولیز اِس غار میں کچھ دیر آرام سے لیٹا ہی تھا کہ اُس نے ایک خوفناک غل سنا جو کسی وحشی جانور کی گرج معلوم ہوتی تھی اور جس نے اس کو بہت ہی ڈرایا وہ بھاگنے کے ارادے سے اُٹھا اور جب وہ غار کے کنارے پر پہنچ گیا تو اُس نے ایک

بڑے بھاری شیر کو دیکھا جو اس کی طرف آرہا تھا۔ اب اینڈرکولیز کو یقین ہو گیا۔ کہ میری موت نزدیک ہے۔ مگر اُس کو اس پر سخت حیرت ہوئی کہ وہ جانور خلاف معمول بلا کسی شور و غل کے اُس کی طرف بڑھا اور ایک قسم کا دردناک شور کرنے لگا جس سے پایا جاتا تھا کہ گویا وہ مدد مانگ رہا ہے۔

۴۔ اینڈرکولیز خلقی طور پر مستقل مزاج واقع ہوا تھا۔ اس واقع سے اُسکی ہمت بڑھ گئی اور وہ اُس خوفناک جانور کا معاینہ کرنے پر آمادہ ہوا۔ جب شیر اُسکے قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک ٹانگ سے لنگڑاتا ہے۔ اس کا پاؤں بہت سوجا ہوا تھا اور ایسا زخم معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی نرمی سے اس کا دل اور بھی قوی ہو گیا۔ چنانچہ وہ اس کے پاس بڑھ گیا اور اس کے زخمی پنجے کو پکڑ کر مثل ایک جراح کے اُس کے زخم کا معاینہ کرنے لگا۔ اس کو معلوم ہوا کہ ایک بڑا کانٹا پیر کے گودے میں گھس گیا ہے اور سوجن اور لنگڑانے کی یہ ہی وجہ ہے۔

۵۔ جیوں ہی کہ اُس جانور نے اپنے آپکو کانٹا نکلجانیسے آرام میں پایا۔ اُس نے اپنی خوشی اور شکریہ کا اظہار طرح طرح سے کیا۔ وہ مثل ایک کھلاڑی کتے کے کودنے لگا۔ اپنے دم ہلانے اور اپنی جیبھ سے اُس کے پیر اور ہاتھ چاٹنے لگا۔ اور اس مہربانی کے اظہار سے بھی اس کا جی نہ بھرتا۔ اس وقت سے اینڈرکولیز اُس کا مہمان ہو گیا۔ جب تک اپنے شکار کو وہ گھر نہ لاتا اور مہمان کا حصہ نہ لگاتا۔ شیر کو چین نہ آتا۔ اس درندے کی مہمانداری میں وہ شخص کئی ماہ تک رہا۔

۶۔ وہ جنگلوں میں بے پروائی سے گھومتا تھا۔ ایک دن اُسے ایک سپاہی مل گیا۔ جو چند سپاہیوں کے ساتھ اُسے قید کرنے بھیجا گیا۔ چنانچہ اُس نے اُسے قید کر لیا۔ اور اس کے آقا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اُس ملک کا قانون غلاموں کے حق میں بہت سخت تھا۔ اُس کی

تحقیقات ہوئی اور اپنے آقا کے پاس سے بھاگنے کا جرم اُس پر ثابت ہوگیا۔ اور اس جرم کی سزا میں یہ حکم ہوا کہ خوفناک شیر سے جو کئی دنوں تک بھوکا رکھا گیا ہو اور اس طرح اور بھی زیادہ خوفناک بنا دیا گیا ہو۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرائے جائیں

۷۔ وقت مقررہ پر وہ بدقسمت آدمی بلا ہتھیار وسیع میدان میں کھڑا کر دیا گیا میدان ہر طرف سے گھیر دیا گیا۔ اور اُس کے گرد اس خوفناک تماشہ کو دیکھنے کو ہزاروں آدمی جمع ہوئے۔

۸۔ تھوڑی دیر بعد ایک خوفناک گرج سنائی دی جس سے تماشائی ڈر گئے ایک مہیب شیر جسکی آنکھیں چمکتی تھیں۔ عیال اور دُم اٹھائے ایک غار میں سے جھپٹ کر نکلا۔ فوراً ایک رنج آمیز خاموشی طاری ہوگئی ۔ سب کی آنکھیں اس شخص کی طرف اُٹھ گئیں۔ جس کی قربانی ہونے کو تھی۔ مگر اُس مجمع میں بہت جلد ایک عجیب حیرت سی چھا گئی۔ جبکہ اُنھوں نے یہ دیکھا کہ شیر بجائے اپنے بے پناہ شکار کو مارنے کے اس کے پیروں کے پاس آکر دبک گیا اور مثل وفادار کتے کے اپنے مالک کی خدمت کرنے اور مثل اس ماں کے جسے اپنا گم شدہ بچہ مل جائے خوشی کا اظہار کرنے میں مشغول ہوگیا۔

۹۔ اس پر وہ حاکم جو اس وقت موجود تھا چلانے لگا اور اینڈر کولیز کو اُس نے حکم دیا کہ وہ اُس کی وجہ بیان کرے کہ ایک خوفناک بیرحم طبیعت کا وحشی اور بھوکا جانور اس طرح لمحہ کے لمحہ میں کیوں اپنی خصلت کو بھول گیا اور ایک بے گزند اور رحمدل جانور بنکر اپنے شکار کو بجائے کھا جانے کے بچانے کے درپے ہوگیا۔

۱۰۔ اس حکم کی تعمیل میں اینڈر کولیز نے ساری جماعت کے روبرو اپنے بھاگنے کے پورے قصے کو سنایا اور کہا کہ یہ وہی شیر ہے جو اب ان کے سامنے کھڑا ہے اور جو جنگل میں میرا دوست اور میزبان تھا۔

اِس قصہ کو سنکر جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ وحشی سے وحشی جانور میں بھی شکرگذاری اور نرم دل ہوجانے کا مادہ ہوتا ہے۔ سب حاضرین متعجب ہوئے اور ان سبھوں نے متفق ہوکر اس مقام کے حاکم سے درخواست کی کہ اِس مصیبت زدہ شخص کا قصور معاف کیا جاوے۔ یہ درخواست آخرکار منظور ہوئی اور وہ شیر بھی جس نے دو مرتبہ اس کی جان بچائی اس کو دیدیا گیا +

بچّوں کی مجلس

غرور مت کرو

نہ کر غرور تو زنہار اس پہ اے ناداں جو مرتبہ ہے ترا شکل مہر و ماہ بلند
کرے ہے گردش دوراں طرح ہنڈولے کی ہر ایک شخص کو یاں گاہ پست و گاہ بلند

دیگر

ہر ایک شے میں سمجھ تو ظہور کس کا ہے شرر میں روشنی شعلے میں نور کسکا ہے
دماغ خلق پر از کبر ہے میں حیراں ہوں یہ مشت خاک میں اتنا غرور کس کا ہے

غرور ایک ایسی بلا ہے جس سے خدا کے ہزاروں بندے اور صاحب دولت و ثروت عزت کے پایہ سے ادبار اور ذلت کے گڑھے میں اُتارے گئے۔ اور ہزاروں مالداروں کو اپنے تمام مال و اسباب سے ہاتھ دھونے پڑے اور اپنے غرور کی سزا بھگتنی پڑی۔ شیخ سعدی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

تکبر عزازیل را خوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد

اس کی ایک مثال میں ذیل میں پیش کرتا ہوں :-

دو سگے بھائی ایک ہی شہر میں رہتے تھے۔ ایک نہایت دولتمند اور دوسرا نہایت مفلس اور غریب تھا غریب بھائی ایک دن اپنے امیر بھائی کے پاس کچھ مانگنے کو گیا امیر بھائی نے تکبر میں آکر اُسکو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ یہ حالت دیکھ کر غریب بھائی نے خیال کیا کہ یہاں سے کچھ نہیں ملنے کا۔ جس کے آگے میں نے سوال کے ہاتھ پھیلائے ہیں وہ اپنی امیری پر مغرور ہے۔ یہ خیال کرکے وہ وہاں سے چل دیا اور صبر شکر کرکے اپنی غریبانہ کٹیا میں واپس آگیا۔

اس واقعہ کے دو تین دن بعد اُس شہر میں ایسا طوفان آیا کہ امیر بھائی کے تمام باغات اور زمین تباہ و ویران ہوگئیں۔ جب صبح ہوئی تو امیر بھائی سخت حیران اور مایوس ہوا سخت پچھتایا کہ میں نے کیوں اپنے غریب بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ اُدھر اللہ نے کچھ ایسا فضل کیا کہ وہ غریب بھائی روز افزوں ترقی کرتا گیا۔ اور چند ہی دنوں میں اپنے امیر بھائی سے بڑھ کر امیر ہوگیا۔ اب اُس پہلے امیر بھائی کو اُس غلطی اور غرور پر جو کہ اُس نے ایک غریب بھائی کیساتھ کیا تھا اور بھی زیادہ نادم اور شرمندہ ہونا پڑا۔

اے بھائیو۔ اس کہانی سے میری یہ غرض ہے کہ تم ہمیشہ غرور جیسی بری عادت سے بچو اور اس سے نصیحت پکڑو۔ اور اُس کے جال میں نہ پھنسو۔ جو غرور کرتا ہو اللہ اُسکو ہرگز نہیں بخشتا۔ اور نہ جنت دیتا ہے اور دنیا بھی اُس کو برا جانتی ہے۔ اور سخت لعن طعن کرتی ہے۔ اے بھائیو تم نے دیکھا ہوگا۔ جب ہم ایک مغرور شخص کو بازار میں یا کسی سڑک پر جاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ تو ہم دل میں کہتے ہیں کہ کیا اکڑباز خاں ہے۔ کیا اکڑ اکڑ کر چلتا ہے۔ اور کیا نرالی طرز ہے۔ دیکھو سر پر ٹوپی ٹیڑھی رکھی ہوئی ہے اور کیا منہ بنا بنا کر باتیں کرتا ہے۔ اگر ہم دو چار رفیق وہاں

اکٹھے ہوتے ہیں۔ تو ملکر اُس کی ہنسی اُڑاتے ہیں۔ یہانتک کہ وُہ بیچارہ شرمندہ ہوکر
چلا جاتا ہے۔ اور کچھ نہیں بول سکتا۔ برخلاف اِس کے اگر ہم کسی سادہ آدمی کو دیکھتے
ہیں۔ تو خوش ہوتے ہیں۔ اور دلوں میں کہتے ہیں۔ کیا خوب سیرت آدمی ہے۔ اُسکی
وضع وقطع سے ہی معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ یہ شخص بڑا نیک دل اور خوش اخلاق ہوگا ہمارا
یہ قیافہ بالکل ٹھیک ہوتا ہے۔ اور خود بخود دل اسکو ملنے اور مزاج پرسی کرنے کو
چاہتا ہے۔ برخلاف اِس کے جو مغرور ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ بداخلاق ہوتا ہے۔
ہم کو ہمیشہ اُس سے نفرت کرنی چاہیئے۔ جو شخص مغرور نہیں ہے۔ ہردلعزیز رہتا
اور نیکی سے یاد کیا جاتا ہے۔ غرور کرنے والا خدا کے دربار میں اور دُنیا میں بھی رسوا
ہوتا ہے۔ اُسکو کبھی بھی ہردلعزیز ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ اور کوئی شخص اس کو پسند
نہیں کرتا۔ اگر تم بھی غرور کروگے۔ تو تم کو بھی ایک دن ایسا دیکھنا پڑیگا۔ جیسا کہ
اُس امیر بھائی کو دیکھنا پڑا۔ پھر لوگ تم پر بھی پھبتیں اڑائینگے۔ داناؤں نے ٹھیک
کہا ہے "غرور کا سر نیچا" لوگ کہتے ہیں۔ یہ وہ ہی شخص ہے۔ جو اِس قدر مغرور اور
متکبر تھا۔ اور سب کو نظر حقارت سے دیکھتا تھا اگر تم امیری اور اقبالمندی کے
دنوں میں غرور نہ کروگے۔ تو تمہاری ہر حالت میں عزت ہوگی۔ اور دُنیا بھی تمہیں
اچھا کہیگی۔ اور خدا بھی تم سے نفرت نہ کریگا۔ بلکہ تم پر مہربانی کریگا۔ اور تم کو قیامت
میں جزائے خیر دیگا +

اَے میرے بھائیو۔ اس بُری بلا سے جسکا نام غرور ہے۔ بچو کیونکہ غرور نہ خدا
کو بھاتا ہے۔ اور نہ بندوں کو منظور ہے۔ اسکو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھو
اور اُس سے پرہیز کرو۔ اور اِس سے کوسوں بھاگو +

راقم مرزا عزیز احمد عمر بارہ سال فورتھ ہائی ولد
میرزا سلطان احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

اُستاد شاگرد کا مکالمہ

استاد۔ شاگرد سے

مطلب کی بتائیں تمہیں ایک بات سمجھ لے لو
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

شاگرد

ہے حکم کہ کر لینا مڈل آٹھ برس میں
پھر کھیلنے کا وقت؟ ہے اُستاد کے بس میں

معلوم ہے روزی کا سہارا ہمیں اس میں — دن رات بسر ہوتا ہے پڑھنے کی ہوس میں
سختی جو ہے تعلیم کی کیونکر اُسے جھیلیں
جب پڑھنے سے فارغ نہ ہوں کس طرح سے کھیلیں

اختیاری مضامین رکھا نام ہے جن کا — صحت کو گھٹا کر یہ ہی کر دیتے ہیں تنکا
راتوں کو کیا کرتے ہیں جو کام ہے دن کا — رکھا نہ لحاظ اس میں ذرا بچوں کے سن کا
سختی جو ہے تعلیم کی کیونکر اسے جھیلیں
جب پڑھنے سے فارغ نہ ہوں کس طرح سے کھیلیں

ہیں لازمی وہ حرف چو پڑھنے سے ہیں آتے — اشیا کا تعلق تو ہیں کچھ نحو سے پاتے
اختیاری ہیں سب رُوح کی طاقت کو گھٹاتے — ٹیچر کی توجہ کا ادھر زور ہیں پاتے
سختی جو ہے تعلیم کی کیونکر اسے جھیلیں
جب پڑھنے سے فارغ نہ ہوں کس طرح سے کھیلیں

سامان بھی ورزش کے مہیا کئے سارے — سکھلانے کو اُستاد مقرر ہیں ہمارے
ورزش تو ہے کچھ قوت جسمی کے سہارے — کیا فائدہ ہے طاقت رُوحی کو بیارے
سختی جو ہے تعلیم کی کیونکر اسے جھیلیں
جب پڑھنے سے فارغ نہ ہوں کس طرح سے کھیلیں

مشکل ہے گھٹی طاقت رُوحی کا بڑھانا دشوار ہے اعضاء رئیسہ کا بچانا
جب ضُعفِ دماغ ہو گیا پھر کیسا ہی جینا نابینا ہیں ظاہر ہیں سمجھتے ہیں یہ بینا
سختی جو ہے تعلیم کی کیونکر اسے جھیلیں
جب پڑھنے سے فارغ نہ ہوں کس طرح سے کھیلیں

راقم محمد رفیق ساغر طالبعلم ہائی سکول ریواڑی
خلف منشی محمد شریف اللہ صاحب ایڈیٹر صادق الاخبار ریواڑی

ایک نکتہ رس قاضی کا دلچسپ فیصلہ

کسی تیلی نے ایک قصاب کا روپیہ لے لیا تھا۔ اس لئے وُہ دونوں قاضی کے پاس گئے۔ قصاب نے کہا حضور اس شخص نے میرا روپیہ لے لیا ہے اور نہیں دیتا بلکہ برعکس کہتا ہے کہ تو نے میرا روپیہ لیا ہے۔ مَیں اس تیلی کی دوکان پر تیل لینے گیا تھا۔ اور جب میں نے دام دینے کو روپے نکالے۔ تو اس نے مجھ سے سب کے سب لینے چاہے۔ پھر قاضی نے تیلی سے کہا۔ کہ تو بھی اپنے اظہار بیان کر۔ اُس نے کہا۔ کہ خداوند۔ یہ شخص میری دُکان سے تیل لینے آیا۔ اور جب مَیں نے تول بھر دی۔ تو اس نے کہا کہ ریزگاری دو۔ مَیں نے جیب میں سے روپیہ نکال رکھا تھا۔ اس نے جھٹ اُٹھا لیا۔ اور کھسکنے لگا۔ مَیں نے اسکا پہنچا پکڑ لیا اور حضور کے پاس لایا ہُوں۔ قاضی نے دونوں کے اظہاروں کو سُن کر کہا کہ روپیہ چھوڑ جاؤ۔ کل آنا۔ یہ دونوں روپیہ چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ قاضی نے بہت صاف پانی منگوایا۔ اور اس میں روپیہ ڈال کر دیکھا تو پانی کی سطح ذرا بھی

چکنی نہ ہوئی۔ اُس نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ روپیہ بیشک قصاب کا ہے۔ کیونکہ اگر تیلی کا ہوتا۔ تو پانی چکنا ہو جاتا۔ جب دُوسرے روز صبح کو دونوں آئے۔ تو اُس نے حکم دیا۔ کہ روپیہ قصاب کو دیا جائے۔ اور تیلی کے پچاس کوڑے لگائے جائیں +

راقم کمترین احمد علی طالب علم جماعت پنجم۔ موڈل سکول جالندھر شہر۔ عمر ۹ سال



ظُلم بُری چیز ہے

پیارے بھائیو۔ تم کو ابھی سے اپنی عادات نیکی اور رحم کی طرف مائل کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اسی چھوٹی عُمر میں جو اور جس قسم کی عادت ڈالوگے وُہ تا زندگی نہ جاویگی۔ مثلاً اگر ظلم اور بدی کی عادت ڈالوگے تو یہی عادت پُختہ ہو جاویگی بڑے ہو کر لوگوں کے ساتھ ظلم کروگے۔ زبانِ خلق تم کو ظالم اور بیرحم کہیگی۔ اگر رحم اور نیکی کی عادت ڈالوگے تو خلقت تم کو رحمدل و نیک خطاب کریگی اب تم کو یہ سوال ہوگا کہ

بچے ظُلم کیا کر سکتے ہیں ؟

بچوں کا ظُلم یہ ہے۔ جانوروں کو اُن کے آشیانوں سے پکڑ کر اُن سے اپنا دل خوش کرنا۔ راستہ چلتے کسی جانور کے لکڑی مار دینا۔ کسی فقیر کو دروازہ سے دھتکار دینا کسی غریب کو ستانا اور ایسے بہت سی مثالیں ہیں جو تم روز کرتے ہو۔ اگر تمہارے عادت اس عمر میں ایسے خراب پڑ گئے تو جوانی میں تم اس سے بھی زیادہ خرابی کے کام کروگے۔ چونکہ عادت پُختہ ہو چکی ہے کبھی تم کو کسی پر رحم نہ آویگا۔ خلق خُدا تمہارے بُرے سلوکوں سے تم کو ظالم اور بے انصاف کہینگے۔ زبانِ خلق کو نقارہ خُدا سمجھو۔ پس تم خدا کے بھی نافرمان بندے ہو جاوگے۔ تمہاری عاقبت خراب ہو جاویگی۔ ان باتوں کے باعث تم کو یہاں پر بھی کوئی نہ کوئی ایسا مِلجاویگا جو اس کا بدلہ دیگا۔ کیونکہ سیر کو سوا سیر مِل ہی جاتا ہے۔ جیسے کہ ذیل کے چند اشعار سے تم خیال کر سکتے ہو۔

ڈالا ایک کتے نے ایک بلی کو چیر　　سانس ٹھنڈی بھر کے وُہ بولی حقیر
رحم کھاتی میں اگر چوہے پہ گاہ　　تو میرا کیوں حال ہوتا یُوں تباہ

جو کیا تھا اُس کا پھل مجھ کو ملا اور میں کس سے کروں اپنا گلا
ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

راقم بندہ صاحب میاں خلف تحصیلدار صاحب پڈاوہ عمر ۱۲ سال

سفید پھول

ایک جگہ کوئلوں کا کارخانہ تھا۔ دُور تک کوئلوں کے ڈھیر کے ڈھیر لگے تھے۔ یہانتک کہ وہاں کی خاک بھی سیاہ تھی۔ اور رہ گیر وہاں کی خاک دھول سے سیاہ ہو کے نکلتے تھے۔ اُن کوئلوں کے قریب ایک پونا تھا۔ جس میں بہت سفید پھول لگے ہوئے تھے۔ وُہ پھول نہایت خوبصورت تھے۔ اور اگرچہ وُہ ہر وقت کوئلوں کے نزدیک تھے۔ اور اُن پر سیاہ مٹی اُڑ کر ہر وقت پڑتی تھی۔ تو بھی وُہ بیداغ تھے۔ اُن پر ذرا بھی سیاہی نہیں تھی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اُنہوں نے دُودھ سے غسل کیا ہے۔ وُہ پھول ہمیں یہ سکھاتے ہیں۔ کہ اس دُنیا میں ہماری زندگی ایسی پاک ہونی چاہئے۔ گناہ کی تاریکی اور ناپاکی کی دھول ہماری چاروں طرف ہے۔ پر مردانگی اِس میں ہے۔ کہ ہم دُنیا میں رہکر اُس کی سب نجاستوں سے بے داغ اور بری رہیں۔ جب خُدا گھاس کے پھولوں کو یہ جوہر بخشتا ہے کہ وُہ گرد و غبار کے درمیان اپنے سفید جامے کو صاف رکھ سکتے اور بے داغ اور خوبصورت رہتے ہیں۔ تو کتنا زیادہ فضل وُہ اپنے بندوں کو عنایت کر سکتا ہے۔ جو وُہ اس گناہ آلودہ دُنیا میں گناہ سے بچیں۔ اور ایشور کے لائق پاک زندگی بسر کریں۔

راقم گورمکھ سنگھ فرسٹ مڈل سیٹی سکول جون

پابندیٔ وقت

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس نے ہم لوگوں کو پیدا کیا۔ اور بہت سی نعمتیں اپنی قدرتِ کاملہ سے عطا کیں۔ اپنے پیارے رسول (حضرت محمد صلعم) کو ہم لوگوں کا سردار بنایا اور اُنکو وقتِ خاص پر نبوت اور معراج عطا فرمایا۔ اور اپنے ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر کیا۔ پس یہ دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے بھی وقت کا لحاظ ہر کام میں رکھا۔ اب پہلے یہ یاد رکھو کہ وقت آدمی یا جانور یا درخت کا نام نہیں ہے۔ بلکہ سیکنڈ۔ منٹ اور گھنٹہ کا نام ہے۔ اِس کو نہ قیام ہے اور نہ کسی کے روکنے سے رُکتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ اِس لیئے ہم لوگوں کو لازم ہے کہ کام کو وقتِ مقررہ پر کیا کریں۔ کیونکہ اس طرح پر کام کرنے سے ہم لوگ نقصان نہ اُٹھائینگے اور آرام سے رہینگے۔ اللہ تعالےٰ نے ہم لوگوں کی زندگی کو تین حصّوں پر تقسیم کیا ہے۔ بچپن۔ جوانی اور ضعیفی بچپنی عقل علم کے لئے ہے۔ جوانی تحصیل مال و زر کے لئے ہے۔ اور ضعیفی آرام سے بسر کرنے کے لئے ہے۔

اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو ضعیفی کا وقت سخت تکلیف سے بسر کرنا پڑیگا۔ اِس واسطے اس مناسب تقسیمِ اوقات کا خیال ضرور رکھنا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو نقصان اُٹھانا پڑیگا۔ اگر وقت پر کھانا نہ کھائینگے تو غذا ٹھیک نہ تحلیل ہوگی۔ وقت پر پڑھیں اور وقت پر آرام کریں تو مفید ہوگا۔ اِسی طرح ریل۔ تجارت۔ نوکری وغیرہ وغیرہ میں بھی وقت کی پابندی ضرور لازمی ہے۔

لہٰذا وقت کا پابند ہونا نہایت ضروری امر ہے۔

راقم سید محمد طٰہٰ از بہار

دِن اور رات

دن اور رات کی لمبائی کس طرح معلوم ہوسکتی ہے؟ طلُوعِ آفتاب کیوقت کو دوگنا کر دینے سے رات کی لمبائی دریافت ہوسکتی ہے۔ اور غرُوبِ آفتاب کے وقت کو دوگنا کر دینے سے دِن کی لمبائی معلوم ہوسکتی ہے۔

مثلاً جس زمانہ میں آفتاب ½ ۵ بجے طلُوع ہوگا اور ½ ۶ بجے غروب ہوگا تو رات ۱۱ گھنٹے کی ہوگی اور دن ۱۳ گھنٹے کا +

ایک لڑکے کا فرض کیا ہونا چاہیئے؟ یہ کہ وُہ حتّی الامکان اَوروں کو فائدہ پہنچائے۔ اور خود اَوروں سے فایدہ اُٹھانے کی کوشش کرے۔

اِنسان کے فرائض اُسوقت مکمّل ہوتے ہیں۔ جبکہ وُہ بچّوں کے ساتھ پُوری پُوری ہمدردی کریں۔

ڈکشنریوں میں انصاف کی تعریف یہ کی گئی ہے۔ کہ ہر مرد کو اس کا پُورا پُورا حق دیا جائے۔ مگر گویا عورتوں اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ اور بچّوں کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ مگر باشندگانِ ہند۔ تا بکے۔

بچے کا ایک آنسو جو بلا ضرورت گرے۔ اِس زمین کے لئے خُون کا داغ ہے۔

ت سالانہ مع محصول ڈاک دو روپیہ چھ آنے قیمت فی پرچہ ۳ر

بچوں کا اخبار

نمبر ۲۷

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء

مرتبہ منشی محبوب عالم

ایڈیٹر پیسہ اخبار

لاہور

کارخانہ پیسہ اخبار کے خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی محمد عبد العزیز منیجر کے اہتمام سے طبع ہو کر شائع ہوا

بچوں کا اخبار

سب سے بڑا لوہار

حیوانات درندو چرند

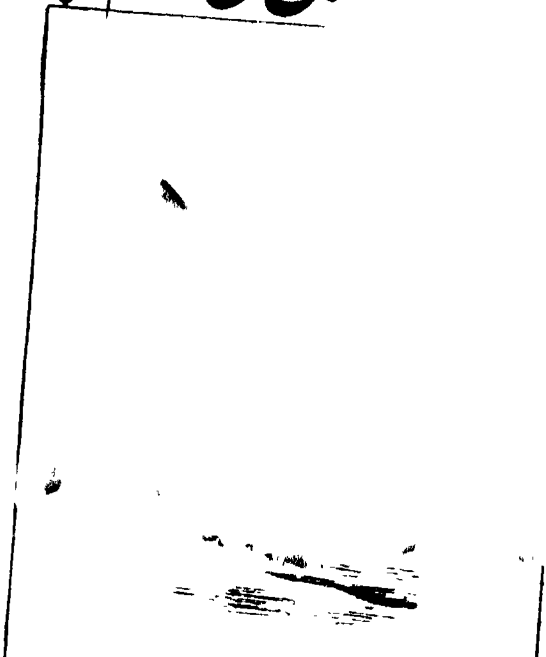
...تم نے کرپ کی توپوں کا نام ضرور سنا ہوگا
...ر مختلف اخباروں میں چھپتا رہتا ہے کہ فلاں سلطنت
...کومت نے اس قدر بننے کا حکم دیا۔ مگر یہ شاید تم نے
...ں کے کارخانہ کو تمام دنیا میں اس قدر شہرت حاصل ہوئی
...قدر عمدہ ہوتی ہیں کون شخص تھا اس کی حالت ابتداء
کے اعلیٰ زینہ پر کیونکر چڑھا۔
...اشندہ تھا اور ملک جرمنی کے ایک قصبہ میں جس کا نام
کرپ ... ٹ...



یہ جانور درندوں کی قسم سے ہے اور صورت شکل میں کسیقدر کتے کے مشابہ ہوتا ہے دن کو غاروں میں رہتا ہے اور راتکو شکار کی جستجو میں پھرتا ہے گرمی کے موسم میں یہ بڑا اچھا جھاڑو گر ثابت ہوتا ہے کیونکہ ہر قسم کے کوڑے کرکٹ اور سڑے ہوئے گوشت اور مردہ جانوروں کو سڑکوں پر سے اٹھا لیجاتا ہے کہتے ہے وہ صرف انہیں باتوں میں مختلف ہے کہ اسکے ہم کھر ہوتے ہیں گردن کے بال کھڑے ہوئے ہوتے ہیں اور چلتے وقت وہ گردن ڈال دیتا ہے۔

حیوانات پرند کے حالات کا سلسلہ

ا یہ ٹ ِکیس یعنی بے دُم کا پرند



یہ پرند نیوزیلینڈ میں پایا جاتا ہے۔ اس کے پر تو لمبے لمبے اور مثل بالوں کے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ انسے کوئی کام نہیں لے سکتا۔ اس کی دُم مطلق نہیں ہوتی چونچ لمبی ہوتی ہے۔ اس کے کھال کی بڑی قدر ہوتی ہے۔ مشعلوں کی روشنی کی مدد سے اس کا شکار کیا جاتا ہے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

الفرڈ کرپ دنیا کا سب سے بڑا لوہار

اگر تمہیں اخبار پڑھنے کا شوق ہے تو تم نے کرپ کی توپوں کا نام ضرور سنا ہوگا جو بڑی مشہور ہیں اور جنکی نسبت آئے دن اخباروں میں چھپتا رہتا ہے کہ فلاں سلطنت نے اس قدر خریدیں اور فلاں سلطنت نے اس قدر بننے کا حکم دیا۔ مگر یہ شاید تم نے نہ سنا ہوگا کہ الفرڈ کرپ جس کے کارخانہ کو تمام دنیا میں اس قدر شہرت حاصل ہوئی ہے اور جس کی توپیں اس قدر عمدہ ہوتی ہیں کون شخص تھا اس کی حالت ابتداء میں کیا تھی اور وہ ترقی کے اعلےٰ زینہ پر کیونکر چڑھا۔

الفرڈ کرپ جرمنی کا باشندہ تھا اور ملک جرمنی کے ایک قصبہ میں جس کا نام ایسن ہے ۲۶۔ اپریل ۱۸۱۲ء کو پیدا ہوا۔ یہ ایک فریڈرک کارل کرپ کا بیٹا تھا اور جس کی آہنگری کی دوکان اسی قصبہ ایسن میں تھی مگر اسے لوہے کو بڑے بڑے کنڈوں میں ڈھالنے کی ایک نئی تدبیر نکالنے کا خبط تھا جس میں اُسے باوجود اپنا بہت سا روپیہ برباد کر دینے کے مطلق کامیابی نہ ہوئی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ وہ بہت افلاس کی حالت میں رہنے لگا اور ۱۸۲۶ء میں جب وہ مرا تو اس کے بال بچوں کی بہت نازک حالت ہو گئی۔ اس بیچارہ کی بیوہ نے اس کے مرتے ہی اس کا کام سنبھالا مگر پورے گذارے کی صورت نہ ہوسکی اور الفرڈ کرپ کو بھی جو کہ متوفی کا بڑا بیٹا تھا۔ چودہ سال ہی کی عمر میں مدرسہ چھوڑ کر فکر معاش میں مشغول ہو جانا پڑا۔ الفرڈ نے بھی اپنے باپ ہی کے کارخانہ کو ترقی دینے کی کوشش کی اور جن ایجادات کی فکر میں اس کا باپ رہا کرتا تھا انہیں کی فکر میں یہ بھی رہنے لگا۔ اُسے پورا

یقین تھا کہ اس کے باپ کے خیالات مہمل نہ تھے اور لوہا پگھلانے اور ڈھالنے کے جس راز کو اس کا باپ تلاش کرتا تھا۔ اس کا معلوم ہو جانا غیر ممکن نہیں۔ چنانچہ الفرڈ کنبہ کی پرورش میں بہت ہی کفایت شعاری سے کام لیکر دن کے وقت اپنے کارخانہ کی نگرانی کیا کرتا تھا اور رات کو وہ تجربے عمل میں لایا کرتا تھا جو اس کے باپ نے شروع کئے تھے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں اور اس محنت و جانفشانی کے پندرہ برس تک کارخانہ کی حالت ایسی نہ ہونے پائی کہ گذارے کی کوئی معقول صورت نکلتی جو آمدنی ہوتی تھی وہ کارخانہ کے صرف ملازموں ہی کے لئے کافی ہوتی تھی۔ مگر الفرڈ کرپ نے ہمت نہ ہاری اور اپنے باپ کے خیالات پر بدستور جما رہا خدا خدا کر کے سنہ ۱۸۴۲ء میں وہ ایک نئے قسم کا بیلن ایجاد کرنے میں کامیاب ہوا جس سے اس کی آمدنی اس قدر بڑھ گئی کہ وہ اپنے کارخانہ کو بڑھانے اور لوہا ڈھالنے کے تجربوں میں ایک حد تک روپیہ صرف کرنے کے قابل ہو گیا۔ سنہ ۱۸۴۷ء میں وہ ڈھلے ہوئے فولاد کی ایک توپ کے بنانے میں بھی کامیاب ہو گیا اور سنہ ۱۸۵۱ء میں لندن کی ایک بڑی نمایش میں اُس نے اپنے کارخانہ کی بنی ہوئی ایک نہایت اعلےٰ درجہ کی توپ پیش بھی کی جس نے تمام زمانہ کے انجینیروں کو حیرت میں ڈالدیا اور جس کی وجہ سے اس کے کارخانہ کو بہت شہرت حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد سے کرپ کے لئے ایجادوں کا دروازہ کھل گیا اور آئے دن نئی نئی توپیں بندوقیں اور انواع و اقسام کے اوزار و ہتھیار اور مختلف قسم کی لوہے کی چیزیں ایجاد ہونی شروع ہو گئیں۔ اس کی شہرت کے ساتھ ہی ساتھ اس کے کارخانہ کو بھی وہ فروغ حاصل ہوا کہ بڑے بڑے شہزادے یہ عروج دیکھ کر رشک کھانے لگے۔ قصبہ ایسن میں میلوں تک اس کا کارخانہ پھیل گیا۔ اس قصبہ کے متصل ایک خوشنما و سر سبز ٹیلا ہے جس پر سے چڑھ کر

اگر کرپ کے کارخانہ پر نظر ڈالی جائے تو ایک عظمت کی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دور دور تک کارخانہ کی چمنیوں کا ایک جنگل سا کھڑا ہوا ہے۔ اور چاروں طرف بڑے بڑے کارخانے مثل عظیم الشان قلعوں کے بکھرے ہوئے ہیں مگر اس عجیب وغریب کارخانہ کی پوری کیفیت کا اندازہ ٹیلے پر سے اتر کر اس کے اندر چلنے پھرنے سے ہوتا ہے اندر چلنے پھرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ وہ جو بڑے بڑے کارخانے مثل عظیم الشان قلعوں کے نظر آتے تھے۔ گنتی میں ساٹھ سے کم نہیں ہیں۔ ان مختلف کارخانوں کا ایک دوسرے سے تعلق چوڑی پٹری کی ریل سے کیا گیا ہے۔ جس کی لاین کا طول چالیس میل ہے۔ اس لاین کی امداد کے لئے جا بجا چھوٹی پٹری کی بھی لائینیں بنائی گئی ہیں جن کا طول تیس میل سے کم نہ ہوگا۔ ان ساٹھ کارخانوں میں (۵۳۰۰) کلیں چلتی ہیں ۶۳ ہائیڈرولک پریس ہیں۔ (۳۲۳) دخانی بائلر ہیں۔ (۳۹۶) برقی موٹر ہیں۔ (۵۹۱) کارخانہ کے انجن ہیں (۴۴) ریل کے انجن ہیں (۲۰۰۰) ریل کی گاڑیاں ہیں۔ کارخانہ کے مختلف محکمہ والوں کو آپس میں خبر رسانی کی سہولت کی غرض سے کرپ نے اپنی ہی ریل بنالی ہے اپنے ہی تار اور ٹیلیفون بھی لگا لئے ہیں۔ چنانچہ کارخانہ میں مختلف مقامات پر (۳۱) تار گھر اور (۳۷۹) ٹیلیفون گھر ہیں اور پچاس میل تار اور (۲۲۵) میل ٹیلیفون لگا ہوا ہے۔ اس کارخانہ میں کام کرنے والے کل افسر ماتحت وکاریگر و مزدور وغیرہ سب ملا کر پچھتر ہزار ہیں جن سب کی رہایش کا انتظام الفرڈ کرپ نے اپنے ہی کارخانہ میں کیا ہے اس سے اس کارخانہ کی وسعت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ اس نے اپنے ہاں مستقل آبادیاں قایم کی ہیں۔ جن میں اس کے ملازم مع بیوی بچوں کے رہتے ہیں۔ ان کے رہنے کے لئے عمدہ خوبصورت اور ہوا دار مکانات تعمیر کئے

گئے ہیں ان کی آسایش کے لئے ان مختلف آبادیوں میں بازار بنوائے گئے ہیں۔ ان کی تفریح کے لئے پارک باغات کھیل کود کے میدان کتب خانے اور اخبار بینی کے کمرے طیار کئے گئے ہیں۔ ان کی اولاد کی تعلیم کے لئے مدرسے اور انکے علاج کے لئے شفاخانہ قایم کئے گئے ہیں۔ ایک بلند وخوشنما ٹیلے پر ان ملازموں کے لئے مکانات و باغات وغیرہ بنوائے گئے ہیں جو بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے اب خدمت کرنے کے قابل نہیں رہے اور ان کے گذارہ کے لئے پنشنیں مقرر کردی گئی ہیں۔ بیوہ اور یتیموں کی پرورش کے لئے مستقل فنڈ قایم کردیئے گئے ہیں اور طرح طرح کے خیراتی کاموں کا پورا پورا انتظام کیا گیا ہے۔ اپنے تمام ملازموں سے کرپ ایسا برتاؤ کرتا تھا۔ جیسا کوئی شفیق باپ اپنی اولاد سے کرتا ہے علاوہ کارخانہ کی عظیم الشان عمارتوں اور وسیع آبادیوں کے اسی احاطہ میں جو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ میلوں تک پھیلا ہوا ہے کئی کانیں کوئلے اور لوہے کی بھی موجود ہیں۔ علاوہ ان کانوں کے قریب چھ سو کانیں جرمنی اور ہسپانیہ میں بھی اس شخص کی ملک ہیں۔

لوہے کے پگھلانے کا راز جو اس نے دریافت کیا اور جو اس کارخانہ کے عروج کا باعث ہوا کارخانہ کے خاص ملازموں تک محدود ہے۔ اور جب وہ ملازم مرجاتے ہیں تو ان کی اولاد کو وہ سکھلا دیا جاتا ہے۔ مگر اس راز کو ابھی تک کارخانہ سے باہر بالکل نہیں نکلنے دیا۔ اور دوسرے کارخانہ اس راز کے دریافت کرنے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے۔

شہنشاہ جرمنی قیصر ولیم اول جب اس کارخانہ کی سیر کو آیا تو اس کی وسعت اور عمدگی انتظام دیکھ کر متحیر رہ گیا اور بول اٹھا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میری سلطنت کے درمیان ایک اور سلطنت بھی موجود ہے۔

اِس احاطہ کے چاروں طرف بڑے بڑے پھاٹک لگے ہیں جن پر دوہرے دوہرے پہرے کھڑے رہتے ہیں جو کسی شخص کو بلا پاس کے اندر نہیں گھسنے دیتے۔

یہ کارخانہ آجکل ساری دنیا کی فوجی ضروریات پوری کر رہا ہے بری اور بحری افواج کے کل سامان طرح طرح کی توپیں اور بندوقیں جنگی جہازات اور تارپیڈو کشتیاں وغیرہ سب ہی کچھ یہاں سے مہیا ہوتے ہیں۔ اگر آج دنیا میں ایک نئی سلطنت قایم ہو جائے تو یہ اس کی کل فوجی ضروریات کو بری ہوں خواہ بحری ذرا دیر میں پوری کر سکتا ہے۔ ہر ملک کی گورنمنٹ کے وکلاء سامان جنگ خریدنے اور پرکھنے کے لئے یہاں ہر وقت بنے رہتے ہیں۔ مگر یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ لڑائی ہی کے موقعہ پر کرپ کے کارخانے کو فروغ رہتا ہے اور ایام امن میں اس کا کام کچھ پھیکا پڑجاتا ہے۔ کیونکہ اس کارخانہ کا نصف حصہ تو جنگی سامان کی طیاری میں مصروف رہتا ہے۔ لیکن باقی نصف حصہ میں ہمیشہ وہ لوہے کا کام طیار ہوا کرتا ہے جو ہر وقت خواہ جنگ ہو یا نہ ہو دنیا میں استعمال ہوتا رہتا ہے ریل کے پہیے انجن کے پرزے کلوں کے حصے۔ تجارتی جہازات وغیرہ سب یہاں بنتے اور ساری دنیا میں بھیجے جاتے ہیں۔

یہ یگانہ روزگار کرپ ۱۴ جولائی ۱۹۰۲ء کو ملک عدم کو سدھارا۔ اِسکے جنازہ کے ہمراہ شہنشاہ جرمنی بھی ماتم کرتا ہوا گیا تھا۔

یہ وہ شخص تھا جو ابتدا میں محض ایک مفلس ادنے درجہ کے لوہاری کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ اپنے کارخانہ ہی کی بدولت اس عروج پر پہونچا کہ سلطنتیں ایک اعتبار سے اس کی محتاج بن گئیں۔ کئی سلاطین نے خواہش ظاہر کی کہ اُسے کوئی معزز خطاب دیا جائے مگر اس نے اس کو اپنی شان کے خلاف سمجھ کر نامنظور کر دیا۔ وہ اپنے لئے اس سے بڑھکر اور کوئی امر باعث فخر نہ سمجھتا

تھا کہ ایسے عدیم المثال کارخانہ کا وہ مالک ہے اور ایسی ایسی عجیب وغریب چیزوں کا موجد اُسے مختلف قسم کے ۳۵ تمغے عطا ہوئے تھے۔ مگر ان میں سے ایک کو بھی اس نے کبھی استعمال نہ کیا۔ کرپ عظیم الشان انتظامی قوت اور مستقل مزاجی کے لئے دنیا کی چوٹی کے ناموروں میں شمار ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔

یہ عظیم الشان کارخانہ جو منزلہ ایک چھوٹی سی سلطنت کے ہے اب ایک کم سن لڑکی کی ملکیت ہے۔ جو الفرڈ کرپ کی پوتی ہے اور مس کرپ کے نام سے مشہور ہے۔ کارخانہ کرپ کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے ایک نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ انسان اگر بڑا بننا



(مس کرپ) موجودہ مالک کارخانہ کرپ

چاہے تو اس کا خواہ کوئی پیشہ ہو وہ ترقی کر سکتا ہے یہانتک کہ ایک ناچیز لوہار بھی جس کا پیشہ کہ ہندوستان میں کچھ ایسا معزز نہیں سمجھا جاتا۔ اس قدر عزت حاصل کر سکتا ہے کہ روئے زمین کے حکمران اُسے خطاب دینے کی آرزو کریں اور وہ اسے اپنی خلاف شان سمجھ کر خطاب لینے سے انکار کردے اور دوسرا یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اس اتنی بڑی دولت اور ملکیت کے وارث ایک دوشیزہ لڑکی ہے۔ کیونکہ آخری کرپ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔

پیارے بچو! یاد رکھو کہ کوئی پیشہ ذلیل نہیں ہے اور ہر پیشہ میں رہکر انسان محنت اور دیانتداری سے عروج حاصل کر سکتا ہے +

محنت

محنت ہی سے ہے فلاح دنیا — محنت ہی سے ہے جزائے عقبیٰ
محنت ہی سے عیش جاوداں ہے — محنت ہی سے فایدہ ہے سب کا
محنت ہی سے ہے بہار گلشن — محنت ہی سے ہے یہ پھول پتا
محنت ہی سے ہے تمام کھیتی — محنت ہی سے ہے تمام غلا
محنت ہی سے ہے یہ سب تجارت — محنت ہی سے فایدہ ہے اسکا
محنت ہی سے ہے کنوؤں میں پانی — محنت ہی سے نفع ہے کنوؤں کا
محنت ہی کا نور ہر جگہ ہے — محنت ہی کا ہے یہ سب اُجالا
محنت ہی سے علم نے جہاں میں — محنت ہی سے کل فنوں کا چشما
محنت سے ہے آدمی کی عزت — محنت سے ہے آدمی کا رتبا
محنت ہی سے اصل پادشاہت — محنت ہی سے تاج سلطنت کا
محنت ہی سے سیکھتا ہے انساں — جو سیکھنا اس کو چاہیے تھا
محنت ہے دوائے حفظ صحت — محنت ہے علاج مفلسی کا
محنت ہی سے ہوتی ہے مسرت — محنت ہی ہے راحتوں کا آلا
محنت ہی سے ہے یہ مال و دولت — محنت ہی کا ہے یہ سارا ثمرا
ہوتی نہ چہل پہل جہاں میں — محنت کا وجود گر نہ ہوتا
کر سکتا نہ کوئی کچھ ترقی — جو جس جگہ تھا وہیں پہ رہتا
بنتا نہ کوئی مکاں جہاں میں — غاروں میں ہر ایک شخص رہتا
پتوں سے چھپاتے سب بدن کو — مل سکتا پہننے کو نہ کپڑا
جاہل ہی تمام خلق رہتی — ہوتا نہ وجود علم و فن کا

یہ آج کلیں جو دیکھتے ہو | ان سب کا یہی تو ہے ذریعا
کرتے ہیں جو دل لگا کے محنت | ہوتا ہے انہیں کا نام ہر جا
آتا نہیں کچھ بغیر محنت | ہر شخص نے ہے اسی سے سیکھا
کہتا ہے یہی تو جرمی ٹیلر | محنت ہی سے ہیں تمام اشیا
تحریر کیا ہے سالوس نے | محنت سے ہے تو انگری کا چشما
لکھتا ہے یہی تو کار لایل | ہے خسروی خاص کام میرا
مشکل تو حقیقتاً بہت ہے | آسانی مگر ہے اس میں ہر جا
ہوتی ہے شروع میں تو وحشت | پھر ہوتا ہے سب کو عشق اسکا
ظاہر میں ہے یہ سزائے عصیاں | باطن میں ہے نیکیوں کا بدلا
ہے نام اسی کا جان عالم | ہے نام اسی کا عالم آرا
ہوتا ہے اسی سے وصل دلبر | ہے ہجر اسی کا چھوڑ دینا
سائینس کی ہے اسی سے عظمت | ہے راز یہی تو فلسفہ کا
کہتا ہے یہ سینٹ پال سب سے | بے کام کئے نہ کچھ ملے گا
کاہل ہے بقول جرمی ٹیلر | اک خاک کا ڈھیر اور مُردا

(اے۔ ایم)

بھیڑیا اور مینا

ایک مینا ایک مکان کی چھت پر کھڑے ہوکر نیچے سے گذرنیوالے بھیڑیے کو بہت سخت سست اور نالایم الفاظ کہنے لگا۔ بھیڑیے نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا اور کہا بیہودہ جانور اس میں تو اپنی کچھ بڑائی نہ سمجھ۔ بلکہ اس مکان کو دعا دے جس کی چھت پر تو کھڑا ہے ؎

اخلاق و آداب

طاہر کا خط عبداللہ بن طاہر کے نام

(بقیہ)

خوب یاد رکھو کہ جن لوگوں پر تم حکومت کرتے ہو اُن کے تم محافظ اور خزانچی مقرر کیے گئے ہو۔ جو لوگ تمہاری حکومت کے سایہ میں زندگی بسر کرتے ہیں وہ رعیت اِس لئے کہلاتے ہیں کہ تم ان کے راعی اور نگہبان ہو وہ اپنی آمدنی میں سے جو کچھ تم کو دیتے ہیں اُس سے یہ غرض ہے کہ تم اُس کو ان کی اصلاح حالت اور ان کی بہبودی میں صرف کرو۔ جن لوگوں کو تم ان پر حکومت کرنے کے لئے مقرر کرو وہ ایسے ہونے چاہئیں۔ جن کی رائے صائب ہو جو تجربہ کار ہوں جو اپنے فرائض منصبی سے کامل طور پر واقف ہوں۔ جو سیاست اور حکومت کی قابلیت رکھتے ہوں۔ اور جو دیانتدار اور نیکدل ہوں۔ ان کی تنخواہیں بیش مقرر کرو اور یہ ایک ضروری بات ہے جس سے کبھی تم کو غافل نہیں ہونا چاہئے اگر تم میری اس نصیحت پر عمل کروگے اور اپنے فرائض کو جو تمہارے ذمہ ہیں نہایت مستعدی اور سرگرمی سے انجام دوگے تو خدا اپنی برکتیں تم پر نازل کرے گا۔ اس کی نعمتیں تمہارے لئے روزافزوں ہوں گی۔ تمہاری شہرت اور ناموری تمام دنیا میں پھیل جائے گی۔ آبادی اور سرسبزی عام طور پر تمام ملک میں نظر آئے گی۔ تمہاری حکومت کی آمدنی میں روز اضافہ ہوتا رہے گا تمہارے خزانے بھرپور ہوں گے۔ تمہاری فوج طاقتور ہوگی۔ عام لوگوں کو اپنی فیاضی کے ذریعہ سے تم مسخر کرسکو گے۔ تمہارے انصاف اور تمہاری سیاست کا چرچا دشمنوں میں بھی پھیل جائے گا۔ اور وہ تم کو

رشک اور حسد سے دیکھیں گے۔ ہر ایک ملکی انتظام کے سرانجام دینے کے لئے تمہارے پاس کافی سامان اور کافی قوت مہیا ہوگی۔ پس تم کو لازم ہے کہ میری اس نصیحت پر عمل کرو اور اس طریقہ پر کسی اور طریقہ کو ترجیح نہ دو۔ کیونکہ اگر خدا نے چاہا تو اسکے سبب سے تمہاری تعریف ہر شخص پر جاری ہوگی۔

اپنے ملک کے ہر ضلع میں تم ایک ایسے ستعد شخص کو مقرر کرو جو وہاں کے حاکم کی طرز حکومت اور طریقہ انتظام اور اسکے چال چلن اور دیگر ضروری حالات سے تم کو ہمیشہ مطلع کرتا رہے۔ اس سے فایدہ یہ ہے کہ ہر حاکم اور عامل جو بطور نائب کے تمہاری طرف سے کسی ضلع پر حکومت کرتا ہوگا۔ وہ ہمیشہ یہ خیال کرے گا کہ تم ہر وقت اُس کے سر پر ہو اور اس کی کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے تم خبردار نہ ہوتے ہو۔ اپنے نائبوں اور ملازموں کو جب تم کوئی حکم دو تو ہمیشہ خیال کر لینا چاہئے کہ اس کا کیا انجام ہوگا۔ اگر اس کا انجام تم کو اچھا دکھائی دے تو اس کو فوراً جاری کر دو۔ ورنہ تامل کرو اور ان لوگوں سے مشورہ کرو جو اہل البصیرت اور صاحب علم ہوں غرضیکہ ہر حکم سوچ سمجھ کر دینا چاہئے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب انسان کسی کام کو شروع کرتا ہے تو اس کا اپنی عقل کے موافق اندازہ کر لیتا ہے اور وہ اندازہ غلط ہوتا ہے تو پھر اس کو اپنی مرضی کے موافق سرانجام دیتا ہے اور دوسرا انجام دینا اُس کام کو تباہ کرنا ہوتا ہے۔ انجام پر نظر نہ ڈالنے کا ہمیشہ یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ کام بگڑ جاتا ہی اور اس کی درستی اور اصلاح کا وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ پس تم کو لازم ہے۔ کہ جس کام کو کرو احتیاط اور ہوشیاری سے کرو۔ اور ہر کام کو بذات خود انجام دو۔ ہر کام کے شروع کرنے سے پہلے تمہارا یہ فرض بھی ہونا چاہئے کہ تم اس کے انجام پانے کی خدا سے دعاء مانگو اور اس سے نیکی اور بھلائی کی درخواست کرو۔ آج کا کام تم کو آج ہی انجام دینا چاہئے۔ اور اس کو کل پر نہ چھوڑنا چاہئے۔ کیونکہ کل جو کام تم کو کرنا ہے وہ آج کے کام سے تم کو باز رکھے گا اور اتنی مہلت نہیں دیگا

کہ تم اُس کے ساتھ اس کو بھی انجام کر لو۔ خوب یاد رکھو کہ جو دن گذر گیا وہ اپنا کام بھی ساتھ لے گیا۔ اگر ایک دن کے کام میں ذرا بھی تاخیر ہوتی ہے تو دوسرے دن دو کام کرنے پڑتے ہیں۔ اور ان دونو کا انجام دینا مشکل ہو جاتا ہے اگر تم ہر دن کا کام اُسی دن کرتے رہو گے تو اپنے نفس اور بدن کو آرام دو گے اور تمہارا کوئی کام ادھورا نہیں رہے گا۔ جو لوگ شریف ہوں اور سن رسیدہ اور تجربہ کار ہوں جن کی نیک نیتی اور خیر خواہی اور محبت کا ثبوت بار بار مِل چکا ہو۔ ان کو اپنا خالص دوست اور خیر خواہ سمجھو۔ اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور فیاضی سے پیش آؤ۔ جو شریف آدمی تباہ حال اور مفلس ہو گئے ہوں ان کی اصلاح حالت کی کوشش کرو۔ اور ان کی پرورش اور خبر گیری کرتے رہو۔ محتاجوں اور مسکینوں اور ان لوگوں کا بھی ہمیشہ لحاظ رکھو جو اپنے معاملہ کو تمہارے سامنے پیش کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اور جن کو اپنے حقوق سے آگاہی نہیں ہے۔ ایسی نرمی اور دلجوئی کے ساتھ اُن کا حال پوچھو اور ان کے معاملہ کی تحقیق کرو اور ان کی خبر گیری کے لئے ایسے شخصوں کو مقرر کرو جو نیک نیت اور نیک دل ہوں۔ اور ان کو حکم دو کہ وہ کامل تحقیق کے بعد ان کا انصاف اور رحمدلی سے فیصلہ کر دیں اور ان کی ضرورتوں کو پورا کریں یا مناسب حکم کے لئے ان کے معاملہ کی رپورٹ تمہارے پاس بھیجیں جن لوگوں پر سختی اور مصیبت نازل ہوئی ہو اُن کے اور یتیموں اور بیوہ عورتوں کے لئے اپنے خزانے سے روپیہ مقرر کرو۔ تم ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔ اور ان کو مدد دو اور اُن کی زندگی تلخ اور تکلیف میں بسر نہ ہو اور تمہاری زندگی اور مال میں خدا برکت دے اور تمہیں قیامت کے دن اس کا ثواب ملے۔

بیماروں کے لئے شفاخانہ تعمیر کراؤ جس میں وہ آرام سے رہ سکیں اور ان کی خدمت اور خبر گیری کے لئے شفاخانوں میں ملازم مقرر کرو۔ تاکہ جس چیز کی

ان کو ضرورت ہو۔ وہ فوراً اس کو مہیا کریں۔ ان کے علاج کے لئے ایسے طبیب ملازم رکھو جو تجربہ کار ہوں اور جو اپنے فن میں کامل مہارت رکھتے ہوں۔ ان تمام امور میں تم کو خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ جب تک کہ فضول خرچی اور اسراف کا تم پر الزام نہ لگایا جائے۔

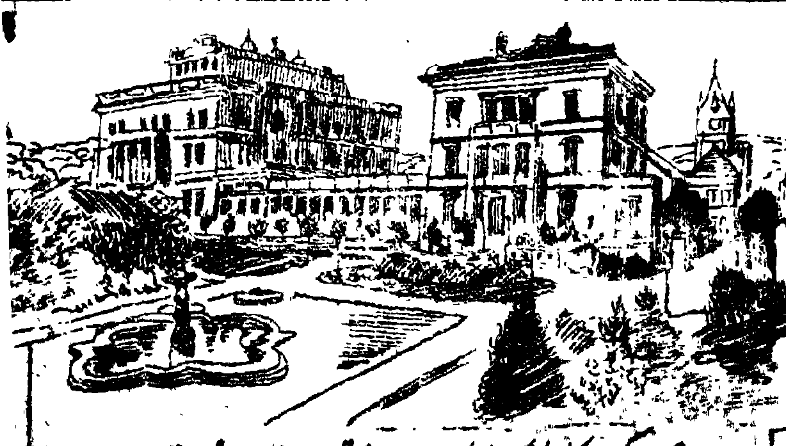
یاد رکھو کہ لوگوں کے حقوق جب بالواسطہ ادا کئے جاتے ہیں تو وہ اس بات پر قانع نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ بذات خود حاکموں کے روبرو پیش ہوکر اپنے معاملہ کو پیش کریں۔ کیونکہ اس طرح حق رسی ہوگی اور اُن کے معاملہ پر کماحقہ توجہ کی جائے گی۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ حکومت کرتے ہیں اور لوگوں کے معاملات کو فیصلہ کرتے ہیں۔ جب اُن کے سامنے بہت سے معاملات پیش ہوتے ہیں اور بہت سے مقدمات کا انبار ہو جاتا ہے تو وہ ان کی کثرت دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں اور پوری توجہ سے ہر معاملہ کو طے نہیں کرتے اور محنت اور مشقت کرنے سے جی چرلاتے ہیں۔ مگر تم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جو شخص خدا کے بندوں سے بے پرواہی کے ساتھ پیش آتا ہے اور ان کے معاملات پر پوری توجہ نہیں کرتا وہ اس شخص کے برابر کبھی نہیں ہوسکتا۔ جو انصاف کے درپے ہے اور جو نیکنامی اور ثواب کا خواہاں ہے پس تم کو لازم ہے کہ تم لوگوں کو بے تکلف اپنے پاس آنے اور عرض معروض کرنے کی اجازت دو۔ اور بالمشافہ اُن سے گفتگو کرو اور ان کے معاملات اور مقدمات پر توجہ کرنے کے لئے اپنے حواس کو جمع رکھو اور ان کے ساتھ نرمی اور مہربانی اور خندہ پیشانی سے پیش آؤ۔ جو سوال تم ان سے کرو۔ وہ نرمی اور آہستگی سے کرو۔ اگر وہ حاجت مند ہوں تو ان کے ساتھ فیاضی کا برتاؤ کرو۔ اور جب کسی کو کچھ دو تو ہمیشہ ہنس مکھ ہوکر دو۔ اور اس پر خوشی کا اظہار کرو۔ اور ان سے نہ کسی معاوضہ کی توقع رکھو نہ ان پر کوئی احسان جتاؤ اگر تم ایسا کروگے

تو یہ ایک ایسی تجارت ہوگی جس کا فایدہ تم آخرت میں پاؤ گے ۔

جو حکمران تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور جو قومیں زمانہ سلف میں برباد ہو چکی ہیں ان کے حالات کو مطالع کرو اور ان سے عبرت حاصل کرو۔ پھر اپنے ہر کام کو خدا کی رضی اور خوشنودی کے دایرہ میں محدود کر دو۔ اس کے احکام پر گردن جھکاؤ اور جس بات سے خدا کی نارضامندی اور ناخوشی کا اندیشہ ہو اُس کو یک لخت ترک کر دو۔ تمہارے نائب جو مال جمع کرتے ہیں۔ اس پر ہمیشہ نظر رکھو۔ ناجایز طریقے سے جمع نہ کرو اور بے جا طور پر خرچ نہ کرو۔ لایق آدمیوں کو اپنی مجلسوں میں شریک کرو اور ان سے مشورہ کرتے رہو۔ نیکیوں کے پھیلانے میں مستعدی کے ساتھ کوشش کرتے رہو۔ تمہارے سب سے زیادہ مقرب اور عزیز دوست وہ لوگ ہوں جو تمہارے عیبوں کو دیکھ کر اُن کے ظاہر کرنے میں کبھی باک نہ کریں اور خلوت اور جلوت میں ہمیشہ حق بات کہیں اور اس کی پرواہ نہ کریں کہ نکتہ چینی کرنے سے تم اُن سے ناراض ہو جاؤ گے۔ اگر ایسے آدمی تم کو دستیاب ہوں تو یہ سمجھ لینا کہ وہ تمہارے نہایت خیر خواہ دوست ہیں اور ان کی قدر کرنا تمہارا فرض ہے۔ جو عامل اور محاسب اور کاتب تمہارے پاس روزانہ آتے ہیں ان کے لئے دن کا ایک خاص وقت مقرر کرو۔ تاکہ وہ اپنی ضرورتوں کو تمہارے سامنے پیش کر سکیں اور رعیت اور اضلاع کے حالات سے تم کو مطلع کر سکیں جب کوئی معاملہ تمہارے سامنے پیش کیا جائے تو اپنی پوری قوت اس کے سمجھنے اور اس کی نسبت حکم دینے میں صرف کرو۔ اور پوری توجہ اس بات پر مبذول کرو کہ اُسکا فیصلہ کیا ہونا چاہیے۔ بار بار اُس پر غور و فکر کی نظر ڈالو اور انصاف اور ہوشیاری سے اس کو طے کرو۔ جس معاملہ میں کوئی شبہ ہو اس کو سوچنے اور تحقیق کرنیکے لئے دوسرے وقت پر اٹھا رکھو۔ اپنی رعیت میں سے کسی آدمی پر احسان نہ جتاؤ۔

اور اپنے احسان کا حوصلہ تم رعیت سے چاہو۔ تمہاری تمام فیاضیاں جو رعیت کے ساتھ ہوں وہ صرف اسی بات پر محدود ہونی چاہئیں۔

میں آخر میں یہ بات لکھنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ تم میرے اس خط کو بار بار پڑھو اور خوب سمجھ کر پڑھو اور جو نصیحتیں اور ہدایتیں میں نے اس میں درج کی ہیں ان پر عمل کرو اور ہر کام میں جس کو تم انجام دینا چاہو۔ خدا سے مدد مانگو اور اس سے نیکی اور بھلائی کی درخواست کرو۔ کیونکہ خدا کی رحمتیں اور برکتیں انہیں لوگوں پر نازل ہوتی ہیں جو نیک اعمال کرتے ہیں۔ غرضیکہ تمہاری زندگی کا ہر کام ایسا ہونا چاہئے جس سے خدا کی رضامندی اور خوشنودی حاصل ہو۔ تمہاری قوم کی ترقی اور نیکنامی ہو۔ غیر مذہب اور غیر قوم کے جو لوگ تمہاری حکومت کے سایہ میں زندگی بسر کرتے ہیں ان کو بہبودی اور رفاہ و آسایش حاصل ہو۔ ملک میں انصاف اور امن وامان کی روشنی پھیلے۔ میں اب دعا کرتا ہوں کہ خدا ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔



مسٹر کرپ کا پرائیویٹ مکان۔ (متعلق مضمون صفحہ ۳ تا ۸)

نوشت و خواند

پڑھنا کس طرح چاہیئے

بعض طالب علم دوسروں کی نسبت بہت ترقی کر جاتے ہیں۔ یہ بات کچھ تو قدرتی لیاقت پر منحصر ہے جو جسمانی طاقت کی طرح کسی میں کم ہوتی ہے کسی میں زیادہ۔ مگر زیادہ تر پڑھنے کی اچھی بُری عادت پر منحصر ہے۔ اس بارے میں چند نصایح ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ **پڑھنے کا وقت مقرر کرو۔** سکولوں اور کالجوں میں ہر ایک سبق باقاعدہ طور پر ہوتا ہے ہر ایک طالب علم کو گھر پر بھی اسی اصول پر کاربند رہنا چاہیئے ہم نہایت عمدہ طور پر پڑھ سکتے ہیں۔ اگر ہم پڑھنے کے لئے اوقات مقرر کریں سب سے عمدہ وقت سب سے مشکل مضامین کے لئے ہونا چاہیئے۔ نیند سے جاگنے کے بعد صبح کے وقت عموماً طبیعت یکسو ہوتی ہے بعض نوجوان بعض اوقات دو تین گھنٹوں تک ایک ہی سبق میں مشغول رہتے ہیں۔ حتےٰ کہ وہ بالکل تھک جاتے ہیں اور پھر تقریباً اتنا ہی وقت بیکاری اور غفلت میں صنایع کرتے ہیں۔ اس طرح بہت سا وقت ضایع ہو جاتا ہے۔ بہت سا آرام کرنے کی بجائے طبیعت کو مختلف اشغال سے تروتازہ کرنا چاہیئے۔

۲۔ **سوچ سمجھ کر پڑھو۔** یہ ایک عام غلطی ہے کہ مطلب سمجھنے کے بغیر طوطے کی طرح پڑھا جاتا ہے۔ بعض اوقات اقلیدس یاد کرنے میں بھی طریقہ برتا جاتا ہے پس یہ بات ضروری ہے کہ نتیجہ کامیابی ہو۔ امتحان کے وقت مشکل پڑتی ہے

اور اس طالب علم کے کہ جس نے طوطے کی طرح سبق یاد کیا ہو۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے ہیں۔

جو کچھ پڑھو اس کا مطلب اور مدعا سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر مطلب سمجھ میں آجائے تو الفاظ آسانی سے یاد ہو سکتے ہیں اور دیر تک یاد رہ سکتے ہیں۔

۳۔ پڑھتے وقت اپنی توجہ کو قایم رکھو۔ بہت سے طالب علم ایسے ہیں جن کے خیالات ایک معمولی شور سے یعنی مکھی کے بھنبھنانے سے ہی اپنی کتابوں سے اکھڑ جاتے ہیں۔ بہت سا وقت اس طرح بغیر پڑھنے کے ضایع ہو جاتا ہے۔ اپنے خیالات کو قابو میں رکھنا سیکھو۔ اور ان کو مضمون پر جمائے رکھو۔ جب خیال پریشان ہونے لگے۔ اس کو فوراً واپس لاؤ۔ ہر ایک طالب علم اس قابل ہے کہ اگر اس کو کسی ایسے کمرے میں جہاں کہ بہت سے لوگ بات چیت کر رہے ہوں۔ بٹھا دیا جاتا ہے۔ تو اس کی توجہ اپنی کتاب سے بالکل ادھر ادھر نہ ہو۔

۴۔ کامیاب ہونے کا ارادہ کرو۔ وہ دل قابل قدر ہے جو امیدوں سے بھرا ہوا ہے۔ فرانس میں ایک ضرب المثل ہے کہ آدمی ہر ایک کام جو وہ سوچتا ہے کر سکتا ہے وہ طالب علم جو ذرا سی بات پر دل شکستہ ہو جاتا ہے۔ ضرور ہے کہ ناکامیاب ہو۔ علم کا مندر ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ جو کوئی وہاں پہنچنے کا طالب ہو ضروری ہے کہ اس کو مشکلوں کا سامنا ہو۔ اگر وہ پہلی دفعہ گر پڑے تو اس کو پھر کوشش کرنی چاہیے۔ پھر کرنی چاہیے۔ حتےٰ کہ وہ ضرور کامیاب ہو جائے گا۔

۵۔ ہر ایک سبق کو پورے طور پر پڑھو۔ ایک لڑکا نظم کا ایک ٹکڑا حفظ کرنا چاہتا ہے وہ ایک طریقے سے یاد کرتا ہے اور بڑی مشکل سے اس کو دہرانے کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن جلدی ہی اس کو بھول جاتا ہے۔ ایک طالب علم اقلیدس

ں ایک شکل کو پڑھ لیتا ہے۔ لیکن وہ شکل کی ساخت کو نہیں دیکھتا۔ اور
س سے ایک سرسری اور عارضی سمجھ حاصل کرتا ہے۔ جو خود اس کے دل پر موثر
نہیں ہو سکتا۔ گہری نظر سے ایک صفحہ کا سمجھ لینا سرسری نظر سے دیکھے ہوئے
س صفحوں سے زیادہ قیمتی ہے۔

۶۔ اپنے آپ پر بھروسہ رکھو۔ سُست لڑکوں میں یہ عام عادت ہے کہ وہ
بعض فقروں کی تشریح کے لئے یا حساب کے سوالات حل کرلینے کے لئے اپنے
ہم جماعت محنتی لڑکوں کی مدد کے طالب ہوتے ہیں۔ بعض حالتوں میں اگرچہ وہ
متحان میں سوالوں کے جوابات لکھنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ لیکن اُن پر
س عادت کا نہایت مضر اثر پڑتا ہے۔

گھر پر دوسروں کے ساتھ مل کر پڑھنے کی عادت بہت خراب ہے۔ ایسی
حالتوں میں درحقیقت صرف ایک یا دو محنت کرتے ہیں۔ اور باقی کے صرف
سنتے رہتے ہیں۔ اپنا کام آپ کرنا سیکھو۔ زندگی کے کاموں میں اپنے آپ پر
بھروسہ رکھنا اور اپنے آپ کو ان کاموں کے لئے تیار کرنا تعلیم کا اعلےٰ مدعا
ہے۔

۷۔ کبھی کبھی اپنے سبقوں پر نظر ثانی کیا کرو۔ ہر ایک نیا سبق پہلے سبق
کے اثر کو حافظے سے زائل کر دیتا ہے۔ اِس لئے ضروری ہے کہ کبھی کبھی اپنے
سبقوں کو دُہرا کر اُس اثر کو تازہ کیا جاوے۔ اِس طرح سے کل سبق کا ضروری
مطلب اور مدعا حاصل کر سکتا ہے اور یاد رہ سکتا ہے۔ وہ طالب علم جو اِس فرض
سے غافل ہے۔ اِس آدمی کی طرح ہے جو بگولے میں گھرا ہوا اپنے گرد ایک چھوٹا
سا چکر دیکھتا ہے۔

سبقوں کو دہرانے کی قدر خاصکر امتحان کے موقعہ پر جا کر معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ قلم کا زیادہ استعمال کرو۔ حافظے پر کسی مضمون کا اثر پیدا کرنے کے علاوہ کسی طالب علم کی لیاقت کی جانچ کرنے میں یہ بہت ہی کار آمد ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ میں اس میں کامل ہو گیا ہوں۔ لیکن جب وہ اپنے خیالات کو کاغذ پر ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے تو فوراً رہ جاتا ہے۔ یونیورسٹی کے امتحان عموماً تحریری لئے جاتے ہیں پس کامیابی حاصل کرنے کے لئے بڑی بھاری مشق درکار ہے۔

۹۔ خدا سے دعا مانگو۔ بیکن جو کہ ایک بڑا بھاری خلاسفر تھا اپنی زندگی میں خدا سے مدد مانگنے میں بڑا مستعد تھا۔ اور اس کو یہاں تک ضروری سمجھتا تھا کہ اس نے "طلبا کی دعا" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ ہندوستان کے لوگ دعا کے اور بھی زیادہ معتقد ہیں۔ اس لئے سب نوجوانوں کو اپنی کامیابی اور بھلائی کے لئے ہمیشہ خدا سے دعا مانگنی چاہئے۔

جغرافیہ

[نمبر ۹۔ پانچ سمندر]

۱۔ یہ دیکھو دنیا کا نقشہ ہے۔ اس میں تم بڑے بڑے سمندروں کو دیکھ سکتے ہو

۲۔ بھلا گنو تو کتنے ہیں۔ ایک دو تین۔ چار اور پانچ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ بحر اطلانٹک۔ بحر الکاہل۔ بحر ہند۔ بحر منجمد شمالی اور بحر منجمد جنوبی۔

۳۔ بحر اطلانٹک میں جہاز بہت چلائے گئے ہیں۔ اور اس سمندر کا حال سب سے زیادہ دریافت ہو سکا ہے۔ اس اکیلے ایک سمندر میں جتنے جہاز چلے ہیں اتنے باقی کے اکٹھے چاروں سمندروں میں بھی نہیں چلے۔

۵۔ اگر تم انگلستان سے امریکہ کو جاؤ گے تو اس سمندر کو عبور کرو گے۔ کل تین

ہزار میل کی مسافت تمہیں طے کرنی ہوگی۔

۵۔ یہ سمندر پرانی دنیا کو نئی دنیا سے جدا کرتا ہے۔ جس کولمبس کا بیان جولائی اور اگست ۱۹۰۲ء کے بچوں کے اخبار میں چھپ چکا ہے وہ پہلا شخص تھا جنے مع اپنے ہمراہیوں کے اس سمندر کو عبور کیا۔ اس واقعہ کو چار سو برس سے زاید ہوئے ہیں۔



۶۔ بحر الکاہل بحر اطلانٹک سے بہت بڑا ہے وہ اور بھی تمام سمندروں سے بڑا ہے۔ اتنا بڑا ہے کہ تمام دنیا کی ساری زمینیں اُس میں سما جائیں۔

۷۔ اس سمندر میں بہت سے خوبصورت مقامات ہیں جو ہر شکل کے ہیں۔ اور بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی۔ ان میں سے بعض میں ایسے اچھے اچھے اور پرفضا مناظر بھی ہیں جن کی نظیر دنیا کے اور حصوں میں نہیں ملتی

۸۔ بحر ہند ایشیا کے جنوب میں واقع ہے یہ دنیا کا سب سے گرم حصہ ہے طوفان وہاں بکثرت آتے رہتے ہیں اور بعض مرتبہ جہازوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

۹۔ بحر منجمد شمالی اور بحر منجمد جنوبی دنیا کے سب سے زیادہ سرد حصوں میں ہیں ایک بہت دور بالکل شمال میں واقع ہے اور دوسرا بہت دور بالکل جنوب میں دونوں سمندر برفانی ہیں۔

حفظ صحت

آنکھوں کی حفاظت کیلئے چند اصول

مفید ہے :-

۱۔ سبز و سیاہ رنگ کا دیکھنا۔
۲۔ سویرے اٹھ کر سیر کرنا۔
۳۔ چاندنی کی طرف دیکھنا۔
۴۔ دوستوں کا دیدار
۵۔ مرغوب طبع یعنی دل کو پیاری چیزوں کا دیکھنا۔
۶۔ پاؤں کو اچھی طرح دھونا۔
۷۔ روزمرہ دانت مانجھنا۔
۸۔ صبح شام نہانا۔
۹۔ بعد کھانا کھانے کے آنکھوں پر گیلا ہاتھ پھیرنا۔
۱۰۔ صاف اور عمدہ پانی میں غوطہ لگا کر آنکھوں کو کھول کر دیکھنا۔
۱۱۔ سرمہ کا باقاعدہ استعمال کرنا۔
۱۲۔ ورزش کا بلاناغہ کرنا۔

۱۳۔ جرابوں کا پہننا۔

۱۴۔ صبح اٹھتے ہی کسی عمدہ چیز کا کھانا۔

۱۵۔ بعد حجامت کے سر پر بادام روغن یا روغن کدو ملنا۔

۱۶۔ صبح اٹھ کر باسی پانی کا پاخانہ سے پہلے پینا۔

۱۷۔ صبح ناک کے ذریعہ پانی کا گھونٹ لینا۔

۱۸۔ سرمہ سیاہ کا بلاناغہ استعمال کرنا۔

۱۹۔ پاؤں سر اور ماتھے پر روزمرہ تیل ملنا۔

۲۰۔ باقاعدہ پوری نیند کا لینا۔

۲۱۔ کھانا چبا چبا کر کھانا۔

۲۲۔ پاخانہ کا کھل کر آنا۔

۲۳۔ اپنی میز پر مرغوب طبع سبز چیز یا پھولوں وغیرہ کا رکھنا اور گاہے گاہے اوپر نظر ڈالنا۔

پنڈت پران ناتھ ساز راز جالندھر شہر۔

کتے کی دعوت

ایک شریف آدمی نے اپنے ایک دوست کی دعوت کی۔ اس کے کتے نے بھی اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اپنے دوست کتے کو مدعو کر دیا جب مہمان کتا اپنے دوست کیساتھ باورچیخانہ میں پہونچا تو اُسنے خیال کیا کہ اتنا کھانا کھانا چاہیے جو ایک ہفتہ کے لئے کافی ہو۔ اتنے میں باورچی کی نظر اسپر پڑ گئی اور اُسنے پیچھے سے دبے پاؤں جا کر اسے اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینکدیا۔ یہ بیچارہ بھونکتا چلاتا گلی میں بھاگا اسکی آواز سے اور کتے جمع ہوگئے اور سبھوں نے دعوت کا حال دریافت کر لیا۔ اسنے کہا کہ میں شراب اتنی پی گیا تھا کہ مجھے کسی قسم کا ہوش نہ رہا تھا اور یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ میں گھر سے باہر کیسے آیا"۔

روئے زمین کے باشندے

۳۔ جاپان کے باشندے

جاپان کے باشندے زرد فام و پستہ قد ہوتے ہیں۔ رخسار کی ہڈی اُن کی اٹھی ہوتی ہے بال اور آنکھیں سیاہ ہوتی ہیں۔ معمولی درجہ کے لوگوں کا ناک چپٹی ہوتی ہے اور داڑھی چھوٹی ہوتی ہے۔ شرفا اور فوجی لوگ زیادہ حسین ہوتے ہیں اور ان کے سر بڑے پیشانی چوڑی۔ ناک سوئے کی سی اور ہونٹ مہین ہوتے ہیں۔ کسان اور کاشتکار زیادہ قوی ہیکل ہوتے ہیں اور ان کے چہرے چپٹے ہوتے ہیں اور چوڑے۔ بھویں نیچی اور ہونٹ موٹے ہوتے ہیں۔

اعلےٰ طبقہ کے لوگ نہایت ذہین ہوتے ہیں اور ہر ایک چیز کو بہت جلدی سیکھ لیتے ہیں۔ انہیں تحصیل علم کا ازحد شوق ہے اور ترقی کی وہ ہر وقت کوشش میں رہتے ہیں۔

جاپانی اعلےٰ درجہ کے خوش خلق لوگ ہیں اور جن سے ملتے ہیں انہیں ہمیشہ خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جنگجو اور دلیر ہوتے ہیں اور اپنی عزت کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ یہ اسی پاس عزت کا باعث تھا جو اگلے زمانہ میں جاپان میں جب کسی شخص سے کوئی بیجا فعل سرزد ہوتا تھا تو وہ بادشاہ کے عتاب اور لوگوں کے طعن سے بچنے کے لئے اپنے چند احباب کو جمع کرکے اپنے ہاتھ سے اپنے پیٹ میں چھری بھونک لیتا تھا اور جب تڑپنے لگتا تھا تو کوئی منجھا ہوا جلاد بعد میں اُسکا

سر کاٹ دیا کرتا تھا۔ احباب اس غرض سے جمع کئے جاتے تھے کہ وہ گواہ رہیں کہ ملزم نے اپنے ہاتھ سے اپنی قربانی کرلی۔

جاپانی عورتیں ایک حد تک حسین ہوتی ہیں۔ طبیعت ان کی سادی ہوتی ہے۔ ذہین ہوتی ہیں۔ وضعداری کا خیال رکھتی ہیں اور ہمیشہ خندہ پیشانی رہتی ہیں۔ دانتوں میں مسی لگاتی ہیں اور بالوں کا جوڑا خاص ترکیب سے باندھتی ہیں۔ یورپین لیڈیوں سے یہ قد و قامت میں چھوٹی اور نازک تر ہوتی ہیں۔

مزدور پیشہ اور کاشتکار لوگ امرائے سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ سخت محنتی ہوتے ہیں اور بڑے بڑے بوجھ اٹھا لیا کرتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے اہل جاپان عام اس سے کہ مرد ہوں یا عورت امیر ہوں یا غریب ضعیف بہت جلد ہو جاتے ہیں۔ تیس برس کی عمر میں انہیں بڑھاپا آجاتا ہے اور چہرے پر جھریاں پڑجاتی ہیں



جاپانیوں کا لباس اب رفتہ رفتہ یورپین ہوتا جاتا ہے تاہم عوام کا اور خصوصاً ان لوگوں کا لباس جو پائے تخت سے فاصلہ پر رہتے ہیں وہی قدیم ہے اگلے زمانہ میں مختلف مدارج کے لوگوں کے لباس کے لئے مختلف رنگ مخصوص ہوا کرتے تھے۔ لیکن وہاں کا عام لباس جسے امیر و غریب اور زن و مرد سب پہنتے تھے "کمونوں" کہلاتا تھا۔

چوٹخنوں تک کا ایک نیچا کرتا ہوا کرتا تھا۔ اور جس کی آستینیں بطور جیبوں کے استعمال ہوتی تھیں۔ امرا ریشم کے "کمنوں" پہنتے تھے اور غربا سوت کے۔ جاڑوں میں کپڑوں پر کپڑے پہن لیتے ہیں۔ کمر کے گرد ایک کمربند لپیٹ لیا کرتے ہیں برسات میں چٹائی یا موم جامہ کی برساتی اوڑھ لیتے ہیں۔ پیروں میں وہ لوگ اونچی کھڑاواں پہنتے ہیں لیکن ہرکارے اور دوڑ دھوپ کرنیوالے ملازم عموماً مثل کشمیر والوں کے گھاس کے جوتے پہنتے ہیں۔ ان جوتوں کو کشمیر میں پولے کہتے ہیں اور اُنسے پہاڑ کے پتھروں پر سے پیر نہیں پھسلتا یہ بہت جلد گھس جاتے ہیں۔ لیکن نئے پولے پہاڑی لوگ بنا بھی بہت جلد لیتے ہیں + (باقی آیندہ)

ننھے بچّوں کا صفحہ

"لوریاں"

عرب کی عورت بچہ کو یوں سُلاتی ہے

(جسے سید امجد علی صاحب اشہری نے بچوں کے اخبار کیلئے نظم کیا ہے)

سو جا میرے آنکھوں کے تارے — میٹھی نیند تو سو جا پیارے
جیسے حاجی دادی مینا میں — سوتے ہیں تو لے میٹھی نیندیں
تیری آنکھ نہ دیکھے غم کو — صبح ہونے تک خیر سے تو سو
میرے پیارے کرسان کے بچّے — پالنے میں آرام سے سو لے

ریشمی بستر چھوٹا بچھونا اُس پہ مبارک تجھ کو ہو سونا



(عرب کی عورت بچہ کو یوں سلاتی ہے)

حسن بدیعی کہئے تجھ کو پھول ربیعی کہئے تجھ کو

قلعہ میں تو محفوظ ہو دائم — نیند سے تو محفوظ ہو دائم
تجھ پہ حفاظت بچہ ہو رب کی — نیند مبارک ہو تجھ کو شب کی
پاس نہ آوے دکھ تیرے — ساتھ ہو ہر دم سکھ تیرے
رب کی طرف سے رحمت پائے — حق کی طرف سے برکت پائے
وہ جو خدائے ارض و سما کا — وعدہ کو اپنے پورا کرے گا

سو جا بچے نیند سے سو جا
آنکھوں کے پیارے نیند ہی سو جا

جنٹلمین چوہا

(منظومہ جناب منشی محمد عبدالرزاق صاحب بیدار سابق تخلص مسکین جبلپوری)

ایک جنٹلمین چوہا تھا کہیں — یار باش و خوش مزاج و مہ جبیں
آسمانِ حسن کا تھا آفتاب — تھا حسینانِ جہاں میں انتخاب
زندہ دل زندہ سخن زندہ خیال — تھی پسندِ خلق اُس کی چال ڈھال
تھی لطافت سے نہ خالی کوئی بات — تھا ظریف الطبع وہ نیکو صفات
تھا بڑا ہی فلسفی و منطقی — کب کسی کی مانتا تھا وہ کبھی
تھا بڑا شاطر وہ ہر ایک بات میں — نامور تھا لیڈریوں کی گھات میں
لوٹتا تھا سیر کے پورے مزے — گھر میں اُس کے پاؤں جمتے ہی نہ تھے
کالر و نکٹائی تھی زیب گلو — سوٹ پورا خوشنما خوب خوبرو
آنکھ پر عینک لگائے ہر گھڑی — ہاتھ میں رہتی تھی پتلی سی چھڑی
بینڈ باجے کا بہت مشتاق تھا — اور کرکٹ میں بڑا مشتاق تھا

بادہ خواری کا بہت کچھ ذوق تھا — مے کی الفت میں سراپا شوق تھا
چھپ کے چوری سے پیا کرتا مدام — بادہ خواری سے ہمیشہ اسکو کام
تھے خباثت میں بھی حضرت لاجواب — مفت کی ہر وقت پیتے تھے شراب
ایکدن گھر سے چلے اِس گھات میں — تھا مخمر ان کی یہ عادات میں
خم میں جا کر یک بیک وہ گر پڑے — ولولے دل میں جو تھے جاتے رہے
خم نے ان کی سب بھلا دی جست و خیز — ڈھونڈھتے تھے ہر گھڑی راہ گریز
کی بہت کوشش نکلنے کی مگر — چل سکے حضرت نہ پھر بھی انچہ بھر
اتفاقاً ایک بلی کا گزر — ہو گیا تقدیر سے اُس راہ پر
دیکھ کر چوہے کو یہ آیا خیال — ہو رہی ہے زندگی اپنی وبال
کر کے حیلہ کوئی فقرہ دیجیے — کام اپنا اس سے اسدم لیجیے
سوچ کر بلی کو یہ آواز دی — اے انیس و مہربان و مشفقی
اک نظر للہ ہو جانے اِدھر — رحم کر اب تو ہمارے حال پر
خم میں گر کر ہو گیا ہوں میں نڈھال — کر کے تدبیر اسمیں سے مجھ کو نکال
سنکے بلی نے کہا اے نوجواں — میں بھلا دے سکتی ہوں تجھکو اماں
بے سبب کیوں وقت کو ضائع کروں — جان تیرے واسطے دیتی پھروں
ہاں اگر تو لقمہ ہونا کر قبول — تو کروں کچھ فکر میں اے بوالفضول
اپنی محنت کا صلہ پا جاؤں میں — یعنی تجھ کو بیدھڑک کھا جاؤں میں
شرط یہ منظور ہو تجھ کو اگر — تو میں اپنے کام پر باندھوں کمر
سن کے چوہے نے دیا اُسکو جواب — مہربان و ذی حشم عالی جناب
کیا نہیں معلوم ہے تم کو کہ میں — خم میں سڑ کر ہو گیا جسوقت ٹیں
لوگ میرے بعد مجھ کو جابجا — یہ کہیں گے یہ بہت کم ظرف تھا

کیسی ذلت سے ہوئی اسکی وفات / اس سے بڑھکر کیا ہے بدنامی کی بات
میری یہ غیرت نہیں کرتی قبول / خم کے اندر جان دوں اپنی فضول
ہاں اگر ہو موت مردانہ مری / اور ہو اس میں میری نام آوری
پھر نہیں ہے جان دینے میں دریغ / میری گردن آپکی ہے تیز تیغ
چاہتا ہوں قوم یہ کہنے لگے / مر گیا ہم قوم لڑکر شیر سے
کیوں اکارت جائے خم میں میری لاش / آپ کھائیں شوق سے اے خوش معاش
الغرض یہ عہد و پیماں کرکے بس / بلی نے پھیلا دیئے دستِ ہوس
ایک غوطے میں اُسے لائی نکال / رکھ کے کھانیکا کیا دل میں خیال
تلخئے مے کر گئی تھی کچھ اثر / آگئیں بلی کو چھینکیں وقت پر
چھینک میں مشغول تھی بلی ادہر / چل دیا آہستہ سے چوہا ادھر
بلی نے دیکھا جو چوہے کو فرار / ہاتھ سے جاتا رہا صبر و قرار
پیچ کھاتا تھا بہت بلی کا دل / ہو رہی تھی سخت دل میں منفعل
کہتی تھی اے میرے چوہے ہے کدھر / کیا نہیں قایم ہے تو اقرار پر
کیوں نہیں لقمہ میرا ہوتا ہے تو / کس لئے آتا نہیں ہے رو برو
دیکھ یہ اچھی نہیں ہے دل لگی / سچ تو کہہ تجھ سے مری تھی کیا بدی
کیا یہی تھا قول مجھ سے جانِ من / دیکھ پیارے بیوفا ناحق نہ بن
سنکے چوہے نے کہا اے نیکذات / سن لے میری اک گھڑی تو ایک بات
بیوفا ہوں میں تو ہوں میں بدچلن / بد روش ہوں میں تو ہوں میں بدسخن
درحقیقت عہد تھا میرا ضرور / خم میں جسدم پھنس گیا تھا اے حضور
لیکن اُس دم نشے سے میں چور تھا / ہوش سے اپنی بہت ہی دور تھا
ہوش ہی مجھ کو اگر ہوتا جناب / خم کے اندر سے نکل جاتا شتاب

نشہ میں یوں تو بہت قول و قرار ۔۔۔ ہوتے رہتے ہیں مگر کیا اعتبار
کیا نہیں تم نے سنا یہ بار بار ۔۔۔ ہے شرابی کا نہیں کچھ اعتبار

بچوں کی مجلس

"تو یہ ہیرا تمہارا ہے"

کسی زمانہ میں ایک شخص تھا جو اپنی نیک نیتی کی وجہ سے بہت مالدار ہو گیا تھا۔ جب وہ ضعیف ہوا اور زندگی پر بھروسہ نہ رہا تو اس نے اپنی جایداد اور کل قیمتی اشیاء کو تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دیا منجملہ تمام اشیاء کے ایک قیمتی ہیرا تھا۔ جس کو نکال کر اُس نے علیحدہ رکھ دیا اور ایک عجیب طریقہ سے اُس کی تقسیم کی۔ اس نے کہا تم تینوں میں سے جو کوئی تین ماہ کے اندر نہایت شریفانہ کام کرے گا یہ ہیرا اُسی کو ملے گا۔ سب کوشش کرنے لگے کہ کوئی ایسا کام کریں جسکے صلہ میں ہم یہ ہیرا لے لیں۔ آخرکار جب وقت معینہ آیا تو سب نے اپنی کارگذاری سنائی اور سب سے بڑے لڑکے نے کہا۔ کہ

"اے باپ۔ ایک شخص جاہل شخص نے جو مجھ سے بالکل ناواقف تھا مجھے ایک روپیوں کی تھیلی سپرد کی اور کہا کہ وہ وقت معینہ پر لے لیگا نہ اُس نے کوئی یادداشت لکھی نہ رسید لی جو سند ہوتی۔ اگر میں چاہتا تو اس کی امانت واپس نہ دیتا۔ مگر میں نے وقت معینہ پر فوراً اُسے واپس کر دی اور نہ اُس سے کوئی معاوضہ لیا اگرچہ وہ بہت اصرار کرتا تھا۔"

باپ:- "تمہارا یہ کام انصاف کا تھا"

دوسرا لڑکا:- "پیارے باپ! ایک روز میں اپنے باغ کے نزدیک کی جھیل کے کنارہ ٹہل رہا تھا کہ دفعتہً ایک ننھا سا لڑکا اُس میں گر پڑا۔ اُس کی ماں زار زار رونے لگی۔ اس پر مجھے رحم آیا اور میں بغیر اپنی جان کا خوف کئے ہوئے فوراً کود پڑا اور بچہ کو نکال کر اس کی مضطرب ماں کے حوالہ کیا۔ جس نے مجھے بہت دعائیں دیں۔ باپ! کیا یہ شریفانہ کام نہ تھا۔

باپ:" پیارے بیٹے! یہ صرف انسانی ہمدردی کا مقتضیٰ تھا۔

پھر سب سے چھوٹا لڑکا یوں گویا ہوا۔ کہ ایک روز اندھیری رات میں میں اک عمیق اور خوفناک تالاب کے کنارہ ٹہل رہا تھا کہ میں نے اپنے جانی دشمن کو وہیں سوتا ہوا پایا۔ اللہ تعالےٰ نے اس وقت میرے دل میں رحم ڈال دیا اور میں نے تالاب کی جانب کھڑے ہوکر اُسے جگایا تاکہ اگر وہ دفعتہً اسطرف کروٹ لے تو میں روک سکوں اور اس کو وہاں سے اٹھا کر پھر ایک محفوظ مقام پر سلا دیا۔ اگر میں انتقام لینا چاہتا تو یہ موقعہ میرے لئے غنیمت تھا۔ مگر میں نے اس کا خیال تک بھی نہ کیا۔

میرے پیارے بیٹے:- "لو یہ ہیرا تمہارا ہے"

راقم۔ م۔ احنیفی میرٹھی۔ از مدرسۃ العلوم علیگڈھ

"غرور کا سر نیچا"

ایک دولت مند کا لڑکا اپنے باپ کی قبر پر بیٹھا تھا۔ اور ایک فقیر کے لڑکے سے جو اپنے باپ کی قبر پر بیٹھا تھا۔ کہتا تھا کہ میرے باپ کی قبر کا صندوق پتھر

کا ہے اور منقش ہے اور فرش خوبصورت اور ہشت پہلو اینٹوں سے جڑا ہوا ہے تیرے باپ کے قبر میں کونسی ایسی چیز ہے دو اینٹیں رکھ کر ذراسی مٹی ڈال رکھی ہے۔ غریب کے لڑکے نے یہ سنکر ایسا جواب دیا کہ امیر کا لڑکا خاموش ہوگیا۔ اُس نے کہا "تیرا باپ ان بھاری پتھروں کے نیچے سے اپنے آپ کو نکالتا ہی رہے گا کہ میرا باپ بہشت میں جا داخل ہوگا" (کیونکہ اُس کے باپ کی قبر میں دو اینٹیں ہی تھیں۔ اِس لئے جلد وہ اٹھ کھڑا ہوگا۔) پس امیروں کو غریبوں کی طرف کبھی غرور سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ نہ اُن کے سامنے اکڑنا چاہئے۔ ان کی مفلسی پر ہنسنا نہ چاہئے۔ کیونکہ دیکھئے امیر کو غریب نے کیسا جواب دیا۔ ؎

کوئی بے بہا شال میں مست ہے
کوئی اپنی ہی کھال میں مست ہے

راقم۔ فیاض احمد خریدار بچوں کا اخبار ع ۱۴۶

بُروں کی صحبت سے پرہیز لازم ہی

بُری صحبت زہریلے سانپ سے بھی زیادہ بُرا اثر پیدا کرتی ہے اور بُرے کی رفاقت کا نتیجہ ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی کہانی سے ظاہر ہوگا۔ ایک نیکدل صوفی بیچارہ ایک ہی رات کی صحبت بد سے رسوا ہوگیا۔ ایک کمینہ بد اصل کہیں راہ میں چلا جاتا تھا۔ اتفاقاً ایک صوفی سے اس کی ملاقات ہوئی اس نے پوچھا۔ اے یار تو کہاں جاتا ہے صوفی نے کہا کہ گجرات اور وہاں سے اجین جاؤں گا۔ اُس کمینے نے کہا کہ اگر کہو تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔

کیونکہ مجھے بھی وہاں جانا ہے۔ صوفی بولا میرے سر آنکھوں پر۔ انشاء اللہ تعالےٰ تجھے بخیر و خوبی منزل مقصود پر پہنچا دوں گا۔ صوفی کچھ روپیہ بطور سفر خرچ کے لیکر اس کے ساتھ روانہ ہوا شام کے وقت وہ دونوں ایک گاؤں میں پہنچے اور کسی بنئے کی دوکان پر اُترے۔ اتنے میں ایک اہیرنی مٹکا سر پر لئے ہوئے آنکلی اور ان دونوں سے کہنے لگی کہ میرا گھر یہاں سے کچھ فاصلے پر ہے اور اب رات ہوگئی ہے۔ اگر تمہاری مرضی ہو اور تم اجازت دو تو میں بھی رات کی رات یہاں ٹھیر دوں وہ بولے کہ بہت اچھا کچھ مضایقہ نہیں جگہ بہت ہے۔ اپنی دہی کی ہانڈی ہمارے پاس ادھر کو رکھ دے۔ تاکہ کُتے بلی سے محفوظ رہے۔ اور تو ادھر ہوکر سو رہ یہاں کتے بہت ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تیرا دہی کھا جاویں۔ چنانچہ اہیرنی اپنی ہانڈی ان کو سونپ کر آپ سو رہی۔ کمینے آدمی نے رات کو اٹھ کر ہانڈی کا دہی چاٹ لیا۔ اور تھوڑا سا صوفی کے ہاتھ منہ کو لگا کر چپ چاپ سو رہا۔ جب صبح ہوئی تو یہ تینوں اکٹھے اُٹھے۔ اہیرنی نے جو ہانڈی اُٹھائی تو دیکھا کہ وہ خالی ہے اور دہی ندارد ہے۔ اپنا سر پیٹنے لگی اور دونوں کے منہ کو دیکھنے لگی۔ جب خوب دھیان کیا تو دیکھا کہ صوفی کا ہاتھ منہ دہی سے بھرا ہوا ہے اور کچھ نہ پوچھا اور اٹھتے ہی صوفی کو داڑھی سے پکڑ لیا اور خوب لتاڑا اور غل مچانے لگی۔ اور کہنے لگی کہ تو نے میرا دہی کھایا ہے اور فوراً ہانڈی کو پھوڑا۔ اور اس کا گھیرا صوفی کے گلے میں ڈال اُسے بازار میں لاکر کھڑا کیا۔ صوفی بیچارہ بے قصور سخت نادم ہوا اور اس کمینے کی رفاقت سے سخت پچھتایا اور پشیمان ہوا۔ جو کوئی بازار میں چلتا ہوا آیا وہ صوفی کو پھٹکارتا اور لعنت ملامت کرتا۔

نتیجہ) بُرے سے نیکی نہیں ہو سکتی جس طرح سانپ کو دودھ پلانے سے دودھ کا زہر بن جاتا ہے۔ اسی طرح بُرے سے نیکی کرنی بُرائی ہو جاتی ہے۔ اور

برخلاف اس کے گائے کو خشک گھاس کھلانے سے دودھ بن جاتا ہے۔ یہ
دودھ بننا گھاس پر منحصر نہیں۔ بلکہ اس کی ذاتی اصلیت پر منحصر ہے اسی طرح
سانپ کو دودھ پینے سے دودھ کا زہر بنجانا سانپ کی اصلیت ظاہر کرتا ہے
الراقم:۔ پنڈت پران ناتھ جماعت دوم مڈل دوآبہ ہائی سکول شہر جالندھر عمر ۱۱ سال

تین دیوؤں کی کہانی

(پچھلی اشاعت سے آگے)

اِن دیوؤں کے کام سے یہ نوآبادبستی بہت جلد مالامال ہوگئی۔ مکانات تیار
ہوگئے فرش بن گئے۔ دروازے اور کھڑکیاں تعمیر ہوئیں۔ بستر سے۔ میزیں اور
چارپائیاں۔ صندوق کرسیاں وغیرہ کثرت سے تیار ہوگئیں۔ مرد اور عورتیں چونکہ
اب انہیں زیادہ محنت سے کام نہیں لینا پڑتا تھا۔ کئی مختلف چیزیں بنانے
لگیں۔ جن کی انہیں پہلے ضرورت تھی۔ مگر کم فرصتی کے سبب سے بنا نہیں
لیتے تھے۔ اِس لئے ان کا اور دیوؤں کو ملازم رکھنے کے لئے تلاش کرنا کوئی
عجیب بات نہیں تھی۔

وہ اکافلس سے ہمیشہ اور دیوؤں کی بابت دریافت کرتے رہتے تھے کیونکہ
ہر وقت اُن کے پاس موجود رہتا تھا اور کبھی اُڑکر کہیں چلا نہیں گیا تھا۔
یمکافلس لوگوں کے سوالات سے دق ہوکر اُڑ جایا کرتا تھا۔

لوگوں نے اور دیوؤں کی تلاش میں پہاڑوں کی چوٹیاں اور وادیاں چھان
ڈالیں۔ مگر کوئی دیو نہ ملا۔ ایک دن اکافلس نے حسن سے کہا کہ میں ایک دیو کو جانتا
ہوں جو بڑا بہادر تیز اور چالاک ہے اور یمکافلس کی طرح نہیں ہے جو آج یہاں

ہے توکل کہیں اور تمام دیوؤں سے زیادہ مضبوط ہے۔ مگر خوفناک بھی ہے۔

حسن:۔ تو پھر میری اور اُس کی کسی طرح نہیں نبھے گی۔"



اکافلس:۔ اگر تم اسے اپنے ہاتھوں پر ڈال لو۔ تو وہ تمہارے بڑے کام آئے گا۔"

حسن:۔ کیا وہ پہاڑی کے اوپر چڑھ سکتا ہے۔"

اکافلس۔ ہاں ایسی ہی آسانی سے جیسا کہ میں نیچے جا سکتا ہوں۔"

حسن:۔ اور یہ دیو کون ہے ؟"

اکافلس۔ (افسوسناک لہجہ میں)"افسوس وہ میرا اپنا ہی بیٹا ہے۔"

حسن:۔ وہ کہاں رہتا ہے؟"

اکافلس:۔ تم اُسے صرف طلسم کے زور سے لا سکتے ہو۔ اور اگر تم نے زیادہ احتیاط سے کام نہ لیا۔ تو وہ تمہیں مار ڈالیگا۔"

حسن:۔ کیا وہ ایسا ہی تندخو ہے۔"

اکافلس:۔ بہت۔ اُسکی سانس نہایت گرم ہوتی ہے اور اس کے رکھنے میں ہم دونوں بھائیوں سے زیادہ خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔"

حسن کی بیوی:۔ کیا ہمیں اُس کو تنخواہ دینی پڑے گی۔"

اکافلس:۔ نہیں۔ وہ بغیر تنخواہ کے کام کرے گا۔ لیکن وہ جب تک شعلہ خیز کوئلوں کے اوپر نہ بیٹھا ہوا ہو۔ کام نہیں کر سکتا۔"

یہ سنکر حسن کا ایک چھوٹا سا لڑکا بول اٹھا۔ یہ کیسا عجیب دیو ہے۔ کیا کوئلوں سے وہ جل نہیں جاتا۔"

اکافلس:۔ نہیں۔ بلکہ آگ کو جس قدر تیز کروگے اُسی قدر اس کی طاقت بڑھ جائیگی۔ مگر جونہی آگ سرد ہوئی۔ اس کی قوت بھی کم ہو گئی۔"

حسن نے اپنے گھر والوں سے اچھی طرح مشورہ کر کے آخر یہ فیصلہ کیا کہ اس عجیب غریب دیو سے ہمیں کچھ فایدہ نہیں ہے اور اس لئے اُس کا نہ لانا ہی بہتر ہے۔ لیکن ایک موقع پر جب انہیں بہت سے پتھر پہاڑی کے اوپر لیجانے پڑے تو حسن نے مجبوراً اکافلس سے وہ طلسم پوچھا جس کے ذریعہ سے اُس کا طاقتور بیٹا قابو میں لایا جا سکتا تھا۔

اکافلس ”یہ طلسم سیدھا سادہ ہے۔ مگر تمہیں ڈرنا نہیں چاہیئے۔“

حسن ”نہیں ہم بالکل نہیں ڈریں گے۔“

اکافلس ”تو پھر میرے جسم سے تھوڑا سا خون نکال لو۔“

حسن کی بیوی ”کبھی نہیں۔“

اکافلس ”نہیں اس میں مضایقہ ہی کیا ہے۔ تھوڑا سا ہی ہوگا۔“

حسن ”پھر ہمیں کیا کرنا ہوگا۔“

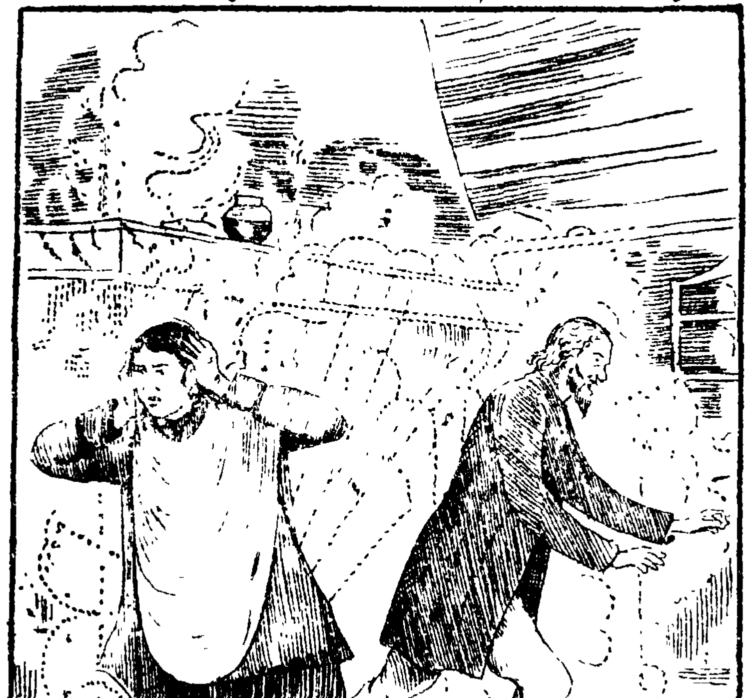
اکافلس ”اس کو ایک لوہے کے برتن میں ڈال کر آگ پر چڑھا دینا۔“

پہلے تو وہ یہ قابل نفرت کام کرنے پر رضامند نہ ہوئے۔ مگر آخر ضرورت سے مجبور ہو کر انہوں نے ایسا کیا۔ اُن کو یہ معلوم کر کے بڑا اطمینان ہوا کہ خون کے نکالنے سے دیو کو کچھ بھی ضرر نہیں پہونچا۔ خون نکال کے انہوں نے ایک برتن میں ڈال دیا۔ اور آگ پر چڑھا دیا۔ اور نتیجہ کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد انہیں گانے کی آواز سنائی دی جس سے وہ ڈر گئے۔ پھر لوہے کے برتن سے ایک بادل نمودار ہوا جو رفتہ رفتہ بہت بلند ہوتا گیا۔ حتےٰ کہ غائب ہو گیا۔ مگر دیو کہیں نظر نہ آیا۔

پس وہ اکافلس کے پاس گئے اور کہنے لگے۔ کہ جادو نہیں چلا۔ اُس نے پوچھا کہ تم نے عمل کس طرح کیا تھا۔ انہوں نے جو کچھ کیا تھا بیان کیا۔ اکافلس کہنے لگا۔

”کیا میں نے تمہیں نہیں تبلایا تھا کہ میرے بیٹے کو جب تک قید میں رکھا جاتے وہ کام نہیں کرتا؟ میں تمہیں تھوڑا سا اور خون دیتا ہوں۔ اُسے حسب سابق لوہے کے برتن میں ڈال کر آگ پر رکھ دینا اور اس کے اوپر چینی کو مضبوطی سے ڈھانک دینا۔ پھر دیکھنا کہ وہ آتا ہے یا نہیں۔“

جو کچھ نیک دل دیو نے کہا تھا۔ انہوں نے کیا۔ اس دفعہ برتن ٹکڑے
ٹکڑے ہو گیا۔ جس سے تمام کمرہ میں دھواں پھیل گیا۔ حسن کی بیوی کے سر



میں سخت چوٹ آئی اور خود حسن کے ہاتھ کو ضرر پہنچا۔ آخر وہ نہایت بدحواس
ہو کر اکانلس کے پاس گئے۔

اکا فلس نے کیا میں نے تمہیں پہلے ہی نہیں تبلا دیا تھا کہ میرا بیٹا بڑا خوفناک اور مضبوط ہے۔ اور اگر تم اُسے کوئی کام کرنے کے لئے نہ دوگے تو وہ شرارتیں کریگا پس تمہیں چاہیئے کہ اُسے فوراً گھمانے کے لئے ایک دستہ دید یا کرو۔"

حسن اور اس کی بیوی نے اکا فلس کے کہنے کے مطابق عمل کیا اور اکا فلس کا بیٹا جس کا نام سکا فلس تھا۔ تمام کام خاطر خواہ انجام دینے لگا۔ کیونکہ وہ نہایت مضبوط بہادر اور دلیر تھا۔ اُس کے لئے پہاڑی سے اترنا اور اس کی چوٹی پر چڑھنا ایک معمولی کام تھا۔ لوگ جو کچھ اُسے کرنے کے لئے کہتے وہ بڑی مستعدی سے اس کی تعمیل کرتا۔ اگر وہ ٹھہر جاتا تو وہ اُسے باہر نکال دیتے۔ ورنہ وہ اپنے قیدخانہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔

کچھ عرصہ کے بعد لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ مکا فلس کی بہت کم ضرورت واقع ہوتی تھی۔ کیونکہ حسن اور اس کے دوست سکا فلس کو پسند کرنے لگے مکا فلس جس کام کو کرتا تھا نہایت عمدگی اور مستعدی سے کرتا تھا اور اس کی ذات پر انسان پورا اعتماد کر سکتا تھا۔

اکا فلس اب تک نہایت کارآمد اور ساتھ ہی اس کے نہایت ارزاں ثابت ہوتا رہا۔ مگر قوت اور محنت و جفاکشی کے اعتبار سے اُس کا بیٹا سکا فلس اُس سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ کتنا ہی کام کیوں نہ ہو اُس کے کرنے سے وہ کبھی بھی نہ تھکتا تھا۔ مگر شرط یہ تھی کہ اُسے کھانے کو کوئلے ملے جائیں اور چلانے کے لئے ایک پہیہ۔

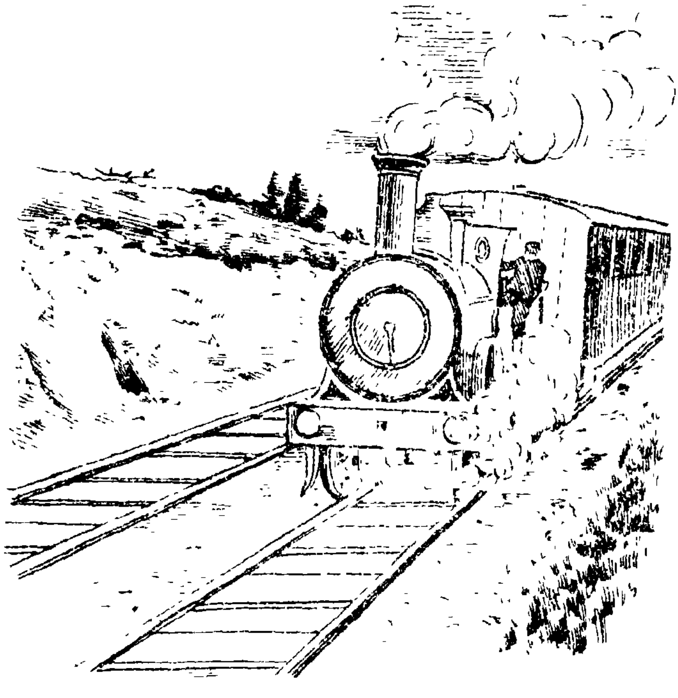
اب بھلا بتاؤ کہ یہ تینوں دیو کون تھے ان کے اوصاف سنکر شاید تم سمجھ گئے ہوگے۔ پہلا دیو یعنی اکا فلس تو بہتا ہوا پانی ہے جو ہمیشہ نشیب کی طرف بہتا ہے اور اپنے بہاؤ میں بڑے بڑے قومی ہیکل دیوؤں کے کام کرتا ہے پن چکیاں

چلاتا ہے۔ آٹا پیستا ہے لکڑی چیرتا ہے۔ اور طرح طرح کے کام کرتا ہے۔ مگر ہموار زمین پر آکر رک جاتا ہے اور بلندی پر نہیں چڑھ سکتا۔ اس کا بھائی مکافلس دراصل



ہوا ہے جو ایک بڑی قوت کی چیز ہے اور جہاں جاتی ہے وہاں اپنا زور کرتی ہے یہاں تک کہ پانی سے بھی کبھی کبھی خوب کشتیاں لڑتی ہیں اور اس کی موجوں میں

طوفان برپا کر دیتی ہے۔ جب ان دو دیوؤں کو تم نے پہچان لیا تو تیسرے یعنی سکا فلس کو بھی پہچان گئے ہوگے۔ جو بجز بھاپ کے دوسری چیز نہیں ہو سکتی اور پانی اور حرارت سے پیدا ہوتی ہے۔

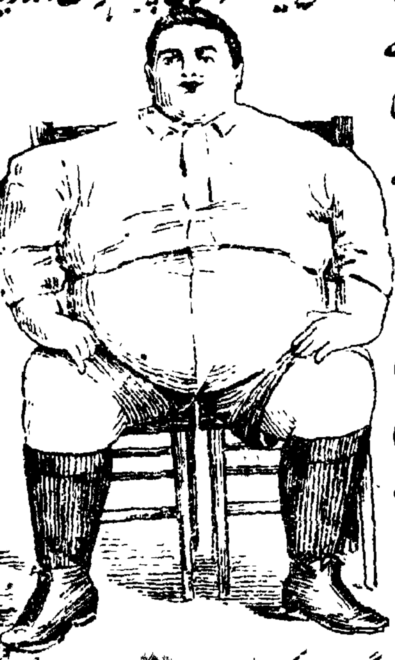


یہ تینوں دیو حقیقتاً بڑے بڑے دیو ہیں جو اب بھی رات دن انسان کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ انسان کو کبھی ایسے نوکر نہیں ملے جیسے کہ یہ ہیں جو ایسی عمدگی سے رات د[illegible]مت کرتے ہوں۔ اتنا بہت سا کام کرتے ہوں۔ اتنا کم پریشان کرتے ہوں اور اس قدر ارزاں پڑتے ہوں +

"دُنیا بھر میں موٹا لڑکا"

ہماری یہ تصویر ولیم ہیرس کی ہے۔ جو بلا شبہ دنیا میں سب سے موٹا لڑکا ہے۔ اِس کی عمر اٹھارہ برس کی ہے اور ۵۹۰ پاؤنڈ وزنی ہے۔ اس کا قد ۵ فٹ چار انچ ہے اور کمر کا دور ۱۰۱ انچ اور چھاتی کا گھیر ۶۰ انچ ران کا گھیرا چوالیس انچ کا ہے اور پنڈلی کا بائیس انچ۔

ولیم ہیرس ڈوکوان۔ اِل کے متصل ایک مزار میں پیدا ہوا تھا۔ وہ زیادہ تندرست رہا ہے اگرچہ ولادت کے وقت صرف سات پونڈ وزنی تھا اس کے خاندان والوں میں سے کوئی بھی ایسا موٹا شخص پیدا نہیں ہوا لڑکا خوب لکھا پڑھا ہے۔ جب اُس کا بدن پھیلنا شروع ہوا تو دیہاتی سکول میں کوئی بھی کرسی اتنی بڑی نہ تھی جس میں وہ سما سکتا۔



اب اُسے مجبوراً دو معمولی چوکیاں استعمال کرنیکی ضرورت پڑی ہے۔ گھر میں وہ ایک چارپائی ہے جو خاص اُسکے واسطے بنائی گئی ہے۔ جب وہ ایک سرائے میں جا کے ٹھہرا تھا تو پہلی رات وہ چارپائی جو جس کے اوپر وہ سویا تھا بوجھ کے مارے ٹوٹ گئی تھی۔

تیار شدہ چیزیں خرید کر فوراً جو استعمال میں لا سکتا ہے۔ کالر کے بٹن نکٹائی اور جیبی رُمال ہیں۔

تعلیم و تربیت

طبعزاد مولوی محب حسین ایڈیٹر معلم نسواں

نہیں ہے مقابل زمیں کوئی ملک لنڈن کا   نہیں ہم مرتبہ علم و ہنر میں کوئی جرمن کا
بلا تعلیم نسواں مرد لایق ہو نہیں سکتے   ازل سے تا ابد ہے ساتھ اس چولی کا دامن کا
محب کیا فایدہ سیکھی جو انگریزی زباں تو نے   درختوں کا نہ تجھ کو علم حیواں کا نہ معدن کا

دیگر

ابتدائی تربیت کے ہیں نتیجے نیک و بد   طفل ہی استاد ہے گویا جوان و پیر کا

دیگر

جاہل کیواسطے ہیں ترقی کے باب بند   دنیا بغیر علم کے زنداں نہ ہو تو کیا
کافی ہے ہم کو جامہ علم و ہنر محب   داماں قبا و جیب و گریباں نہ ہو تو کیا

دیگر

ہوتا گر ہند میں تعلیم صناعت کا رواج   حال اس قوم کا ایسا نہ پریشاں ہوتا
ہوتے ہم تو کبھی پردہ نسواں کے خلاف   گر مکانوں ہی میں تعلیم کا ساماں ہوتا
دل میں پاکیزہ خیالات جو بوتے رہتے   تو بھی مزرعۂ افتادہ گلستاں ہوتا

دیگر

بازار میں خرد کے نہیں کوئی قدر اسپ   ہے موت عالموں کی زمانہ جہول کا
بے علم و فضل شیخ [illegible] جبے سے فایدہ   ہے بار پشت خر پہ حماقت کی جھول کا
یورپ ہے آج سب سے تمدن میں بلند   دیکھا نتیجہ علم و ہنر کے حصول کا

دیگر

ہے بہت سہل حسینوں پہ تو آنا دل کا   دلبر علم سے مشکل ہے لگانا دل کا

یوں تو آسان ہے ہر کام کا آغاز مگر ایک ہی کام میں مشکل ہے لگانا دل کا
فطرتاً دل ہی جو بد ہو تو کرے کیا تعلیم کیا معلم کے ہے قابو میں بنانا دل کا

دیگر

خلوت میں یہ کتاب کا کیا فایدہ ہے کم باتوں میں اس جلیس کے دل تو بہل گیا

دیگر

یہ حبس دائمی پردہ ہے مانع تعلیم مگر نہ کوئی مسلماں اسے بُرا سمجھا
خدا نے دی جسے دنیا میں علم کی دولت وہ اپنے سامنے قاروں کو بھی گدا سمجھا

دیگر

معنی سمجھ کے پڑھتا تو ہوتا کوئی اثر کیا فایدہ جو طفل کو قرآں رٹا دیا

دیگر

اٹھ گئے ہر علم و فن کے سب امام مجتہد قوم میں ہر ایک لیکن ننگ آبا رہ گیا

دیگر

بڑھ جائیں گرچہ حسن میں شمس و قمر سے آپ علم و ہنر نہیں تو ہیں بد تر حجر سے آپ
بوسیدہ ہڈیوں پہ بزرگوں کے فخر کیا آراستہ نہیں ہیں جو علم و ہنر سے آپ
بچوں کی تربیت تو سمجھتے نہیں ہیں فرض امید خیر رکھتے ہیں جاہل پسر سے آپ

ہماری زندگی درختوں پر منحصر ہے

(از جناب سید محمد فاروق صاحب حیدرآبادی)

اگر کوئی شخص سرسری نظر سے بھی دیکھے گا تو اُسے اس مسئلہ کے ثابت کرنے میں کسی طرح کی مشکل نہ واقع ہوگی کہ درخت اور پودوں پر حضرت انسان کی زندگی

کادارومدار ہے یہ بات تو علے العموم تسلیم کر لی گئی ہے اور غالباً اس سے کسی کو انکار بھی نہ ہوگا کہ درختوں سے ہماری روزمرہ کی بہت سی ضرورتیں رفع ہوتی ہیں کیونکہ لکڑی فطرت کا ایک ایسا عطیہ ہے جس سے ہم بیشمار اشیا اپنے آرام و آسایش کے لیئے تیار کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بلا اُس کے ہم کو انتہا تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ بہر حال یہ بات تو ہر شخص ماننے کو طیار ہے کہ درخت جن سے ہم لکڑی حاصل کرتے ہیں ہماری زندگی کے لیئے باعث آسایش ہیں۔ مگر ہمارا یہ کہنا کہ ان پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے۔ ایک ایسا زبردست لیکن بظاہر لغو دعوے ہے جس سے سطحی باتوں پر غور فرمانے والے حضرات غالباً ہرگز ہرگز متفق نہ ہونگے وہ کہیں گے کہ اس میں شک نہیں کہ درختوں سے بہت سے فایدے حاصل ہوتے ہیں اور قدرت نے انہیں ہماری راحت کا بہت بڑا ذریعہ بنایا ہے۔ مگر یہ کہنا کہ ہماری راحت کا بہت کچھہ دارومدار بلکہ ہماری بیش قیمت زندگی کا انحصار ان ناتراشیدہ کندوں پر ہے محض ہذیان سرائی ہے۔ مگر ان حضرات کو موجودہ زمانہ کی تحقیقات سائنس کی طرف رجوع لانا چاہیئے۔ موجودہ سائینس نے اس قسم کے بیشمار مسئلے حل کئے ہیں جو سرسری نظر سے دیکھنے میں غیر ممکن معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ہیں وہ بجائے خود نہایت صحیح اور سچے اور اب ان میں کسی قسم کی غلطی کا احتمال باقی ہی نہیں رہا۔ کیونکہ اس زمانہ کی تحقیقات میں صرف قیاسی باتوں ہی سے کام نہیں لیا جاتا۔ بلکہ چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کی تحقیقات میں بھی تجربہ سے کام لیا جاتا ہے۔ آجتک جو باتیں پایہ تحقیق کو پہونچی ہیں انہیں گویا آنکھ سے دیکھ لیا گیا ہے۔ جس میں کسی طرح چون وچرا کی گنجایش ہی نہیں۔ اس لیئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم موجودہ سائینس کے مسئلوں کو تسلیم کریں اور جب اُن کا تسلیم کیا جانا مسلم ہوگیا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ کوئی شخص مذکورہ بالا

مرکا منکر ہو اور کہے کہ درختوں اور پودوں پر ہماری زندگی کا انحصار نہیں۔

واضح ہو کہ موجودہ تحقیقات علم کیمیا کے رو سے یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ ہم جو ہوا سانس کے ذریعہ سے اپنے جسم میں لیجا کر نکالدیتے ہیں وہ وہاں سے غلیظ ہو کر نکلتی ہے۔ ہمارے دوبارہ سانس لینے کے لئے پھر ویسے ہی صاف ہوا کی ضرورت ہے اس لئے اگر یہ غلیظ ہوا صاف نہ ہو تو سخت دقت کا سامنا ہو۔ اگر ہم ایسی غلیظ ہوا کو سانس کے ذریعہ سے اپنے جسم میں لیجاتے ہیں تو صحت پر اُس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ مگر خدا نے جو کہ مسبب الاسباب ہے جو جو اشیا پیدا کر کے جن جن خدمات لوان کے سپرد فرمایا ہے وہ سب ہر وقت اپنے اپنے موقع سے انجام پاتی رہتی ہیں چنانچہ یہ کٹ پتلیاں (درخت) بھی دنیا کے اسٹیج پر اپنا پارٹ نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے کیا کرتے ہیں۔ اور ان کے سپرد یہ خدمت ہے کہ جو ہوا انسان سانس لیکر غلیظ کر دیتے ہیں۔ اُسے صاف کیا کریں۔

جس طرح ہمیں اپنی قیام زندگی کی غرض سے آکسیجن کے سانس لینے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح درختوں اور پودوں کی بقا کے لئے ضرورت ہے کاربن کی۔ جب ہم سانس لیتے ہیں تو ایک خاص مقدار ہوا کی ہمارے جسم کے اندر جاتی ہے۔ اس ہوا کا آکسیجن جسم کے فضلہ سے ملکر کاربانک ایسڈ گیس بنجاتا ہے اور اُسے ہم سانس کے ذریعہ سے باہر نکال دیتے ہیں۔ اسی کاربانک ایسڈ گیس کو جو کاربن اور آکسیجن کا کمپونڈ ہوتا ہے درخت اور پودے جب دھوپ نکلتی ہے جذب کرتے ہیں اور کاربن کی چونکہ اُنہیں خود ضرورت ہوتی ہے اس لئے اُسے رکھ کر صاف آکسیجن کو اپنے جسم سے نکال دیتے ہیں۔ اور پھر اس صاف شدہ آکسیجن کو ہم استعمال کرتے ہیں۔ غرضکہ یہ کبھی نہ ختم ہونیوالا سلسلہ اسی طریق سے قائم رہتا ہے۔ ہم ہوا کو غلیظ کرتے ہیں اور بیچارے درخت اُسے

پھر صاف کرکے اس قابل بناتے ہیں کہ ہم اُسے استعمال کرکے اپنی زندگی قایم
رکھ سکیں۔ اِس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ہماری بقائے حیات کے لئے درختوں
اور پودوں کی کسی قدر ضرورت ہے۔
سائینس کے محققین نے اس مسئلہ کو بالخصوص مثل آئینہ کے صاف کرکے
دکھادیا ہے۔ چنانچہ اگر شیشہ کے گولے میں کسی چھوٹے سے جانور کا بچہ اور کوئی
ننھا سا پودہ رکھ کر اس گولے کو اس طرح بند کردیں کہ ہوا بھی نہ جاسکے تو ندکورہ
بالاطریق پر وہ دونوں زندہ رہیں گے اور اُس کے ساتھ ہی نشو و نما بھی پاتے
رہیں گے۔ جانور کا بچہ جو غلیظ ہوا اپنے جسم سے نکالیگا اُسے پودہ پھر صاف
کردے گا اور اس طرح اس بچہ اور پودے کے نشو و نما پانے اور قایم رہنے کے
اسباب مہیا رہیں گے ✦

ایک بیل اور مینڈک

(تمثیل منظوم)

ایک مینڈک تھا جسے ناحق غرور ... خاک سمجھے تھا وہ سب کو بے شعور
دیکھ کر اک گاؤ پرواری کہیں ... اور بھی سر میں بڑھا اُسکے فتور
پھول کر پھیلا کے اپنا جسم زار ... بیل سے کہنے لگا کہیئے حضور
کیا تن و توش آپ کا سایہ نہیں ... زرہی میں اب ہے میری کیا قصو
بیل مینڈک سے یہ سنکر ہنس پڑا ... پھر کہا اے غوک ناداں بے رش
پھول کر ہو بیل تو ممکن نہیں ... عقل سے یہ بات باہر ہیں نے د
سچ ہے قصر غیر کی رفعت کو دیکھ ... (نتیجہ) سر کو اپنے رشک سے کیجے نہ چو

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک دو روپے چھ آنے - قیمت فی پرچہ ۳ ر

بچوں کا اخبار

نمبر ۲۸

بابت ماہ اگست ۱۹۰۷ء

مرتبہ منشی محبوب عالم

ایڈیٹر پیسہ اخبار

لاہور

خانہ پیسہ اخبار کے مطبع خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی عبد العزیز مینیجر نے چھاپکر شائع کیا

بچوں کا اخبار

حیوانات درند و چرند کے حالات کا سلسلہ

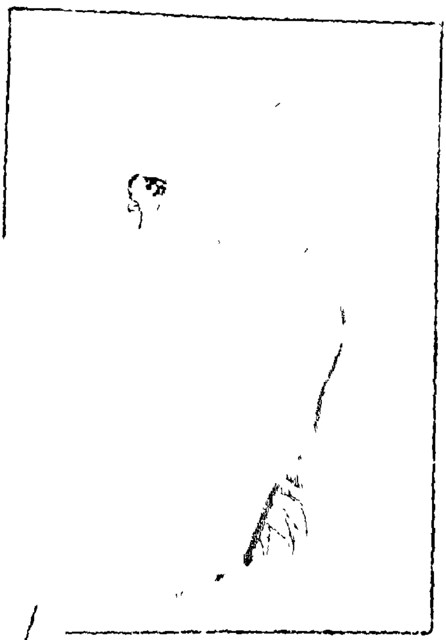
۲۳- سانبر

نے اپنے آپ کو اپنے ملک پر فدا کر دیا۔
علیمی و تمدنی حالت میں اُس نے ایک انقلاب عظ
الی۔ بنگالی زبان میں مدارس کے طلبا رکے
میں۔ ہندو بیواؤں کے دوبارہ شاد
واجی کو بند کرنے کی کوشش کی۔

یہ ایک ہرن کی قسم کا جانور ہے۔ جو یورپ وغیرہ کے اُونچے پہاڑوں میں پایا جاتا ہے۔ اسکا چمڑا بڑی کارآمد چیز ہے اور شیشہ وغیرہ کے صاف اور اُجلا کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ جانور خطرناک اور سیدھے پہاڑوں پر بھی نہایت بے دھڑک اور تیزی سے چڑھ جاتا ہے اور اس وجہ سے بڑی مشکل سے پکڑائی دیتا ہے۔

حیوانات پرند کے حالات کا سلسلہ

۲۳- رنگین کبوتر



رنگین کبوتر نہایت خوبصورت پرند ہے جو بحرِ ہند کے جزائر میں پایا جاتا ہے۔ یہ اپنا گھونسلا درختوں پر بناتا ہے اور پھلوں اور دانوں کو کھاکر پرورش پاتا ہے۔ بیر سے اسے بہت اُلفت ہے۔ اس کے سر پر ایک رنگین کلغی بھی ہوتی ہے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

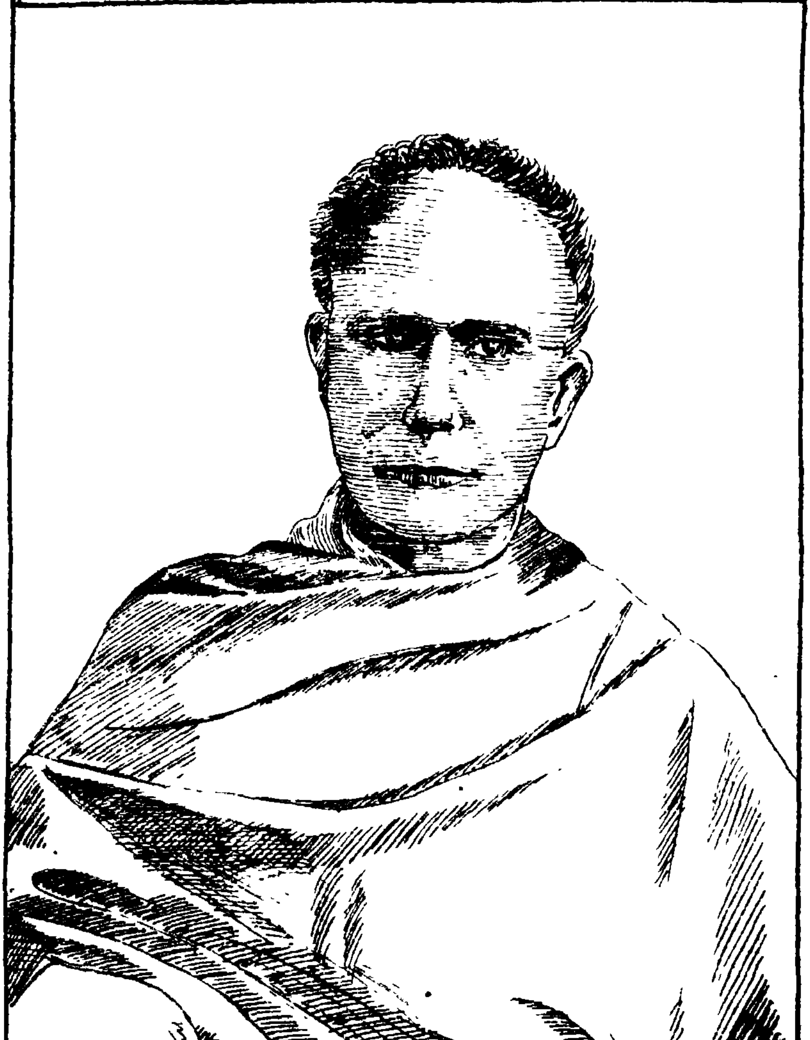
ایشور چندر ودیا ساگر

ایشور چندر ودیا ساگر ہندوستان کے اُن نامور لوگوں میں سے ہے کہ جنکی ابتداء بہت ہی ادنیٰ تھی مگر جو محض اپنی ہمت و کوشش سے اعلےٰ رُتبہ پر پہنچے اور اپنی قوم و ملک پر اپنے آپ کو فدا کر کے حقیقی عزت پانے کے مستحق ثابت ہُوئے۔ ودیا ساگر یعنے بحر العلوم یا علم کے سمندر کا لقب اہل ملک سے حاصل کیا۔ ودیا ساگر نے اپنے آپ کو اپنے مُلک پر فدا کر دیا۔ وُہ بہت بڑا مصلح تھا۔ بنگال کی تعلیمی و تمدّنی حالت میں اُس نے ایک انقلابِ عظیم پیدا کر دیا۔ جدید بنگالی لٹریچر کی بُنیاد ڈالی۔ بنگالی زبان میں مدارس کے طلباء کے لئے کثرت سے درسی کتابیں تصنیف کیں۔ ہندو بیواؤں کے دوبارہ شادی کے طریقہ کو رواج دینے اور کثیر الازدواجی کو بند کرنے کی کوشش کی۔ چونکہ اس بزرگ کی برسی کلکتہ میں ۲۸۔ جولائی ۱۹۰۵ء کو ہُوئی ہے اور اُس کی زندگی کے حالات بچوں کے لئے خالی از دلچسپی نہ ہونگے۔ بلکہ جنہیں بڑا بننے کا شوق ہے۔ اُنکے لئے بھی مفید ثابت ہونگے۔ اِس لئے اُن حالات کو ذیل میں قلمبند کیا جاتا ہے۔ تاکہ بچے فائدہ اُٹھائیں۔

ودیا ساگر صُوبہ بنگال کے ضلع مدناپور میں ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوا۔ اِس کے ماں باپ یُوں تو قوم کے برہمن تھے۔ مگر زندگی نہایت مفلسی کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ جب اُس کی عمر آٹھ برس کی ہُوئی تو اُس کے ماں باپ اُسکو سنسکرت کالج

ہیں داخل کرنے کے واسطے کلکتے آئے - اس کالج میں اُس نے چند سال تک تعلیم پائی اور بہت محنت سے کام کیا - اس کالج میں طالبعلموں سے بہت سختی سے محنت لیجاتی تھی - چونکہ یہ ایک غیر معمولی ذہانت کا لڑکا تھا - اس وجہ سے اسکا باپ اس سختی کو اُس کے حق میں بہت مفید اور ضروری سمجھتا تھا - اُنیس سال کی عمر میں سنسکرت کی تکمیل کر کے وُہ اس علم کا بڑا عالم ہوگیا اور دھرم شاستر کا امتحان پاس کرنے کے بعد اس کو ودیا ساگر کا خطاب ملگیا - جس کے معنے ہیں علوم کا سمندر - جب سے اُسکو یہ خطاب ملا - اُسوقت سے وُہ ہمیشہ اسی نام سے پکارا جانے لگا - سنہ ۱۸۴۱ء میں جبکہ اُس کی عمر صرف اکیس سال کی تھی تو فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں وُہ ہیڈ پنڈت مقرر ہوگیا - یہ کالج سنہ ۱۸۰۰ء میں لارڈ ویلیزلی نے انگریزی افسروں کو دیسی زبانیں سکھانے کی غرض سے قائم کیا تھا - یہاں پر ودیا ساگر نے انگریزی زبان میں بھی خوب مہارت بہم پہنچائی اور لارڈ ہارڈنگ کی جو کچھ کارروائیاں تعلیم کے متعلق تھیں اُنکو خوب اچھی طرح معلوم کیا اور اُن کارروائیوں سے بالخصوص واقفیت پیدا کی جو دیسی زبانوں کی تعلیم کے ایک سو ایک ہارڈنگ مدارس کے متعلق عمل میں آتی تھیں - اس عرصہ میں ودیا ساگر نے سنسکرت کالج میں متعدد عہدوں پر کام کیا اور بالآخر سنہ ۱۸۵۰ء میں وُہ اسی کالج کا اوّل پرنسپل مقرر ہوا - اُس نے چونکہ بنگال میں سنسکرت کی تعلیم کو نئے سرے سے زندہ کیا تھا اس وجہ سے لوگ اُسکو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے - تعلیم نسواں کے متعلق ورنگ دا اڑبیتھوں کی کوششوں اور سر چارلس وُڈ کے مشہور مراسلہ سنہ ۱۸۵۴ء کی اصلاحوں نے ودیا ساگر کے جوش اور ہمت کو اور بڑھا دیا - چنانچہ اس کے بعد اُس نے دیسی زبانوں کی تعلیم کے متعلق ایک اعلیٰ درجہ کی رپورٹ لکھی جو بہت مشہور ہے - اسی زمانہ میں علاوہ اُن خدمات

ایشور چندر ودیاساگر



ولادت ۱۸۲۰ء - وفات ۱۸۹۱ء

کے جو اُسکو سنسکرت کالج اور میتھوں کالج میں انجام دینی پڑتی تھیں اس نے چار ضلعوں کی سپیشل انسپکٹری کلکتہ نارمل سکول کی سپرنڈنٹی اور چند اور کام اپنے ذمے لے لئے۔ ساتھ ہی اُس نے تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع کر دیا۔ چنانچہ اس کی تصنیفات و تالیفات باعتبار ضرورت و اہمیت کے اس کے اور کارناموں سے کسی طرح کم رتبہ نہیں رکھتیں۔ چونکہ خدا کو منظور نہ تھا کہ یہ ملازمت کی حالت میں مُلک کی خدمت کرے۔ اس لئے ایسے اسباب پیدا ہو گئے جنکی وجہ سے اُس نے سرکاری مُلازمت سے علیحدگی اختیار کرنی پسند کی۔ وجہ یہ ہُوئی کہ تعلیمی کونسل نے مناسب موقع دیکھ کر ایک ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم مقرر کیا۔ جس شخص کا اوّل مرتبہ اس عُہدہ پر تقرر ہوا تھا۔ اُس کے اور ودیا ساگر کے درمیان اکثر تعلیمی معاملات میں برابر جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔ بالآخر اسی بنا پر ودیا ساگر نے ۱۸۵۸ء میں اپنے تمام عہدوں سے مستعفی ہو کر اُسی وقت سے گورنمنٹ سے بغیر کسی قسم کا تعلق رکھے ہُوئے اپنا تعلیمی کام جاری کر دیا۔ اُس نے نہایت خلوص سے مُلک کی تعلیمی اور تمدنی حالت سنبھالنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہوا۔ اور غالباً اس اعتبار سے ہندوستان کے زمانہ حال کی تاریخ میں کوئی شخص اس کا ہم رُتبہ اور ہم پایہ نہیں ہوا۔ ہندو بیوہ عورتوں کی قابل رحم حالت بدلنے کی ضرورت پر ایک عرصہ تک وُہ غور کرتا رہا اور مدت تک اسی فکر میں رہا۔ کہ کسی طرح ان مصیبت زدہ بیواؤں کی مصیبت دُور کیجاوے۔ چنانچہ اُس نے ۱۸۵۵ء میں بیواؤں کی مصیبت پر ایک رسالہ شائع کرایا۔ جس میں اُس نے واضح طور پر بیان کیا کہ شاستروں میں کسی جگہ یہ حکم نہیں کہ عورت بیوہ ہونے کے بعد اپنی تمام عمر بیوگی ہی میں گذار دے جو پُرانے مذہبی خیال کے ہندو تھے۔ اُنھوں نے اُسے بہت ناپسند کیا اور ہر طرف سے ودیا ساگر پر لعن و طعن کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ تمام پُرانے خیالات کے ہندوؤں

میں اُس قسم کا جوش پھیلا ہوا تھا جو ایسے موقعوں پر سُنے سُنائے قصّوں کے مقلد اور اُنکی حمایت کرنے والے لوگوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ اُسکی ذاتی توہین ایسی زیادتی سے کی گئی کہ اگر وُہ تمام بنی نوع اِنسان میں بہت زیادہ بہادر نہ ہوتا تو اپنے اِستقلال کو قائم نہ رکھ سکتا۔ بہر حال ان تمام باتوں کا اوّل تو اُس پر کوئی اثر نہیں پڑا اور اگر پڑا بھی تو صرف یہ کہ اُس کی ہمّت اور بڑھ گئی۔ اُس نے اپنے مخالفوں کو ایسے مدلّل اور عالمانہ طریقہ سے جواب دیا کہ اس کے مخالفوں کے مُنہہ بند ہو گئے اور لوگ کثرت سے اُس کی باتوں کے قائل ہو گئے۔ الغرض اُسکی تمام کوششوں کا یہ نتیجہ ہُوا کہ ۱۸۵۶ء میں وائسرائے کی کونسل نے بیوہ عورتوں کی دُوسری شادی کے متعلّق ایک قانون نافذ کر دیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ وُہ قانون برائے نام ہے اُسکا کوئی اثر دیکھنے میں نہیں آتا۔ تو اُسکا یہ جواب دیا جا سکتا ہو کہ کچھ تو اسکا یہ سبب ہو کہ وُہ قانون بھی ذرا عجیب و غریب قسم کا ہے۔ مگر سب سے بڑی وجہ اس کا نتیجہ پیدا نہ ہونے کی یہ ہے کہ جس رسم کے اِستیصال کی غرض سے یہ قانون بنایا گیا تھا۔ وُہ عرصہ دراز سے ہندوستان میں جاری ہے۔ اور اسکی بُنیاد نہایت مستحکم ہو گئی ہے۔ اِس کے چند سال بعد ودیا ساگر کو کثرت ازدواج کی جانب توجّہ ہُوئی۔ جس کی اُس نے سخت مذمّت کی۔ یہ رسم برہمنوں کے ایک فرقہ میں کہ جسکو کولیں کہتے ہیں شدّت سے رائج تھی۔ بلکہ اب تک بھی بنگال میں بہت رائج ہے۔ کولیں اونچی ذات کے برہمن ہیں کہ جن سے بہت سی ہندو اپنی لڑکیاں کارِ ثواب سمجھ کر بیاہ دیتے ہیں۔ اس طرح ایک ایک کولیں برہمن کے پچاس پچاس سو سو بیبیاں ہو جاتی ہیں۔ اور اُن میں بعض ایسی بدنصیب ہوتی ہیں کہ سوائے شادی کے روز کے وُہ کبھی اپنی کولین شوہر کی صُورت نہیں دیکھتیں۔ کیونکہ وُہ پھر کبھی اُن کے گانوں یا شہر میں نہیں جاتا۔ جب تک کہ لڑکی کا باپ اُسے پھر معقول

نذرانہ نہ دے ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو یہ خیال ہو کہ ودیا ساگر کے سرکاری مُلازمت سے کنارہ کش ہو جانے کی وجہ سے تعلیم پر اُسکا اثر بھی کم ہو گیا ہوگا لیکن یہ خیال غلط ہے۔ متعدد مدارس اور کالجوں کے معاملات میں جو دلچسپی وُہ پہلے لیتا تھا وُہی بعد میں بھی لیتا رہا۔ اس کی جس قدر تصنیفات و تالیفات ہیں۔ اُنہوں نے بنگال کی نئی نسلوں پر اپنا بے انتہا اثر ڈالا۔ تصنیف و تالیف کے متعلق اُس کی نسبت لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اس زمانہ میں اس سے بڑھ کر بنگالی زبان کا کوئی دوسرا مصنف قابل نہیں۔ ودیا ساگر کے زمانہ میں بنگالی زبان بالکل ابتدائی حالت میں تھی۔ ودیا ساگر ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے بنگالی میں نثر لکھنے کے جدید قواعد منضبط کئے اور اُنہیں رواج دیا۔ اُس نے بنگالی زبان میں ایک زور پیدا کر دیا اور اس زبان کو علمی زبان بنا دیا۔ اُس نے مدارس کی تعلیم کے واسطے جس قدر کتابیں بنائیں۔ اُن سے اُسکو بڑی آمدنی ہوئی جسکو اُس نے بنگال میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا پرائیوٹ کُتب خانہ قائم کرنے میں صرف کیا اور غریب اور مفلس لڑکوں کی اُس سے مدد کی جو صرف تحصیل علم کی غرض سے کلکتہ میں آتے تھے۔ ودیا ساگر کی قابلیت اور خلوص کی وجہ سے بڑے بڑے انگریز جیسی اس کی عزت و توقیر کرتے تھے۔ ویسے ہی اُس کے ہموطن بھی اُس کی حب الوطنی اور ہمدردی کی وجہ سے اُس کی قدر و منزلت کرتے تھے۔

الغرض وُہ ہندوستان کے بہترین ریفارمروں میں سے تھا اور اُسے اپنی قوم کے ساتھ محبت تھی۔ علوم جدیدہ سے بھی وُہ پُورا واقف تھا۔ ودیا ساگر نے سنہ ۱۸۹۱ء میں اکہتّر سال کی عمر پاکر انتقال کیا۔ وُہ نہایت نیک متین سنجیدہ اور دلیر تھا۔ کبھی دوسروں کا سہارا نہ تکتا تھا۔ ہر ایک غریب اور مفلس طالب العلم کا گویا شفیق باپ تھا اور ہر ایک ایسے شخص کا دوست تھا جسکو وُہ سمجھ لیتا تھا کہ یہ ہندوستان کی حقیقی خدمت میں حصہ لیتا اور اپنا وقت صرف کرتا ہے۔

اخلاق و آداب

چال و چلن

انگریزی میں چال و چلن کو کیریکٹر کہتے ہیں جسکے معنے طریقہ زندگی کے ہیں۔ اس کی ضرورت آدمی کو ہر ہر قدم پر ہوتی ہے اور اس کی درستگی کے لئے بہت کچھ احتیاط اور خبرداری کی ضرورت ہے۔ آدمی کا چال و چلن جب تک عُمدہ اور پسندیدہ نہ ہو وُہ کبھی تعریف کے لائق نہیں ہوسکتا۔ لنڈن کا ایک بہت بڑا اخلاقی مصنف ڈاکٹر اسمائل جسکی تصنیف علمِ ادب میں بہت مستند شمار کیجاتی ہے اُس نے اس مضمون پر ایک بہت بڑی کتاب لکھی ہے۔ جسکا نام کیریکٹر ہے۔ ڈاکٹر موصُوف کا قول ہے کہ جب تک آدمی کا چال و چلن درست نہ ہو دُنیا میں اُسکا کبھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ بادشاہ سے لیکر ایک مزدور تک کو چال و چلن درست کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ ڈاکٹر موصوف کہتے ہیں کہ چال چلن کی درستگی تعلیم سے عموماً اور تربیت سے خصوصاً ہوتی ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ لڑکوں کی تعلیم اُسوقت سے شروع ہو جاتی ہے۔ جب سے وُہ مسکرانا شروع کرتے ہیں اور تربیت کا زمانہ اُسوقت سے شروع ہوتا ہے جب سے لڑکے پاؤں سے اُٹھنے اور بیٹھنے لگتے ہیں۔ والدین یا اُستاد کا فرض ہے کہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی سلسلہ نہایت خبرداری سے جاری رکھیں بچپن میں اگر تربیت اور تعلیم کی ابتدا اچھی ہوگی تو یہ یقینی ہے کہ جوانی تک بچوں کا چال چلن ضرور عمدہ اور پسندیدہ ہوگا۔ چال چلن

سے یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی آدمی اچھا لکھنے والا یا بڑا چالاک گھوڑا چڑھنے والا ہو جائے چال چلن سے یہ مطلب ہے کہ انسان اپنے مذہب کا پابند ہو مزاج میں تحمل ہو جھوٹ بولنے سے نفرت اور سچائی سے رغبت ہو۔ دوستوں اور عزیزوں سے خوشگوار برتاؤ ہو۔ چھوٹے اور بڑے کے درجے میں فرق سمجھا جائے۔ بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں کی محبت کیجائے۔ لین دین اور بیوپار میں صفائی رکھی جائے۔ غریبی اور بہادری سے کام لیا جائے۔ غیرت کا پاس رہے۔ عزت کا شوق رہے۔ اگر یہ سب باتیں انسان میں موجود نہ ہوں تو آدمی کبھی شہرت نہیں حاصل کر سکتا۔ گو مفصلہ صدر اوصاف آدمی میں سب اکٹھا موجود نہ ہوں مگر ان میں سے دو ایک کے ہونے سے بھی انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں تمام آدمی ایسے چال چلن کے نہیں پائے جاتے۔ جن میں سب صفتیں اکٹھی موجود ہوں۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ انکے برعکس کرنیوالوں کا نام زمانہ فوراً بدچلن رکھدیتا ہے جس کی وجہ سے زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور جیسے جیسے دن زیادہ گذرتے ہیں۔ آدمی اپنی زندگی سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ دنیا کے ہر کاروبار میں اچھے چال چلن کی سخت ضرورت ہے اور جب تک یہ درست نہو انسان حیوان سے بدتر ہے +

راقم خادم قوم کاشی ناتھ سنگھ زمیندار تعلقہ ملہا ضلع گیا

دمشق کی چھوٹی لڑکیاں بالکل بیخبر ہوتی ہیں۔ اور اُن بیچاریوں کو بھی کبھی سکول نہیں بھیجا جاتا۔ اُنکے چہروں پر اسقدر میل کچیل جمع رہتا ہے۔ کہ دیکھنے کو دل نہیں چاہتا +

ایک مشہور ڈاکو اور ترک جھوٹ کا نتیجہ

ایک نیک بزرگوار جو اپنے مریدوں کی اصلاح میں مشغول تھے۔ انکے پاس ایک مشہور ڈاکو جسمیں سب عیب موجود تھے۔ اس نے آکر سوال کیا کہ آپکے پاس کوئی میری نجات کا بھی علاج ہے؟ بزرگوار نے فرمایا کہ ہاں اگر تو اپنے عیوب کو چھوڑ دے۔ اِس پر ڈاکو نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ مَیں اپنے عیوب چھوڑ سکوں۔ ہاں آپ کی خاطر صرف ایک عیب جو آپ فرمائیں چھوڑ دونگا۔ جب بزرگوار نے اسکو اپنے وعدہ پر مضبوط پایا تو فرمایا کہ اچھا منظور۔ جھوٹ چھوڑ دے۔

ڈاکو نے بڑی خوشی سے منظور کیا اور سچے دل سے وعدہ کیا کہ آئندہ خواہ کچھ ہی ہو جھوٹ کا ارتکاب نہیں کرونگا کیا یہ ادنٰی سی چیز بھی میرے بس کی نہیں اور خوش خوش اپنے گھر کو چلدیا۔

دُوسرے مریدوں نے ازروئے تعجب پُوچھا کہ ہم کو دو دو تین تین سال آپ کی سیوا میں گذر گئے۔ ہنوز روزِ اوّل است۔ اور ایک ایسے مشہور بدمعاش کے لئے ذرا سی بات میں نجات کا دروازہ کھول دیا۔ اِس کے جواب میں بزرگوار نے فرمایا کہ تم ابھی نوخیز ہو۔ تمہیں ابھی گرم و سرد زمانہ کا بہت کچھ دیکھنا باقی ہے۔ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ جس قدر استقلال کا ضروری مادہ پیدا ہونا چاہئے۔ تم میں پیدا ہو گیا ہے تو تمہارے واسطے بھی اسی قدر کافی ہوتا۔ گو وُہ اسوقت تمام عیوب سے بھرا ہوا ہے۔ مگر مَیں قیافہ سے کہتا ہوں کہ وُہ اپنے وعدہ پر ضرور قائم رہیگا۔ اُدھر اس ڈاکو نے جو ایک قافلہ کو لوٹنے کا خیال کیا تو اس کے ساتھ ہی اس کے مضبوط دل میں کئی قسم کے خیالات اور بھی یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے۔ کہ اگر صبح حاکم نے پُوچھا تو سچ بولنا پڑیگا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ جان سے جاؤنگا۔ اِس اندیشہ سے قافلہ کو اُس نے چھوڑ دیا۔ پھر ایک جگہ مالک کی غیر حاضری میں

اسکا مال لینے گیا تو وہاں بھی اُس کے دل میں یہ خیالات پیدا ہوئے کہ جسکو یہ مال دونگا وُہ مجھ سے دریافت کریگا کہ مال کہاں سے لایا ہے۔ غرض ہر ایک بُرائی کرنے کے وقت اُسکو جھوٹ چھوڑنے کا وعدہ یاد آتا تھا جس کی صداقت قائم رکھنے کا خیال اس کے متعلق دل پر چوٹ لگاتا تھا اور بُرائی کرنے سے اُسے باز رکھتا تھا۔ غرضیکہ اُس وقت سے اُس نے کوئی فعل ایسا نہیں کیا جس سے اُس پر کوئی الزام عائد ہو۔ پندرہ بیس روز کے بعد وُہ اُس بزرگ کی خدمت میں پھر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ کی برکت سے میرے تمام عیب چھوٹ گئے۔ اُس کے جواب میں بزرگوار نے فرمایا کہ جو کچھ ہوا تمہاری اپنی ہی برکت اور ہمت سے ہوا ہے۔ تھوڑے دنوں میں اس کی ایمانداری کی شہرت دُور دُور پھیل گئی۔

ہم کو چاہیے کہ اس کہانی سے سبق حاصل کریں اور جھُوٹ سی زہریلی چیز سے ہمیشہ کے لئے پرہیز کریں *

راقم لبھو رام نیئر۔ از آنند آشرم۔ لُودیانہ

حقوقِ والدین

(مرقومہ ایم۔ حکیم شیخ غلام محی الدین مالک شفاخانہ چشمۂ فیض لاہور)

پیارے بچو اسے غور سے پڑھو سوچو اور عمل کرو۔ حق تعالیٰ جو تمہارا ہمارا بلکہ کل مخلوقات کا خالق رازق ہے۔ اُس نے قرآن شریف میں یُوں ارشاد فرمایا ہے۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ اور حکم کیا پروردگار تیرے نے اَے محمد یہ کہ عبادت نہ کریں سوائے خدا کے کسی کی کیونکہ سوائے اُس کے اور کوئی لائق تعظیم بندگی کے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کریں۔

پروردگار عالم نے اپنی عبادت کو ماں باپ کے احسان کرنے کے ساتھ ملایا ہے اور حدیث قدسی میں سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ رَضِيَ عَنْهُ وَالِدَاهُ فَاَنَا عَنْهُ رَاضٍ یعنے جو شخص کہ راضی رکھے اپنے ماں باپ کو تو میں بھی اُس سے راضی ہوں - پس اے عزیزو اللہ و رسول کی ناراضگی سے بچو - جس طرح اسلام نے ماں باپ کی تابعداری کا حکم فرمایا ہے - اسی طرح مذہب عیسوی ہنود وغیرہ مذاہب اس نیک کام کی تعلیم دیتے ہیں -

عقل اور شریعت کے رُو سے انعام دینے والے کا شکر واجب ہے اور خدا کی نعمت کے بعد اور کوئی نعمت اولاد کے حق میں ماں باپ کی نعمت سے زیادہ نہیں - کس واسطے کہ باپ فرزند کے ظاہری وجود کا سبب اور کھلانے پلانے اور تربیت کا ذریعہ ہے کہ جو اس کی زندگی اور نشوونما ہونیکا موجب ہے - اور طرح طرح کے رنج و مشقت سے دُنیا کا مال جمع کرکے اُس کے آرام کے لئے رکھتا ہے اور موقع پر اُسکو دیتا ہے - اور ماں بھی وجود کے سبب میں باپ کے شریک ہی جو شفقت حمل اور درد زہ وغیرہ کا رنج سہارتی ہے - پہلے غذا شیر جو بچے کی زندگی کا مدار ہے اُسی کا خُون دُودھ ہے اور مدت تک اُس کی نگہبانی و تربیت و سیاست میں مشغول رہتی ہے بلکہ اپنے آرام کو نہایت شفقت و محبت سے ترک کرکے اس پر فدا کرتی ہے -

اِسی باعث سے والدین کو فرزند اور فرزند کو والدین سے طبعی محبت ہے - شریعت میں والدین کے ساتھ سلوک کرنیکا تاکیدی حکم ہے اور انصاف بھی یہی چاہتا ہے کہ خدا کی بندگی کے بعد والدین کے احسان کا حق ادا کیا جائے - چنانچہ قرآن اور حدیث میں خُدا و رسُول کی اطاعت کے بعد والدین کا حق ہے - اور والدین کے حق کی رعایت تین چیزوں سے ہوسکتی ہے - (اوّل) دل سے خالص محبت ہو

(دوم) زبان و اعضا سے اُنکی پوری تعظیم ہو۔ (سوم) اُنکے امر و نہی کو حسب مقدور بجالانا بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو اور مصلحت کلی ہاتھ سے نہ جاتی ہو۔ ورنہ اُن سے نرمی کے ساتھ مخالفت کرے۔ لیکن جہاں شرع میں اُن سے جھگڑا کرنا واجب ہے وہاں کچھ حرج نہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باپ کا حق رُوحانی غالب ہے اور ماں کا جسمانی۔ باپ کا رُوحانی حق جیسے بندگی دُعا و ثنا بجالانا وغیرہ اور ماں کا جسمانی حق جیسے مال خرچنا خورد و نوش کا سامان دینا و دوری وغیرہ کا انتظام ہے اِس لئے اُنکی بزرگی و اطاعت کا خیال ہمیشہ مدِنظر رکھنا چاہئے۔

نیز جو لوگ بمنزلہ باپ کے ہیں جیسے دادا۔ پھوپھا۔ خالو۔ اور بڑا بھائی وحقیقی بست اور اُستاد جو روحانی باپ ہے اُن سے بھی باپ کے طور پر سلوک کرنا اور مقدور کے موافق غمخواری کرنی لازم ہے۔

پس نتیجہ یہ ہے کہ ماں باپ و اُستاد کے روبرو گستاخی و بیحیائی نہ کرو۔ ہمیشہ ادب و خلقی سے پیش آؤ۔

تلخ باتوں سے نہ آلودہ کرو اپنی زباں
کچھ تو لوزِ لبِ شیریں میں حلاوت رکھو

خود غرضی

اُس قادرِ مطلق نے ہر ایک پھول پر جو ہوا کو تر و تازہ کرتا ہے۔ بادِ صبا پر جو پھولوں کی جسم و جان ہے۔ مینہ کے ایک چھوٹے سے قطرے پر جو بیابان کے پیاسے پودے کو فرحت بخشتا ہے۔ وسیع سمندر کی سطح پر کہ جو نہیں طرح طرح

کے فوائد پہنچاتا- اور انواع واقسام کی گرانمایہ چیزیں دیتا ہے- انڈے کے چھلکے پر جو ایک جاندار کو مادرِ مہربان کی طرح آغوشِ محبت میں لئے ہوئے ہے- اُس طاقتور آفتاب عالمتاب پر کہ جس سے دُنیا روشنی اور گرمی پاتی ہے اور تمام چیزیں پرورش پاتی ہیں- غرض تمام موجودات عالم پر یہ الفاظ لکھدیئے ہیں کہ کوئی چیز محض اپنے وجود کے لئے پیدا نہیں کی گئی-

اس کا مطلب غالباً تم نے سمجھ لیا ہوگا- جو یہ ہے- کہ خداوند کریم نے دُنیا میں کوئی حیوان- کوئی چرند- کوئی درند- کوئی پرند- کوئی عنصر- کوئی دھات- غرض کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی- جس کے وجود سے کسی دُوسرے کو فائدہ نہ پہنچ سکے- تم دیکھتے ہو- کہ ہوا کیسی فرحت بخش چیز ہے- اگر یہ نہ ہو- تو آدمی چشم زدن میں مرجائے- پانی جو دُنیا کے تین چوتھائی حصّہ کا مالک ہے- ہمیں کس قدر فایدے پہنچاتا ہے- آفتاب جسکا حکم آدھے جہان پر ہے- اپنی روشنی اور حدّت سے کس قدر پودوں اور حیوانوں وغیرہ کو زندگی بخشتا ہے- غرض ایک بے حقیقت گھاس کے تنکے سے لیکر کسی بڑی سے بڑی چیز تک کو اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے- کہ ہر ایک چیز ایک دُوسرے کے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے- پھر کیا یہ انصاف نہیں ہے- کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور جس کے فائدے کے لئے یہ تمام چیزیں ایک پھول سے لیکر ستاروں سے مرصّع نیلگوں آسمان تک بنائی گئی ہیں- جسکو دُنیا کی ہر ایک چیز پر پُورا پُورا اختیار دیا گیا ہے- کیا از رُوئے انصاف اُس کے لئے یہ امر ضروری نہیں ہے- کہ وُہ محض اپنے آپ کو ہی فائدہ پہنچانے کی بجائے اپنی زندگی دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے وقف کردے- اور دیگر اشیا سے صرف اپنی غرض پُوری کرنے کے بجائے اُن چیزوں کو اپنے وجود سے مستفید کرے- یا دوسرے لفظوں میں خود غرضی کو چھوڑ دے-

بہانے بنانے سے پرہیز کرو

ڈیوک آف ولنگٹن ہمیشہ کہا کرتا تھا۔ جو شخص بہانے بنانے میں طاق ہے۔ وہ اور کسی بات میں طاق نہیں ہو سکتا۔ بعض لڑکوں کو بہانے ایجاد کرنے میں خاص مہارت حاصل ہوتی ہے۔ اگر وہ یہی عقل جس سے وہ اپنے قصوروں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے اطوار کو سنوارنے میں صرف کریں۔ تو وہ قابلِ عزت آدمی ہو جائیں۔ چونکہ یہ ایک نہایت ضروری بات ہے۔ اس لئے اسے ذرا وضاحت سے بیان کرنا مناسب ہوگا۔ جب تم سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے۔ یا کوئی قصور ہو جاتا ہے۔ تو تم اُسے بہانہ کی پوشاک میں لپیٹ کر لوگوں سے چھپانے کی کوشش کرتے ہو۔ لیکن اس سے بڑھکر اور کوئی بری بات نہیں ہو سکتی۔ اگر تم نے ایک دفعہ بہانے سے کام نکالا ہے۔ تو دوسری دفعہ بھی ضرور اسی سے کام نکالو گے۔ اور آہستہ آہستہ بہانے بنانا تمہاری عادت میں داخل ہو جائیگا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ تم بہانے کے ذریعے سے اپنے قصوروں اور گناہوں کو آسانی سے چھپا سکتے ہو۔ مگر یہ قصور بہانے کے پردوں میں ہی رفتہ رفتہ اسقدر بڑھ جائینگے۔ کہ پھر چھپائے سے کسی طرح نہیں چھپینگے۔ اب دوسرا پہلو لو۔ فرض کرو۔ کہ تم ایک قصور کرتے ہو۔ اور اُسکو کھلم کھلا سب کے روبرو تسلیم کر لیتے ہو۔ تو اُسکا کیا نتیجہ ہوگا؟ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اس قصور سے آئندہ کے لئے باز آجاؤ گے۔ اس لئے جب تم سے کوئی قصور ہو جائے۔ تو اُسے چھپانے کی کوشش مت کرو۔ بلکہ خدا تعالےٰ کو حاضر و ناظر جان کر صدقِ دل سے یہ الفاظ کہو۔ "مجھ سے یہ قصور سرزد ہوا ہے۔ آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا۔" اور جب یہ عہد تم صدقِ دل سے کر لوگے۔ تو آئندہ تمہارا دل کبھی تمہیں کسی قصور کے

پر آمادہ نہیں کریگا۔ اور اگر تم کوئی قصور کرنے پر آمادگی ظاہر بھی کروگے۔ تو تمہارا ضمیر تمہیں تمہارا وعدہ یاد دلائیگا۔ جو تم نے خدا سے کیا تھا۔

اس خیال میں رہنا کہ کسی عالم و فاضل کے شاگرد نہ بنینگے۔ محض حماقت ہی۔ جو شخص تمہیں ایک قدم بھی جہالت اور نادانی کی تاریکی سے جدا کرسکے۔ اسکا احسان مانو۔ اس کی قدر کرو۔ اور اس کی دستگیری کو غنیمت جانو۔

اُستاد جو کچھ کہے۔ اُسے غور سے سُنو۔ اور دل پر نقش کرلو۔ یہ درست ہی۔ کہ بعض اوقات اُستاد سے غلطی ہوجانی ممکن ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ امر اطمینان کے قابل ہے۔ کہ وُہ اپنے تجربہ کی بنا بر ضرور اُس کی اصلاح بھی کرسکیگا۔ لیکن جو لڑکے اُستاد کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اور خود رائی سے غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ وُہ ضرور خطا پاتے ہیں۔ اور آخر اس کا پھل اُنہیں بہت کڑوا ملتا ہے ٭



بتاؤ اس میں کتنے چہرے ہیں؟

نوشت و خواند

جغرافیہ

(نمبر ۱)



سمندر میں انسان

(۱) اگلے زمانہ میں لوگ نہیں جانتے تھے کہ جہاز کیسے بناتے ہیں۔

(۲) وہ لوگ درختوں کی چھال اور جانوروں کی کھال سے کشتیاں بناتے تھے۔ بعض مرتبہ وہ کسی بڑے درخت کے تنہ کو اندر سے کھوکھلا کر کے یا جلا کے کشتی بنایا کرتے تھے۔

(۳)۔ رفتہ رفتہ وُہ بڑی بڑی کشتیاں بنانی بھی سیکھتے گئے یہانتک کہ لکڑی اور لوہے سے وُہ جہاز بھی بنانے لگے۔ اس زمانہ میں ایسے بڑے بڑے

جہاز بننے لگے ہیں جن میں ہزاروں آدمی سما سکتے ہیں۔

(۴) کولمبس اگر اس زمانہ کے جہازوں کو دیکھتا جو کہ مثل بہتے ہوئے قصبوں کے معلوم ہوتے ہیں اور جو بحر اطلانٹک کو اب اُتنے دنوں میں عبور کر لیتے ہیں جتنے کہ ہفتوں میں اُس نے اُسے عبور کیا تھا تو وہ کیا کہیگا۔

(۵)۔ سمندر کے سفر کو آجکل لوگ اتنا بھی خیال میں نہیں لاتے جتنا کہ کسی زمانہ میں وہ ایک شہر سے دوسرے شہر تک گاڑی میں بیٹھ کر جانے کو خیال میں لاتے تھے۔

(۶)۔ وہ ہزاروں چیزیں جنہیں ہم آجکل استعمال کرتے ہیں۔ وہ دور دراز مقامات سے بذریعہ جہاز کے لائی جاتی ہیں۔

(۷)۔ پانی کے راستہ سے اسباب زیادہ آسانی اور تیزی سے آسکتا ہے۔ بہ نسبت خشکی کے۔

(۸)۔ خشکی پر سڑکیں اور ریلیں بنوانی پڑتی ہیں اور اُن کی ہمیشہ مرمت کرنی پڑتی ہے۔ پھر گھوڑوں اور انجنوں کی ضرورت بار برداری کے لئے پڑتی ہے۔

(۹) سمندر میں سڑکوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ جہاز سب جگہ چل سکتا ہے۔ اور ہوا جس میں کوئی خرچ نہیں پڑتا۔ جہازوں کو چلاتی ہے۔

(۱۰) انگلستان کے جہاز وہاں کے صنعتی اسباب کو دُنیا کے ہر حصہ میں لیجاتے ہیں اور اُس کے عوض چاء۔ کافی۔ شکر اور بہت سی ضرورت کی چیزیں لاتے ہیں۔

بیمار بارہ سنگا:۔ ایک بیمار بارہ سنگا اپنے درد سے بیچین چراگاہ کے کونے میں پڑا تھا۔ اس کے احباب یکے بعد دیگرے اسکی عیادت کو آئے۔ اور اس کے حصہ کا سب چارا کھا گئے۔ جس سو وہ بیچارہ بیماری سے تو نہ مرا۔ البتہ بھوک سے مر گیا۔ جھوٹے دوست ایسے ہوتے ہیں۔

شاہ ایڈورڈ ہفتم اور ہندوستان

شاہ ایڈورڈ ہفتم جبکہ بزمانہ شہزادگی ۱۸۷۵ء کی سیر ہندوستان کے بعد انگلستان کو واپس جاتے تھے تو آپنے لارڈ نارتھ بروک کو مندرجہ ذیل خط لکھا تھا۔ جس سے اُن کی ہندوستان سے اعلیٰ محبت اور کمال ہمدردی ظاہر ہوتی ہے:-

"مائی ڈیر لارڈ نارتھ بروک:- مَیں اُس دلی مسرت اور اعلیٰ دلچسپی کو جس سے مَیں نے اس عظیم اور عجیب و غریب مُلک کی سیر کی ہے۔ آپ پر ظاہر کئے بغیر ہندوستان سے واپس نہیں جانا چاہتا۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ مجھے پچھلے چند سال سے ہندوستان جیسے وسیع مُلک اور ملکہ معظمہ کی رعایا کو دیکھنے اور خصوصاً اُن دلچسپ اُمور کو ملاحظہ کرنے کا ازبس شوق تھا۔ جنہیں سیاح لوگ ہمیشہ بڑی رغبت اور خواہش سے ملاحظہ کرتے آئے ہیں۔ اور مَیں وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ جو کچھ میرا ہندوستان کی بابت خیال تھا۔ اُس سے بڑھ کر محظوظ ہوا ہوں اور جو کچھ مَیں نے یہاں دیکھا یا سُنا ہے۔ اُس سے نہایت متاثر ہوا ہوں جس قدر واقفیت مَیں نے یہاں بہم پہنچائی ہے۔ میرے بڑے کام آئیگی۔ اور جو کچھ خاطرداری اور مہمان نوازی۔ شہزادوں۔ والیانِ ریاست اور دیگر نامور اشخاص نے کی ہے۔ اُس سے مَیں نہایت خوش ہوا ہوں۔ کیونکہ اس سے اُنکی ملکہ قیصرہ سے سچی ہمدردی اور خاص لگاؤ ظاہر ہوتا ہے۔ جو مَیں اُمید کرتا ہوں۔ کہ ہر سال ترقی پر ہوگا۔ اور مَیں سمجھتا ہوں۔ کہ ملکہ معظمہ کی ہندوستانی رعایا انگریزی حکومت کے فوائد سے ہر روز متاثر ہوتی اور انکو تسلیم کرتی ہے۔ مَیں نے اکثر مواقع پر دیسی رسالوں کا ملاحظہ کیا ہے۔ اور مَیں اپنی رائے ظاہر

کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ ہم جس قدر اُن کے وجُود پر فخر کریں بجا ہے۔ دہلی میں جو معروف و ممتاز افسروں اور قواعد دان رسالوں کی جنگی قواعد مَیں نے مُلاحظہ کی ایک نہایت موثر نظارہ تھا۔ جسے مَیں کبھی فراموش نہیں کرسکوں گا۔ اور مَیں اُن ہدایات وغیرہ کے لئے آپکا اور دیگر احباب کا شکریہ ادا کرنے کے بغیر اس چِٹّھی کو ختم نہیں کرسکتا۔ جن سے کہ مجھے اِس وسیعُ مُلک میں سفر کرنے میں کافی مدد ملی ہے۔"

راقم البرٹ ایڈورڈ

زیادہ احتیاط سے بھی بچّے خراب ہوتے ہیں

ملک سویڈن کے ایک بڑے مُلکی مشیر نے ایک دفعہ بیان کیا تھا کہ دُنیا میں حد سے زیادہ حکومت ہو رہی ہے۔ گو یہ فقرہ سلطنتوں کی بابت سچ نہ ہو مگر بچوں کے بارہ میں بالکل ٹھیک ہے۔ بہت سے ہونہار لڑکے جو تنومند اور ذہین معلوم ہوتے تھے۔ اپنے والدین اور اُستادوں کی صاف باطنی دردسری اور ہر وقت کی زیادہ نگرانی سے خراب ہو گئے۔ ان بزرگوں کو ہمیشہ یہ شوق رہا کہ انکو نیکی کا نمونہ بنا کر چھوڑیں اور اسی خیال میں اُن لڑکوں کو کسی بُرائی کرنیکے لئے کبھی کوئی موقع نہیں دیا۔ زبردست سلسلہ میں پابند ہونے سے وُہ بیچارے کسی طرح کی خواہش ظاہر نہ کر سکے پس اُسی تعلیم کی بدولت جس سے اُنکو خود اعتباری حاصل ہوتی اور اُن کے اخلاق کو تقویّت ہوتی۔ اُن کے اخلاق ضعیف ہوتے گئے۔ وُہ لڑکے جنکے کان ہر وقت اِس طرح نصیحت سے بھرے جاتے ہیں اور کاموں کی بیڑی میں پابند رہتے ہیں۔ بالکل آزاد لڑکے سے وہ مناسبت رکھتے ہیں۔ جو مُرغی

کے چوزہ کو جو گھر میں بند رہکر صرف کف دہنم سے پرورش پاتا ہے۔ اس مُرغ سے ہے جو میدان میں ہر طرح کا غلہ و دانہ بلا روک ٹوک چرتا ہے۔ بعض والدین نہیں جانتے کہ از حد دباؤ اور کثرت ترغیب سے بھی بچّوں کی طبیعت میں افسردگی آجاتی ہے۔

ایک زیرک یورپین لیڈی سے دریافت کیا گیا تھا کہ تم اُن بچّوں کے بارہ میں کیا صلاح دیتی ہو جنکی تعلیم میں سخت نگرانی کیجاتی ہے۔ لیڈی نے جواب دیا "انکی جانب تھوڑا سا تغافل جو صحت کو مفید ہو بہت ضروری ہے۔"

پابندئ وقت

آدمی میں بہت سی خاصیتیں اچھی ہیں۔ چنانچہ اُن میں سے ایک پابندئ وقت ہے۔ پابندی وقت کسے کہتے ہیں؟ کسی کام کو وقت مقرّرہ پر پورا کرنے کو کہتے ہیں۔ جو آدمی وقت کا پابند ہوتا ہے۔ ہمیشہ وقت مقرّرہ پر اپنے فرضِ منصبی کی انجام دہی کے لئے تیار رہتا ہے۔ جو طالب العلم وقت کا پابند ہوتا ہے۔ وقت مقرّرہ پر آپ سے آپ مدرسہ میں جاکر اپنی جماعت میں بیٹھ جاتا ہے اور سبق سُنانے کے واسطے تیار رہتا ہے۔ وُہ اسکول میں ہنستا ہوا آتا ہے۔ کیونکہ وُہ ہمیشہ اپنے اسکول کا کام اچھی طرح تیار کرکے لاتا ہے۔ جو لڑکا اس عُمدہ عادت کو لڑکپن میں سیکھ لیتا ہے وُہ جوانی اور بڑھاپے میں اچھا رہتا ہے۔ پابندئ وقت کے میوے ہمیشہ شیریں ہوتے ہیں۔ اگر ایسے شخص سے آپ کہیں کہ فلاں جگہ فلاں وقت مجھے ضرور ملنا تو وُہ ضرور وقت مقرّرہ پر آپ سے ملیگا۔ اور کبھی آپکو نا اُمید نہ کریگا۔ اگر آپ اُس کے سپرد کوئی کام مقرّر کرینگے تو وُہ اُسے اپنے وعدے پر ضرور کرلائیگا۔

پابندیٔ وقت سے اَور بھی بہت سے فائدے ہوتے ہیں - چنانچہ صحت تندرستی - مال و دولت - اور خوشی و راحت جیسی بڑی بڑی نعمتیں اسی کی بدولت حاصل ہوتی ہیں - برعکس اس کے جو شخص وقت کا پابند نہیں ہوتا - وُہ ہر ایک موقع پر ہمیشہ دیر کرکے آتا ہے - ٹھیک وقت پر کبھی حاضر نہیں ہوتا - ایسے لوگوں میں ایک بڑا نقص یہ ہوتا ہے - کہ وُہ ہمیشہ دِن چڑھے تک پڑ سویا کرتا ہے جس سے اُس کی طبیعت ہمیشہ پژمردہ رہتی ہے اور اُسے وقتوں کا سامنا ہوتا رہتا ہے - اُسے جلدی جلدی غسل کرنا پڑتا ہے - پھر بعجلت تمام آدھا پونا کھانا جلدی جلدی نگل جانا پڑتا ہے اور اس وجہ سے اُسے بدہضمی کی بھی اکثر شکایت رہتی ہے - پھر جلدی جلدی کپڑے پہنکر اُسے اپنے کام پر بھاگنا پڑتا ہے - مگر باوجُود ان باتوں کے جب وہ دفتر میں پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اُسے بہت دیر ہوگئی - اُس کے افسر اُسے ڈانٹتے ہیں - اور دفتر والے اُس پر ہنستے ہیں - اگر اُسے ریل کی سواری کے لئے سٹیشن پر جانا پڑتا ہے تو اکثر گاڑی چوک جایا کرتی ہے - اور اُسے مجبورًا دُوسری گاڑی کا انتظار کرنا پڑتا ہے - ایسے شخص پر ہر جگہ لعن طعن پڑتی رہتی ہے - اور اپنے دوستوں اور اعزا و اقربا کی نگاہوں میں ذلیل ہوجاتا ہے - کیونکہ وُہ جو اُن سے وعدے کرتا ہے کبھی پُورے نہیں کرتا - ایسا شخص جب دفتر سے اُٹھتا ہے - تو اِدھر اُدھر گھُومتا گھامتا لوگوں کے پاس بیٹھتا اُٹھتا جاتا ہے - اُس کی بیوی گھر میں کھانا تیار کرکے اسکا انتظار کرتی رہتی ہے - جب وُہ آتا ہے تو اُس وقت کھانا سرد ہوجاتا ہے - بال بچے انتظار کرتے کرتے سوجاتے ہیں - بدنصیبوں کی طرح وُہ ٹھنڈے کھانے کو تنہا بیٹھ کر زہر مار کرتا ہے اور اس کی افسردگی اور پژمردگی دیکھ کر سب گھر والوں کو رنج ہوتا ہے -

اِس طرح جنہیں پابندیٔ اوقات کا خیال نہیں ہوتا وُہ اپنی زندگی کو بھی تلخ کرتے ہیں اور اپنے ساتھ اَور دن کی زندگی بھی خاک میں ملاتے ہیں۔

جو بادشاہ کاہل اور سُست ہوتے ہیں۔ اور وقت کی پابندی نہیں کرتے وُہ ذلّت کے ساتھ تخت سے اُتار دیئے جاتے ہیں۔ یہی حال لڑائی کا بھی ہے۔ اگر ایک جنرل دُوسرے جنرل سے مقرّرہ وقت و مقام پر نہ مل سکے۔ تو ظاہر ہے کہ لڑائی کا کیا نتیجہ ہوگا؟ اگر ریل گاڑی والے اپنے وقت مقرّرہ کے پابند نہ ہوتے۔ تو کتنے جانکاہ اور مُہلک حادثے آئے دن پیش آتے رہتے۔ بہت ایسے ہیں جو صرف وقت کی پابندی نہ کر سکنے کی وجہ سے دُنیا میں نیک نام اور اقبالمند نہ ہو سکے۔ عُمدہ موقعوں کو وہ ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں اور ساری عمر حسرت سے ہاتھ ملتے رہتے ہیں +

رُوئے زمین کے بچّے

جاپانی بچّے

جاپانی بچّوں کے کچھ حالات جُون ۱۹۰۲ء کے پرچے میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ ذیل میں اُن کی تفریح و دلچسپیوں کے سامان کی کچھ کیفیت درج کی جاتی ہے۔

جاپانی بچّے بھی مثل انگریزی بچّوں کے کھیل کُود کے شائق اور سامانِ تفریح کے شیدا رہتے ہیں۔ فرق صرف اسی قدر ہے کہ انگریزوں کے بچّوں کے

کھیل کود کا زور بڑے دنوں میں ہوا کرتا ہے - مگر جاپانیوں کے بچوں کے کھیل کود کا دن چونکہ اُن میں بڑا دن نہیں مانا جاتا ہے وہ نوروز یعنے نئے سال کے پہلے دن ہوا کرتا ہے - نوروز کو اُن کے ہاں غیر معمولی خوشی منائی جاتی ہے - بازار اور مکانات آراستہ کیے جاتے ہیں - اور بچے زرق برق ریشمی لباس پہنے ہوئے ادھر اُدھر کھیلتے پھرتے ہیں - بچے جو کھیل کھیل کر اس تیوہار کو بسر کرتے ہیں کئی قسم کے ہوتے ہیں -

ا - ایک تو سوئی کا کھیل ہوتا ہے - جسے بہت سے بچے مل کر کھیلتے ہیں ہر ایک بچہ جاپانی موٹا کاغذ لاتا ہے اور اسکے کئی برابر ٹکڑے کر لیتا ہے - پھر ایک ایک سوئی لیکر اور اس میں چھ چھ انچ کا ڈورا ڈال کر سوئی کے بیچ میں مٹی کا ایک گولا سا چپٹا لیتا ہے تاکہ وہ وزنی ہو جائے - پھر وہ سب کے سب پالتھی مار کر ایک دائرہ بنا کے بیٹھ جاتے ہیں - اور کاغذ کے اُن چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو بیچ میں تلے اوپر رکھ لیتے ہیں - ہر ایک بچہ کو کاغذ کے ٹکڑوں کی یکساں تعداد مہیا کرنی پڑتی ہے - جو بچہ کھیل شروع کرتا ہے وُہ سوئی کے ایک سرے کو اپنے دانتوں میں دباتا ہے اور ڈورے کو خوب مضبوطی سے پکڑ کر سوئی کو زور سے گر پڑنے دیتا ہے - اُس سوئی میں جتنے کاغذ پھنس جاتے ہیں اتنے نمبر اس بچہ کو ملتے ہیں - اگر اتفاق ایسا ہو کہ سارے کے سارے کاغذ آجاویں تو کمی اَوروں کو پوری کرنی پڑتی ہے - اور وُہی اگلا بچہ جو ایسا خوش قسمت ثابت ہوا ہے - پھر کھیلتا ہے - اگر تھوڑے ہی سے کاغذ آنے پائیں تو سوئی دوسرے بچہ کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے اور وہ کھیلنا شروع کرتا ہے - لیکن اگر بد قسمتی سے سوئی میں ایک بھی کاغذ نہ پھنسنے پاسے تو اُس بچہ کو بطور جرمانہ کے کاغذ کے اتنے ٹکڑے اور

شامل کر دینے پڑتے ہیں۔ جتنے کہ کھیلنے والوں کی تعداد ہو۔
اس کھیل کا جاپانی بچوں میں بہت رواج ہے اور وہ اس کھیل میں اکثر جوش میں آجایا کرتے ہیں۔

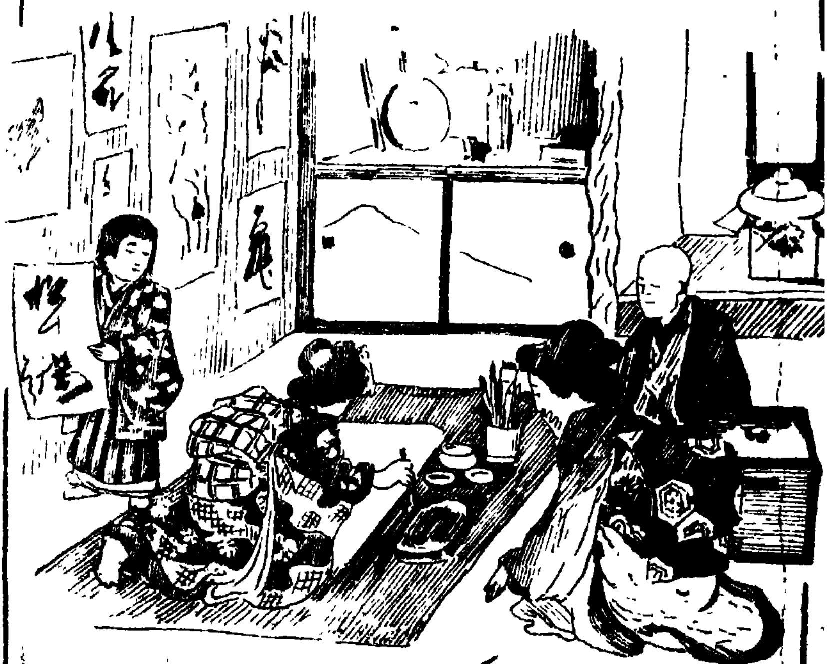
جب کھیل ختم ہو جاتا ہے تو ان کاغذوں کے ٹکڑوں سے بچّے جانور بنا لیتے ہیں۔ یا اُن پر تصویریں کھینچ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں باتوں میں وہ بڑے مشاق ہوتے ہیں۔



(سوئی کا کھیل)

۲- ایک اور کھیل ہے جسے جاپانی کیزومی کہتے ہیں۔ اِس کے معنے ہیں برشوں کی آزمائش۔ جاپانی بچوں کا دستور ہے کہ نوروز کو نئے برش مصوّری کے لئے مول لیا کرتے ہیں۔ اور انہیں آزمانے کی غرض سے ایک کاغذ پر

کوئی ضرب المثل یا کسی کا مشہور مقولہ ان سے لکھتے ہیں۔ ایک اَور کاغذ پر کسی جانور کی تصویر بناتے ہیں۔ اُن کاغذوں کو وہ دیوار پر لگا دیتے ہیں اور اُس دن جو ملنے والا آئے اُس سے اُمید رکھتے ہیں کہ وُہ بھی اُنہیں ایسا ہی پسند کرے جیسا کہ خود مُصوّر پسند کرتا ہے۔ پندرھویں دن ان تصویروں کو جلا دیتے ہیں اور دُھوئیں کے بلند ہونے پر بہت خوش ہوتے ہیں۔ انکا خیال ہے کہ جس کی تصویر کا دُھوآں جتنا بلند جائیگا۔ مصوّری میں بھی اسکی شہرت اتنی ہی بلند ہو گی۔ چنانچہ جسکی تصویروں کا دُھوآں سب سے زیادہ بلند اُٹھتا ہے اُسے سب مبارکباد دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مصوّری میں وُہ اپنے زمانہ میں سب سے بڑھ جائیگا +



(کینرومی)

۳۴ - منزئی ایک کھیل ہے جو لوگوں کو مبارکباد دینے اور اُن کے عُمر کی درازی کی دُعا مانگنے کی غرض سے کیا جاتا ہے - دو شخص ملکر اسے کھیلتے ہیں - ایک زمانہ قدیم کے شرفا کا لباس پہن لیتا ہے - اور دوسرا اسکا ملازم بنجاتا ہے - اور اپنی پیٹھ پر ایک بوری ڈال لیتا ہے - پھر دونوں کے دونوں ملکر دوڑتے ہیں - اور شہر میں چکّر لگاتے ہیں - یہ گویا فقیر بنتے ہیں - اور جہاں جاتے ہیں وہاں اُن کی بڑی آؤبھگت کیجاتی ہے - وُہ اپنے مسخرہ پن اور ناچ کود سے لوگوں کو ہنساتے ہیں اور رخصت ہوتے وقت. وہ لوروز



(منزئی)

کا انعام مانگتے ہیں جو فوراً ملازم کی جھولی میں ڈال دیا جاتا ہے - پھر وہ درازیِ عمر کی دُعا دیتے ہوئے دوسری جگہ جا پہنچتے ہیں - نوجوان ان کے کھیلوں کو بہت پسند کرتے ہیں اور انہیں اپنے مکانوں میں نہ آنے دینا نہایت معیوب سمجھتے ہیں - یہ ایک قدیم زمانہ کی رسم چلی آتی ہے ؛

۴ - پتنگ بازی کے جاپانی بچے بڑے شائق ہوتے ہیں - یہانتک کہ لوگ انہیں کہا کرتے ہیں کہ "یہ ہوا کی اولاد ہیں" - تب ہی ہوا سے اسقدر اُلفت رکھتے ہیں - نوروز کے موقعہ پر پتنگ بہت کثرت سے اُڑائی جاتی ہے - پتنگیں مختلف شکلوں کی بنتے ہیں - پرند - پروانہ - بھنگے - کیڑے مکوڑے غرضیکہ ہر شکل کے کاغذوں کو اُڑاتے ہیں - بعض لوگ اپنے بچوں کی تصویریں پسند کرتے ہیں - چنانچہ وہ انہیں بنوا کر اپنے بچوں کو اُڑانے کے لئے



(پتنگ بازی)

دیتے ہیں۔ جب چین و جاپان کی لڑائی ہو چکی تھی تو جن جنرلوں نے جاپان کی طرف سے شجاعت کے جوہر دکھلائے تھے انکی تصویریں پتنگ کے ذریعے سے اڑائی جاتی تھیں۔ پتنگوں کو یہ بچے بہت آراستہ و پیراستہ کرتے ہیں۔ اُن میں بڑی تعریف یہ سمجھی جاتی ہے کہ پتنگ بہت اُونچی جاوے +

(باقی آئندہ)

رُوئے زمین کے باشندے

جاپان کے باشندے

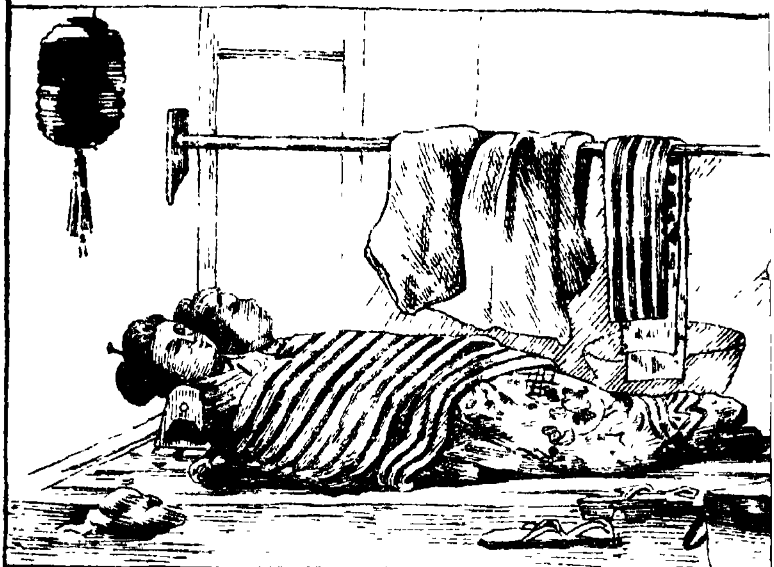
(بقیہ)

مرد اپنے سامنے کے بالوں کو منڈواتے ہیں اور پیچھے کے بالوں کو لپیٹ کر اُنکی چوٹی بناتے ہیں۔ عورتیں اپنے بالوں میں عجیب طرح سے کنگھی کرتی ہیں۔ سامنے کے بال اُٹھے ہُوئے رکھتی ہیں۔ داہنی اور بائیں طرف دو مانگیں نکالتی ہیں اور پیچھے ایک نکلا ہوا جُوڑا باندھتی ہیں۔ کنگھی کئے ہوئے سر کی حالت وہ آلپینوں وغیرہ سے قائم رکھتی ہیں اور اُن کے بال آٹھ آٹھ روز تک نہیں بگڑتے۔ بالوں کی خاطر جاپانی عورتیں رات کو لکڑی کے تکیے پر سوتی ہیں۔ جسے وُہ اپنے سر کے نیچے نہیں رکھتیں بلکہ گردن کے نیچے رکھتی ہیں۔ جیسا کہ اگلے صفحے کی تصویر سے واضح ہوتا ہے۔ اِس طرح سونے سے انکے بال اور سر نکلے ہُوئے رہتے ہیں اور بستر کی رگڑ سے خراب نہیں ہونے پاتے۔

جن عورتوں کی شادی ہو جاتی ہے وُہ اپنی بھویں نوچ لیا کرتی ہیں۔ دانتوں میں مسّی لگاتی ہیں۔ چہرے۔ کانوں اور گردن پر پوڈر ملتی ہیں اور ہونٹوں کو دنداسہ لگا کر سُرخ کر لیتی ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ جاپانی عورتیں

زیور نہیں پہنتیں۔

جاپان کے ہر حصہ میں عمدہ لباس نہیں پہنا جاتا۔ بلکہ وہاں بعض مقامات



ایسے بھی ہیں۔ جہاں لوگ کپڑا ہی بہت کم پہنتے ہیں۔ اور عورتیں صرف ایک چُست اُونچا کرتا اور ایک میلا سا نیلے رنگ کا پائجامہ پہنتی ہیں۔ ایسی صورت میں مردوں اور عورتوں میں تمیز کرنا ذرا دشوار ہوجاتا ہے۔ صرف بچی ہُوئی پلکوں اور دانتوں میں مسّی سے وہ پہچانی جاتی ہیں۔ عورتیں عموماً ننگے بچوں کو اپنی پیٹھ پر لئے پھرتی ہیں۔ مردوں کی بیس بائیس برس میں اور عورتوں کی سولہ سترہ برس کی عُمر میں شادی ہوجاتی ہے۔ اُمرا میں طلاق بہت کم ہوتا ہے لیکن غریبوں میں طلاق کی اوسط فیصدی ۲۵ ہے۔ جاپان میں بدچلنی کی وجہ سے بہت کم طلاق واقع ہوتے ہیں۔ وہاں امتحاناً تھوڑے عرصہ کے لئے شادی کرلی جاتی ہے۔ اگر میاں بیوی کاروبار زندگی میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹا سکتے ہیں اور انکے مزاج آپس میں ملجاتے ہیں تو

اُن کی شادی بدستور قائم رہتی ہے۔ ورنہ عورت کو طلاق دیدیا جاتا ہے۔

جاپان والے اپنے بچوں سے بہت اُلفت رکھتے ہیں۔ اُنہیں جہاں جاتے ہیں اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ سیر تماشوں میں انکو ہمراہ رکھتے ہیں۔ اُن کے کھیل کودوں میں خود شریک ہوتے ہیں۔ اُنکی دیکھ بھال بہت کرتے ہیں اور انہیں نئے نئے کھلونے لاکر دیتے ہیں۔ والدین اپنے بچوں کے سڈول اور ذہین ہونے کو دُوسروں پر بہت ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ لڑکوں کو وُہ زیادہ پسند کرتے ہیں۔ مگر لڑکیوں کی بھی پرورش اور اُن سے محبت کرنے میں کسی طرح کوتاہی نہیں کرتے۔

جاپانیوں نے علوم و فنون میں اب حیرت انگیز ترقی کر لی ہے۔ پہلے یہ لوگ نہ غیر ممالک میں جاتے تھے نہ غیر ممالک والوں کو اپنے ہاں گھسنے دیتے تھے۔ لیکن اب یُورپ میں پھر کر اُنہوں نے بہت سی نئی باتیں سیکھ لی ہیں اور اپنی سلطنت کو مثل یُورپ کی سلطنتوں کے ایک محض آزاد اور طاقتور سلطنت بنانے کے درپئے ہو گئے ہیں۔

۴ ننھّے بچّوں کا صفحہ

ننھّے بچّوں کی ابجد

ا ۔ اللہ (ایشور) کی طرف ہر وقت دھیان لگائے رکھو۔

ب ۔ بُروں کی صُحبت سے بچو۔

پ ۔ پانی صاف پیو۔

ت - تن من کو صاف رکھو - تیرنا بہت اچھا ہنر ہے -
ٹ - ٹہل سیوا بزرگوں کی کرو -
ث - ثواب نیک کاموں کا ثمرہ ہے - (۲) ثابت قدمی اور مستقل مزاجی میں کوشش کرو -
ج - جوا نہ کھیلو -
چ - چوری کرنا بھاری گناہ ہے - چغل خور کا منہ کالا ہوتا ہے -
ح - حاکمِ وقت کے حکموں کی تعمیل کرنی بہت ضروری ہے -
خ - خوف الٰہی ہر وقت دل میں رکھو (۲) خدا وحدہٗ لاشریک ہے - (۳) خیرات کرنی ہر ایک انسان کا فرض ہے -
د - دور رہو برے کاموں اور شریر لڑکوں کی صحبت سے - (۲) دوزخ کی آگ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو -
ڈ - ڈرنا چاہیئے بری صحبت سے
ذ - ذکر ہر دم یادِ الٰہی کا کرو -
ر - ریاضت ہر وقت رکھو - (۲) رشوت لینی ٹھیک نہیں -
ڑ - بڑے کو صاف طور پر بولو -
ز - زیادہ چیخ چیخ کر نہ بولو - (۲) زمین پر نہ لوٹو -
س - سخاوت میں سمائی چاہیئے - (۲) سبق شوق سے یاد کرو - (۳) سچ بولنے میں کوشش کرو
ش - شرارت کو پاس نہ آنے دو - (۲) شریر لڑکوں کا حق ہے کہ سزا پائیں - (۳) شرارت سے بچو
ص - صفائی کا ہر وقت خیال رکھو -
ض - ضرورت کے وقت بولو -
ط - طبیب سے علاج کرانا ضروری ہے -
ظ - ظلم کی راہ میں کانٹے بچھے ہوئے ہیں - (۲) ظالم دکھ دینے والے کو کہتے ہیں -

ع - عبادت کرو خُدا کی - علم بڑی دولت ہے -
غ - غرور اور تکبّر نہ کرو -
ف - فکر عاقبت کی کرو -
ق - قناعت ایک بڑی نعمت ہے - (۲) قرض لینے کی عادت نہ ڈالو -
ک - کبھی جھوٹ نہ بولو -
گ - گرمی میں سرد پانی سے اور سردی میں گرم پانی سے نہایا کرو -
ل - لالچی نہ بنو - لڑائی اور فساد میں دخل نہ دینا چاہیئے -
م - ماں باپ اُستاد اور ہر کسی کے ساتھ محبّت اور سلوک سے پیش آو -
(۲) موت کا خیال ہر وقت رکھو -
ن - نیکی کرو جہانتک تم سے ہو سکے -
و - وقت کی قدر کرو - کیونکہ یہ تیز چلنے والی ریل گاڑی کی مانند ہے -
ہ - ہمّت ہر کام میں ضروری ہے -
ی - یاد رکھو پیدا ہونے اور مرنے کے دن کو - یارانا دیکھ بھال کے کرو -

راقم بساکھی رام مدرس سیہ پال کلاں ضلع لاہور -

کنڈر گارٹن یا گلشن اطفال

کنڈر گارٹن یا بچوں کا باغ جس کا مفصّل حال ماہ جولائی ۱۹۰۲ء کے بچوں کے اخبار میں چھپ چکا ہے - ایک طریقہ تعلیم ہے جس سے کھیل و کود ہی میں کھلونوں اور تصویروں کے ذریعہ سے بچوں کو تعلیم دیجاتی ہے - اِس طریقہ تعلیم کا زیادہ تر

منشا یہ ہے - کہ ننھے بچّوں کو پیار اور محبت سے تعلیم دیجائے - اُستادوں کی مارپیٹ سے بچایا جائے - اور انکی ذہنی اور دلی طاقتوں کو باتوں باتوں میں ہی ترقی دیجائے -

یہ طریقہ تعلیم ایک نیکدل جرمن نے ایجاد کیا تھا - ہمارے یہاں ہندوستان میں بھی ڈاکٹر محمد عباس صاحب مرحوم نے صغرسن بچّوں کی تعلیم کا انتظام اسی اُصول کے ذریعے کرنا چاہتا تھا - اور اُنہوں نے سیف آباد میں ایک گلشن اطفال قایم کردیا تھا - جس میں ایک انگریزی خاتون انگریزی تعلیم کے لئے اور ایک دو معلم اُردو اور فارسی کے لیے رکھے گئے تھے - ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد گلشن اطفال کی حالت بڑی خراب رہی ہے - مگر اب اُن کے ایک دوست کے صاحبزادے نے اس نیک کام کو اپنے ذمے لیا ہے - کم سن بچّوں کی تعلیم و تربیت کے لئے یہ طریقہ تعلیم ازحد مفید ہے - حال میں ضلع امرتسر کے اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر لالہ کشن چند چاؤلہ صاحب بی - اے نے ایک بہت عمدہ کتاب اُردو کنڈر گارٹن پر لکھی ہے - اُمید ہے کہ اُستادوں اور والدین کو اپنے بچّوں کو کنڈرگارٹن کے طریقہ پر تعلیم دینے میں اب بہت سہولیت ہوگی -

باغبانی کا فن بھی آجکل شریف مفید اور دلچسپ سمجھا جاتا ہے - یورپ و امریکہ میں ایسے کتب جاری کئے گئے ہیں - جن میں اسکی باقاعدہ تعلیم دیجاتی ہے - چنانچہ ڈائنہ کے متصل ایک مدرسہ ہے جس میں ۵۰ لڑکے پھول لگانے - درختوں کی کاشت اور باغیچوں کی ترتیب وغیرہ کے متعلق تربیت پاتے ہیں - سال گذشتہ میں اس مدرسہ کے طلبا نے اپنے ہاتھ سے دو ہزار درخت اور پودے لگائے اور اپنی حسن کارگذاری کے مطابق انعام حاصل کیا - چین اور جاپان کے لوگ بھی باغبانی میں بہت ہوشیار ہوتے ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس فن میں وہ اہل یورپ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں +

بچوں کی مجلس

اندھی لڑکی سے سبق سیکھو

دلی خواہش کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا اور حامد نے جو لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا اسکا یہ سبب ہے کہ اس کو دلی خواہش نہ تھی۔

وہ ہمیشہ اپنے سبق کو مشکل خیال کرتا اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے سبق کو محنت سے یاد کرے۔ ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ میں اسے یاد نہیں کر سکتا۔ ایک روز وہ اپنے بھائی باسط کے ساتھ سیر کرنے گیا۔ اثناء راہ میں سخت بارش ہونے لگی اور وہ ایک جھونپڑی میں جو سڑک سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر واقع تھی پناہ لینے کے واسطے گئے۔

وہاں ایک اندھی لڑکی کے سوائے جسکی عمر شاید گیارہ برس سے زیادہ نہ ہوگی اور کوئی نہ تھا اور وہ جراب بنا رہی تھی اور کام کرتے ہوئے خوشی سے گا رہی تھی۔ حامد نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ کیا تم نے اندھا ہونے سے پہلے جرابیں بنانی سیکھی تھیں۔ لڑکی نے جواب دیا کہ میں پیدائشی اندھی ہوں۔ حامد کو اور بھی زیادہ تعجب ہوا اور کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔ کہ یہ بات خیال میں نہیں آتی کہ تم نے بننا کیونکر سیکھا۔ کیونکہ تم کو سیکھنے میں بہت دقت ہوئی ہوگی۔ لڑکی نے جواب دیا کہ بیشک۔ لیکن میں نے دلی خواہش سے اس کے سیکھنے کی کوشش کی۔ اس لئے وہ دقتیں جلد رفع ہو گئیں۔ میرے ماں باپ بہت غریب آدمی ہیں اور اپنی روزی کمانے کے لئے سخت محنت کرتے ہیں

میرے نابینا ہونے سے انکو بڑا رنج ہوا اور اس بڑھیا نے جو برابر کے جھونپڑے میں رہتی ہے مجھے بُننا سکھایا۔ بہت عرصہ تک تو میں آہستہ آہستہ سیکھتی رہی اور اکثر خیال کرتی رہی کہ میں اس کام کو کبھی نہ کرسکوں گی۔ لیکن اس نیک عورت نے ازراہ مہربانی مجھ سے کہا کہ دلی خواہش سے کئے جاؤ۔ میں نے آخر کار ایک جراب کی جوڑی بنالی اور اس کے بعد میں اچھی طرح جراب بُننے لگی اور اب میں تمام دن بُننے سے نہیں گھبراتی۔ حامد دوسرے دن اپنا سبق یاد کرنے میں مشغول ہوا اور اسکو اپنے کام میں اتنی آسانی معلوم ہوئی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اور اس نے اس دن اتنا کام کیا جتنا وہ پہلے ایک ہفتہ میں کیا کرتا تھا۔

راقم حبیب الرحمٰن عرف چھنو میاں جماعت سوم
عمر ۸ سال

اتّفاق

اتّفاق ایک عمدہ چیز ہے۔ دُنیا کا انتظام صرف اتّفاق ہی پر منحصر ہے۔ آدمی کی طبیعت ہی اس بات کا کافی ثبوت ہے۔ کہ وہ گاؤں شہروں قصبوں میں جمع ہوکر رہتا ہے اور ہمیشہ ایک دوسرے کی مدد کا محتاج ہے یا قانون شاہی جس کو قانون قدرت سے مطابقت کرتے ہیں۔ انسانی اتّفاق کی ضرورت محسوس کرتا ہوا در بآواز بلند پکار کر کہتا ہے۔ کہ باہم اتّفاق سے رہو۔ ورنہ تکلیف اٹھاؤ گے۔ کوّے شہد کی مکھیاں۔ حشرات الارض اتّفاق سے رہتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ تو یہ شرم کی بات ہے۔ کہ ہم انسان ہوکر آپس میں عداوت رکھیں۔ چونکہ انسانی طبیعت ہی مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے اُن کی ایک دوسرے سے ہمدردی کرنی اور رنج و راحت میں شریک ہونا ضروری ہے۔

آسماں کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھو۔ جس میں ستارے سیّارے سب اتّفاق سے اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ کیسے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ نباتات گل و ثمر جو ایک ہی جگہ اُگے ہُوئے ہیں۔ کیسے خوبصُورت دکھائی دیتے ہیں۔ نیز انسان کا وجود اتّفاق ہی کے ذریعے سے بنا ہے یعنی انسان عناصر سے جو ایک دُوسرے کے مخالف ہیں سے بنے ہُوئے ہیں۔ پس ہمارا باہمی اتّفاق سے رہنا اپنی فطرت کے موافق ہے۔ اگر چھوٹے چھوٹے آدمی متّفق ہو جائیں۔ تو بڑے کام کر دکھائیں اگر دو آدمی متّفق ہو جائیں۔ تو پہاڑ کو گرا دیں۔ ایک کمزور تنکے کو کیسی آسانی سے مروڑ سکتے ہیں۔ مگر جب تنکوں کی مٹھی کو اکٹھا باندھیں۔ تو اس کا توڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اتفاق کی بدولت انسان ہر ایک کام میں ترقی کر سکتا ہے۔ اپنی قوم کو مخالفوں کے حملوں سے بچا سکتا ہے۔ نا اتفاقی کا منحوس قدم جس قوم میں جا پڑتا ہے۔ خوشی سے غمی اور آبادی سے ویرانی ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے یہ ایک کہانی کافی ہے کہ دو بیل ایک جگہ رہتے تھے۔ وُہ ایک دوسرے کی غمی اور خوشی میں شریک تھے۔ ایک دن شیر نے اُنکو دیکھا۔ اور چاہا۔ کہ اُنکو لقمہ بنائے۔ مگر ان میں اتفاق تھا۔ اُن پر شیر کی کچھ طاقت نہیں چلتی تھی۔ آخر کار ان دونوں میں نا اتفاقی ہو گئی۔ اور دونو ایک دُوسرے کے دشمن ہو گئے۔ شیر انکو ایک ایک کر کے کھا گیا۔

اَے دوستو۔ اگر تم میں نا اتّفاقی ہو گی۔ تو تم کو غیر مُلک کے دشمن اِس طرح ایک ایک کر کے مار ڈالینگے۔

راقم تاراچند تھرڈ مڈل سکول شاہ پور
(عمر ۱۳ سال ۶ ماہ)

امتحان نزدیک ہے اب کر لو کوشش مہرباں

امتحاں نزدیک ہے اب کر لو کوشش مہرباں ایک بھی گھنٹہ منٹ۔ لمحہ نہ جائے رائیگاں
ہر گھڑی پابندیٔ اوقات کا رکھو خیال کام کو اپنے نہ سُستی سے کرو تم پائمال
علم کی تحصیل میں اے مہرباں سُستی نہ ہو دھیان دیکر خُوب تم دل سے سبق اپنا پڑھو
صُحبتیں چھوڑو بُری اچھوں سے رکھو ربط ضبط کوچہ گردی کا نہ آجائے تمہارے لیں خبط
چین کی بنسی بجاتے ہیں ہمیشہ علم دار جاہلوں میں پاؤگے تم ہائے یہ باتیں کہاں
جو کرے تم کو نصیحت غور سے اُسکو سُنو اپنے ناصح کی نصیحت شوق دِل سے مان لو
وقت جاتا ہے چلا دیکھو سُنو اُٹھو چلو لاؤ بستہ کھول ڈالو لو کتابیں اور پڑھو
رات دن ہو مشغلہ پڑھنے پڑھانیکا ہی یار ورنہ پچھتانا پڑیگا تم کو پیچھے بار بار

راقم احمد خان طالب علم گوہل پور جبل پور (عمر ۱۱ سال)

بُرے الفاظ

خوش ہیں وہ بچے جو کلمات بد اپنی زبان سے نہیں نکالتے اور اپنی زبان کو اپنے قابُو میں رکھتے ہیں۔ فحش بکنے سے بچّوں کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ وُہ اپنے تیز فہم اور سادہ دِل کو سیاہ کر دیتے ہیں جس سے آیندہ نقصان اُٹھاتے ہیں۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے ہندوستانی بچّوں کے والدین اس بات کو پیار سے دیکھتے ہیں۔ کہ بچے انکو گالی گلوچ دیا کریں۔ صاحبو! دیکھئے! جنہوں نے اپنے بچّوں کو پہلے ہی سے عادات بد کی طرف مائل کر دیا۔ وُہ بچّے اپنے آیندہ زمانہ میں کیسے کیسے

گل کھلائینگے۔ کیسا بیہودہ لاڈ ہے۔ کہ بچہ آئے گئے کو بُرا بھلا کہے۔ اور اس کے والدین کھڑے دیکھیں مسکرائیں اور فرماویں کہ لو بھئی ہمارا فرزند ارجمند ابھی سے بہت ہوشیار ہو گیا ہے کہ ہر ایک کو عجیب الفاظ سے بلاتا ہے۔ جو سنتا ہے بہت خوش ہوتا ہو۔ دراصل بچے میں یہ بہت بڑا عیب ہے۔ خوبی یہ ہے کہ لڑکے کو ادب سکھلاؤ۔ بد صحبت سے بچاؤ۔ آپ کے لاڈ سے لڑکا بدخلق اور بے ادب بن جاتا ہے۔ حالانکہ اصلی لاڈ و پیار سے لڑکا مودب۔ ہونہار اور خوش خلق بنتا ہے۔ مگر ہمارے انڈین جنٹلمین گمراہ ہو کر اپنے ناز کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ ان کے لڑکے تمام عمر اس خراب عادت سے ذلیل اور خوار ہی ہوتے رہیں۔

جناب والاشان! آپ اگر اپنی اولاد کو انسانیت سکھلانا چاہتے ہیں۔ تو ان کے بچپنے کو اپنی عالی نظروں سے نہ گرائیے۔ بچپن کے زمانہ میں بچوں کے دل ایک سادہ لوح کی مانند ہوتے ہیں۔ جس طرح سادہ لوح پر لکھنے سے حرفوں کے نشانات کو ہم نہیں مٹا سکتے اور وہ اس پر دیرپا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بچوں کے دلوں کو اسوقت جس بری یا بھلی عادت کی طرف رغبت دیں۔ وہ عادت ان کے دلوں پر ثبت ہو جاتی ہے۔ اور پھر اس کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ والدین کا فرض ہوتا ہے کہ بچوں کو بچپن میں راہ راست پر چلاویں۔ کیونکہ ان معصوم بیچاروں کو کیا معلوم ہوتا ہے۔ ان کو تو اپنے پرائے کی کچھ سدھ نہیں ہوتی۔ بزرگو! میری آخری یہ عرض داشت ہے کہ اپنی اولاد پر ظلم نہ کرو اور انکو عمر بھر کے لئے کج خلق اور بے شعور نہ بناؤ۔ بلکہ انکو عالی دماغ۔ لائق۔ ہردلعزیز۔ خوش خلق بنانے کی کوشش کرو۔ تاکہ وہ تمہارے ناز کا باعث بنیں۔ اور تمہارے پیچھے تمہارا نام مہر و اختر کی طرح روشن کریں +

راقم خاکسار سیتا رام سیٹھ لیٹ سٹوڈنٹ خوشاب
عمر ۱۳ سال ۲ ماہ

خُدا کی بنائی ہُوئی کوئی چیز فائدے سے خالی نہیں

ا- تمام چیزیں جو خالقِ حقیقی نے دُنیا میں پیدا کی ہیں - آپس میں ایک دُوسرے سے تعلق رکھتی ہیں - اور ایک دوسری کو فائدہ پہنچاتی ہیں - خود زمین بھی اپنے پتھر - بالو - معدن اور نمک کی محتاج ہے - جھاڑ - پودے - بیل اور تمام ترکاریاں زمین سے اپنی غذا اخذ کرتی ہیں - حیوانات بھی علیٰ ہذالقیاس ترکاریوں پر بسر کرتے ہیں - زمین پودوں کی غذا ہے - پودے کیڑوں کی - کیڑے پرندوں کی - پرندے جنگلی جانوروں کی - اسی طرح جنگلی جانور گِدھ کا شکار بنجاتے ہیں گِدھ کیڑوں کا - کیڑے جھاڑوں کا - اور جھاڑ زمین کا - خود انسان بھی جو ان تمام چیزوں سے فائدہ اُٹھاتا ہے کبھی ان کا شکار ہو جاتا ہے - اسی طرح اور بھی تمام چیزیں باہمی کمک کے لئے پیدا کی گئی ہیں - ہماری پوشش کے لئے شیر - ریچھ اور دوسرے جانوروں کی کھال استعمال ہوتی ہے - کتّے ہماری خوراک کی خاطر ہرن اور خرگوش کا پیچھا کرتے ہیں - گھوڑے ہاتھی اور شتر بوجھ اُٹھانے کے لئے سدھائے جاتے ہیں - گائے دُودھ دیتی ہے - بکرے کا اون کام آتا ہے - اور بارہ سنگھے اُن گاڑیوں کو جن میں پہئے نہیں ہوتے، برف پر لیکر دوڑتے ہیں ◆

راقم موجی طیب جی عمر ۱۰ سال
کرسچین کالج مدراس

ایک لڑکے کی بہادری

یہ لڑکا مقام ٹرول کا رہنے والا تھا جو کہ اٹلی کے شمال میں واقع ہے۔ ایک دفعہ فرانسیسی لوگوں نے ٹرول پر حملہ کیا۔ لیکن باشندگان ٹرول اپنے شہر کے بچانے میں بہت ہی کوشش کر رہے تھے اور اسی سے سب عورتیں اور بچے اس خیال سے کہ شاید وہ بھی کسی کام آجائیں۔ لڑائی کے میدان میں چلے آئے۔ ان لڑکوں میں سے ایک لڑکا البرٹ بھی تھا جو کہ ایک بہادر جنرل کا بیٹا تھا گو کہ وہ دس سال کا تھا لیکن اس نے ارادہ کر لیا کہ میں اپنے والد کی ضرور مدد کرونگا۔ ایک دن فرانسیسی لوگوں نے چاہا کہ ہم شہر میں جا کر لڑیں۔ لیکن راستہ میں ایک پل حائل تھا۔ اور سوائے اس پل کے اور کوئی راستہ نہ تھا۔ یہ پل ایسا مضبوط بنا ہوا تھا کہ ٹرول کے باشندوں کو پورا یقین تھا کہ فرانسیسی لوگ اس کو فتح نہ کرنے پائینگے۔ یہ پل صرف ایک درخت کا بنا ہوا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا درخت تھا جو دریا کے کنارے کھڑا تھا اور جو ہوا کے زور سے گر کر دریا پر اس کا ایک پل سا بنگیا تھا۔ ٹرول کے باشندے جانتے تھے کہ فرانسیسی لوگ کیا کیا کر رہے ہیں۔ پس انھوں نے البرٹ کے باپ کو معہ سواروں کے پل کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ ٹرول والے فتح پانے کو ہی تھے کہ فرانسیسی لوگوں کے جنرل نے توپیں چلانے کا حکم دیا۔ جس سے آدھے سے زیادہ باشندے ٹرول کے مر گئے۔ البرٹ کا باپ بھی انہیں میں سے تھا۔ بیچارہ البرٹ اپنے باپ کی لاش پر جھک کر رونے لگا کہ اب ہمارا ملک ہمارے ہاتھ سے جاتا رہیگا اس نے لوگوں کو پل کاٹتے ہوئے دیکھا جس سے البرٹ کو کچھ خوشی ہوئی لیکن فرانسیسی لوگوں نے پھر

تو ہیں چلائیں اور آخرکار ٹرول کے باشندے نا اُمید ہوئے اور کسی شخص کو جُرأت نہ ہوئی کہ پُل کو کاٹ سکے۔ آخرکار البرٹ نے آرے کو اپنے ہاتھ میں اُٹھایا لیکن اب درخت کا بہت سا حصّہ کٹ گیا تھا اور تھوڑا سا حصّہ باقی تھا۔ البرٹ نے سوچا کہ میں اس کام کو ضرور کرونگا۔ پس اُس نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا اور زور سے کُود پڑا اور نہایت سُرعت سے باقی کا حصّہ بھی کاٹ دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ تمام فرانسیسی فوج دریا میں جا پڑی اور البرٹ بھی اس کے ساتھ دریا میں گر کر ڈوب گیا۔ صُبح کو اس کی لاش دریا میں بہتی ہُوئی نظر آئی۔ اُسکو دریا میں سے نکال کر دفن کیا گیا اور اُسکی ایک یادگار بنائی گئی۔ بہادر لڑکے اپنے مُلک کے لیئے یُوں جان دیتے ہیں +

بچّوں کو نصیحت

خُدا کو جان لو۔ اور اُس داتا کے حق کو پہچانو۔ وُہ سب کا کرتار ہے۔ وہ سب کا پالن ہار ہے۔ وُہ مالک ہے اور آدمی اُس کا بندہ ہے۔ وُہ پاک ہے اور آدمی گنہگار ہے۔ ماں باپ کی تعظیم کرو اور اُنکو غنیمت جانو۔ دل و جان سے اُس کا کہنا مانو۔ خدمت سے بڑائی ہے۔ بُرائی میں تباہی ہے۔ لوگوں سے با ادب بات چیت کیا کرو۔ بڑوں کو سلام کر کے اُن سے دُعائیں لیا کرو۔ جو لوگ خاکسار ہیں وُہ خُدا کی رحمت کے قریب ہیں۔ باادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب ہیں۔ راستے میں اگر کوئی بزرگ ملے تو اس کے لئے سرک جاؤ۔ بڑوں کا حکم جھٹ پٹ مان لو۔ کسی حکم کو دوبارہ مت کہلاؤ۔ علم حاصل کرنا نہایت ضرور ہے۔ علم دولت ہے۔ زندگی ہے۔ نُور ہے۔ آفتاب نکلنے کے پہلے جاگنا چاہیئے۔ پڑھنے کے وقت کھیل کُود سے بھاگنا چاہیئے۔ محنتی کی قسمت میں اقبال ہے۔ کام چور کی قسمت میں مصیبت ہے۔ بے پُوچھے مت بولو۔

بے پُوچھے کسی کی چیز مت لیا کرو۔ اگر اپنا بھائی ہو تو اُسے بھی پُوچھ لو۔ کسی کے عیب مت ٹٹولو۔ قسمیں مت کھایا کرو۔ اکثر لوگ ہر وقت قسم کھاتے ہیں مگر تم ایسے لوگوں سے بچتے رہو۔ اگر مناسب موقع ملے تو بیہودہ بکنے والوں کو شرمایا کرو۔ اگر اچھا بننا منظور ہے تو اچھوں کی صحبت اختیار کرو۔ اگر اچھی صحبت نہ ملے تو اکیلا رہنا بہتر ہے۔ بُری صحبتوں سے مُنہ موڑو۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ وقت گذرنے میں بجلی ہے۔ برق ہے۔ سوچو کہ آج اور کل میں کتنا فرق ہے۔ ہر کام کو ٹھیک وقت پر کرو۔ جو کام کرنے کے قابل ہے۔ اس کو خوب جی لگا کر کرو۔ جو اپنے لئے نہیں چاہتے ہو۔ عزیزو! اُسے اوروں کے لئے چاہنا بڑی بے انصافی ہے۔ کسی کا دل مت دُکھانا۔ یاد رکھو کہ لوگوں پر ہنسنا بھی بیدردی کی نشانی ہے۔ جس نے دوسروں کے مال کو تاکا۔ اس نے آخر کو نقصان اُٹھایا۔ اپنی اپنی چیز سب کو پیاری ہے۔ جیسا مال اپنا ویسا پرایا۔ لالچ بُری بلا ہے۔ اپنے دِل کو ہر وقت مستغنی رکھو۔ سدا سچ بولنا بہادری ہے۔ دلیری ہے۔ دلیری جھُوٹ سے بھاگو جھُوٹ اندھیر ہے۔ سچے کو ہمیشہ راحت ہے۔ سچ کو سدا بہار ہے۔ جھُوٹے کا سچ بھی کب قابل اعتبار ہے! میل ملاپ میں بڑی قوت ہے۔ پھُوٹ میں آفت ہے۔ اپنا کام خود کرنا عیب نہ سمجھو۔ خندہ پیشانی رہنے کی عادت ڈالو۔ جو کپڑے ملیں شوق سے پہن لو۔ جو کھانے کو ملے۔ خوشی سے کھالو۔ وُہ جھونپڑا غنیمت ہے۔ جس میں قناعت سے بسر ہو۔ وُہ عمارت کس کام کی جہاں تردّد کا گذر ہو۔ کسی اچھے کام کی مزدوری یہی ہے کہ تم نے ایک اچھا کام کیا۔ غضب ہے۔ اگر تمہیں یہ خیال ہو کہ ہائے کسی نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ ہاتھ اور منہہ کو میلا کچیلا رکھنا آدمیت سے بعید ہے۔ سارے بدن کو صاف اور ستھرا رکھنا صحت کو نہایت مفید ہے۔ بیمار رہنا بڑی مصیبت

ہے۔ ایک تندرستی ہزار نعمت ہے +

راقم سید شاہ عزیز حسین خسرو پور۔
ضلع پٹنہ ۔ عمر ۹ سال ۱۱۔ ماہ

اتّفاق

ترائی کے جنگل میں ایک چرواہے کا لڑکا بھینسیں چرا رہا تھا ۔ ناگاہ جنگل سے شیر کے دو بچے صاف میدان میں آگئے ۔ چرواہے کے لڑکے نے انکو دیکھ کر سمجھا کہ جنگل کی بلیاں ہیں۔ تھوڑی دیر میں ایک بہت بڑی گڑگڑاہٹ کی آواز آئی جیسے بادل گرجتا ہے ۔ یہ آواز اُن بچوں کی ماں شیرنی کی تھی جو ایک مہیب آواز دیکر اپنے بچوں کے پاس آگئی۔ اور اُس نے یہ آواز اس لیئے نکالی تاکہ آس پاس کے آدمی اور جانور خوف زدہ ہوکر اُس کے بچوں پر نگاہ نہ اُٹھا سکیں ۔ اِس آواز سے چرواہے کا لڑکا خوف زدہ ہوا اور شیرنی کو دیکھ کر ایک درخت سے چمٹ گیا ۔ یہ حالت دیکھ کر بھینسوں نے اُس کے گرد حلقہ باندھا اور اپنے مُنہہ شیرنی کی طرف کر لیئے ۔ جب شیرنی اس لڑکے کی طرف متوجّہ ہوئی تو بھینسوں نے شیرنی کا نہایت سخت مقابلہ کیا اور اپنے لمبے لمبے سینگوں سے اُسکو مجروح کر ڈالا ۔ آخر میں شیرنی کے بچے جنگل میں چلے گئے۔ اور بچوں کے چلے جانے کے بعد شیرنی نے بھی بھینسوں سے اپنی جان بچا کر جنگل میں گھس جانے کی راہ نکالی ۔ اس طور پر بھینسوں نے اپنے چرواہے کی جان بچائی ۔ اور بڑی فتحمندی سے شیرنی کو پسپا کیا +

محنت کرو

ہے امتحاں سر پہ کھڑا محنت کرو محنت کرو   باندھو کمر بیٹھے ہو کیا محنت کرو محنت کرو
بیشک پڑھائی ہے سوا اور وقت ہے تھوڑا رہا   ہے ایسی مشکل بات کیا محنت کرو محنت کرو
شکوے شکائت جو کہ تھے تم نے کہے ہم نے سُنے   جو کچھ ہُوا اچھا ہُوا محنت کرو محنت کرو
محنت کرو انعام لو انعام پر اکرام لو   جو چاہو گے ملجائیگا محنت کرو محنت کرو
جو بیٹھ جائیں ہار کر کہدو انہیں للکار کر   ہمّت کا کوڑا مار کر محنت کرو محنت کرو
باتوں سے حاصل کچھ نہ ہو ہمّت سے اب باندھو کمر   بک بک سے ہے کیا فائدہ محنت کرو محنت کرو
یہ بیج گر ڈالوگے تم دل سے اُسے پالوگے تم   دیکھوگے پھر اسکا مزا محنت کرو محنت کرو
محنت جو کی جی توڑ کر ہر شوق سے مُنہ موڑ کر   کر دوگے دم میں فیصلہ محنت کرو محنت کرو
کھیتی ہو یا سوداگری ہو بھیک یا ہو چاکری   سب کا سبق یکساں سُنو محنت کرو محنت کرو
جس دن بڑے تم ہو گئے دُنیا کے دھندوں میں پھنسے   پڑھنے کی پھر فرصت کہاں محنت کرو محنت کرو

بچپن رہا کس کا سدا انجام تو سوچو ذرا
یہ تو کہو کھاؤ گے کیا محنت کرو محنت کرو

اُمید

نتیجہ طبع مشّاق منشی چندو لال صاحب مشتاق دہلوی

تو ہے وہ تیز جوت اے اُمّید   ماند ہے تیرے سامنے خورشید

شب کو نیّر کی آب و تاب کہاں ہے چمک تیری رات دن یکساں

تو نے سارے جہاں کو گھیرا ہے آسرا ہر بشر کو تیرا ہے

تیرے آگے ہیں مشکلیں سب ہیچ خود بخود کھل گئے ہیں مشکل پیچ

یہ بھی عقدہ کھلا کہ کوہِ غم تیرے پرتو میں قطرۂ شبنم

زندگانی کی تو ہے باغ و بہار ہیں دلاویز تیرے برگ و بار

جس کے دل میں جما تیرا پودا اُس نے حسب المراد پھل پایا

تیرے سایہ کو دیکھکر آس یاس کی دھوپ تک نہ آئی پاس

اخترِ بخت کی چمک ہے تو تاج اور تخت کی جھلک ہے تو

تھے زمانہ میں جو بڑے فتّاح تھے وہ تیرے ہی بس فقط مدّاح

نزدِ اربابِ عقل و فہم و تمیز تیرے ہوتے ہیں مال و زر ناچیز

آ گئی ہے قریب منزلِ سعید قدرتی دوربیں ہے تو اُمّید

کامیابی کی تو ہے جڑ بے شک جس کو شک ہو وہ رفع کر لے شک

عرض کرتے ہیں یہاں مثالاً ہم داستانِ سکندرِ اعظم

کی چڑھائی جب اُس نے ایران پر تا کہ دارا سے چھین لے کشور

ہو گیا جمع لشکرِ جرّار کوچ کرنے کو جبکہ تھا تیّار

اس خوشی میں بکھیر کی اُس نے یہ سخاوت کی داد دی اُس نے

ایک سردار نکتہ چیں نے کہا اے جہاں بخش خسروِ دانا

یوں لٹا دی دھری دھری دولت جیسے پائی گری پڑی دولت

یہ بھی تو سوچ اے شہ والا اس مہم کے لئے بھی کچھ رکھا

اُس نے فرمایا ہاں مری اُمّید حق میں میرے ہے ایزدی تائید

پھر مجھے کیا کمی ہے اے سردار میں ہوں زرپاش و زرفشاں زردار

سُنکے وندان شکن جواب و سوال
دیا پھیر اُس نے جو ملا تھا مال
اور کہا یہ کہ اے ولی نعمت
میرے کس کام کی ہے یہ دولت
لاد کر کون لے چلے توڑے
جن سے تھک جائیں اونٹ اور گھوڑے
قول ہے آپ کا نہایت ٹھیک
ساری دُنیا جہان کے نزدیک
ہے یہ اُمید ہی بڑی دولت
چاہتا ہوں اسی ہیں میں شرکت
کیجے منظور میری شرکت کو
دیکھیے اس لازوال دولت کو
ہم سخن اس کے سب امیر ہوئے
سب اسی لیک پر فقیر ہوئے
جو ہے تجھ پر مٹا ہوا ای آس
کہد و سب کچھ ہے اُس فقیر کے پاس
مختصر بات یہ ہے اسے اُمید
تو ہے جاہ و جلال کی تمہید
بہر اُمیدوار اسکندر
تھی یہ تمہید ہی نشانِ ظفر
مُلکِ یُوناں سے تابہ ہندوستاں
کل ممالک تھے تابعِ فرماں
اُس کی تلوار سے گئے سب کانپ
آگ سے جیسے خوف کھائے سانپ
جو مقابل ہُوئے ہُوئے نابُود
مر گئے جن کی فاتحہ نہ درود
اپنا سکّہ بٹھایا دُنیا پر
آفریں بر فتوحِ اسکندر
فتحمندی کی جتنی شہرت ہے
سب یہ اُمید کی بدولت ہے

کامیابی ہیں شہرۂ آفاق
ہوگا بے شک اُمید کا مُشتاق

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک دو روپے چھ آنے ۔ قیمت فی پرچہ ۳ر

بچوں کا اخبار

نمبر ۲۹

بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۰۴ء

مرتبہ منشی محبوب عالم

ایڈیٹر پیسہ اخبار

لاہور

کارخانہ پیسہ اخبار کے مطبع خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی عبدالعزیز مینیجر نے چھاپکر شائع کیا

حیوانات پرند کے حالات کا سلسلہ

۲۴۔ نیل کنٹھ

یہ نہایت خوبصورت پرند ہے۔ جس کے رنگ برنگ کے پر ہوتے ہیں۔ عموماً گرم ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کے بھی کئی اقسام ہوتے ہیں۔ جن میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کی آوازیں بہت سریلی ہوتی ہیں۔ اڑتے یہ کم ہیں اور زیادہ تر چیونٹیاں اور کیڑے مکوڑے ان کی غذا ہیں۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

ڈاکٹر سر سیّد احمد خان مرحوم مغفور

آج تک "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کے عنوان سے جتنے مضامین ان صفحوں میں شایع ہوئے ہیں وہ تمام ایڈیٹر کی طرف سے یا کسی دوسرے مرد نامہ نگار صاحب کی طرف سے ہوتے تھے۔ مگر اس مہینہ کے رسالہ میں نہایت خوشی کے ساتھ سر سید مرحوم پر ایک مضمون ام کلثوم اظہر النسا کا لکھا ہوا درج کیا جاتا ہے یہ دیکھ کر مجھے بے انتہا خوشی حاصل ہوئی کہ سر سید جیسے اولوالعزم اور فدائے قوم کے حالات پر ایک تعلیم یافتہ پندرہ سالہ لڑکی نے قلم اٹھایا اور ایسا مضمون لکھ ڈالا جسے میں آج ایڈیٹوریل کے صفحوں میں جگہ دیتا ہوں مضمون کی عمدگی کا ناظرین خود اندازہ کریں گے ام کلثوم صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ یہ مضمون انہوں نے "حیات جاوید" کی مدد اور اپنے بڑے بھائی کی اصلاح سے لکھا ہے + ایڈیٹر بچوں کا اخبار]

اگر غور کریں تو پتہ لگتا ہے کہ بہت بڑے آدمی ترقی یافتہ قوموں کی نسبت نالائق قوموں میں پیدا ہوتے ہیں اور خدا کی قدرت کا منشا بھی یہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک قوم کو تباہ کرنے سے پہلے اُسے پھر ترقی حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے اگر قوم عقلمند ہو تو پھر ترقی کر جاتی ہے ورنہ امتحان ختم ہو جاتا ہے اور ان کا وجود دنیا میں برائے نام رہجاتا ہے۔ مسلمانوں میں اس گئے گذرے زمانہ میں سر سید مرحوم کے پیدا ہونے کی یہی وجہ تھی۔

سرسید کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے اور واقفیت کا سبب علی گڈھ کالج مسلمانوں کا مدرستہ العلوم ہے آج تیس برس ہوئے جبکہ انہوں نے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ مگر سرسید کے نیک کام اس تک محدود نہیں ہیں۔ اس مضمون میں آگے چلکر ہم تبلادیں گے کہ انہوں نے ہندوستانیوں کے لیے عموماً اور مسلمانوں کے لیے خصوصاً کیا کیا جس کی وجہ سے آج ان کا نام تمام ہندوستان میں بڑی وقعت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

بچپن

سید احمد ۱۸۱۷ء میں بمقام دہلی ایک بڑے گھرانے میں پیدا ہوئے انکے خاندان کے لوگ صحیح النسب سید ہیں چنانچہ سید احمد کا سلسلہ نسب چھتیس واسطوں سے آنحضرت صلعم سے ملتا ہے۔ ان کے باپ سید متقی بڑے پرہیزگار اور زاہد شخص تھے۔ والدہ ان کی خواجہ فرید وزیر دہلی کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ اس زمانہ کی عورتوں کی تعلیمی حالت کے مقابلہ میں ان کی والدہ اچھی تعلیم یافتہ تھیں اور بچوں کی تربیت کا انہیں خاص ملکہ تھا۔ یہی اصلی وجہ ہے سرسید کی عظمت کی مسلمانوں کو جتنا فخر سرسید پر ہے۔ اس سے زیادہ ان کی ماں پر ہونا چاہیے جن کی گود نے ان کو قوم اور ملک کے لئے پالا۔

سرکاری خدمات وغیرہ

والد کی وفات پر چونکہ خاندان کی آمدنی گھٹ گئی تھی سید احمد نے سرکاری نوکری کرلی۔ وہ دہلی۔ بنارس۔ بجنور اور غازی پور میں تا وقت پنشن نہایت معزز عہدوں پر ممتاز رہے۔ سرسید نے جو بڑی خدمات ملک اور قوم کی کیں ہیں اینں سب سے بڑی اور پہلی خدمت یہ رسالہ اسباب بغاوت ہند" لکھ کر گورنمنٹ اور انگریزوں کے بیجا شبہات رفع کرنے کی کی تھی۔ انہوں نے غدر کے بعد ہندوستانیوں

اور انگریزوں کو پھر ویسا ہی دوست بنا دیا جیسے کہ وہ غدر سے پہلے تھے۔ ؎

راجا و پرجا میں جب دیکھی بہت بیگانگی
حاکم و محکوم کو باہم ملایا آپ نے



علمی خدمات

مراد آباد کا مدرسہ اور غازی پور کا مدرسہ دونوں سید صاحب کی کوششوں کا ہی نتیجہ ہیں۔ بعد میں سرسید احمد خاں نے اپنی زندگی کے سب سے بڑے کام یعنی

مدرسۃ العلوم علی گڈھ کی بنیاد ڈالی جیسے ایک چراغ دوسرے چراغ کو روشن کرتا ہے اور اپنی روشنی نہیں کھوتا ہندوستان میں اور بہت سے مدارس اور اسکول انہیں کی مثال پر قایم ہوئے۔ بڈھے سرسید نے لوگوں کو سکھایا کہ ناقص تعلیم اور اعلے تعلیم میں کیا فرق ہے اور تربیت تعلیم کا کیسا لازمی جزو ہے۔

اردو لٹریچر کی ترقی کے لیئے "اردو سائنٹیفک سوسایٹی" قایم کی۔ سرسید نے اردو فارسی کو مخالفانہ حملوں سے بچایا چنانچہ اب ان کی موت پر وہ مخالف ۲ جو پہلے کچھ نہ کر سکے تھے غالب آئے۔

بہ حیثیت ایڈیٹر

سرسید نے تہذیب الاخلاق ہندوستانی مسلمانوں کو باخبر کرنے اور "زمانہ با تو نسازد تو بہ زمانہ بساز" (زمانہ کی رفتار کے مطابق چلنے) کا سبق سکھلانے کیلئے جاری کیا۔ یہ پرچہ اپنے وقت کا لاجواب پرچہ ہوتا تھا۔ اور ہندوستان میں آج تک اس کے جواب کا پرچہ نہیں نکل سکا۔

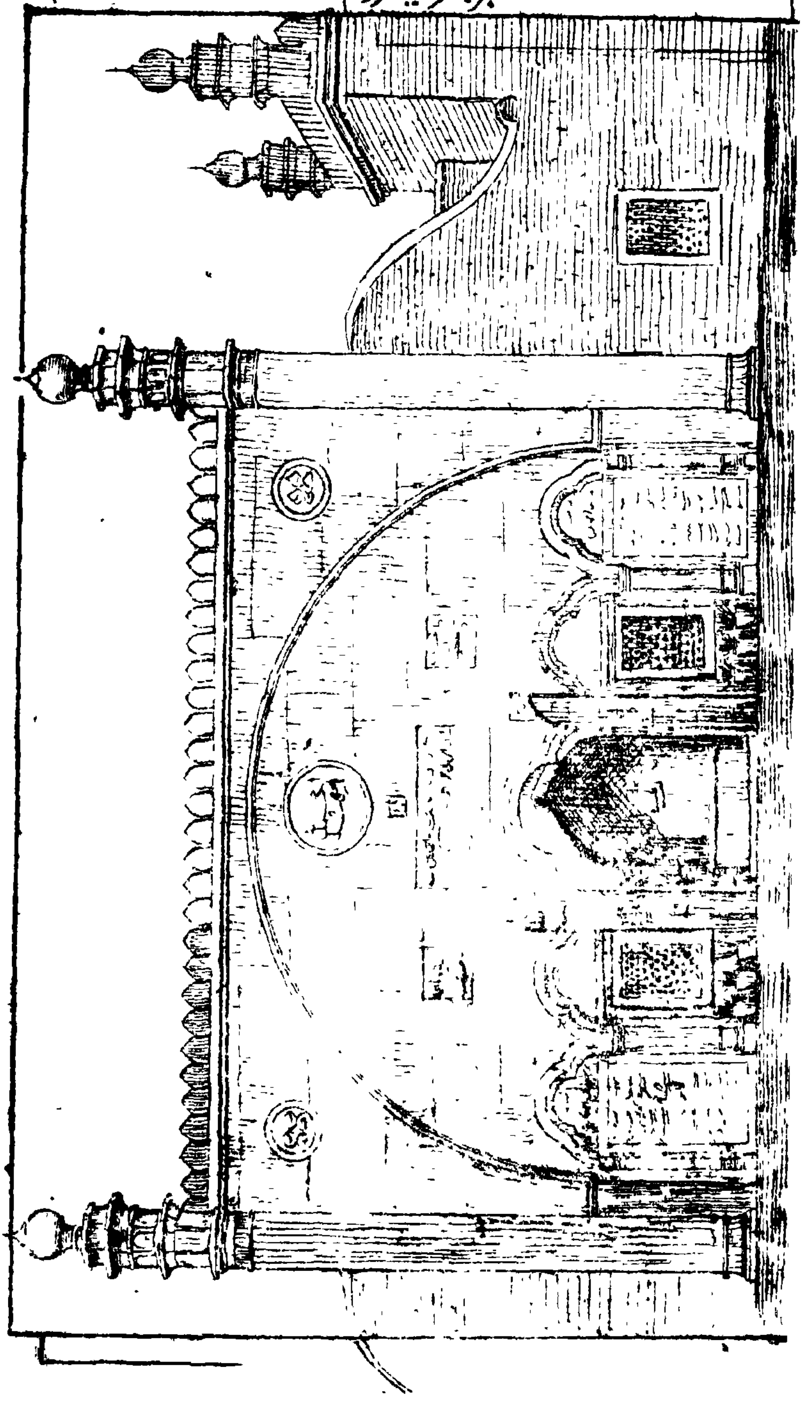
بہ حیثیت مصنف

سرسید نے انگریزی اور اردو میں قریب تیس کے کتابیں لکھی ہیں اور رسالے ان کے علاوہ ہیں جن کی تعداد بیسیوں تک ہے کئی کتابیں انہوں نے انگلستان جا کر تصنیف کیں جن میں خطبات احمدیہ بہت مشہور ہے۔ سرسید نے ایک نئی اردو انشا پردازی اور طرز تحریر ایجاد کی۔ ان کی تحریریں اتنی آسان اور رواں ہیں کہ تعجب ہوتا ہے وہ مولوی حالی کے ذریعہ سے ملکی شاعری کے طرز کو بدلنے میں کامیاب ہوئے۔

بہ حیثیت مقرر

سرسید جیسے مصنف تھے ویسے ہی مقرر بھی تھے۔ ان کی آواز بھاری اور

مقبرہ سرسید مرحوم



موثر تھی۔ تمام ہندوستان میں تقریریں کر کے اہل ملک واہل قوم کو ان کی فائدہ کی باتیں بتلائیں۔ ولایت میں بھی کئی لکچر دیئے جو بہت مقبول ہوئے۔

مخالفت کا مقابلہ

مگر اے بچو یہ سب باتیں سر سید نے بغیر مخالفت کا مقابلہ کئے ہوئے حاصل نہیں کیں۔ لوگوں نے طرح طرح کے نام رکھکر انکو کافر اور مرتد اور بے دین کہا۔ مگر بہادر سر سید نے کبھی پرواہ نہ کی۔ قوم کو وہ مرحبا کہتے رہے اور اس سے ناسزا سنتے رہے نتیجہ وہی ہوا جو سب کو معلوم ہے۔ سر سید کامیاب ہوئے اور ان کے دشمن ذلیل۔

کامیابی

پیارے بچو کیا تم بتلا سکتے ہو کہ سر سید کی کامیابی کا کیا راز تھا۔ اس کا سبب اُن کا اعلے اخلاق۔ سچائی اور سخت محنت اور جانفشانی تھی۔ سر سید نے اپنے دامن کو ہمیشہ تعصب سے پاک رکھا۔ چنانچہ اکثر کہا کہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنی دونوں آنکھوں کے مثل جانتا ہوں۔ ان میں سے ایک کا بھی نقصان میرا نقصان ہے۔

حلیہ

سر سید کا حلیہ یہ تھا:۔ رنگ سرخ و سپید۔ پیشانی بلند۔ بھویں جُدا جُدا۔ آنکھیں درمیانی مگر خوب روشن۔ ناک چہرے کی شان کے مطابق ذرا چھوٹی کان لمبے۔ داڑھی لمبی اور گھنی برف سی۔ جسم بہت فربہ مگر قد بھی خوب لمبا۔ بدن ٹھوس۔ وزن ساڑھے تین من۔ چہرہ خاموش مگر گفتگو کرتے وقت زندہ دلی ٹپکتی تھی وجاہت ایسی کہ شیر معلوم ہوتے تھے۔ سر سید ولایت جانے سے پہلے ہندوستانی لباس پہنتے تھے۔ مگر بعد میں ترکی لباس اختیار کر لیا تھا اور چاہتے تھے کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کا یہی لباس ہو تا کہ لباس کی یکرنگی سے

دلوں میں بھی یکرنگی پیدا ہو۔

سرسید نے ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء میں انتقال فرمایا اور مسجد علی گڈھ کالج کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیارے بچو۔ قابل تعظیم بڈھے کی تصویر کو دیکھو اور سوچو کہ اگرچہ وہ اب ہم میں نہیں رہا مگر اس کی زندگی سبق آموز ہے۔ اس کی سی راستی محنت اور جفاکشی اختیار کرو اور اپنے آپ کو اس کے قدم بقدم چلاؤ یا چلانے کی کوشش کرو۔ خدا تمہارے ہرارادہ میں تمہیں کامیاب کرے گا +

راقمہ:۔ ام کلثوم اظہر النسا (عمر ۱۵ برس کچھ مہینے)
(جماعت پنجم پاس و امتحان اسپیشل عربی کلاس پاس متعلم کوئٹہ ملک بلوچستان)

اخلاق و آداب

دیانت دار کبھی دکھ نہیں اٹھاتے

ایک شریف خاندان ایسا مقروض ہوا کہ اُسے قرضہ اتارنے کی ہمت نہ رہی۔ قرض خواہوں نے از حد تنگ کیا اور ایسا نازک وقت آگیا کہ اگر ایک لاکھ روپیہ قرض خواہوں کو ادا کرنے کے واسطے بہم نہ پہونچ سکے تو دوسرے ہی دن تمام خاندان اپنے مکان اور اسباب وغیرہ سے محروم ہو کر سخت مصیبت میں مبتلا ہو جائے زمانہ کے حالات نے اس خاندان کو ایسی حالت میں پہونچا دیا تھا کہ یہ نہیں جانتے تھے۔ کہ کیا کریں۔ سارے کا سارا خاندان سخت غم اور دکھ میں مبتلا ہوا اور انہوں نے

مکان کا دروازہ بند کرکے اندر ہوکر خدا سے دعا کی کہ آنے والی مصیبت سے رہائی دلائے جب یہ لوگ دعا میں مشغول تھے تو باہر سے دروازہ کوّے نے چونچ سے کھٹکھٹایا۔ خاندان کے بزرگ کو خیال ہوا کہ سردی کے باعث کوئی مسافر پناہ کے لئے آیا ہوگا فوراً دروازہ کھول دیا۔ بجائے اس کے کہ کوئی مسافر ہو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کوا ہے جو سونے کی انگشتری کہیں سے لے آیا ہے اور اس انگشتری میں ایک بہت قیمتی ہیرا تھا۔ اور اس پر ایک نیک دل ڈیوک کا نام کھدا ہوا تھا۔ اس شریف بزرگ نے اس انگشتری کو لیا اور اس نیک دل ڈیوک کے پاس لے گیا۔ ڈیوک نے اس انگشتری کو پہچانا۔ اور حیران ہوا کہ اتنی مدت کی کھوئی ہوئی انگشتری کس طرح واپس آگئی۔ حالانکہ وہ اس کے ملنے سے ناامید ہو چکا تھا۔ تب اس نے اس بزرگ سے مفصل حال دریافت کیا۔ جس کے سننے پر ڈیوک کو یقین ہو گیا کہ یہ خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے ڈیوک نے اس بزرگ کی حالت پر بہت تاسف کیا اور کہا کہ وہ اور اس کا کنبہ مطلق پریشان نہ ہو۔ ایک لاکھ روپیہ اپنے پاس سے قرض خواہوں کو ادا کر دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ دوسرے روز اپنا وعدہ اس نے پورا کر دیا اور اس خاندان کو اس غم اور فکر سے رہائی مل گئی۔

ہم کو چاہئے کہ مذکورہ بالا واقعہ سے سبق حاصل کریں اور کسی حالت میں بھی دیانتداری کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

لبھو رام نیئر۔ از آنند آشرم لودھیانہ۔

نفس کشی

ملکہ معظمہ مرحومہ قیصرہ ہند کے زمانہ بچپن کا واقعہ ہے کہ انہیں بازار

میں ایک چیز پسند آئی۔ جیب ٹٹولی تو اس کی قیمت کے لئے کافی روپیہ موجود نہ تھا وہ کاندار صرف ارشاد کا منتظر تھا اور بادشاہ وقت کی پوتی کو اس چیز کے قرض دیدینے میں اُسے کچھ تامل نہ تھا۔ لیکن شہزادی کو اُستانی جی نے ڈچز آف کنیاٹ یعنے ان کی والدہ کی نصیحت یاد دلائی کہ "قرض بُری بلا ہے" یہ سنتے ہی شہزادی نے ہاتھ سے وہ چیز رکھدی اور اپنے دلی خواہش کے پورے ہونے کی پرواہ نہ کی۔

بچوں کو اپنی خواہشوں پر قابو پانے کی بار بار مشق کرنی چاہیئے۔

ایل۔ آر۔ نیئر۔

صحبت

دنیا کے تمام فلاسفر اس امر پر متفق ہیں کہ آدمی کی طبیعت پر صحبت بڑا ہی اثر کرتی ہے۔ انسان اچھی صحبت سے فرشتہ اور بری صحبت سے شیطان بن جاتا ہے۔ اچھی صحبت اچھے اخلاق کے حصول کا وسیلہ اور بُری صحبت بُرے اطوار کا ذریعہ ہے۔ پروفیسر بلیکی کا مقولہ ہے کہ اپنے سے اچھے کی صحبت میں بیٹھو کیونکہ برے آدمی کی صحبت سے بری خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور بری خواہشوں سے غصہ اور غصے سے جہل و لاعلمی اور جہل و لاعلمی سے عقل نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ عقل گئی اور تباہی آئی۔

بھگت کبیر جی فرماتے ہیں کہ نیکوں کی صحبت بہشت اور جاہلوں کی صحبت دوزخ کی مانند ہے۔ کسی نے کہا ہے اچھی صحبت تیراتی ہے۔ اور بری صحبت ڈبوتی ہے۔ اچھی صحبت کی مثال عطار کی دوکان کی سی ہے۔ اگرچہ وہاں سے ہر ایک کو عطر تو نہیں ملجاتا۔ مگر عطر کی خوشبو سارے ہی بیٹھنے والوں کو پہنچ جاتی ہے۔

اور بری صحبت لوہاروں کی دوکان کی طرح ہے۔ جس میں آگ سے تو ہم بچ سکتے ہیں۔ مگر گرمی اور دھوئیں سے بچنا مشکل ہے۔ مولانا روم صاحب مسلمانوں میں بڑے بزرگ گذرے ہیں وہ اپنی مشہور مثنوی میں لکھتے ہیں۔ ؎

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالع ترا طالع کند

یعنے نیک کی صحبت تمہیں نیک اور برے کی صحبت برا بنا دیتی ہے۔

ذیل میں ایک کہانی درج کی جاتی ہے کہ جس سے بروں کی صحبت میں رہنے کے نقصانات ظاہر ہونگے۔ ایک آدمی کی ریچھ سے دوستی تھی اور وہ نادان آدمی اس حیوان کو لئے لئے پھرا کرتا تھا۔ ایک عقلمند نے اُسے نصیحت کی کہ بھائی اگر دوست بنانا ہے تو کسی اچھے آدمی کو دوست بناؤ جو تمہاری مدد کرے۔ یہ بے عقل حیوان دوستی کے لایق نہیں مگر وہ نادان نہ سمجھا۔ اتفاقاً گرمی کے موسم میں وہ آدمی ایک دن ایک درخت کے نیچے سو گیا اور اپنے دوست ریچھ کو اپنے سرھانے حفاظت کے لئے بٹھالیا۔ محافظ صاحب اپنے دوست کے منہ پر سے مکھیاں اوڑانے لگے ایک مکھی کو کئی مرتبہ اوڑایا مگر وہ وہیں آبیٹھتی تھی ریچھ کو غصہ آگیا اس نے ایک پتھر اٹھا کر مکھی پر مارا یہ پتھر اس کے دوست کے سر پر لگا۔ جس کے لگتے ہی اس نادان کا سر پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ پس نادان کی صحبت سے پرہیز کرنے کے لئے یہ بڑی عبرت انگیز کہانی ہے۔ حضرت سلیمان فرماتے ہیں جو داناوں کے ساتھ چلتا ہے وہ دانا ہوگا اور فایدہ اٹھائے گا اور جاہلوں کا ہمنشین ہمیشہ دکھ اٹھائے گا اور آخر کار ہلاک ہو جائے گا۔ بعض امیر و شریف جو اچھے خیالات کو چھوڑ کر کمینے خیالات اختیار کرتے ہیں وہ بری ہی صحبت کا نتیجہ ہے پس جہاں تک ہو سکے اچھی صحبت

اختیار کرنی چاہیے۔ اور بُری صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎

ترا اژدہا گر بود یار غار
ازاں بہ کہ جاہل بود غم گسار

انسان میں اپنی کوئی عادت نہیں ہوتی سب باتیں دوسروں کی دیکھا دیکھی اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ نیکوں کی صحبت سے نیک اور بروں کی صحبت سے بد ہونا ضروری بات ہے۔ اس لئے داناؤں نے سینکڑوں جگہ تاکید کی ہے کہ اپنا ہم جماعت اچھا تلاش کرو ؎

ہم نشین نواز تو بہ باید
تا ترا عقل و دیں بیفزاید

نیک صحبت سے اُس آدمی کی صحبت مراد ہے۔ جس کے اخلاق اچھے ہوں ہم صحبت کوئی عالم فاضل و فلاسفر ہو تو اس کی صحبت سے ہمیں اخلاق کے اصول اور علم و فضل کی صنعتیں ذہن نشین ہو سکتی ہیں ایک بادشاہ نے کسی کو نوکر رکھا اور کہا تین باتوں سے پرہیز کرنا۔ (۱) جھوٹ نہ بولنا۔ (۲) خوشامد کے طور پر میری تعریف مت کرنا۔ (۳) کسی کی چغلی نہ کھانا ورنہ تمہاری صحبت سے مجھ میں بھی یہ بری عادتیں پڑ جائیں گی۔ سلطان سکندر نے ایک دفعہ ارسطو سے پوچھا کہ بادشاہ کی مصاحبت کے لائق کون شخص ہو سکتا ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ۔ (۱) امین ہو خائن نہ ہو۔ (۲) قانع ہو۔ طامع نہ ہو۔ (۳) ہنر مند ہو عیب جو نہ ہو۔ (۴) کارکنندہ ہو۔ لاف زن نہ ہو۔ (۵) موافق ہو۔ منافق نہ ہو۔ انسان کو ان سات آدمیوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (۱) حاسد۔ (۲) بخیل۔ (۳) بدباطن۔ (۴) غیبت کرنے والا۔ (۵) جو منصف مزاج نہ ہو۔ (۶) دروغ گو۔

(۷) بسیار گو۔ گوسائیں تلسی داس کا قول ہے کہ نیک آدمی کی صحبت ایک گھڑی یا آدھی گھڑی یا اس سے بھی کم وقت میں بہت سے عیبوں کو دور کرتی ہے۔

راقم۔ بی۔ این سہائے از لاہور

اخلاق

(مرقومہ ایم حکیم شیخ غلام محی الدین صاحب مالک شفاخانہ چشمہ فیض لاہور)

اے پیارے بچو معلوم ہو کہ تحصیل علم سے غرض یہ ہے کہ انسان تہذیب اخلاق اور نیک عادات حاصل کرے۔ جب تک انسان میں آداب محاورات اور دستور معاملات مہذب و مودب نہوں حقیقت میں انسان نہیں اگرچہ بصورت انسان ہے حضرت مولانا روم ایسے ہی انسان صورت بہایم سیرت کے متعلق فرماتے ہیں۔ ؎

اینکہ مے بینی خلاف آدم اند
نیستند آدم غلاف آدم اند

تہذیب اخلاق علم پر عمل کرنا ہے۔ اگر عمل بموجب علم کے نہ ہو تو تحصیل علم محض بیکار ہے اور وقت تحصیل علم و تہذیب اخلاق کا زمانہ بچپن کا ہے کہ طبیعت بچوں کی بہ نسبت جوانوں کے زیادہ تر اثر پذیر ہوتی ہے۔ بقول حضرت سعدی رحمتہ اللہ علیہ ؎

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ
نشود خشک جز بآتش راست

حفظِ صحت

جامِ صحت یعنی تندرستی

(جناب لالہ دوارکا پرشاد صاحب گہر لکھنوی نے بچوں کے اخبار کیلئے لکھا)

اے میرے باغ زندگی کی بہار / اے میرے ہلتھ غیرت گلزار
واہ کیا تازہ دم نسیم ہے تو / فرح بخشِ جہاں شمیم ہے تو
میوہ باغ زندگانی ہے۔ / ثمر نخل نوجوانی ہے۔
یوں تو دنیا کی نعمتیں ہیں عزیز / لیکن اے ہلتھ تو ہے اور ہی چیز
صحت و امن و عیش و دولت و زر / دین و ایمان و عقل و علم و ہنر
سب میسر تیری بدولت ہے / باغ عالم میں تو ہی نعمت ہے
تیرے ہی فیض سے ہے لطف حیات / تو ہماری ہے قاضی الحاجات
ہر ترقی کی رہنما تو ہے / عقل حیران ہے کہ کیا تو ہے
تو گھڑی بھر اگر خفا ہو جائے / دم میں کیا جانے کیا سے کیا ہو جائے

جام صحت ہے فیض عام تیرا
تندرستی ہے پیارا نام تیرا

ہے کوئی ایسا صاحب ہمت / ہے کسی کی قلم میں یہ طاقت
غیر ممکن ہے جو خلاف لکھے / تندرستی پہ فوقیت ہے کسے
لکھنے بیٹھا ہے آج کلکِ گہر / تندرستی کے باب میں لکچر
معترض نکتہ چیں ادھر آئیں / حق سخن کا جواب دیکھائیں

علم و دولت بھی گو ہے قدر کی چیز — پر نہیں بڑھکے ہلتھ سے اے عزیز
پاس دولت اگر ہوئی تو کیا — تندرستی کا جب نہیں ہے مزا
جسم صحت بغیر ہے بے سود — جیسے پرزے گھڑی کے زنگ آلود

تندرست آدمی کو جانے دو

قدر صحت مریض سے پوچھو

دیکھئے وہ غریب زار و نزار — بستر غم پہ ہے پڑا بیمار ۲
جملہ امراض تن نے گھیرا ہے — زندگانی نے منہ کو پھیرا ہے
سر پہ جن ہے سوار سستی کا — سایہ ہے دور تندرستی کا
اشک بھر بھر کے اپنی حالت پر — حسرت آلود ڈالتا ہے نظر
عضوِ تن تار جسم زار و نزار — وقنا ربنا عذاب النار
نوجوانی میں آگئی پیری — تندرستی کی ہائے قدر نہ کی
صادق آتی ہے اسے گھر یہ مثال — قدر ہر نعمت است بعد زوال
نقد صحت کو ہائے کھو بیٹھا — زندگانی سے ہاتھ دھو بیٹھا
اپنی جان اب اُسے عزیز نہیں — مال و دولت تو کوئی چیز نہیں
سلطنت بخشدے کوئی اس کو — خوش نہ پر آئے گی کبھی اُس کو
کیونکہ ہے درد و غم سے حالت زار — سرد آہوں کا گرم ہے بازار
نقد گم گشتہ ہاتھ آجائے — درد دل دور ہو شفا پائے
دل ہی دل میں ہے یوں کہے جاتا — کوئی ایسا بھی ہے سخی داتا
تندرستی میری مجھے بخشے — ہے جو سرمایہ میرا مجھ سے لے

ہلتھ گوڈ ہلتھ آہ پیارے ہلتھ

تیری کیا بات واہ پیارے ہلتھ

کیا سبب انڈین پہ ہے افلاس نقد صحت کہاں ہے اُنکے پاس
قدر کی جب نہ تندرستی کی سر پہ چھائیں بلائیں سستی کی
عیش و عشرت کنیز بنکے رہی جہل و غفلت عزیز بنکے رہی
آگے آیا نتیجۂ اعمال نقد صحت رہی نہ جنس نہ مال
نہ رہے وقت کے کبھی پابند حفظ صحت کو کھو کے دولتمند
دن بہ دن پست ہو گئی ہمت گر کے اٹھنے کی اب کہاں طاقت
آل اولاد پر پڑا یہ اثر کہ ہوئے انتہا کے وہ لاغر
تندرستی کی قدر گر کرتے تو ہر اک معرکہ کو سر کرتے

اہل جاپان کی شجاعت کا۔ آج کل کیوں بلند ہے جھنڈا
آفریں مرحبا بریں ہمت پست کردی ہے روس کی طاقت
حفظ صحت سبب ہے ہمت کا اور ہمت ذریعہ دولت کا
لطف دولت کا تندرستی سے پھیر قسمت کا تن کی سستی سے

تندرستی کمال کا باعث
تن کی سستی زوال کا باعث

کچھ تعجب نہیں کہ بے سمجھے یہ بھی ہم سے کوئی سوال کرے
حفظ صحت کے کیا طریقے ہیں تندرستی کے کیا وسیلے ہیں
انڈین کا ہے یونہی حال تباہ ایسے سرگشتۂ[1] ہیں آہ
تندرستی رہے گی تب ہی بجا پیٹ بھر جب نصیب ہوگی غذا
پہلے لازم ہے اپنے پیٹ کی فکر تندرستی کا بعد کیجے ذکر

---

[1] حالات

میں یہ کرتا نہیں کبھی تسلیم — عرض خدمت میں ہے بقول حکیم
حفظ صحت کے فایدے یہ ہیں — سہل و کم خرچ فایدے یہ ہیں
صبح کو اٹھ کے ہاتھ منہ دھوکر — فارغ الشان دھیان سے ہوکر
صاف میدان کی ہوا کھائیے — روح کو جس سے تازگی آئے
تھوڑی ورزش کیا کرے ہر صبح — شکر نعمت ادا کرے ہر صبح
تیرہ و تار و تنگ گھر دے چھوڑ — صحبت رند بد گہر دے چھوڑ
کھانا بے وقت کا کرے نہ پسند — رہے ہر لحظہ وقت کا پابند
دن کا سونا زوال صحت ہے — واقعی میں کمال غفلت ہے
کرنی محنت کی چاہئے عادت — حد سے بڑھ کر مگر نہ کر محنت
کام رکھ دنیوی ترقی سے — کر بسر اپنی تندرستی سے
مار غصہ کو نفس کو کر زیر — سر جھکا دے گا تیرے آگے شیر
دل کو خوش رکھ نہ رنج کر غم کھا — ایک دو لقمہ بھوک سے کم کھا
پانی پی ظرف کو کھنگال کے پی — صاف و شفاف دیکھ بھال کے پی
وقت کر صرف حفظ صحت میں — کھو نہ اوقات مفت غفلت میں
وقت ہر کام کا مقرر کر — کر عبادت خدا کی شام و سحر
نشے جتنے ہیں تیرے دشمن ہیں — رگ جاں کو یہ خار گلشن ہیں
زہر قاتل اثر میں ہے یہ شراب — خار او خس شہر میں ہے یہ شراب
جو کہ ہیں اس کے دل سے متوالے — ان کو پڑتے ہیں جان کے لالے
طلبا کے یہ دلنشیں ہو بات — ہے بجا پائے بندیئے اوقات
نشے سے نفرت اختیار کریں — تندرستی کو دل سے پیار کریں
پڑھنے لکھنے کا ہو مقرر وقت — رہے ہر کام کا جدا ہر وقت

ایک کام ایک وقت دیں انجام — نہ کریں ایک وقت میں دو کام
گھر پہ بھی یہ عمل کریں ہر وقت — جوں ہے اسکول کا مقرر وقت
کوشش و محنت اختیار کریں — تندرستی کو دل سے پیار کریں
تندرستی کہیں جو ہوگی خراب — پھر ترقی نہ ہوگی تم سے جناب
یاد رکھئے کہ یہ نصیحت ہے — تندرستی ہزار نعمت ہے
بام مقصد کا یہ ہی زینہ ہے — مہر ہے مُہر ہے نگینہ ہے
اختر برج جاہ و حشمت ہے — شمع بزم و جلال و شوکت ہے
ہے جلا شیشہ حیات کی یہ — ہے فضا باغ کائنات کی یہ
صدف بحر افتخار ہے یہ — قدرتی باغ کی بہار ہے یہ

ہلتھ گوڈ ہلتھ آہ پیارے ہلتھ
تیری کیا بات واہ پیارے ہلتھ

زنگبار کا چھوٹا سلطان

سید محمود مرحوم سابق سلطان زنگبار کا جانشین اُن کا بیٹا نوجوان سید علی ہوا ہے۔ سید علی نے انگلستان کے امیر زادگان کے مدرسہ ہیرو میں دو سال تعلیم پائی ہے۔ اور اُسے زمانہ کے حالات سے پوری پوری واقفیت حاصل ہوگئی ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں اُس نے گو علمی لیاقت زیادہ حاصل نہیں کی۔ تاہم لوگ اُسے بہت پسند کرتے تھے۔ مدرسہ ہیرو کے ہیڈ ماسٹر ڈاکٹر وڈ کی رائے ہے کہ سید علی سچا اور دیانتدار لڑکا تھا اور سپاہیانہ کاموں میں بڑی سرگرمی ظاہر کرتا تھا۔ کھیلوں اور ورزشوں میں بہت چالاک تھا۔ اور فٹ بال کا کھیل بڑی عمدگی سے کھیلا کرتا تھا۔

نوشت و خواند

جغرافیہ

(نمبر ۱۱۔ سمندر کے خطرات)

۱۔ ملاحوں کو اکثر بڑے بڑے خطرات کا سامنا ہو جاتا ہے۔ طوفان آجاتے ہیں اور ذرا کی ذرا میں جہاز پر کے لوگ موجوں میں آجاتے ہیں۔

۲۔ سمندر کا طوفان واقعی نہایت خطرناک چیز ہے۔ خشکی میں بجز زلزلہ کے اور کوئی چیز اس سے آدھی بھی خطرناک نہیں ہوتی۔



۳۔ ذرا تصور کرو کہ ایک جہاز سمندر میں بڑی دور چلا جا رہا ہے اور پانی کی موجیں مثل پہاڑ کے چاروں طرف بلند ہوتی ہیں اور جہاز سے ٹکراتی ہیں۔

۴۔ ہوا زور میں آئی ہوئی ہے تھپیڑے مار رہی ہے۔ سنسنا رہی ہے اور شور مچا رہی ہے۔ بادل گرج رہا ہے اور بجلی چمک رہی ہے۔

۵۔ جہاز کی یہ حالت ہے کہ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر اس طرح جاتا ہے جیسے کوئی اُسے اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پھینک رہا ہو۔ یہ حالت گھنٹوں اور کبھی دنوں تک رہتی ہے۔ حتےٰ کہ بادبان پھٹ جاتے ہیں ستون

ٹوٹ جاتے ہیں۔ جہاز کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔ اس میں پانی بھر جاتا ہے اور وہ غرق ہو جاتا ہے۔

۶۔ بار بار ایسا ہوتا ہے کہ جہاز بندر سے نکلتے ہی تاریک رات یا کہرے کی تاریکی میں راستہ بھول جاتے ہیں اور کسی جہاز سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس تاریکی میں بعض جہازوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ بندرگاہ ڈھونڈتے ہیں مگر نہیں ملتا۔

۷۔ سواحل پر اکثر چھوٹی چھوٹی کشتیاں اس غرض سے رکھی جاتی ہیں کہ جہاز کو کچھ نقصان پہونچے تو چند بہادر آدمی ان کشتیوں کو لیکر فوراً جہاز کے پاس جا پہونچیں اور لوگوں کو غرق ہو جانے سے بچائیں۔ ہزارہا جانیں اسطرح بچالی جاتی ہیں۔

۸۔ سب سے زیادہ خطرناک مصیبت جو کسی جہاز پر سمندر میں پڑ سکتی ہے یہ ہے کہ اس جہاز میں آگ لگ جاوے۔ کیسی مصیبت اور بے بسی کی حالت ہوتی ہے سینکڑوں آدمی جل جاتے ہیں۔ سینکڑوں غرق ہو جاتے ہیں اور بہت ہی کم ایسے ہوتے ہیں جو اس مصیبت کے قصہ کو بیان کرنے کے لئے کشتیوں میں بیٹھکر بچ آسکے ہوں۔

لوگ کیوں مفلس ہیں؟

ان کے خیالات ان کے کیسہ کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہیں۔
ان کا خیال ہے کہ دنیا ہماری ہی بدولت پرورش پا رہی ہے۔
وہ اپنے اخراجات کا حساب کتاب نہیں رکھتے۔

نئی نئی تجویزیں بنانے والوں اور ترقی کرنے والوں کے دھوکوں میں وہ آسانی سے آجاتے ہیں۔

وہ اس ضرب المثل کے کہ "آرام سے مقدم قرض کا ادا کرنا ہے" برعکس عمل کرتے ہیں۔

ان کے عیش وعشرت کے مشاغل بے شمار اور بہت زیادہ روپیہ خرچ کرنے والے ہیں۔

روپیہ پیسہ کو پس انداز کرنا ان کے نزدیک اچھا کام نہیں۔ یہہ جلد دولت مند ہو جانے کے واسطے کوشش کرتے ہیں اور اپنی آسودگی کو خطرہ میں ڈالتے ہیں۔

وہ اپنے دوستوں کو اپنی فیاضی اور نیک نہادی پر بھروسہ کر کے پڑا رہنے دیتے ہیں۔

وہ اس کام کو کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی دوسروں کو ان سے امید ہے لیکن اس کا خیال نہیں کرتے کہ آسانی کے ساتھ ہم کیا کر سکتے ہیں۔

والدین کفایت شعار ہیں لیکن بچوں کے خیالات فضول خرچی کی طرف مائل رہیں۔

جو کام وہ کل پر ملتوی کر سکتے ہیں اس کو آج نہیں کرتے۔

معاہدوں اور اقرار ناموں کو تحریر میں لے آنا وہ ضروری نہیں سمجھتے۔

بمقابلہ محنت کرنے کے قرض لینے کو وہ ترجیح دیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ محنت کرنا ہماری شان کے خلاف ہے۔

ان کو یہ خیال بھی نہیں آتا کہ اپنے مکانوں کو تھوڑے سے روپیہ کے عوض میں رہن کر دینے سے وہ ہمیشہ کے لئے بے خانماں ہو جاتے ہیں۔

وہ اپنے دوستوں کے ضمانت ناموں پر اپنے دستخط کر دیتے اور ان کے قرض کی ادائگی کے ذمہ وار بن جاتے ہیں۔

جب ان کی چیزوں کی حفاظت و نگہداشت ان سے نہیں ہو سکتی تو انکو خطرناک حالت میں چھوڑ دیتے ہیں۔

وہ سوچتے رہتے ہیں کہ ایام بارش کے واسطے کچھ پس انداز کرنے کو ابھی بہت کافی وقت ملے گا حتے کہ بارش شروع ہو جاتی ہے۔

افسر خاندان ایک نیک شخص ہے لیکن اُسنے کاروباری طریقہ سے کام کرنا نہیں سیکھا۔

لڑکیوں کی صرف خواہش ہے کہ ہمارا شوق اعلےٰ درجہ کے لباس اور بیش قیمت زیورات کا پورا کیا جاوے۔

ان کو اس کا یقین نہیں کہ فضول خرچی کی عادت تمام خاندان میں مصرفانہ اطوار پیدا کر دے گی۔

وہ اپنے پچاس روپیہ کی آمدنی پر اپنے ایسے ہمسایہ کی سی ظاہری شان و شوکت بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جسکی دو سو روپیہ کی آمدنی ہو۔

ہتھیار برقی چھتریاں۔ چندہ کی کتابیں تصویریں یا اور مختلف قسم کی چیزیں غرضکہ ہر ایک شے جسکا روپیہ باقساط ادا کرنا پڑے۔ جب ان کے سامنے آجاتی ہیں تو وہ ان کو خرید لیتے ہیں یا ان میں چندہ دیتے ہیں۔

جس کام سے وہ بخوبی واقف ہیں اُس میں کچھ زیادہ ترقی کرنے کے قابل تو ہوتے نہیں لیکن یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ کبھی ایسے کام میں روپیہ لگا دینے سے دولت جمع ہو سکتی ہے۔ جس سے وہ بالکل واقفیت نہیں +

روئے زمین کے باشندے

چین کے باشندے

چین کے باشندے بھی مثل جاپانیوں کے زرد فام ہوتے ہیں۔ مگر وہ اپنے چہروں پر استرہ پھرواتے ہیں۔ سر کے بال بھی منڈوا دیتے ہیں صرف ذرا سی جگہ تھوڑے سے بال رہنے دیتے ہیں۔ جن سے بڑی لمبی چوٹی بنا لیتے ہیں۔ جو ان کے پیچھے لٹکتی رہتی ہے۔ ہونٹ ان کے موٹے اور نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کی صورت شکل سے وقار ٹپکتا ہے۔ امرا کی عورتوں کی پہچان یہ ہے کہ ان کے پیر چھوٹے ہوتے ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ انہیں چلنا پھرنا کم پڑتا ہے اور محنت مزدوری کی تکلیف سے خدا نے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ عورتوں میں مثل اور ممالک کے وہاں بھی نزاکت بہت پسند کی جاتی ہے اور مرد جتنا قوی و فربہ ہو اتنا ہی اچھا سمجھا جاتا ہے۔

چینیوں کا لباس عموماً سوتی کپڑے کا ہوتا ہے مگر جو دولتمند ہیں وہ ریشمی لباس پہنتے ہیں۔ جاڑوں میں پشمینہ اور روئی کے کپڑے استعمال کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو گرم کرنے کے لئے وہ لوگ آگ نہیں جلاتے نہ آگ سے تاپنے کا وہاں رواج ہوتا ہے۔ جب تک ان کا جاڑا نہیں جاتا وہ کپڑوں پر کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ غرارے دار پائجامے اور ڈھیلے ڈھالے کرتے وہاں اکثر پہنے جاتے ہیں۔ ان کے جوتوں میں چمڑا نام کو نہیں ہوتا۔ فقط سوت ہی سوت ہوتا ہے اور تلے نمدے کے ہوتے ہیں۔ عورتیں ایک لمبا سا جبہ پہنتی ہیں۔ جس کے اوپر گھٹنوں

تک کا چوغہ ہوا کرتا ہے۔



ایک بازار کا سین

مثل یورپ والوں کے چین میں یہ دستور نہیں ہے کہ فیشن جلد جلد بدلیں اور اہل یورپ کے مانند چینیوں کو کپڑوں کے معاملہ میں بہت زیر بار ہونا پڑے بلکہ وہاں مختلف موقعوں کے استعمال کے لئے لباس سرکاری طور پر قرار دیدیا جاتا ہے۔ جسے لوگ ایک مرتبہ بنوا کر سنبھال کے رکھ لیتے ہیں اور جب کوئی موقعہ آئے تو اُسے پہن لیتے ہیں پنکھوں اور چھتریوں کو بھی چین والے داخل لباس سمجھتے ہیں۔ خوبصورت اور رنگ برنگ کے پنکھے اور چھتریاں بنانے میں بڑی بڑی اوستادی دکھلائی جاتی ہے۔ بعض چینیوں نے اب انگریزی لباس پہننا بھی شروع کر دیا ہے

مردوں کی چوٹی کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک زمانہ میں منچو تاتاریوں نے ان کی تحقیر کی غرض سے ان کے لئے یہ ایک غلامی کی علامت مقرر کی تھی لیکن یہ غلامی کی علامت اب عزت کی نشانی سمجھی جاتی ہے اور کسی چینی کے سر پر چوٹی نہ ہونا بے عزتی خیال کی جاتی ہے۔ حجاموں کی اس ملک میں بہت قدر ہے کیونکہ سر اور داڑھی و مونچھ کی صفائی کے لئے وہاں کے مردوں کو ان کی ہمیشہ ضرورت محسوس ہوا کرتی ہے۔

عورتیں اپنے بال نہیں منڈواتیں بلکہ اور زاید بال جوڑ کر اپنے سر کو طرح طرح سے گوندتی ہیں۔

سفید رنگ وہاں ماتمی سمجھا جاتا ہے اور جب کسی کا کوئی رشتہ دار مر جاتا ہے تو وہ سفید رنگ کے کپڑے پہن لیتا ہے۔

شادی ان لوگوں میں کم سنی میں ہو جاتی ہے اور رسومات شادی بہت پیچ در پیچ ہیں۔ امیروں کے اور لوگ عموماً اپنی ایک ہی شادی کرتے ہیں۔ غریبوں کی عورتیں بہت کام کاج کرنے والی اور گھر گرستی سنبھالنے

والی ہوتی ہیں۔ اور امیروں کی عورتیں سینے پرونے اور زری وغیرہ کے کام سے آشنا ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض بعض کسی قدر علم موسیقی بھی جانتی ہیں۔



چینی عورتیں

بدچلنی چوری۔ بدمزاجی۔ سسرال والوں کی نافرمانی اور بہت بکواس کرنے سے عورتوں کو طلاق دیدی جاتی ہے۔ جو عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں دوبارہ شادی نہیں کرتیں۔

چینی موت سے بہت کم ڈرتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات میں خودکشی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہماری اولاد ہمارا نام زندہ رکھے گی۔ جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے رشتہ دار سفید کپڑے پہن کر اس کی لاش کے اردگرد بیٹھکر روتے ہیں اور سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ کی لاش

سے کپڑے پہناتا ہے۔ مرنے کے
کو نہلاتا ہے۔ پھر اسے جیتے جاگتے آدمیوں کے
ساتھ لیجاتے ہیں
عموماً تین ہفتہ بعد جنازہ کو قبرستان میں باجے کے
بیاہ شادی نہیں
باپ کا ماتم اولاد تین سال تک کرتی رہتی ہے اور اس عرصہ میں
برابر تقسیم
کرتی۔ بڑا بیٹا دوہرے حصہ کا مالک ہوتا ہے اور باقی اولاد میں جائیداد
اور تقسیم جائیداد
ہو جاتی ہے۔ لیکن باپ کے مرنے کے بعد بیٹے بہت کم جدا ہوتے ہیں
ان کی ہڈیاں اکثر
کی ضرورت نہیں پڑا کرتی۔ جو چینی ممالک غیر میں مرتے ہیں

اپنے وطن میں لاکر دفن کی جاتی ہیں۔

یہ لوگ عموماً بودھ مذہب کے پیرو ہوتے ہیں۔

وفنون کی بہت شہرت
زمانہ قدیم میں ان کی تہذیب و شائستگی اور علوم
مقابلہ کا امتحان پاس
تھی۔ آجکل بھی ان میں امتحانوں کا بہت رواج ہے اور بغیر
کے لئے مختلف
کئے وہاں کسی کو ملازمت نہیں ملتی۔ مختلف قسم کی ملازمت
کی ہی ہوتی ہے
مدارج کے امتحان ہیں۔ مگر تعلیم محض پرانی فلسفیانہ کتابوں
علیحدہ علیحدہ دو دو [illegible]
امتحان لیتے وقت سخت نگرانی کی جاتی ہے [illegible]
پھر اکٹھا کیا جاتا ہے
دیواروں کے کمروں میں [illegible]
گیا جب تک
تلاشی لی جاتی ہے کہ کوئی کتاب یا کاغذ [illegible] نہیں لے
دینے والے
امتحان ختم نہ ہو کسیکو باہر نہیں نکلنے دیتے۔ ممتحن کو امتحان
میں آیا تھا
کے نام نہیں بتائے جاتے۔ باوجود اتنی سختی کے بھی ایک مرتبہ
کہ ایک کمرہ کے اندر سرنگ لگا کر نیچے سے راستہ بنایا گیا اور کتابوں وغیرہ کی امداد

پہونچائی گئی۔

جس نے کوئی اعلےٰ درجہ کا امتحان پاس کیا ہو اس سے اگر کوئی جرم سرزد
ہو جائے تو اُسے جسمانی سزا سے معاف رکھا جاتا ہے۔

مجرموں کو اس ملک میں بعض نہایت بے رحمانہ سزائیں دیجاتی ہیں سزائے موت بالعموم سخت ہوتی ہے۔ چین میں یہ بڑی خوبی ہے کہ لوگ آپس میں مارپیٹ نہیں کرنے پاتے وجہ اس کی یہ ہے کہ جب اُن میں مارپیٹ ہوتی ہے۔ تو لوگ کھڑے ہوکر تماشہ نہیں دیکھتے۔ بلکہ بیچ بچاؤ کرکے انہیں چھوڑا دیتے ہیں اور مارپیٹ مطلق نہیں ہونے دیتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب انہیں آپس میں لڑنا ہو تو زبان اور اشاروں سے دیر تک لڑتے رہتے ہیں۔ ہاتھاپائی نہیں کرتے۔

ان کی عام خوراک چاول ہے کتے بلیوں کو بھی یہ بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ چاء کثرت سے پیتے ہیں۔ ہاتھی دانت یا چاندی کی دس دس انچ کی دو چھوٹی ڈنڈیوں سے کھانا کھایا جاتا ہے۔ افیون مدک اور گانجے کا کثرت سے رواج ہے۔ امیر۔ غریب۔ مرد۔ عورت۔ کوئی اس بلا سے بچا ہوا نہیں۔

مکان لکڑی کے اور دو منزلہ ہوتے ہیں جن میں فرنیچر بہت سادہ ہوتا ہے۔

کُتا

کُتا بڑا وفادار جانور ہے۔ ذلیل سے ذلیل ذات کے کتوں میں بھی وفاداری پائی جاتی ہے اور اچھی ذات والے کتوں میں وفاداری کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ انگلستان میں کتوں کی بڑی قدر کیجاتی ہے۔ لندن میں ایک بل ڈاگ سوسائٹی ہے۔ جس میں لائق لوگ کتوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ ابھی ایک کتا مسٹر کروگر نیوپارک والے نے ایک ہزار گینی (سونے کا سکہ) کو خریدا۔

بچوں کی مجلس

جانوروں کا بادشاہ منتخب کرنا

سلطنت جنگل کا بادشاہ (شیر) مر گیا تھا اور تمام جانور شیرنی یعنی اسکی بیوی کو جس کے ماتم کی گرج سے پہاڑ و جنگل گونج رہے تھے تسلی دینے کے لئے جمع ہوئے۔

رسم تعزیت ادا کرنے کے بعد پھر ایک جلسہ منعقد ہوا اور اتفاق رائے سے شیر کا بچہ جلسہ کا پریسیڈنٹ قرار پایا اور مرحوم بادشاہ کا تاج جلسہ میں لایا گیا۔

کارروائی انتخاب بادشاہ شروع ہوئی۔ شیر کا بچہ اتنا چھوٹا اور کمزور تھا کہ بڑے جانوروں پر حکمرانی کے قابل وہ نہ سمجھا گیا۔ اس نے کہا "حاضرین مجھے بالغ ہو جانے دو پھر میں حکمرانی کے قابل ہو جاؤں گا اور مثل اپنے باپ کے اپنا رعب داب جماؤں گا۔ اس عرصہ میں میں اپنے باپ کی بہادری کے کارناموں کی تاریخ کا مطالعہ کروں گا۔ اور کسی دن ویسا ہی صاحب جلال ہو جاؤں گا"۔

شیر کے بچہ نے اپنی تقریر ختم کی اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

اس کے بعد تیندوا اٹھا اور کہنے لگا "چونکہ میں شیر سے بہ نسبت اور جانوروں کے زیادہ تر مشابہ ہوں۔ اسلئے یہ میرا حق ہے مجھے امید ہے کہ سب صاحبان میری تائید کریں گے"۔

"یہ بچے حضرت یہ نا انصافی کی بات ہے کہ تیندوے کو مجھ پر ترجیح دیجائے

میں بالکل شیر ہی کی مانند مضبوط بہادر اور خونخوار ہوں بلکہ مجھ کو اس بات میں فوقیت حاصل ہونے کا فخر ہے کہ میں درخت پر بھی چڑھ سکتا ہوں"

ہاتھی "حاضرین جلسہ اس امر کا فیصلہ کہ آیا کوئی جانور میری موجودگی میں سب سے زیادہ مضبوط اور بہادر ہونے کا دعوے کر سکتا ہے یا نہیں میں آپ ہی پر چھوڑتا ہوں اور اس سے زیادہ اپنی تعریف اپنے موبنھ سے نہیں کرنا چاہتا"

گھوڑا "میں سب سے زیادہ شریف اور خوبصورت ہوں اور بلحاظ شرافت کے اپنے آپ کو بادشاہت کے لئے پیش کرتا ہوں" لومڑی بھی اٹھی اور کہنے لگی۔



جانوروں کے بادشاہ کا انتخاب

کہ "مجھ سے بڑھکر کوئی جانور تیز نہیں ہے" اس پر ہرن صاحب بولے کہ "یہ بالکل غلط ہے میں دوڑنے میں سب سے زیادہ تیز ہوں اور مجھ سے زیادہ کوئی چالاک نہیں"

میاں بندر اٹھے اور اس طرح گویا ہوئے "صاحبان آپ کو ایسا بادشاہ

ہرگز نہیں مل سکتا۔ جو مثل میرے خوش مزاج اور چالاک ہو۔ میں اپنی رعایا کا زندگی بھر دل بہلاتا رہوں گا۔ اور اسے خوش رکھوں گا اور علاوہ اس کے میں انسان سے بھی مشابہت رکھتا ہوں۔ جو اشرف المخلوقات ہے۔" یہ سنکر طوطے نے ان کے سامنے اپنا دعوہ پیش کیا اور یوں کہنے لگا کہ "جیسا تم انسان سے مشابہ ہونیکا فخر رکھتے ہو۔ ویسا بلکہ اُس سے زیادہ مجھے بھی اس کی مشابہت کا فخر حاصل ہے۔ تم تو صرف اپنے بدصورت چہرے اور بعض مضحکہ انگیز حرکات کو پیش کرکے انسان سے مشابہ ہونے کا دعوے کرتے ہو۔ لیکن میں اپنی قوت گویائی کو پیش کرتا ہوں جو عقل کی علامت ہے اور انسان کی بہترین زینت ہے۔" بندر نے طوطے کو یہ جواب دیا کہ "اے بدبخت فضول گو چپ رہ تو بولتا ضرور ہے مگر آدمی کی مانند ہرگز نہیں بولتا۔ تو بار بار ایک ہی بات بکا کرتا ہے اور جو تو بولتا ہے اس کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھتا۔ یہ تیرا دعوہ فضول ہے۔"

اہل مجلس ان دونوں جھگڑنے والوں پر ہنس پڑے۔ اور کثرت رائے سے تاج ہاتھی کو پیش کیا گیا۔ کیونکہ اس میں باوجود قوت عقل کے نہ تو شیر کی سی بندوں کی طرح بیرحمی ہے نہ دوسرے بیوقوف جانوروں کی مانند خود نمائی۔ اور یہ اوصاف ایسے ہیں جو دوسرے جانوروں میں نہیں پائے جاتے۔

کارروائی جلسہ ختم ہوئی۔ اور پریزیڈنٹ نے مجلس برخاست کی۔

راقمہ۔ امراؤ بیگم۔ (از پانی پت)

والدہ کی خدمت

امام ابوحنیفہ رح کے والد نے امام کے سن رشد سے پہلے قضا کی لیکن والدہ مدت تک

زندہ رہیں۔ اور امام صاحب کو ان کی خدمت گذاری کا کافی موقع ہاتھ آیا ۔ وہ مزاج کی شکی تھیں اور جیسا کہ دیگر عورتوں کا قاعدہ ہے۔ واعظوں اور قصہ گویوں کے ساتھ نہایت عقیدت رکھتی تھیں۔ کوفہ میں عمرو بن ذر ایک مشہور واعظ تھے ان کے ساتھ خاص عقیدت تھی۔ کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام صاحب کو حکم دیتیں کہ عمرو بن ذر سے پوچھ آؤ۔ امام تعمیل ارشاد کے لیئے ان کے پاس جا کر مسئلہ پوچھتے۔ وہ عذر کرتے کہ آپ کے سامنے میں کیا زبان کھول سکتا ہوں فرماتے کہ والدہ صاحبہ کا یہی حکم ہے اکثر ایسا ہوتا کہ عمرو کو مسئلہ کا جواب نہ آتا تو امام صاحب سے درخواست کرتے کہ آپ مجھ کو بتادیں میں اسی کو آپ کے سامنے دوہرادونگا۔

الراقم۔ قاضی محمد ثنا اللہ بیلورے عمر چودہ ۱۴ سال۔

سچائی

سچائی جس کے معنے سچ بولنا ہے ایک ایسا لفظ ہے جو کہ ہر ایک شخص کو کیا بڑا اور کیا چھوٹا کیا بوڑھا اور کیا بچہ کیا امیر اور کیا غریب سب کو عزت دیتا ہے۔ اس نقطہ سے آدمی دیانت دار اور شریف بن جاتا ہے اور دنیا میں اچھا سمجھا جاتا ہے۔ مگر اب تو تمام لوگ کہتے ہیں کہ جھوٹ کے بغیر ہمارا کوئی کام نہیں نکلتا دوکاندار کو دیکھو کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کا بھاؤ پوچھے خواہ وہ اُسے خریدے یا نہ خریدے دوکاندار جھوٹ ضرور بولتا ہے اور قسمیں کھاتا ہے۔ سچ بولنا اگرچہ بعض مرتبہ برا معلوم ہوتا ہے مگر اس کا پھل ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ ایک شخص کا مقولہ ہے کہ سچ گرچہ تلخ است مگر پھل شیریں دارد۔ اور اسی طرح جو کہ جھوٹ بولتا ہے اسکو جھوٹ کا بدلہ مل جاتا ہے۔ جیسا کہ اس لڑکے کو جس نے لوگوں سے ٹھٹھا کیا تھا۔

اس کو بدلہ مل گیا تھا۔ اگر وہ سچ بولتا تو شیر کی کیا مجال تھی کہ اتنے لوگوں کے سامنے اس کو کھا جاتا۔ جو شخص جھوٹ بولتا ہے اس کا ایسا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ مفصلہ ذیل ایک کہانی ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ جو شخص سچ بولے گا اس کا کیا حال ہوگا۔ ایک ہونہار لڑکا تھا جس کو ماں باپ بہت پیار کرتے تھے۔ ایک دن اُسے کھیلنے کے لیے ایک آری دی وہ اس کو لیکر بہت خوش ہوا اور اُسی وقت باپ کے باغ میں گیا۔ جس میں کہ اس کے باپ نے بڑے شوق سے درختن پیڑ لگائے ہوئے تھے اور جس قدر اس میں ہری ہری ٹہنیاں تھیں۔ سب اُس نے آری سے کاٹ لیں۔ جب باپ شام کو باغ میں گیا تو باغ اجڑا ہوا پایا۔ خفا ہو کر بیٹے کو کہنے لگا کہ سچ بتا باغ کو کس نے اجاڑا ہے۔ وہ باپ کے خوف سے بہت ڈرا۔ مگر باپ کے سامنے کچھ جھوٹ نہ بولا۔ اس نے کہا کہ یہ کسی کی خطا نہیں ہے۔ صرف میری ہے اس بات سے باپ اسکا بہت خوش ہوا۔ پیار کیا۔ اور اسے دعا دی اگر تم سے بھی کوئی قصور ہو جائے تو ضرور اقرار کر دو جیسے ایک انگریزی کا مقولہ ہے۔ کہ کسی قصور کو جھوٹ بولکر چھپا لینے سے یہ بہتر ہے کہ اس کا صاف اقرار کر دیا جائے۔

سچ بولنے سے ہرگز نہ ڈرو۔ اس سے تم کو بہت ہی فایدے ہیں۔ جو خطا کا صاف اقرار کرتے ہیں ان کا قصور اکثر معاف ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اپنی خطا کو نہیں مانتے سب لوگ انہیں برا جانتے ہیں۔ س

ہمیشہ سچائی کو رکھو عزیز کہ سچ کے برابر نہیں کوئی چیز

دیکھو اگرچہ اس لڑکے نے بڑا قصور کیا تھا لیکن سچ کہہ دیا تھا۔ اس لیے باپ اسکو کچھ کہنے کی بجائے بہت خوش ہوا۔ اسلیے اے بھائیو آپکو کوشش کرنی چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولو۔ اگر سچ بولوگے تو سب لوگ آپکو اچھا جانینگے اور تعریف کریں گے۔

الراقم۔ منی لعل تھرڈ مڈل سکول صدر شاہ پور عمر ۱۱ سال ۸ ماہ

نتیجہ کار بد کا کار بد ہے

حکایت ہے کہ ایک خوبصورت ہرن کا بچہ جنگل میں پھر رہا تھا۔ اور اس کی ایک کوّے سے دوستی تھی۔ اِس بات کو دیکھ کر ایک مکار گیدڑ ہرن کے اس بچے کے پاس آکر کہنے لگا "تم مجھ کو اپنا سچا وفادار دوست سمجھو میں تم کو بہت پیار کرتا ہوں" مگر دل میں سوچتا رہا کہ کسی نہ کسی طرح اس کا شکار کیا جائے غرضکہ گیدڑ یہ باتیں کہہ کر اپنے بھٹے کو روانہ ہوا ہی تھا کہ اتنے میں اس کا وفادار دوست کوّا بھی آگیا۔ ہرن نے گیدڑ کی تمام باتیں کوّے سے کہدیں۔ کوّا ان تمام باتوں کو سنکر کہنے لگا کہ "اے ناعاقبت اندیش ہرن۔ گیدڑ سخت مکار ہوتے ہیں یہ کسی دن تم کو دھوکا دیکر تمہاری جان لے ڈالے گا اور پھر مزے سے تمہارا گوشت اڑائے گا" مگر بھولے بھالے ہرن نے اس بات کو غلط سمجھا اور اپنے پیارے سچے دوست کی نصیحت کو نہ مانا حالانکہ

"سچا اور وفادار دوست بمنزلہ رحمت رب العالمین کے ہوتا ہے"

ایک دن گیدڑ نے موقع پاکر ہرن کے بچہ سے کہا کہ "پیارے دوست آج جبکہ میں تمہارے پاس آرہا تھا ایک مرغزار دیکھا جس کا ایک ایک قطعہ قابل دید ہے یا یوں کہو کہ رشک باغ ارم ہے" یہ سنتے ہی بیوقوف ہرن کا بچہ اس کے پیچھے چھلانگیں مارتا ہوا چلا۔ اس مکار گیدڑ نے ہرن کے بچہ کو ایک ایسا قطعہ دکھایا ہے۔ جو تھا تو بالکل ہرا۔ لیکن اس میں جال بچھا ہوا تھا۔ گیدڑ نے کہا کہ "اے دوست اب تم اس میں چرو پھرو۔ اس نادان ہرن نے منہ ڈالا ہی تھا کہ جال میں پھنس گیا۔ بہت پھڑپھڑایا بہت تڑپا مگر سب بے سود حسن اتفاق سے اس کا سچا دوست کوّا بھی آپہونچا۔ جس نے گیدڑ کی یہ حرکت دیکھ کر اُسے بے انتہا

گالیاں دیں اور ہرن سے کہنے لگا کہ تو تڑپ مت اور سیدھا ہو بیٹھ تو سخت نادان ہے
"جو شخص اپنے وفادار دوست کا کہنا نہ مانے وہ بڑا بیوقوف اور نادان ہے"
القصہ اس کوے نے اس کو بہت پند ونصایح کیں۔ ہرن تو فوراً حکم کی تعمیل میں بیٹھ گیا تھا لیکن گیدڑ کو جو موقع ملا تو اس نے چاہا کہ جھپٹ کر ہرن کا گوشت تن سے جدا کر دے اور اُسے کھا جاوے۔ جب کوے نے گیدڑ کا یہ ارادہ معلوم کیا تو ہرن کے نیچے سے کہنے لگا کہ اگر یہ مکار تیرے پاس آنے کی جرأت کرے تو تو اسکے خوب دولتیاں رسید کرنا اور سینگ سے اس کے پیٹ کو پھاڑ ڈالنا۔" اتفاقاً صیاد آگیا (جو کسی کام کو گیا ہوا تھا) اس کو دیکھ کر کوے نے پکار کر کہا "سیدھا لیٹ جا اور سانس بند کرے"۔ چنانچہ اُسنے ایسا ہی کیا صیاد نے ہرن کو مرا ہوا جان کر جال کی رسی کھول دی۔ کوا بولا "اے بیوقوف" اٹھ اور بھاگ' ہرن نے حکم کی تعمیل کی اور بھاگا۔ گیدڑ بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ صیاد کو یہ دیکھ کر کہ ہرن مکر کرکے بھاگ گیا سخت غصہ آیا اور اسی غصہ کی حالت میں اُس نے اپنی لکڑی پھینکی جو مکار گیدڑ کے سر پر لگی اور اس کے لگتے ہی اس مکار کا سر پھٹ گیا۔

نتیجہ۔ (۱) ہر شخص خصوصاً ہم طالبعلموں کو چاہئے کہ **ہمیشہ بھلائی کریں۔** اس مکار گیدڑ کا سر ٹکڑے ہو گیا کیونکہ اس نے ہرن کے ساتھ برائی کی تھی۔
(۲) وفادار دوست کی قدر کرنی چاہئے اور جو اپنے سے زیادہ عقلمند ہو۔ اس کی بات ماننی چاہئے۔

راقم :۔ سید محمد رضا فہیم اکبرآبادی عمر ۱۰ سال۔

آج اور کل

ذیل کی دلچسپ اور مفید نظم جناب مولوی محمد عزیز الرحمٰن صاحب عزیز نے رسالہ معارف میں چھپوائی تھی اور سید محمد طاہر نے رسالہ مذکور سے اخذ کرکے بچوں کے اخبار میں درج ہونے کے لئے بھیجی ہے

۱ تقدیر اگر ہو مسکراتی — رستے میں بھی پھول ہو بچھاتی
چننے ہوں وہ پھول تو یہ سننا — بس آج ہی پھول تم وہ چننا

۲ پر ہمت اگر نہ کچھ بڑھی ہو — قسمت کی تیوری چڑھی ہو
گر رنج ہو اس کا اے برادر — کل پر رکھنا یہ رنج کل پر

۳ آج اپنی خطا ہیں مانتے گر — کل ظلم جو کر رہے تھے تم پر
کافی ہے ندامت ان کو کافی — دینا انہیں آج ہی معافی

۴ پر غم ہے جو صبح و شام تم کو — لینا ہے گر انتقام تم کو
دینی ہے سزا حریف کو گر — رکھنا موقوف اس کو تم کل پر

۵ قرضہ دینا ہے گر کسی کا — وعدہ کل کا ہے اس سے ٹھیرا
کل کا نہ زباں سے لفظ کہنا — آج اس کو ادا ہی کرکے رہنا

۶ ہو قرض کسی پہ گر تمہارا — بازی قسمت کی ہو وہ ہارا
کل کا کرے آج گر بہانا — بات اس کی کل ہی آزمانا

۷ توبہ کرنی ہو گر بدی سے — شیطاں ہر چند دانت پیسے
کچھ لیت و لعل نہ اس میں کرنا — ہاں آج ہی توبہ کر گذرنا

۸ ترغیب بدی کی دے کوئی گر — دل شوق گناہ میں ہو مضطر
کل تک ٹھیرو یہ دل سے کہنا — قایم اسی کل پہ روز رہنا

۹ سنتے ہو عزیز نکتہ پرور — ہر کام کا وقت ہے مقرر

کیوں آج کے کام میں خلل ہو　　　کل کا جو کام ہے وہ کل ہو

ننھے بچوں کا صفحہ

ننھے بچوں کی الف بے

نتیجہ طبع جناب محمد داؤد خاں صاحب عدالت ججی سہارنپور

اشارہ ہے الف کا کر ادب استاد کا نادان　　　برائی اور بدنامی سے بچ یہ بے کا ہے فرماں
پے تے تاکید کرتی ہے تکبر تو نہ کر بھائی　　　ترا تابع ہوا شیطاں تیز اتنی اگر آئی
ہوا ثابت ثے سے تو ثنائے حق تعالیٰ کر　　　کھلا بس جیم سے ہیں جرم یہ جور و جفا یکسر
حقیقت میں حیا و حلم حے سے آشکارا ہے　　　خدارا خدمت ماں باپ کرنے کا اشارہ ہے
دلا یہ دال کہتی ہے دلوں میں گھر بنا لیجے　　　کہے ہے ذال اپنی ذات ذلت سے بچا لیجے
رکھو ہر ایک کو راضی تو راحت رے سے پاؤ گے　　　زباں ایذا نہ کھولو زے سے ورنہ زک اٹھاؤ گے
سناتا سین ہے پہلے سدا سب سبق پڑھنا　　　کہے ہے شین بچ شر سے شرافت سے بسر کرنا
بنو تم صاد سے اے صاحبو بس صادق و صابر　　　ضلالت ضد سے بچ کر ہو ضیا ضاد سے باہر
طمع سے دور بھاگو طوئے سے ہو جاؤ تم طاہر　　　نہ کر کے ظلم پھر ظالم نہ ہونا ظوئے سے ہے ظاہر
عنایت عین سے کر سب گر عادل ہے عاقل ہے　　　یہ غل ہے غین کا غفلت اگر کی تو نے غافل ہے
فریب و غش سے بچنا یہ فے سے فرض ہے تجھ پر　　　فلاحیت تجھے لازم ہے کر کے فکر حاصل کر
قسم جھوٹی نہ کھانا قاف کا یہ قول ہے پیارے　　　بتاتا کاف ہے کل پر نہ رکھو کام آج کا کر لے
گنہ اچھا نہیں کرنا یہی ہے گاف کا مطلب　　　گذر جو کچھ گیا گم ہو گیا وقت آتا ہے پھر کب

لیاقت اُس کو لازم ہے یہ جو لکھنے پڑھنے کی
ملے جس سے محبت سو ملے ہے تیم یہ گہتی
نصیحت کون کی ہے حرف نازیبا لا لب پر
وتیرہ آوے واجب ہے سبکو نیک خو اس خر
ہمیشہ ہر گھڑی ہشیار رہنے کی ہدایت ہے
تو تیسے یاد دیا ہو کر فغان یہ خوب دولت ہے

چند نصائح

جو ایک باپ مرتے وقت اپنے لڑکے کے لیے لکھ کر چھوڑ گیا تھا۔

۱۔ اعتدال کو کبھی اپنے ہاتھ سے نہ جانے دینا۔

۲۔ جھوٹ کبھی نہ بولنا۔

۳۔ اپنے پوشیدہ راز کو کسی سے نہ کہنا۔

۴۔ جو کام کرنا خوب سمجھ بوجھ کر کرنا۔ خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی۔

۵۔ اپنا مشیر اپنے اقارب کو رکھنا۔

۶۔ آپس میں اتفاق رکھنا۔

۷۔ برے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا۔

۸۔ اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرنا۔

۹۔ سب لوگوں سے جھک کر ملنا۔

۱۰۔ سب نشوں سے پرہیز رکھنا۔

۱۱۔ غرور نہ کرنا۔

۱۲۔ آج کا کام کل پر مت رکھنا۔

۱۳۔ اپنے کام میں ہمیشہ مستعد رہنا۔

۱۴- اپنا کام کو دوسرے کے بھروسہ پر نہ چھوڑنا۔
۱۵- اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا۔
۱۶- ہمیشہ اور ہر وقت مستقل مزاج رہنا۔
۱۷- اگر روپیہ ہو تو ارزانی کے وقت جو چیز ملے اس کو خرید کر رکھ لینا اور نفع دیکھ کر پھر علیحدہ کر دینا۔
۱۸- قرض لینے سے پرہیز رکھنا۔
۱۹- اگر خدانخواستہ قرض چڑھ جائے تو پہلے اس کو ادا کر لینا۔
۲۰- اپنی عزت کا ہمیشہ خیال رکھنا۔
۲۱- شرع سے باہر قدم نہ رکھنا۔
۲۲- نماز۔ روزہ کا پابند رہنا۔ حج کرنا اور زکوۃ ہمیشہ ادا کرنا۔
۲۳- ذوالقربا والیتاما والمساکین کی آیت کو ہمیشہ یاد رکھنا اور اسی کے موافق کرنا۔
۲۴- جو لوگ بھوکے غریب اور مفلس ہوں ان کے ساتھ سلوک کرنا۔
۲۵- کوئی ہنر ضرور حاصل کرنا۔
۲۶- بے ایمانی نہ کرنا۔
۲۷- جس دوست سے ملنا دل صاف کر کے ملنا۔ (مگر دوست صادق ہو۔) اور ایک روز درمیان دیکر ملنا۔ تاکہ دوستی میں ترقی ہو۔
۲۸- اپنے بزرگوں کی عزت کرنا۔
۲۹- اپنے عزیزوں کے ساتھ عزیزانہ برتاو رکھنا۔
۳۰- جس علم کو حاصل کرنا چاہو اس کو پورے طور سے حاصل کرنا۔
۳۱- اگر کسی کا عیب تم پر ظاہر ہو اس کو پوشیدہ رکھنا۔ تب تمہارا عیب بھی

کسی پر ظاہر نہ ہوگا۔

۳۲۔ کسی کام میں کاہلی نہ کرو۔

۳۳۔ سلام کے واسطے تم ہی پہلے ہاتھ اٹھاؤ۔

۳۴۔ کسی کے سلام کے منتظر نہ رہنا۔ سوائے نوکر اور رعیت کے۔

۳۵۔ جب کوئی سلام کرے تو جواب فوراً دینا۔

۳۶۔ کسی کو دیکھ کر (اندھے۔ کانے لنجے وغیرہ کو دیکھ کر) کبھی نہ ہنسنا۔

۳۷۔ کسی کو حقیر نظر سے نہ دیکھنا۔

۳۸۔ اپنے استاد کے ساتھ تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آنا۔

۳۹۔ اللہ اور نبی صلعم کا ہمیشہ دھیان رکھنا۔

۴۰۔ روزانہ صبح کو اٹھ کر ایک دو رکوع قرآن مجید کے ضرور تلاوت کرنا۔

۴۱۔ دشمنوں کے ساتھ بھی حلم اور بردباری کے ساتھ پیش آنا۔ تاکہ وہ شرمائیں اور دشمنی سے باز آئیں۔

۴۲۔ حسد سے پرہیز رکھنا۔

۴۳۔ اپنی قوم کو ہمیشہ فایدہ پہونچانا۔

۴۴۔ اگر کوئی پیشہ مثل وکالت۔ طبابت وغیرہ کے کرنا تو غریبوں کے ساتھ اسی طرح پیش آنا جس طرح امیروں کے ساتھ۔

۴۵۔ نوکروں کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھنا۔ اگر ان لوگوں کا قصور تم پر ظاہر ہو تو اسکی تحقیقات کر کے ان کو سزا وغیرہ دینا۔

۴۶۔ صفائی کا ہر دم خیال رکھنا تاکہ صحت اچھی رہے۔

۴۷۔ قسم کو کسی بات میں نہ کھانا۔

۴۸۔ بزرگان دین کے ساتھ برا خیال نہ رکھنا۔

۴۹۔ کسی سائل کو جو تمہارے دروازہ پر آئے کبھی نہ جھڑکنا بلکہ جو کچھ تم سے ہو پیش کر دینا۔ لینا نہ لینا اس کا اختیار ہے۔

اے میرے عزیز دیکھو میں اب رخصت ہوتا ہوں۔ تم اس کاغذ کی لکھی ہوئی باتوں پر پورے طور سے عمل کرنا۔ اور میری یہ بھی دعا ہے کہ اللہ تم کو ہمیشہ نیک راہ پر چلاوے۔ آمین۔

سید محمد طٰہٰ

زمانہ کے ساتھ چلو

(نتیجہ فکر جناب میر صدر الدین حسین صاحب المتخلص بہ قدر رئیس اعظم بڑودہ)

حال ابتر قوم کا ہم سے نہ دیکھا جائیگا — اے خدا کس دن ہمیں اچھی گھڑی دکھلائیگا
باپ دادا کے چلن پر چل نہ آنکھیں میچ کر — ورنہ گھر تیرا اسی دم خاک میں مل جائیگا
جہل کا سر کٹ رہا ہے علم کی تلوار سے — جو جہالت میں رہے گا وہ اماں کب پائیگا
ہے یہ نازک وقت گر جلدی نہ آیا ہوش میں — ہوش میں آنے سے پہلے خاتمہ ہو جائے گا
دولت دنیا و دیں دونوں میں کچھ باقی نہیں — کیا رہا ہے پاس تیرے جس پہ تو اترائیگا
دشمنوں کو تیری نا عقلی پہ آتی ہے ہنسی — تجھ کو اپنے حال پر کس روز رونا آئے گا
کام کی بدھ سدھ تجھے ہوگی نہ ہرگز اے غبی — رائیگاں گر وقت تیرا کھیل میں ہو جائیگا
اسکو بے غیرت کہیگا اک زمانہ یاد رکھ — دوڑ میں علم و ہنر کے پیچھے جو رہ جائے گا
علم کے پانی سے ہے سرسبز دنیا کا چمن — پانی سینچیگا نہ جس پودے کو وہ مرجھائے گا
سوجھتا تجھ کو نہیں افسوس اپنا نیک و بد — جہل کے ہاتھوں سے سب لٹ جائیگا چلائیگا
گر تجھے زر کی طلب ہے کر تو محنت اختیار — آسماں سے کچھ خدا سونا نہیں برسائیگا۔

ہاتھ پیروں کو ہلا کچھ قوم کی خاطر بھی کر — ایک دن آخر کو تو بے دست و پا ہوجائیگا
تیرے جینے سے خوشی ہو قوم کو ایسا تو جی — ورنہ یہ جینا ترا پھر کام کس دن آئیگا.
ہاں نصیحت ہے یہی طرز زمانہ سیکھ لے
صدؔر کا کہنا نہ مانیگا تو پھر پچھتائیگا

جزدان

ایک مکھی اور ایک مکڑی

(سلسلہ کے لیے دیکھو بچوں کا اخبار بابت مارچ سنہ ۱۹۰۶ء)

"اے مری پیاری ہو کچھ تم بھی ظریف" — پھر یہ دانشمند مکڑی نے کہا۔
"خوبصورت کیا تمہاری آنکھ ہے — اور ہیں پر بھی نہایت خوشنما
ایک ننھا سا ہے شیشہ میرے پاس — میز پر ہے میرے کمرہ میں رکھا
دیکھ لوگی اپنا چہرہ خوب تم — گر چلوگی پیاری! کمرہ میں ذرا"
"آپکے احساں کی میں مشکور ہوں" — کرکے مجرا پھر یہ مکھی نے کہا
"کیجیے رخصت مجھے لیجیے سلام — بہتر اب اے دوست ہے جانا میرا"
کرکے باتیں مکڑی یہ واپس ہوئی — اور لیا کمرہ کا اپنے راستہ
چونکہ مکڑی جانتی تھی کہ ضرور — بھولی مکھی آئےگی یہاں برملا
پہونچی مکڑی ایک کونہ کی طرف — اور وہاں چپکے سے جالا تن لیا
بھولی مکھی کو نگلنے کے لیے — منتظر بیٹھی وہ بن کر پارسا

پھر دریچہ سے نکالا اس نے منہ ۔۔۔ اور یوں اس بھولی مکھی سے کہا
"پیاری مکھی آؤ میں دیکھوں تجھے ۔۔۔ کیا سنہرے پر ہیں ہے موتی جڑا
ارغوانی سبز خلعت ہے تیری ۔۔۔ سبز کلغی سے تیری آراستہ
تیری آنکھیں ہیں جو ہیرے کی طرح ۔۔۔ ہیں چمکتی ہیں میری جان واہ واہ
کس قدر آنکھیں ہیں دھندلی میری ۔۔۔ اُن پہ ہے گویا کہ اک پردہ پڑا"
آہ! یہ بدبخت مکھی بے وقوف ۔۔۔ پہونچی اُس مکار کی باتوں میں آ
ناز سے اُڑتی ہوئی آئی وہاں ۔۔۔ جب سنے الفاظ اس نے بامزا
دیر تک جالے پہ لٹکی رہی ۔۔۔ پھر لگی پھرنے یہ اندر جابجا
ناز تھا اچھی ہیں کیا آنکھیں مری ۔۔۔ اور کیا اچھا ہے یہ خلعت میرا
اپنی کلغی پر کبھی کرتی غرور ۔۔۔ تھی اسی دھن میں وہ مکھی مبتلا
ناگہاں جھپٹی جو مکھی اسطرف ۔۔۔ جست کرکے اس کو فوراً جالیا
لے چلی وہ اسکو کمرہ کی طرف ۔۔۔ جو کہ چھوٹا تنگ اور تاریک تھا
پھر کبھی واں سے نہ وہ واپس پھری ۔۔۔ اور لیا ملک عدم کا راستا

نتیجہ

تھا خوشامد کا نتیجہ یہ تمام ۔۔۔ کیا ہی اچھا ایک عالم نے کہا
"جو کرے تیری خوشامد ہے عدو ۔۔۔ تو نہ جانا اس کی باتوں پر ذرا"

راقمہ۔ خاکسار امراؤ بیگم از پانی پت

ایک نتیجہ خیز حکایت

اگلے زمانہ کے فسانہ گو بیان کرتے ہیں کہ کسی زمانہ میں ایک پیغمبر غیر مرسل تھا

رات کو سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ باری تعالیٰ کا حکم ہے کہ کل علی الصباح تو جنگل میں جا جہاں انسان کا بہت کم گذر ہوتا ہو۔ جو چیز تو سب سے پہلے دیکھنا اس کو کھا لینا اور دوبارہ جو چیز دیکھنا اُسکو پوشیدہ کرنے کی کوشش کرنا۔ اور سہ بار جو چیز دیکھنا اس کے بچانے کی کوشش کرنا اور چوتھی بار جس کو دیکھنا اس کو نا امید کبھی نہ رکھنا اور پانچویں بار جو چیز دیکھنا اس سے گریز کرنا۔

چنانچہ صبح کو جب وہ پیغمبر غیر مرسل اُٹھا اور عبادت خدا سے فارغ ہو گیا تو وہ بموجب ندائے غیب کے ایک جنگل کی طرف چلا۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ یکایک ایک کوہ عظیم نمودار ہوا۔ یہ شخص بہت متحیر ہوا اور خیال کیا کہ حکم باری تعالیٰ کا تو یوں ہے کہ جو چیز پہلے تیرے سامنے آوے اس کو کھا لینا۔ مگر اس کوہ عظیم کو میں کس طرح سے کھا سکتا ہوں یہ سوچتے سوچتے جب نزدیک پہونچا تو دیکھا کہ وہ پہاڑ بہت چھوٹا ہو گیا۔ جب تو اسے خیال ہوا کہ اس میں کچھ نہ کچھ اسرار ضرور ہے آخر کار جب یہ بالکل پہاڑ کے پاس پہنچ گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ پہاڑ ایک لقمہ حلوے کا بن گیا۔ اس نے اٹھا کر کھا لیا تو وہ اس قدر شیریں اور خوش ذائقہ تھا کہ اس نے کبھی کھایا کیا بلکہ خواب و خیال میں ہی نہ چکھا تھا چنانچہ اور آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک سونے کی طشت جواہرات سے بھری ہوئی رکھی ہے یہ دیکھ کر حیران ہوا اور خیال کیا کہ دوسری ندا باری تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو یہ ملی تھی کہ جو چیز تیرے سامنے آوے اس کے پوشیدہ کرنے کی کوشش کرنا۔ لہذا اس نے زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس طشت کو دفن کر دیا۔ تھوڑی دور جا کے مڑ کر جو دیکھتا ہے تو وہ طشت سطح زمین پر رکھی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر پھر واپس آیا اور اس کو زیادہ گہرے گڑھے میں بہ نسبت قبل کے دفن کیا اور پھر اس کو

اس نے سطح زمین پر اسی طرح سے دیکھا۔ یہ پھر واپس آیا اور اس کو زیادہ گہرے گڈھے میں بہ نسبت قبل کے دفن کیا۔ بعدازاں پھر اس طشت کو اسی طرح سطح زمین پر دیکھا۔ جب اُس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ خدا کا حکم کوشش کرنے کا تھا چنانچہ میں نے کوشش کرلی لیکن اب یہ میری کوشش سے باہر ہے لہٰذا اس کو اسی طور سے چھوڑ کر آگے چلا اثنائے راہ میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک پرند اس کے پاس آیا اور التجا کی کہ یا پیغمبر مجھ کو اپنے سایہ میں امان دو مجھ کو ایک باز ستا رہا ہے اور میرے کھانے کی فکر میں ہے۔ چنانچہ پیغمبر نے اُس پرند کو اپنے گریبان میں چھپا لیا اور دیکھا کہ ایک باز آیا اور اس نے کہا کہ یا پیغمبر میرا شکار تمہارے پاس ہے۔ خدا کے واسطے اس کو چھوڑ دو میں بڑا بھوکا ہوں۔ آج تین دن سے میں نے کچھ نہیں کھایا۔ یہ سنکر پیغمبر صاحب نے خیال کیا کہ یہ عجیب مشکل ہے اگر پرند کو اسے دیتا ہوں تو حکم خداوند کے برخلاف ہے کہ جو چیز تجھ سے پناہ مانگے اس کو پناہ دے اور اگر باز کو بھوکا رکھتا ہوں۔ تو حکم خدا کے خلاف ہوگا کہ کسی کو ناامید نہ کرنا غرض کہ تھوڑی دیر کے بعد اس شخص نے اپنی ران کا ایک گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر باز کو دیا۔ باز بھی گوشت لیکر اڑ گیا اور پرند کو بھی اس نے چھوڑ دیا۔ یکایک اس کی نظر جو اپنی ران کے زخم پر پڑی تو اس گوشت کے کاٹے ہوئے ٹکڑے کے زخم کا کوئی نشان بھی نہیں دیکھا۔ ٹانگ جیسی پہلے تھی ویسی ہی اب بھی نظر آئی۔ یہ دیکھ کر اس نے خدا کا شکر کیا۔ دو رکعت نفل ادا کئے اور پھر یہ آگے کو روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک مردار کو دیکھا کہ تعفن اس سے آتی ہے یہ دیکھ کر پیغمبر صاحب بھاگے۔

جب تھوڑی دور نکل آئے تو انہوں نے خیال کیا اب تو پانچوں باتیں ہوگئیں اب گھر چلنا چاہئے چنانچہ یہ مکان پر آئے اور رات کے وقت درگاہ الٰہی

میں مناجات کی کہ "یا اللہ آج کے اِن کاموں میں کیا بھید تھا" اس کا جواب آیا کہ پہلی بات کا یہ جواب ہے کہ انسان کو جب غصہ آتا ہے تو مانند ایک کوہ عظیم کے ہوتا ہے جب انسان اسکو ضبط کر لیتا ہے تو مانند ایک حلوے شیریں کے ہوجاتا ہے دوسری بات کا یہ جواب ہے کہ وہ طشت جو تونے دیکھا تھا وہ نیکی تھی۔ اگر کوئی شخص لاکھ نیکی کو پوشیدہ کرے مگر وہ ظاہر ہی ہوجاتی ہے۔ تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ جو تجھ سے پناہ مانگے اس کو پناہ دے اس لئے کہ اس کی گردن پر تیرا بار احسان ہی ہوگا۔ اور خدا کے یہاں بھی درجہ نیکی کا تجھے ملے گا۔ چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ جو تیرے پاس امانت رکھے اُس امانت میں خیانت کبھی نہ کر جس کا صلہ وہی ہوگا جو ابھی تیسرے سوال کے جواب کا تھا۔ اور جہاں تک ممکن ہو اس کے طلب کو پورا کر اس لئے کہ ایک شخص کی حاجت روائی دوسرے پر لازم ہے۔ شاید اگر کبھی اس شخص پر بھی کوئی وقت پڑے گا تو دوسرا بھی اس کی حاجت روائی کرے گا۔ پانچویں بات کا جواب یہ ہے کہ وہ مردار متعفن جو تونے جنگل میں دیکھا تھا غیبت تھی۔ لہذا ہمیشہ غیبت سے بھاگ +

سید محمد منظور علی المتخلص بہ راز ساکن قصبہ نیوتنی ضلع لکھنؤ طالب علم علیگڈھ کالج عمر ۱۵ سال

وفاداری

کتا اور اُسکا آقا

گلہ بان رکھتا تھا اپنے پاس کتا باوفا — تھی محبت اُسکو اس سے ساتھ رکھتا تھا سدا
مرگیا جب اُس کا آقا تو بصد رنج والم — قبر آقا پر بسر کرنا پسند اُس کو ہوا

بیٹا اس کا تھا حلیم و نیک اور دانا شریف | تھپ تھپایا اس نے سر کتے کا باطرز لطیف
شوق سے اُس نے پکارا تو ہمارے پاس آ | کی نہ کچھ کتے نے پرواہ اور نہ اس سے وہ ہلا
رنج میں آقا کے کتا مبتلا تھا اس قدر | اسکو آواز طلب کی تھی نہ مطلق کچھ خبر
قبر آقا پر اسے رہنا پسند از بس ہوا | پاسبانی قبر کی کرنا اُسے خوش آگیا
اپنے آقا کی محبت اور ہمدردی کے ڈھنگ | بھولتا تھا وہ نہ کتا کیونکہ تھی نیک اُسکے ڈھنگ
جب کسی کے پاؤں کی آہٹ بھی ہوتی گھاس پر | کان اپنے بس ہلا دیتا تھا کتا چونک کر
سوچتا تھا میرے آقا کے قدم آئے یہاں | آگیا ملک عدم سے لوٹ کر وہ مہرباں
بعض موقع پر جو طوفاں خیز چلتی تھی ہوا | تیرگی کا ابر کے ہوتا برابر سامنا
چیخ کر وہ چاہتا تھا کرلے اسمیں اپنی راہ | اپنے آقا کے قدم پر جاکے لے فوراً پناہ
موسم گرما کی شدت میں وہیں کتا رہا | پھر خزاں کی فصل کو اس نے وہیں پورا کیا
آنکھیں دھندلی ہوگئیں مرجھا گیا اُسکا بدن | لاغری سے ہوگیا ڈھانچا وہ جسم پُرمحن
رحم دل بچے اُسے لاتے تھے نان و گوشت بھی | کرتے تھے کوشش برابر اُسکو گھر لیجانے کی
پر وہ کتا قبر آقا سے نہ ٹلتا تھا کہیں | قبر کے سایہ سے ہٹکر بھی نہ جاتا تھا کہیں
ٹھنڈا موسم آگیا سرما کا پھر مشکل پڑی | برف بھی گرنے لگی بیشک مصیبت تھی بڑی
چھا گئی کتے کے دل پر اک نئی غم کی گھٹا | قبر کے پتھر کو جب دیکھا تو دل اسکا پھٹا
گر گیا کتا وہیں پر کھوکے طاقت جسم کی | قابل رحم خدا تھی بس حقیقت جسم کی
درد مہلک سے وہ اپنے پھٹ پھٹاتا تھا پاؤں | انتظار موت میں ہردم ہلاتا تھا پاؤں
ایکدن کتے نے دیکھا ضعف سے میدانکو | اپنے آقا سے کہا دکھلا پرانی شان کو"
مرگیا کتا وہیں پر ہوکے محو اضطراب | یہ صدا بیکار تھی آقا کا کیا آتا جواب ؟

محمد اسمعیل حنیفی میرٹھی طالبعلم مدرسۃ العلوم مسلمانان علیگڈھ

ہور میں منشی عبدالعزیز

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک دو روپے چھ آنے - قیمت فی پرچہ ۳/

بچوں کا اخبار

نمبر ۳۰

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۴ء

مرتبہ منشی محبوب عالم

ایڈیٹر پیسہ اخبار

لاہور

خانہ پیسہ اخبار کے مطبع خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی عبدالعزیز منیجر نے چھاپکر شائع کیا

بچوں کا اخبار

حیوانات درند و چرند کے حالات کا سلسلہ

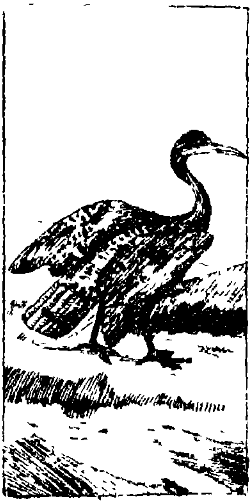
۲۵ ۔ زرد ہرن



یہ ایک قسم کا ہرن ہے جس کا رنگ کسی قدر زرد و سُرخ ہوتا ہے ۔ بارہ سنگھ سے کسی قدر مشابہ ہوتا ہے ۔ مگر قد میں چھوٹا اور مزاج کا نرم ہوتا ہے ۔ اسکا ابتدائی وطن ایران ہے ۔ انگلستان میں یہ ناروے سے لایا گیا ہے ۔ اسکا گوشت نرم اور تقویت دہ ہوتا ہے اور اسکی کھال چکناہٹ اور دیرپائی میں بے مثل ہوتی ہے ۔

حیوانات پرند کے حالات کا سلسلہ

۲۵- بگ



یہ بگلہ کی ایک قسم ہے جو یورپ ایشیا اور امریکہ میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس کی آواز ایک خاص قسم کی ہوتی ہے جو تیز بھنبھناہٹ کی مانند ہوتی ہے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

راجہ رام موہن رائے

راجہ رام موہن رائے اپنے زمانے کا بڑا مذہبی رفارمر گذرا ہے ۱۷۷۴ء
میں کلکتہ کے قریب ایک برہمن خاندان میں وہ پیدا ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب
وارن ہیسٹنگس ہندوستان کا پہلا گورنر جنرل مقرر ہوا تھا۔

رام موہن رائے کا باپ ایک چھوٹا سا زمیندار تھا جو عرصہ تک مرشد آباد کے
نوابوں کا ماتحت رہا تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں دربار کی عام زبان فارسی
تھی۔ اور جو لوگ اپنی اولاد کو اہل دربار بنانے کی یا سرکاری ملازمت
دلانے کی خواہش رکھتے تھے وہ اُسے عربی و فارسی کی تعلیم ضرور دیتے تھے
اِس لئے رام موہن رائے جب نو سال کا ہُوا تو پٹنہ بھیجدیا گیا تاکہ عربی کی تعلیم
خوب اچھی طرح حاصل کر سکے۔ بنگال میں پٹنہ اُس زمانہ میں عربی تعلیم کا مرکز تھا۔
پٹنہ کی ۲ سال کی تعلیم کے بعد اس کے باپ نے اُسے سنسکرت سیکھنے کے لئے
بنارس بھیجدیا۔

رام موہن کی طبیعت شروع ہی سے مذہبی واقع ہوئی تھی اور عربی و سنسکرت
کی تعلیم نے اور بھی اُس کی دونو آنکھیں روشن کردی تھیں۔ بنارس سے واپس آتے
ہی اُس نے بت پرستی کی مخالفت کرنی شروع کردی۔ جسکا نتیجہ یہ ہُوا کہ اُس کے
باپ میں اور اُس میں ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ رام موہن کو اپنا آبائی گھر چھوڑ کر نکل جانا
پڑا۔ وہ بیچارہ چار برس تک اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ تبت میں بھی اُس نے کچھ دن گذارے

جب وُہ ۲۰ سال کا ہُوا تو اُس کے باپ نے اُسے بلوالیا جس کے بعد اس نے کچھ وقت انگریزی کی تحصیل اور سنسکرت کی تکمیل میں صرف کیا۔

سنہ ۱۸۰۰ء میں رام موہن رائے نے سرکاری ملازمت اختیار کر لی اور مختلف آسامیوں پر کام کرتے کرتے سرشتہ داری کے عُہدہ تک پہنچ گیا۔ ۱۲ برس تک وُہ سرکاری ملازمت میں رہا۔ رامگڈھ ۔ بھاگلپور اور رنگپور کے کلکٹروں اور ججوں کے ہاں کئی سال تک وُہ دیوان یعنی سر دفتر بھی رہا چنانچہ جب تک شہنشاہ دہلی کی جانب سے اُسے راجہ کا خطاب نہ ملا۔ وُہ دیوان جی ہی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے دیوانی کے زمانے میں اس نے ایک ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی کی جائداد پیدا کر لی تھی۔

سنہ ۱۸۱۴ء میں وُہ کلکتہ آیا۔ مذہبی تحقیقات میں مشغول ہوگیا اور اپنے ہموطنوں کی اوہام پرستی اور مذہبی غلط خیالی کا مقابلہ کرنے لگا۔ یہ دراصل بڑی ہمت کا کام تھا۔ بنگال میں اُس زمانہ میں لوگوں کی عجیب حالت تھی۔ مذہبی معاملات میں ذرا ذراسی بات میں لڑائی ہو جاتی تھی۔ جہالت۔ تعصب اور اخلاقی کمزوری کا زور تھا ستی اور دُختر کشی کی مذمُوم رسُومات کا بازار گرم تھا۔ چھُوت کا لوگوں کو بہت زیادہ خیال تھا۔ مستُورات کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ تعلیم النسوان کے نام تک سے لوگ ناآشنا ہو گئے تھے۔ علم صرف چند برہمنوں ہی تک محدود رہ گیا تھا۔ مگر ان کا بھی علم محض برائے نام تھا۔ بلند خیالی اور معقول پسندی اُن میں نام تک کو نہ تھی۔

رام موہن رائے نے اس افسوسناک حالت کو اپنے ارد گرد دیکھا تو سخت متاسف ہُوا اور ابنائے مُلک کی بہبُودی کی فکر میں مشغول ہو گیا۔ ستی کی رسم بند کرنے میں اُس نے بڑی کوشش کی۔ مگر مذہبی اصلاحوں پر اُس نے اپنی کوششوں کا بہت بڑا حصہ صرف کیا۔ تحقیقات مذہبی کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ

بھی جاری رکھا - اپنے والد کے انتقال کے بعد بت پرستی کی تردید میں اُسنے ایک کتاب فارسی زبان میں لکھی +

انگریزی زبان میں اُس نے سب سے پہلی تصنیف ۱۸۱۶ء میں کی جسمیں ویدانت کی رو سے اس نے خدا کی وحدانیت کو ثابت کیا +

۱۸۱۷ء میں دو کتابیں اُس نے اسی مضمون پر اور بھی تصنیف کیں - اسی سنہ میں اس نے اپنی توجہ عیسائی مذہب کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں صرف کی - اور توریت و انجیل کے مطالب عمدگی سے ساتھ سمجھنے کی غرض سے اور اونہیں اصل زبان میں پڑھنے کے لئے اُس نے عبرانی اور یونانی زبان میں بھی مہارت پیدا کرلی - ۱۸۲۰ء میں اُس نے بنگالی اور انگریزی میں عیسائیت کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی جسمیں جابجا توریت و انجیل سے اقتباس درج کیے - مذہب عیسائیت کے تین چار سال کے مطالعہ کے بعد اُس نے یہ نتیجہ نکالا کہ عیسائیوں نے اپنی کتاب مقدس کے سمجھنے میں غلطیاں کیں ہیں - اور اُس کتاب میں بعض ایسے اصول نہیں ہیں جنکے ہونے کی سخت ضرورت تھی -

رام موہن رائے کو کلکتہ میں آئے ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ اُس نے ایک انجمن روحانی اغراض کے لئے منعقد کی جسمیں اس کے چند احباب شامل ہوئے اور جس کے جلسے اس کے مکان میں ہوا کرتے تھے - مگر برہمنوں اور پنڈتوں کی مخالفت کی وجہ سے ممبروں نے یکے بعد دیگرے شریک ہونا بند کردیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انجمن ٹوٹ گئی -

۱۸۲۳ء میں رام موہن رائے کے ایک دوست پادری ایڈم صاحب عیسائیوں کے اُس فرقہ میں داخل ہو گئے جو تثلیث کا قائل نہیں بلکہ صرف ایک ہی

خدا کو مانتا ہے۔ پادری صاحب نے عام لوگوں میں اپنے خیالات پھیلانے کی غرض سے جلسے منعقد کرنے اور اُن میں تقریریں کرنی شروع کیں۔ رام موہن رائے اور اس کے چند احباب بھی شریک جلسہ ہوا کرتے تھے مگر ایک مرتبہ ان کے دل میں یہ خیال آگیا کہ کیوں نہ ہم بھی اس طرح سے اپنے ہاں اس قسم کے جلسے منعقد کریں۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی کچھ چندہ جمع کیا گیا۔ اور ایک مکان کرایہ پر لیکر اسمیں ہر ہفتہ شام کے وقت جلسے ہونے لگے جنمیں ویدانت وغیرہ پڑھے اور لوگوں کو سمجھائے جاتے تھے۔ لکچر دئے جاتے تھے اور بھجن گائے جاتے تھے۔ اس طرح گویا برہمو سماج کی بنیاد ڈالی گئی اور ہندو مذہب میں اس زمانہ سے ایک نیا فرقہ پیدا ہو گیا جو بعد میں نہائیت روشن خیال سمجھا جانے لگا۔ اس فرقہ کے لوگوں نے ایک خدا کی عبادت کرنی شروع کر دی اور بت پرستی کو دنیا سے مٹا دینے کی کوشش کی۔ یہ بہت بڑا کام ہے جو رام موہن رائے نے ہندوستان میں کیا۔ رام موہن رائے کی یہ بڑی خواہش تھی کہ ولائیت کی سیر کرے تا کہ

(۱) یورپینوں کے مذاہب۔ پولیٹکل سوسائیٹیوں۔ رسوم و رواجات اور اخلاقی حالت کا وہ ذاتی طور پر مشاہدہ کرے۔

(۲) شہنشاہ دہلی کی شکایات کو وہاں جاکر وہ پیش کرے جنہوں نے اُسے راجہ کا خطاب مرحمت فرمایا تھا اور اپنا سفیر مقرر کرکے ولائیت بھیجا تھا +

(۳) ہوس آف کامنس میں اس موقعہ پر وہ خود حاضر ہو جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجدید پٹہ پر وہاں بحث در پیش ہونیکو تھی۔ کیونکہ اسپر سلطنت ہند کا اچھا یا برا انتظام منحصر تھا۔

(۴) بعض کلکتہ والوں کی اُس اپیل کی خود وہاں جاکر مخالفت کرے جو انہوں نے

نے رسم ستی کے بند کر دئے جانیکے حکم سے ناراضگی ظاہر کرکے بادشاہ کی خدمت میں پیش کی تھی۔

چنانچہ اپریل ۱۸۳۱ء میں وہ بخیریت تمام انگلستان پہونچ گیا۔ یہ پہلا معزز ہندوستانی ہے جس نے سفر انگلستان میں قدم رکھا اپنی قابلیت اور اخلاق کی وجہ سے اس نے بہت جلد وہاں ہر دلعزیزی پیدا کرلی۔ بادشاہ کے دربار میں پیش ہوا اور رسم تاجپوشی میں اس کو بھی جگہہ دی گئی جن ارادوں سے وہ وہاں گیا تھا۔ ان میں بھی خوش قسمتی سے اُسے کامیابی ہوئی۔

۱۸۳۳ء میں اُس نے پیرس اور فرانس کے دیگر مقامات کی سیر کی مگر اس کی صحت اس قابل نہ تھی کہ وہ یورپ کی سرد آب و ہوا برداشت کرسکتا۔ چنانچہ وہ بیمار ہوگیا۔ اور اُس کی حالت رفتہ رفتہ بگڑتی گئی اس کے علاج میں پوری پوری کوشش کی گئی۔ مگر مشیت ایزدی کے سامنے یورپ کے قابل ترین ڈاکٹروں کی بھی کچھ نہ چلی اور ۲۷ ستمبر ۱۸۳۳ء کو مقام برسٹل میں اُس کا انتقال ہوگیا۔ مرتے وقت اُس کا بیٹا راجہ رام رائے اور دو ہندو ملازم جو اُس کے ہمراہ ولایت گئے تھے اس کے پاس تھے۔ مرنے سے ذرا پہلے ایک ہندو ملازم نے ہندو مذہب کی کوئی دعا پڑھکر اُس کے کان میں دم کردی۔ مرنے کے بعد جب دیکھا گیا تو اُسکا جنیؤ (ڈورا جو برہمن پہنے رہتے ہیں) اس کے کان پر پڑا ہوا تھا۔ وہ جلایا نہیں گیا بلکہ دفن کیا گیا۔ لیکن دفن کسی عیسائیوں کے قبرستان میں نہیں ہوا بلکہ ایک باغیچہ کے کونہ میں ہوا۔ دس برس کے بعد اس کی قبر ایک قبرستان میں لائی گئی اور اس کے اوپر دوار کا ناتھ ٹیگور نے ایک مقبرہ بنوا دیا اور

مندرجہ ذیل عبارت کتبہ پر کندہ کرادی :-

"اس پتھر کے نیچے راجہ رام موہن رائے کی مٹی پڑی ہوئی ہے۔ وہ وحدانیت کا سچا قائل تھا۔ اور خدا کی عبادت سے اپنے آپ کو اُس نے متبرک بنالیا تھا۔ اُس میں بے انتہا خدا داد قابلیتیں تھیں۔ بہت سی زبانوں پر اُسے کامل قدرت حاصل تھی اور نہائت چھوٹی سی عمر میں وہ اپنے زمانہ کا عالم و فاضل بنگیا تھا۔ ہندوستان کے باشندوں کی تمدنی۔ روحانی اور جسمانی ترقی کے لئے اُسنے سر توڑ کوششیں کیں بت پرستی کے مٹانے اور رسم ستی کے بند کرنے میں اس نے اپنی پوری قوت سے کام لیا۔ خدا کی عبادت اور بندوں کی خدمت میں اُس نے اپنی عمر صرف کردی اور اپنے ملک کے ساتھ اُسے ہمیشہ سچی ہمدردی رہی "



راجہ رام موہن رائے بانی برہمو سماج

اخلاق و آداب

کفائت شعاری

فرانس کے لوگ ہر بات میں بڑے کفائت شعار ہوتے ہیں۔ اور بڑے سلیقہ سے روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ فرانس کا ملک وضعداری کے اعتبار سے یورپ کے دیگر ممالک پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہاں کے لوگ اچھا کھانے والے اور اچھا پہننے والے ہیں۔ مگر باوجود اپنے اُجلے خرچ کے اُنکا کفائت شعاری میں بھی مشہور ہونا اس ملک میں شاید اچنبھے سے دیکھا جائیگا۔ کیونکہ یہاں کفایت شعاری کنجوسی کے معنی میں استعمال کی جاتی ہے اور جو شخص کھانے پہننے میں بلا وجہ تکلیف اُٹھائے اور باوجود پاس پیسہ ہونے کے ضروریاتِ زندگی پر اُسے صرف نہ کرے اُسکو بجائے کنجوس کے کفایت شعار کہتے ہیں۔ لیکن کفائت شعاری کے اگر یہی معنے ہوتے اور فرانس میں اس کے یہی معنے سمجھے جاتے جو کہ اس ملک میں سمجھے جاتے ہیں تو اس ملک میں وُہ اُجلا پن ہرگز نہ دیکھنے میں آتا جو آجکل سیاحوں کے دل کو گرویدہ کر لیتا ہے۔

کفائت شعاری ایک نہایت عُمدہ خصلت ہے اور جب تک کسی مُلک کے لوگ کفائت شعار نہیں بنتے اُس میں دولت کبھی جمع نہیں ہونے پاتی۔ متوسط درجہ کے لوگوں اور غربا کے لئے کفایت شعاری کی ازحد ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر وُہ کچھ پس انداز نہ کرینگے تو بیماری اور بڑھاپے میں یا کسی ناگہانی ضرورت کے پڑجانے پر کہاں سے خرچ لائینگے۔ دولتمند بھی اگر کفائت شعاری سے کام نہ لینگے اور

فضول خرچی کی عادت ڈالینگے تو انکی دولت بھی بہت جلد ضائع ہو جائیگی۔ کفائت شعاری کو کنجوسی سے جدا کرنے کی غرض سے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ سلیقہ سے خرچ کرنے کی عادت ڈالی جائے تاکہ ضروریات زندگی بھی پُوری ہو جائیں۔ فضول خرچی بھی نہ ہونے پائے اور کچھ پس انداز بھی ہوتا جائے یہ عادت بچپن سے ڈالنی چاہئیے۔ کیونکہ جو نیک خصائل بچپن میں پیدا کئے جاتے ہیں وُہ ہمیشہ قایم رہتے ہیں۔ اسی خیال سے فرانس میں بچپن ہی سے کفایت شعاری کی طرف طبیعت رجوع کی جاتی ہے اور لڑکوں کو مدرسوں میں اس کی تعلیم دیجاتی ہے۔ لڑکے جو پس انداز کرتے ہیں اپنے استادوں کے پاس جمع کرتے ہیں اور سال کے آخر میں جب میزان لگایا جاتا ہے تو ان اُستادوں کے پاس بڑی بڑی رقمیں ہو جاتی ہیں۔

پس اے لڑکو۔ تمہیں بھی چاہئیے کہ تم ابھی سے کفائت شعاری کی عادت ڈالو اور جو چھوٹی چھوٹی رقمیں تم کو جیب خرچ کے لئے ملتی ہیں اُنہیں بہت کفائت شعاری سے صرف اپنی ضروریات پر خرچ کرو اور جو بچے اُسے جمع کئے جاؤ۔ جب تک تم چھوٹی رقموں میں کفایت شعاری کرنی نہ سیکھو گے۔ بڑی رقموں کو بھی کفائت شعاری سے نہ خرچ کر سکو گے ✚

ادب

ایک سوداگر بڑا دولتمند تھا۔ اُس کا ایک بیٹا عبداللہ تھا جس کو اُس نے عمدہ اخلاق اور ادب کی تربیت کی تھی۔ جب سوداگر راہئ مُلک عدم ہوا۔ بیٹا دولت و مال و مِلک کا وارث ہوا کئی برس تک اپنے باپ کا کام اچھی طرح چلاتا رہا۔ شہر کے

سب لوگوں سے اخلاق سے ملتا۔ اور غریب تونگر کی تعظیم و تواضع یکساں بجا لایا کرتا۔ یکایک اُس کے بیوپار کو نقصان پہنچا۔ اور اُس کی سوداگری کا کام بند ہو گیا۔ بیچارہ عاجز آ کر کسی غیر مُلک کے امیر کے پاس جا کر نوکر ہو رہا۔ وُہ امیر اُس کی چال چلن اور باادب و باسلیقہ ہونے کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہُوا۔ اور ایک دن پوچھ بیٹھا کہ تم کون ہو اور کس ملک کے رہنے والے ہو اور اس مُلک میں کیونکر آئے ہو لڑکے نے اپنا تمام گذشتہ ماجرا کہہ سُنایا۔ امیر کو رحم آیا اور اس دن سے وُہ اپنے لڑکے کی مانند اُسکو چاہنے لگا۔ چُونکہ امیر کا بیٹا بڑا مغرور سرکش بے ادب اور کج خلق تھا۔ اور ماں باپ کا کہا نہیں مانتا تھا۔ باپ ہر وقت اُس سے نہایت آزردہ رہتا۔ عبداللہ اگرچہ اس کا بیٹا نہ تھا مگر اُس کے ادب اور طبیعت کے انکسار کو دیکھ کر اُس کا دِل اس سے بہت خوش رہتا تھا اس سبب سے اُس نے اپنا آدھا مال و متاع عبداللہ کو دیکر اُسے اپنے شہر کو روانہ کر دیا تاکہ وُہ اپنے کاروبار کو پھر سنبھالے

بچّو! تم بھی اِس حکایت سے ادب اور عاجزی کا سبق سیکھو۔ اگر ادب کرنا آگیا تو بس عبداللہ کی طرح تم بھی کسی دِن نیک اور نامور مشہور ہو جاؤ گے +

مال و عزّت کا وسیلہ ہے ادب
بے ادب پر تو سبھوں کا ہے غضب

بےمثل مرحوم

چین کی لیڈیاں رُوئی کے کپڑوں کی پوشاک کو پسند نہیں کرتیں بلکہ وُہ ریشم کا لباس پسند کرتی ہیں۔ اور وُہ خیال کرتی ہیں کہ روئی کو آسمانی سلطنت میں عزّت اور پاکیزگی حاصل نہیں +

نوشت و خواند

اندھے لڑکوں کا سکول

لڑکو! تم عنوانِ بالا کو پڑھ کر تعجب کروگے۔ کہ ہیں! اندھے لڑکوں کا سکول کیا چیز ہوگی۔ اور اندھے بیچارے سیکھتے کیا ہونگے؟ تم جانتے ہو۔ کہ تعجب صرف اُسی چیز پر آتا ہے۔ جو تمہارے لئے نئی ہو۔ چونکہ اندھوں کے لئے سکول بھی ایک بالکل ہی اوراچنبہ کی بات ہے۔ اس لئے اس پر تعجب آنا ایک قدرتی بات ہے۔ اس مضمون کو غور سے پڑھوگے۔ تو تمہارا تعجب جاتا رہیگا۔

خلق اللہ کے ساتھ ہمدردی کرنے والوں اور عقلمندوں نے جب دیکھا۔ کہ ایک بھائی جسے خدا نے دو آنکھیں دی ہیں۔ وُہ تو علم جیسی بابرکت چیز کو حاصل کرکے اور کھیل تماشے اور صنعت وحرفت سیکھ کر اپنی زندگی کو سنوار لے۔ اور دُوسرا بھائی جو آنکھوں جیسی نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہے۔ ساری عمر لوگوں کا محتاج رہے۔ تو اُنہوں نے ایسے بیکس بچّوں کے لئے ایک مدرسہ قائم کردیا۔ اس مدرسے میں اندھے لڑکے ہر کام تمہاری طرح کرتے ہیں۔ کتابیں پڑھتے ہیں۔ باغبانی کرتے ہیں۔ باغبانی کا کام سیکھتے ہیں۔ موسیقی کے فن میں مہارت پیدا کرتے ہیں۔ اور کئی قسم کے مفید کام انکو سکھلائے جاتے ہیں۔ اسی طرح نابینا لڑکیوں کو سینا پرونا۔ کھانا پکانا۔ کپڑوں کی قطع و بُرید۔ غرض ہر قسم کے اُمورِ خانہ داری سے انہیں واقف کیا جاتا ہے۔ تم کہتے ہوگے۔ کہ انکے آنکھیں تو ہیں ہی نہیں۔ وُہ پڑھتے کس طرح ہونگے؟ اور دُوسرے کام کس طرح کرتے

ہونگے۔ اِس کے جواب میں مَیں تمہیں بتلانا چاہتا ہُوں۔ کہ جتنی طاقت قدرت نے ہماری آنکھوں کو عطا کی ہے۔ اتنی طاقت ہی اُس نے اندھے لڑکوں کے ہاتھوں اور پاؤں کو عطا کردی ہے۔ اِسی اصُول پر داناؤں نے ایسی لوہے کی کتابیں تیار کی ہیں۔ جنکے حروف اُٹھے اور اُبھرے ہُوئے ہوتے ہیں۔ تاکہ نابینا لڑکے اپنی اُنگلیوں سے ٹٹول کر اُن حرفوں کو پہچان لیں۔

ایک دفعہ ایک اُستاد نے ایک چھوٹے سے اندھے لڑکے سے پُوچھا۔ کہ تمہارا بڑا بھائی کہ جسکی دونوں آنکھیں صحیح وسلامت ہیں۔ اُس نے تو اپنا سبق اچھی طرح یاد نہیں کیا۔ اور تم نے اپنا سبق اچھی طرح نوک زبان کرلیا ہے۔ وُہ کہنے لگا "جناب اس کی صرف دو ہی آنکھیں ہیں۔ اور میری دس ہیں"۔ اُسکا اشارہ اپنی اُنگلیوں کی طرف تھا کیونکہ وُہ انہی دس اُنگلیوں سے اُبھرے ہُوئے حرفوں کو ٹٹول کر سبق یاد کیا کرتا ہے۔

اس مدرسہ میں معمولی حساب وکتاب سکھانے کے علاوہ لڑکوں کو ہاتھوں کا کام بھی سکھلاتے ہیں۔ تاکہ تحصیلِ علم سے فراغت پاکر لڑکے اپنی معاش آسانی سے پیدا کرسکیں۔ اور دُوسروں کے محتاج نہ رہیں۔

چنانچہ ایک نابینا لڑکا جس نے اِسی سکول میں تعلیم حاصل کی ہے۔ ایک کھیت کا مالک ہے جس میں وُہ اپنے ہاتھ سے ہل باہتا ہے۔ اُس میں ترکاریاں اور پھُول وغیرہ لگاتا ہے۔ غرض سب کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ وُہ فخر سے اس بات کا ذکر کیا کرتا ہے۔ کہ شکر ہے کہ مَیں دُوسروں کا محتاج نہیں ہُوں۔ اس نوجوان لڑکے کی بیوی بھی اندھی ہے۔ وُہ بھی اِسے ہر کام میں مدد دیتی ہے۔ اور گھر کا سارا کاروبار وُہی چلاتی ہے۔

مقام پالی کوٹہ واقع جنوبی ہندوستان میں بھی ایک مدرسہ اندھوں کی تعلیم

کے لئے کھولا گیا ہے۔ پہلے پہل اس میں صرف ایک لڑکا داخل ہُوا تھا۔ اب قریب پچاس کے اِس میں تعلیم پاتے ہیں ؛

جُغرافیہ

نمبر ۱۲

پانچ برّ اعظم



پانچ برّ اعظم

(۱) خشکی کے بہت سے حصّے ہیں جو مختلف شکل اور مختلف وسعت کے ہیں۔

(۲) اِن میں سے سب سے بڑے حصّوں کو برّ اعظم کہتے ہیں۔ کُل پانچ برّ اعظم ہیں :۔ یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ۔ شمالی امریکہ۔ اور جنوبی امریکہ۔

(۳) یورپ۔ ایشیا اور افریقہ مشرقی نصف کرۂ ارض میں واقع ہیں۔ یہ تینوں ملکر خشکی کی ایک بڑی سطح بن جاتی ہے۔ شمال و جنوب امریکہ مغربی نصف کرۂ ارض میں واقع ہیں۔

(۴) یورپ سب سے چھوٹا برّاعظم ہے مگر اہمیت و وقعت میں وہ بہت بڑھا ہوا ہے۔ اُس میں رُوئے زمین کی اکثر بڑی قومیں آباد ہیں۔ اس میں بڑے بڑے شہر آباد ہیں جنمیں بڑی بڑی صنعت و حرفت جاری ہے۔

(۵) ایشیا سب سے بڑا برّاعظم ہے۔ کرۂ ارض کی کل خشکی کا وُہ ایک تہائی حصّہ ہے۔ یورپ سے وُہ پانچ گنُا بڑا ہے۔

(۶) چین ایشیا کے ممالک میں سے ایک مُلک ہے۔ جسکی آبادی دُنیا کے اور ممالک یہانتک کہ یورپ سے بھی زیادہ ہے۔

(۷) دُنیا کا بلند ترین پہاڑ ایشیا میں ہے جو پانچ میل سے زیادہ اُونچا ہے۔

(۸) افریقہ یورپ کے جنوب میں واقع ہے۔ اس برّاعظم کے متعلق بہت ہی کم معلومات حاصل ہوسکی ہے۔ اس کے باشندے عمُوماً وحشی ہیں۔

(۹) شمالی و جنوبی امریکہ کو ملا کر اگر لمبائی دیکھی جائے تو دس ہزار میل نکلیگی۔ شمالی امریکہ زیادہ باوقعت برّاعظم ہے۔ جس کے باشندے بالعموم یورپین الاصل ہیں اور انگریزی بولتے ہیں۔

(۱۰) جنوبی امریکہ میں ایک دریا ہے جو دُنیا میں سب سے بڑا ہے۔ اس کے جنگل بھی عجیب و غریب ہیں +

(۱۱) ہمارا ہندوستان برّاعظم ایشیا میں ہے اور دُنیا کا بلند ترین پہاڑ جسکا ایشیا میں ہونا بیان کیا جاتا ہے اس ہندوستان میں واقع ہے۔ اس پہاڑ کا نام کوہ ہمالہ ہے اور وہ مثل ایک مضبُوط دیوار کے ہماری شمالی سرحد کی پاسبانی کرتا ہے +

ورزش اور کھیل

فرانس

فرانس کے لوگ بالعموم عیش پسند ہوتے ہیں۔ اِس لئے انھوں نے اپنی تفریح کے سامان ایسے مقرر کئے ہیں جن میں عقل کی تیزی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے بہ نسبت جسمانی قوت کے بہت سے اسباب تفریح کے جو یورپ میں استعمال ہوتے ہیں۔ وُہ ہیں جنکے موجد اہل فرانس بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) تاش کا کھیل کہتے ہیں کہ فرانس والوں نے ایجاد کیا۔ اُن لوگوں میں علاوہ تاش کی بازی کھیلنے کے تاش کے نہایت عجیب غریب شعبدے دکھلائے جاتے ہیں جو اُن لوگوں کی بازی کی صفائی اور چستی وچالاکی پر دلالت کرتے ہیں۔

(۲) ٹینس کا کھیل بھی انہی لوگوں کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ اگلے زمانے میں یہ کھیل فرانس میں بہت کھیلا جاتا تھا گو اب یہ یورپ والوں کا عام طور پر قومی کھیل ہوگیا ہے اور اس میں بہت کچھ ترقی کی گئی ہے۔ تم نے اس ملک میں بھی انگریزوں اور لیڈیوں کو اپنے بنگلوں میں ایک جال پھیلا کر یہ کھیل کھیلتے ہوئے دیکھا ہوگا اس میں چار شخص ایک ساتھ کھیل سکتے ہیں۔ ہندوستانی جنٹلمینوں میں بھی یہ کھیل اب بہت مرغوب ہوتا جاتا ہے۔

(۳) انٹے کا کھیل جسے انگریز بلیرڈس کہتے ہیں۔ اہل فرانس ہی کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ چنانچہ لفظ بلیرڈس بھی دراصل فرنچ زبان کا لفظ ہے۔ انٹا ایک نہایت دلچسپ کھیل ہے جو ایک خاص قسم کی میز پر دو آدمیوں کے درمیان کھیلا جاتا ہے

علاوہ اس کے دلچسپ و دلکش ہونے کے اس کھیل میں ذہانت عقلمندی - ہاتھ کے سدھے ہوئے ہونے - نظر جمانے اور طبیعت کے جوش کو اپنے قابو میں رکھنے کی قابل قدر خاصیتوں کی از حد ضرورت ہوتی ہے اور اس اعتبار سے یہ کھیل بے نظیر مانا گیا ہے - انگریز بھی اس کھیل کو بہت کھیلا کرتے ہیں اور ہندوستانیوں میں بھی اس کا رواج ہو چلا ہے - اس کی میز بڑی قیمتی ہوتی ہے اوسط درجہ کی میز کی قیمت ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ سے کم نہیں ہوتی -

فرانس کی مختلف ورزشیں اور کھیل



(۴) پٹے اور بنوٹ میں فرانس والے یورپ میں لاثانی مانے جاتے ہیں- گو ہندوستان کو اس فن خاص میں جو رتبہ حاصل ہے وہ فرانس کو ہرگز نہیں - تاہم یہ فرق ضرور ہے کہ ہندوستانی باکمال اپنے کمالوں کو اپنے ہی تک محدود رکھنا پسند کرتے ہیں اور دوسروں کو ان باتوں کی تعلیم دینے کی آرزو نہیں

رکھتے۔ مگر فرانس میں بوٹ سکھلانے کے لئے مدرسے مدت سے جاری ہیں۔ باعتبار فن کے وبیز باعتبار وردکش کے بوٹ کی عمدگی میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔

(۵) بگھی ہانکنا فرانس میں ایک تفریح سمجھا جاتا ہے جس میں بڑے اور چھوٹے سب شریک ہوتے ہیں۔

(۶) چوسر کا کھیل بھی فرانس میں بہت ہر دلعزیز ہے۔

صنعت و حرفت و تجارت

لوہا

لوہا مفید اور کارآمد ہونے کے اعتبار سے تمام دھاتوں پر سبقت لئے ہوئے ہے۔ دنیوی کاروبار میں اس کا استعمال اور سب دھاتوں سے بڑھا ہوا ہے۔ اور موجودہ زمانے کی ترقی میں اس نے بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ توپوں۔ بندوقوں اور طرح طرح کے آلاتِ جنگ اسی سے بنتے ہیں۔ بڑی بڑی مشینیں اور کلیں جنکے مفید نتائج سے ساری دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ زیادہ تر اسی دھات کی ہوتی ہیں۔ انجن۔ جہاز۔ ریل۔ تار برقی اور صدہا مختلف اقسام کی اشیاء لوہے کے مفید اور ضروری شئے ہونے کا ثبوت دیتی ہیں۔ کچھ بڑی بڑی چیزوں ہی پر منحصر نہیں۔ چھوٹی چھوٹی اور رات دن کی برتنے والی چیزیں مثل روٹی پکانیکا توا۔ کڑاہی چھتری۔ چاقو۔ قینچی۔ قلم۔ سوئی۔ آلپین وغیرہ بھی لوہے کی ضرورت کو پوری طرح محسوس کراتی ہیں۔ اس بات کا احساس تمہیں خود بھی ہوا ہوگا اور اپنے روزمرہ کی ضروریات کی چیزوں میں لوہے کا استعمال بہ نسبت اور دھاتوں کے تم نے زیادہ

دیکھا ہوگا۔ مگر ساتھ ہی اس کے غور کرنے سے تمہیں یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ ان سے بیشتر اشیاء ممالک غیر سے تمہارے اس کے بازاروں میں فروخت ہونے آتی ہیں اور ہندوستان میں اُن کے بنانے کا کوئی کارخانہ نہیں۔ اس سے تمہیں ضرور تعجب ہوا ہوگا کہ اس کا کیا باعث ہے۔ کیا لوہا اس ملک میں نہیں ہوتا اور کیا ایسی ضروری چیز سے خدا نے سرزمین ہند کو بالکل محروم رکھا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے ہندوستان میں لوہے کی اسقدر کانیں موجود ہیں کہ ممالک غیر سے لوہا منگانے کی مطلق ضرورت نہیں۔ آسام۔ کوچ بہار۔ برہما۔ رانی گنج۔ چھوٹا ناگپور سنبھل پور چاندا۔ ریاست جموں وکشمیر اور ریاست گوالیار کے قریب کے پہاڑوں میں لوہے کی کانیں بکثرت موجود ہیں۔ کمی صرف اس بات کی ہے کہ اس ملک کے لوگوں کو اس طرف توجہ نہیں جو نوجوان مدرسوں اور کالجوں سے تعلیم حاصل کرکے نکلتے ہیں۔ وہ ان باتوں کی مطلق پروا نہیں کرتے اور کسی معمولی سی ملازمت کے حاصل کر لینے کو اپنا عروج سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ ہمارے ملک میں معدنیات کی جو بیش بہا دولت زمین میں دبی پڑی ہے اُسے نکالیں اور اس سے خود بھی فائدہ اُٹھائیں اور ملک کو بھی فایدہ پہنچائیں۔

اس ملک میں اگر لوہے کی کانوں کی طرف توجہ کی جائے تو اُن کے کھودنے میں بہ نسبت یورپ کے بہت کفایت ہوگی۔ کیونکہ اوّل تو یہاں بہ نسبت انگلستان کے مزدوروں کو اجرت بہت کم دینی پڑے گی۔ اور دوم یہاں کی کانوں کے قریب جنگل بہت ہیں جن کے باعث دھاتوں کے صاف کرنے میں بہت آسانی ہوگی۔

ان کانوں کا لوہا نہائت خالص اور ستھرا بھی پایا جاتا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہاں کے لوہے کی قیمت بہ نسبت دیگر ممالک کے لوہوں کے زیادہ

مل سکے گی۔

اگر کان سے لوہا نکال کر اور اُسے صاف کر کے ایسے کارخانے قائم کئے جائیں جن میں اس لوہے سے مختلف سامان ضروریات بنائے جائیں تو تجارتی پہلو سے کارخانہ والوں کو بھی بہت کچھ فائدہ ہوگا اور اس ملک کے باشندوں کو بھی وُہ چیزیں بہ نسبت ولایتی چیزوں کے ارزاں قیمت پر دستیاب ہو سکیں گی جس سے غربا کو بڑا فائدہ پہونچیگا۔ کارخانوں کی زیادتی سے بیچارے مزدور پیشہ لوگوں کو محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کا بھی موقعہ ملتا رہیگا۔

جن کی مالی حالت ایسی ہو کہ وُہ خود یا اپنے چند احباب کی شرکت سے اس قسم کے کاروبار کا انتظام کر سکتے ہوں اُنہیں لازم ہے کہ وُہ اپنی ابتدا تعلیم ہی سے ان باتوں کی طرف خیال رکھیں۔ معدنیات سے آگاہی پیدا کریں صنعت وحرفت کے اصولوں سے باخبر ہوں اور جن طریقوں سے یورپ اور امریکہ میں کارخانے چلائے جاتے ہیں اُن سے ماہر ہوں +

رُوئے زمین کے بچّے

جرمن کے بچّے

ملک جرمن میں جب بچّے پیدا ہوتے ہیں تو انکو اس طرح کپڑے میں باندھ لیتے ہیں جس طرح پشاور کی طرف کی عورتیں اپنے بچّوں کو پیدا ہوتے ہی لپیٹ لیا کرتی ہیں۔ مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ پشاور کی عورتیں ایک مدت تک

ایک مرتبہ کے بندھے ہوئے کپڑے کو کھولتی نہیں ہیں اور جرمن کی عورتیں اپنے بچوں کو دن میں ایک یا دو مرتبہ ضرور کھولتی ہیں اور انہیں نہلاتی دھلاتی رہتی ہیں۔ مگر آٹھ نو مہینہ تک بچہ کے سر پر پانی نہیں ڈالا جاتا۔

بچہ پیدا ہوتے ہی ایک دائی کے سپرد کر دیا جاتا ہے جو اسے کھلاتی ہے اور پرورش کرتی ہے۔ ماں کو بچے کی پرورش سے کوئی سروکار نہیں ہوتا دایہ صبح و شام بچے کو صرف تھوڑی دیر کے لئے ماں کے پاس لے آتی ہے اور ماں بچے کو پیار کرکے رخصت کر دیا کرتی ہے۔ عموماً کوئی قریبی رشتہ دار ہوتی ہے جو اس خدمت پر رکھی جاتی ہے۔

بچے کی تعلیم اُس وقت سے شروع ہوجاتی ہے جس وقت سے کہ وہ بولنا شروع کرتا ہے۔ شروع شروع میں کھیلنے کودنے میں۔ بچوں کو جس قدر باتیں سکھا دی جاتی ہیں اتنی اس ملک کے بڑے اور تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی نہیں معلوم ہونے پاتیں۔ تصویروں اور کھلونوں کے ذریعے سے انہیں ان تمام چیزوں کی تعلیم دے دیجاتی ہے جو رات دن اُن کے گرد و پیش آتی رہتی ہیں۔ جب بڑے ہوتے ہیں تو اسکولوں اور کالجوں میں اپنی تعلیم کو مکمل کرتے ہیں۔ علم موسیقی کی طرف انکی طبیعت زیادہ مائل ہوتی ہے۔ زبان سنسکرت سیکھنے کا بھی انہیں بڑا شوق ہوتا ہے۔ چنانچہ جرمن میں اچھے اچھے بڑے سنسکرت داں موجود ہیں۔ کفایت شعاری کی انہیں ابتدا ہی سے تعلیم دیجاتی ہے۔ کنڈر گارٹن کے طریقہ تعلیم (جسکا ذکر اس اخبار میں پہلے بھی آچکا ہے) کی ابتدا اسی ملک میں ہوئی تھی اور یہاں کے بچے اس سے بہت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ملک جرمن میں بچوں کی تعلیم کے طریقوں میں وہ کمال پیدا کیا گیا ہے کہ سارے یورپ نے اس معاملہ میں جرمن کی تقلید

شروع کر دی ہے۔

دماغی تربیت کے ساتھ جسمانی ورزش کی طرف بھی پوری پوری توجّہ کی جاتی ہے۔ جمناسٹک (ورزش) کی تعلیم یہاں بہت عام ہے۔ تیرنا بہت اعلیٰ درجے کا سکھایا جاتا ہے۔ بہت کم جرمنی ایسے ہونگے جو عمدگی کے ساتھ پیر نہ سکتے ہوں۔



ایک جرمن گھرانا

جرمن طالب علموں کے مزاج بہت جلد ہی بگڑ جاتے ہیں اور فرانسیسیوں کی طرح ذرا ذرا سی بات میں وُہ لڑائی کرنے اور ڈوئل لڑنے (ایک دوسرے پر تمنچہ کا فیر کرنے) پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔

جرمنوں کے جیسے دماغ اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں۔ ویسے ہی اُن کے اخلاق و عادات بھی نہایت قابل تعریف ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں یورپ کے اَور ملکوں کا سا رواج نہیں کہ لڑکپن میں لڑکوں اور لڑکیوں کو اکھٹا کھیلنے دیا جائے۔

علم ریاضی کا انہیں بہت شوق ہوتا ہے۔ گیند کھیلنے میں یہ اُستاد ہوتے ہیں۔ اور اکثر طلباء جنگی تعلیم حاصل کر کے فوج میں داخل ہونے کو باعث عزت سمجھتے ہیں +

رُوئے زمین کے باشندے

کوہ قاف کے باشندے

کوہ قاف ایک نہایت پُر لُطف اور سر سبز پہاڑ ہے جو یورپ اور ایشیا کے درمیان واقع ہے اور جسکا طُول ۷۰۰ میل ہے۔ اس پر مختلف قومیں رہتی ہیں جو نہایت دلیر اور جنگجو ہیں۔ اپنی آزادی قائم رکھنے کے لئے یہ پہلے ہمیشہ آمادہ جنگ رہتی تھیں۔ چنانچہ زمانہ قدیم میں رُوم کی فوج ان پہاڑوں میں کبھی داخل تک نہیں ہوئی۔ اور تیمور اور نادر شاہ جیسے حملہ آور بھی یہاں

زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکے۔ صرف گذشتہ صدی میں کوہ قاف کے بعض مقامات پر روس اور بعض پر ترک قابض ہو گئے۔ گو اس میں ان سلطنتوں کو بے انتہا نقصان اُٹھانا پڑا اور پھر بھی انکی جو کچھ حکومت ان مقامات پر ہونے پائی ہے وُہ محض برائے نام ہے۔

اُن مختلف اقوام میں سے جو کوہ قاف میں آباد ہیں۔ چرکسوں کی قوم جنہیں سرکیشین بھی کہتے ہیں۔ حُسن کے اعتبار سے بہت مشہور ہیں۔ قد ان کے لمبے۔ جسم نازک۔ شانے چوڑے۔ چہرے بیضاوی۔ نقش و نگار دلکش۔ اور بال ان کے سیاہ ہوتے ہیں۔ بد چلنی یا کسی غفلت کی وجہ سے اگر ان کی صُورت مسخ یا بدنما ہو جاتے تو اُسے وہ لوگ اپنی بہت ہی بڑی ذلت سمجھتے ہیں۔ انکی رنیز کوہ قاف کی دیگر اقوام کی عورتیں خوبصُورتی میں مشہور ہوتی ہیں۔ اگلے زمانے کے لوگ قصّہ کہانیوں میں جو کوہ قاف کی پریوں کا ذکر کرتے ہیں اُن سے یہی عورتیں مراد ہوتی ہیں۔

اُن کا قومی لباس اس پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے کہ بعض روسی افسروں نے بھی ویسی ہی پوشاک اختیار کر لی ہے۔ اُن کے لباس کا جزو اعظم دو لمبے دھیلے پیراہن ہیں۔ ایک کو بشمت اور دُوسرے کو چرکسکہ کہتے ہیں۔ بشمت ایک قسم کا لمبی اور لٹکتی ہُوئی آستینوں والا کوٹ ہوتا ہے جس میں گلے سے لیکر نیچے تک بہت سے بُک لگے ہوتے ہیں۔ نیچا اور سیدھا کالر لگا ہوتا ہے اور دونوں طرف بڑی بڑی جیبیں ہوتی ہیں۔ یہ کوٹ عموماً چھینٹ یا دھاری دار کپڑے کا ہوتا ہے۔ اور جو لوگ امیر ہوتے ہیں اپنے گریبانوں اور آستینوں وغیرہ میں یعنی اُن مقامات میں جو چوغہ کے اوپر سے نظر آویں ریشم لگا لیتے ہیں۔



کوہ قاف کی ایک خوبصورت بیگم

چرکسکہ ایک قسم کا چوغہ ہوتا ہے جو بشمت کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ یہ بشمت سے زیادہ لمبا اور چوڑا ہوتا ہے اور اس کی آستینیں اتنی بڑی ہوتی ہیں کہ انہیں اولٹ لینا پڑتا ہے۔ سامنے بہت سی چھوٹی چھوٹی گھنڈیاں لگی



کوہ قاف کے باشندے

رہتی ہیں مگر گریبان کھلا رہتا ہے تاکہ بشمت کا کالر نظر آئے۔ دونوں طرف کے سینہ پر آٹھ آٹھ دس دس خانہ کارتوسوں کے لئے بنے رہتے ہیں۔ اس چوغہ میں جیبیں نہیں ہوتیں۔ یہ مضبوط اونی کپڑے کا بنایا جاتا ہے۔ بارش میں یہ لوگ سر پر برد کا پہنتے ہیں جو ایک قسم کی پشمینہ دار ٹوپی ہوتی ہے۔ پائجامہ نہایت چست ہوتا ہے۔ جس پر چمڑے یا کپڑے کے موزے چڑھے رہتے ہیں۔ پیروں میں جوتے یا کھڑاؤں ہوتے ہیں۔ سر پر بھیڑ کے چمڑے کی بڑی بڑی ٹوپی کا بھی ان میں بہت رواج ہے جو انواع و اقسام کی شکلوں کی ہوتی ہیں۔

چرکسوں میں اتفاق بہت کم ہے۔ ان میں بہت سے فرقے ہیں جو آپس میں جدال و قتال میں مشغول رہتے ہیں اور خون کا معاوضہ لینے میں تو مشغول رہتے ہیں

گر عورتوں کی موجودگی میں جدال و قتال یکلخت بند ہو جایا کرتا ہے۔ بیویاں وہاں ہمیشہ لڑائی سے حاصل کی جاتی ہیں۔ جس عورت کو بیوی بنانا منظور ہوتا ہے اسکو اس کے رشتہ داروں سے لڑائی کر کے چھین لیتے ہیں۔ اور گھوڑے پر بٹھا کر اپنے ہاں بھگا لاتے ہیں۔ جب لڑکی کے والدین کی رضامندی سے شادی ہوتی ہے۔ تب بھی مصنوعی جنگ کی جاتی ہے۔

شادی کی ایک قدیم رسم جو ابتک قزاق یا کاسک لوگوں میں رائج ہے



لڑکیوں کو اکثر کم سنی میں بردہ فروشوں کے ہاتھ بیچ دیا کرتے ہیں جو ایران اور ٹرکی میں آکر انکے بڑے بڑے دام کھرے کرتے ہیں۔ یہ عموماً وہاں کے شاہی محلات میں داخل کیجاتی ہیں۔ جہاں بوجہ بے مثل حسن سلجھی ہوئی طبیعت سلیقہ مندی اور شیریں کلامی کے انکی بڑی قدر ہوتی ہے۔

اِس خیال سے کہ بچوں کو ماں باپ کا لاڈ بگاڑ نہ دے اُن کی پرورش والدین کے ہاں نہیں ہوتی - بلکہ یہ اس شخص کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں جو وہاں دماغی قابلیت اخلاق و آداب - ورزش جسمانی اور ہتھیاروں کے استعمال میں اعلیٰ درجے کا تسلیم کیا جاتا ہو - اس مُلک کی رسم کے مطابق پیدا ہونے کے چند ہی دن بعد بچے کو اُستاد لیجاتا ہے - اُسوقت سات آدمی بچے کو پہچان لیتے ہیں اور اس واقعہ کے گواہ بنجاتے ہیں - تاکہ بعد میں اُسے شناخت کر سکیں - جب بچہ پُورا جوان ہو جاتا ہے اور ہر طرح سے تربیت حاصل کر لیتا ہے تو اپنے گھر واپس چلا آتا ہے -

چرکسوں کے علاوہ کوہ قاف میں اَور بھی بے انتہا قومیں آباد ہیں جو صُورت شکل اور طرزِ بود و باش میں تقریبًا یکساں ہیں - ان میں سے چند خاص قومیں حسب ذیل ہیں :-

ابخاصیاں :- بحر اسود کے ساحل پر رہتے ہیں - قد و قامت میں کسی قدر چھوٹے اور چہرے اُنکے بھُورے ہوتے ہیں - ملّاح بہت اچھے ہیں - اور کسی زمانے میں خدیوِ مصر کی مُلازمت میں کثرت سے شریک ہوتے ہیں -

کبرو یاں :- کوہ قاف کے شمالی حصّے میں آباد ہیں - حُسن میں اپنی ہمسایہ قوموں پر ممتاز ہیں - گھوڑے اور بھیڑیں بہت پالتے ہیں - غیر علاقوں میں چوری کرنا معززِ شغل سمجھتے ہیں - بیویوں کو یہ بھی چوری کے ذریعے سے حاصل کرتے ہیں - یہ لوگ زیادہ روسیوں کی فوج میں ملازم ہوتے ہیں -

چچن :- کوہ قاف کے حصّے داغستان کے شمال میں آباد ہیں - بڑے دلیر فیاض اور مغرور ہوتے ہیں - مذہب انکا اسلام ہے - لباس تکلف کا پہنتے ہیں - روسیوں کے سخت دشمن ہیں -

لیس نجین:۔ یہ اُن متعدد چھوٹے چھوٹے فرقوں کا نام ہے جو داغستان (مشرقی کوہ قاف) میں آباد ہیں۔ یہ لوگ مسلمان ہیں مگر اُن کے مذہب میں بہت سی آمیزش ہو گئی ہے۔ ان میں ۳۰ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ زراعت میں یہ باقی قوموں سے بڑھے ہوئے ہیں اور انکی آبادیوں میں بڑے خوبصورت خوبصورت پھلوں اور سبزی ترکاریوں کے باغات پائے جاتے ہیں۔ شراب اور تمباکو کا حد سے زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ عورتیں بڑی خدمتگذار ہوتی ہیں۔

جارجین:۔ یہ ان سبھوں میں بڑی قوم ہے جو خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے اور بہت سی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے بعض عیسائی اور بعض مسلمان ہیں۔ حُسن کے اعتبار سے یہ لوگ خصوصیت



عورتوں کی تفریحیں

کے ساتھ ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ بہت بڑے بڑے سیاہ بال۔ بڑی بڑی آنکھیں۔ صاف چہرا۔ اُجلے دانت۔ لوچ دار بدن اور چھوٹے چھوٹے ہاتھ انکی بعض قابلِ تعریف خصوصیات میں سے ہیں۔ جارجین ہمیشہ خوش و خُرّم رہا کرتے ہیں۔ ناچنے گانے کے از حد شوقین ہیں۔ ان میں تیوہار بہت کثرت سے ہوتے ہیں۔ جن میں سے بعض کا مقصد مذہبی اور بعض کا تفریح ہوتا ہے مگر گانا بجانا ہر تیوہار میں ہوتا ہے۔

تاتاری :۔ جنوبی کوہ قاف میں جو تاتاری آباد ہیں وہ بہت اچھّی حالت میں ہیں اور کوہ قاف کے دیگر باشندوں کی حالت سنبھالنے کا فخر بہت کچھ ان



لوگوں کو حاصل ہے کیونکہ صنعت وحرفت زراعت وتجارت وغیرہ میں یہ لوگ بڑھے ہوئے ہیں اور یہ باتیں اپنی ہمسایہ قوموں کو سکھلانے میں دریغ نہیں کرتے۔ مہذب ممالک میں جاکر اپنی معلومات کو زیادہ وسیع کرنے سے

جھجکتے نہیں ہیں - اور بڑے روشن خیال ہوتے ہیں - یہ لوگ مسلمان ہیں - تعصب ان میں نام کو نہیں - سنی اور شیعہ آپس میں ملکر رہتے ہیں اور عیسائیوں سے یہ نفرت نہیں کرتے -

کوہ قاف میں اور بھی بہت قسم کے لوگ رہتے ہیں جنکا ذکر یہاں پر بوجہ قلت جگہ کے محال ہے - جن قوموں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے وہ بہ نسبت اوروں کے زیادہ مشہور ہیں +

ننھے بچوں کا صفحہ



بچپن کی اُمنگیں

کام دن کے ختم جب ہوتے ہیں اور آتی ہے شام
اور مِل جُل ننھے بچے کھیلتے ہیں شاد کام
بھاگتے غل شور کرتے پھرتے ہیں گھر میں تمام
بس بڑوں میں سے کوئی کہہ بیٹھتا ہے یہ کلام

جاؤ جاؤ سو رہو اب وقت ہے آرام کا

قصد یہ ہے اب کوئی محفل ہوتی جو میرے گھر — دونوں بھائی ہم وہاں لیٹے ہوئے ہونگے اگر
ناچ گانا جس گھڑی ہوگا نہایت زور پر — وہاں دبے پاؤں پہنچکر بول اُٹھونگا چیخ کر
جاؤ جاؤ سو رہو اب وقت ہے آرام کا

یہ بڑے ہوکر ارادہ ہے۔ ذرا دل سے سنو — مول لونگا ننھے اور اپنی طرح میں بچے دو
اور اجازت دونگا کھیلو کودو غل کرتے پھرو — دند گھر بھر میں مچاؤ جس قدر بھی تم سے ہو
اور سوؤ جب تمہارا وقت ہو آرام کا

م-ن

بچّوں کی بچّوں سے ہمدردی

تم نے جغرافیہ میں پڑھا ہوگا کہ جنوبی افریقہ میں ایک ملک آباد ہے جسے ٹرانسوال کہتے ہیں اور جس میں بوئر لوگ رہتے ہیں۔ اب تو بوئروں اور انگریزوں میں پورا میل ملاپ ہوگیا ہے لیکن اگر تم اخبار پڑھا کرتے ہوگے تو تم کو معلوم ہوگا کہ کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے جب کہ انگریزوں اور بوئروں میں ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ جس میں بوئروں کو بہت نقصان پہنچا تھا اور ہزارہا بوئر بچے یتیم ہو گئے تھے ہزارہا بوئر سرکار انگریزی کے ہاتھوں قید بھی ہو گئے تھے جس کے باعث اُنکے بچے بے سرپرست کے رہ گئے تھے۔ بوئر لوگ بھی مثل انگریزوں کے عیسائی ہیں اور عیسائیوں میں بڑا دن ایک بڑا بھاری تیوہار ہوتا ہے۔ جس میں کھیل کود اور عیش و عشرت کے بڑے بڑے سامان کئے جاتے ہیں۔ اثنا لڑائی میں جب بڑا دن آیا تو ملک جرمن کے کسی صوبہ کے بچوں کو بوئر بچوں کی بے سرپرستی اور خواری کا حال سُنکر ترس آیا اور انکا جی بیچارے یتیموں

اور بے سرپرستوں کی حالت زار پر بہت کڑھنے لگے۔ اُن سے یہ نہ ہوسکا کہ وُہ خود تو بڑے دن میں عیش منائیں اور یورپ بچّے اُس دن نانِ شبینہ تک کو محتاج رہیں۔ اُنہوں نے ہمدردی بھرے ہُوئے دِل سے چندہ جمع کرنا شروع کیا اور تھوڑی ہی دیر میں اپنی ہمّتِ مردانہ سے دس ہزار مارک (مارک ایک جرمنی سکّہ ہے جو بارہ آنہ کے برابر ہوتا ہے) کی رقم وصُول کرلی اور ٹرنسوال بھیجدی تاکہ وہاں کے بیکس بچّوں میں وُہ تقسیم کردیجائے اور وُہ بچّے بھی بڑا دن منائیں۔

ہمارے مُلک میں جو بڑے آدمی ہیں وُہ بھی دوسروں کی مصیبت کا خیال نہیں کرتے اور اپنی دولت کو اپنے ہی عیش و آرام میں لُٹائے دیتے ہیں۔

اَے بچّو! تم ممالکِ غیر کے بچّوں کی عُمدہ خصلتوں کو پیشِ نظر رکھو۔ اُن سے انسانی ہمدردی کا سبق حاصل کرو اور ملکی اور قومی ضروریات کا احساس کرنا اُن سے سیکھو۔ اُن لوگوں کی تقلید ہرگز نہ کرو جو اپنی راحت کے مقابلے میں دوسروں کی مصیبت کا خیال نہیں کرتے +

بچّوں کی مجلس

بلند مرتبے پر پہنچنے کی دشواریاں

اگر تمہیں ملک سوئٹزرلینڈ میں سفر کرنیکا اتفاق ہو اور اس مُلک کے شہر جینوا کی طرف تمہیں جانا مقصود ہو تو تم کو ایک پہاڑی ریل کے ذریعے سے سفر کرنا پڑے گا جو ایک بلند چوٹی کے دامن سے گذرتی ہے۔ چوٹی اسقدر

بلند ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ اس کے اوپر تم کو ایک شکستہ مگر مضبوط و ٹھوس عمارت نظر آئیگی جو بوجہ بلند مقام پر واقع ہونے کے بادلوں سے ہر وقت گھری رہتی ہے۔ اگر تم اس چوٹی پر چڑھ کر اس مکان میں اردگرد نظر دوڑاؤگے تو تم کو ایک عجیب دلفریب سماں دکھائی دیگا۔ سوئٹزرلینڈ کی تمام جھیلیں تمہاری نظر کے سامنے آجائینگی اور ملک کا سرسبز و شاداب حصہ مثل ایک تختہ مسطح کے تمہارے پیش نظر ہوگا۔ اس خستہ مگر عظیم الشان عمارت کی چوٹی پر ایک مشہور خانقاہ ہے۔ اس مقام پر زینہ کے ذریعے سے جانا پڑتا ہے جو ایک سیدھے پہاڑ کو کاٹ کر بنایا گیا ہے۔ اس زینہ کے متعلق ایک عجیب و غریب روایت مشہور ہے جو ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

چھٹی صدی میں ایک خدا پرست عابد و زاہد اس وادی میں رہا کرتا تھا جو چند بچوں کو اپنے جھونپڑے میں پڑھایا کرتا تھا۔ یہ جھونپڑا نہایت تاریک تھا۔ کیونکہ اس میں نہ کوئی کھڑکی تھی نہ روشن دان۔ اور چونکہ اس جھونپڑے کے اردگرد ایک دلدل بھی تھی۔ جس میں بدبودار پانی جمع رہتا تھا۔ اس لئے اس وادی کی آب وہوا بھی ایسی خراب ہوگئی تھی کہ وہاں کے باشندوں کی صحت اور دماغ پر اسکا بہت مضر اثر پڑتا تھا۔

نیک طینت اور خدا پرست زاہد نے اُن بچوں کو جنہیں وہ پڑھاتا تھا اور جن سے اُسے اُلفت تھی اُس آب وہوا کے مضر اثر سے بچانے کا ارادہ کیا۔ اور اس ارادے سے اُس نے اپنا سارا وقت اُس سخت اور سیدھے پہاڑ کو کھود کھود کر زینہ بنانے میں صرف کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے اس پر بہت مضحکہ اڑانا شروع کیا۔ لیکن اس زاہد نے اسکا ذرا بھی خیال نہ کیا اور بڑی محنت و استقلال کے ساتھ کئی سال کی متواتر جانفشانی کے بعد پہاڑی کی چوٹی تک

زینہ بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ اور اس بلند اور پُرفضا مقام پر رہنے لگا۔

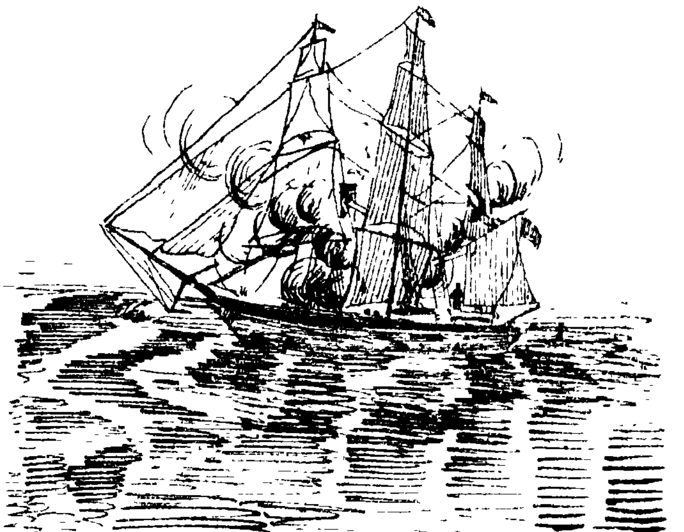
اگرچہ یہ عمارت اب صرف کھنڈر کی شکل میں باقی ہے۔ جسپر ویرانی برس رہی ہے لیکن یہ قصّہ اب تک اُس زاہد کی عجیب و غریب ہمّت و استقلال پر لوگوں سے تحسین نکلواتا ہے۔

یہ قصّہ جیسا دلچسپ ہے ویسا ہی نتیجہ خیز بھی ہے۔ ہماری زندگی کی بھی یہی حالت ہے۔ وُہ بھی اسی طرح کیچڑ اور دلدل میں پھنسی ہوئی ہے اور گندی ہوا اور بدبودار پانی اُسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ مگر محنت اور جانفشانی سے اس اخلاقی گڑھے میں سے نکل کر پُرفضا اور دل خوش کُن اخلاقی بلندی پر پہنچ جانا ناممکن نہیں ہے۔ شیریں کلامی۔ دیانتداری۔ دلیری۔ ہمدردی رحمدلی۔ پاک اور بےغرضانہ محبّت اور اس قسم کی صدہا خوبیاں بمنزلہ زینوں کے ہیں۔ جنپر چڑھ کر تم خدا کے قریب پہنچو گے اور اطمینانِ قلبی اور دائمی راحت کی بیش بہا نعمتوں سے مستفید ہو گے۔

ایک حکم ماننے والا بہادر لڑکا

کیسابیانکا جسکی عُمر تیرہ سال کی تھی اپنے باپ کے ساتھ جو ایک جنگی جہاز کا افسر تھا دریائے نیل کی لڑائی پر گیا۔ لڑائی کے خوفناک آوازوں کے درمیان جبکہ بڑے بڑے گولے اِدھر اُدھر بڑی سرعت کے ساتھ چل رہے تھے اور تختۂ جہاز خون آلودہ ہو رہا تھا یہ بہادر لڑکا اپنے پیارے باپ کے ساتھ کھڑا ہُوا اُس کے حکموں کی تعمیل کر رہا تھا۔

آخر کار کیسا بیانکا کو اس کا باپ جہاز کے کسی خاص حصے میں کوئی کام کرنے کے واسطے دے گیا۔ اور کیسا بیانکا کو کہا۔ جب تک میں تم کو خود نہ بلاؤں تم اپنی جگہ سے کہیں نہ جانا۔ پھر اس کا باپ جہاز کے ایک اور حصے میں گیا اور



جہاز کو آگ لگی ہوئی ہے

ایک گولہ لگنے سے مرگیا۔ لیکن کیسا بیانکا کو اپنے باپ کے مرنے کی کچھ خبر نہ ہوئی اور وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اس کے حکم کا انتظار کرتا رہا۔ لڑائی اس کے اردگرد بڑی تندہی سے ہونے لگی اور مقتولوں کا خون اس کے پاؤں تک بہنے لگا۔

جہاز میں آگ لگ گئی اور آگ کے شعلے اس کے نزدیک ہوتے گئے۔ مگر شریف اور بہادر لڑکے نے اپنے باپ کی حکم عدولی نہ کی۔ گولہ باری آگ

اور خونریزی کے سامنے وُہ بے خوف وخطر کھڑا رہا- ملاحوں نے جلتے ہُوئے اور ڈوبتے جہاز سے بھاگنا شروع کیا- کیسابیانکا نے چلاکر کہا میرے پیارے باپ کیا آپ مجھ کو چلے جانے کی اجازت دیتے ہیں"-

لیکن اجازت کی کوئی آواز اُس کے مُردہ باپ کے پاس سے نہ آئی- وُہ بہادر لڑکا اس جگہ اپنے کام پر کھڑا رہا یہانتک کہ جہاز پر سے تمام آدمی بھاگ گئے اور تھوڑی دیر بعد جہاز ڈوب گیا اور جہاز کے ساتھ خود بھی سمندر کی تہ میں چلا گیا +

راقم فضل حق از سیالکوٹ

بے سوچے کام کرنا

ایک شخص ندی پار جانے کے ارادے سے گھاٹ پر پہنچا- اس کے ساتھ ہزار تھیلیاں تھیں اور ہر تھیلی میں ہزار دینار- مگر شومی قسمت سے نہ تو کوئی کشتی اُسے ملی نہ پار اُترنے کا کوئی گھاٹ- اُس نے سُن لیا تھا کہ کوئی شخص مال خرچ کئے بغیر دریا عبور نہیں کرسکتا- اس سبب سے اُس نے ان دیناروں کی تھیلیوں کو پانی میں پھینکنا شروع کیا تاکہ پانی اس کے پار اُتر جانے تک ٹھہرا رہے- اور تھیلیاں تلے اُوپر جمع ہو کر اُس کے لئے پُل بن جائیں- اور وُہ اُس کے اُوپر سے چلا جائے- حالانکہ ساری دنیا کا مال جمع کیا جاتا تب بھی اسکا مطلب نہ نکلتا- جب اُس کے پاس صرف ایک ہی تھیلی رہ گئی تو کشتی لئے ہُوئے ایک ملاح آپہنچا- بچے ہُوئے مال میں سے اُس شخص نے اسکو کچھ دیا اور اُس نے بہت ہی تھوڑی سی محنت میں اُسے پار پہنچا دیا- ملاح نے جب تھیلیوں کے پانی میں پھینکے جانیکا

حال سُنا تو اس بیوقوف شخص کے ساتھ بہت ہمدردی کرنے لگا اور وُہ بھی اپنی بیوقوفی معلوم کر کے نادم ہُوا۔

بغیر انجام سوچے یا محض سُنی سُنائی باتوں پہ بے سمجھے عمل کرنیکا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔

راقم غلام صفدر خاں طالب علم نینی تال
عمر ۱۳ سال

جُزدان

گُناہوں سے بچتے رہو

مولوی عبد المتین صاحب متین سررشتہ دار بیرسیہ ریاست بھوپال جو نظم و نثر میں بلند پایہ رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل نظم بھیجتے ہیں۔ مولوی صاحب کی تصنیف سے ایک دلچسپ تاریخی اور رزمی فسانہ پہلے شائع ہو چکا ہے۔ اور تاریخ دکن وغیرہ کتابیں چھپنے کو ہیں۔

(گناہ کس کو کہتے ہیں)

گناہ و معصیت کیا ہے؟ خدا سے سرکشی کرنا
خدا کو بھول جانا۔ اس سے ہر دم خودسری کرنا

وُہ چلنا راستہ جو اپنی خودرائی سے پیدا ہو
ملے گر رہبر صادق نہ اُس کی پیروی کرنا

نتیجہ جس کا ہو نقصان سا دُنیا میں اوروں کو
دلی شوق۔ اور دلی رغبت سے جو کرنا وہی کرنا

خلافِ عقل و مذہب معصیت میں رات دن رہنا
خدا کی دوستی کے بدلے خود سے دشمنی کرنا

شریعت سے پیمبر سے۔ خدا سے منحرف ہونا
خود اپنے ساتھ نیکی چھوڑ کر اُلٹی بدی کرنا

دغا۔ چوری۔ ریاکاری۔ خرابی۔ کفر۔ بدگوئی
یہ سب افعال کرنا اور بھلائی میں کمی کرنا

نفاق اور رشک ۔ اور خود کامیوں کے بس میں آجانا خدا بھی ہو اگر ان میں تو کینہ پروری کرنا
کسی عورت کو اچھا دیکھ کر بدمست ہوجانا اور اس کی ہر طرح بے عصمتی بے حرمتی کرنا
غلط نا ۔ بے لذت و عیب جوئی سے غرض رکھنا کسی کی راز جوئی ۔ اور پھر پردہ دری کرنا
خود اپنے نفس امارہ کو شہ پر شہ دیئے جانا اور اس پر دے کے پھر الزام عذر بے بسی کرنا
خدا کے حکم سے دن رات سرتابی کئے جانا بتوں کے سامنے گردن جھکانا عاجزی کرنا

(گناہ انسان کی فطرت میں ہے ۔ یا نہیں)

گناہ و معصیت ہرگز نہیں انساں کی فطرت میں کرے یوں جس قدر چاہے جو چاہے آدمی کرنا
خدا نے عقل دی ہے نیک بد پہچاننے والی سکھایا عقل کو انساں کی سچی رہبری کرنا
نہ ہوتی عقل تو عصیاں بھی ہوتے فطرتاً جائز جو یہ رہبر ہے تو لازم نہیں پھر رہزنی کرنا
ہمیشہ عقل کا پابند رہنا سب سے بہتر ہے اور اس کے نور سے لازم ہے دل میں روشنی کرنا

(کیوں گناہ انسان کی فطرت میں نہیں)

نہیں اسواسطے کچھ معصیت انساں کی فطرت میں کہ منظور اس کو تھا اصلاح سب مخلوق کی کرنا
اگر انسان کی فطرت میں جرم و معصیت ہوتے نہیں ممکن تھا انہیں سے ولی کرنا نبی کرنا
نہ مذہب ہوتا دنیا میں نہ اسکی برکتیں ہوتیں. نہ آسکتا کسی کو زہد و طاعت بندگی کرنا
بدی کی کچھ سزا ہوتی نہ نیکی کی جزا ہوتی نہ ہوتی کچھ اسے تمیز نیکی و بدی کرنا
کسی کا کوئی حق پہچانتا ہرگز نہ دنیا میں بجائے راست بازی عام ہوتا کجروی کرنا
زمانہ بھر میں بے رحمی و سفاکی نظر آتی نہ ہرگز سیکھتا کوئی بھی صلح و آشتی کرنا
بداخلاقی و بے رحمی کی ہوتی گرم بازاری نہایت سہل ہوتا قتل و خوں غارتگری کرنا
کوئی عورت عفیفہ ڈھونڈے مل سکتی نہ دنیا میں نہ ہوتا جرم کچھ عورت کی گر بے حرمتی کرنا
نہ عزت دار بن سکتا کوئی دنیا کے پردہ پر جو ہوتا فطرت انساں میں جرم و کجروی کرنا

(گناہ میں بظاہر فائدہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں نقصان)

گناہوں میں بظاہر فائدہ معلوم ہوتا ہے　　مثال اس کی خیانت ۔ سرقہ ۔ اور دھوکہ دہی کرنا
ہوا کرتا ہے بے شک فائدہ چوری سے چوروں کو　　سزا پا کر مگر وہ بھولتے ہیں رہزنی کرنا
خیانت آدمی کو خوار اور بدنام کرتی ہے　　امانت سے کبھی لازم نہیں پہلو تہی کرنا
گناہوں میں نہیں کچھ فایدہ نقصان ہی نقصاں ہے　　گناہوں سے کبھی لازم نہیں دل بستگی کرنا
یہ ظاہر میں تو میٹھا ہے مگر زہر اس کے اندر ہے　　اسے سب چھوڑ دیں جو چاہیں عیش سرمدی کرنا
سلیماں جن کے دھوکے سے بھی عفریت آتا ہے　　اسے آتا ہے یہ ہر رنگ میں جلوہ گری کرنا
یہی وہ جرم ہے جس کی معافی سخت مشکل ہے　　نہیں لازم ہے اس سے اجتناب و بے رخی کرنا
نہ ہوتا گر ملمع اور روغن اس کے چہرے پر　　تو ممکن ہی نہ تھا اس کی طرف رغبت کبھی کرنا
گنہ کی باطنی سیرت ہمیشہ آدمی دیکھے　　کبھی لازم نہیں اس پہ نگاہ ظاہری کرنا

(گناہ کبائر و صغائر)

گناہائے کبیرہ اور صغیرہ دونوں بدتر ہیں　　کبھی اللہ سے لازم نہیں گردن کشی کرنا
صغیرہ سے نہ ڈرنا نفس کے دھوکے میں آنا ہے　　سکھاتا ہے یہی کم بخت تو بدگوہری کرنا
کبائر کیا ہیں اک سانپ اور سانپ کے بچے صغائر ہیں　　کبھی لازم نہیں ان ہی سے ہرگز دوستی کرنا
ہمیشہ چھوٹی چھوٹی معصیت سے بھی بچے انساں　　ہمیشہ نیکیوں میں چاہیے کوشش بڑی کرنا

(گناہ سے آدمی کو سچی خوشی حاصل نہیں ہوتی)

گنہ سے آدمی کو کچھ خوشی حاصل نہیں ہوتی　　اسی کو چھوڑ کر ملتا ہے عیش سرمدی کرنا
گنہگاروں کو اطمینان حاصل ہو نہیں سکتا　　بسر ممکن نہیں راحت سے اپنی زندگی کرنا
خوشی کہتے ہیں سب جس کو وہ اطمینان دل کا ہے　　نہ اطمینان ہی جب ہو تو پھر کیسا خوشی کرنا

(گنہگار سب لوگوں سے ڈرتا رہتا ہے)

خطاکار اپنے سایہ سے بھی ڈرتا اور جھجکتا ہے　　رلا دیتا ہے اس کو غیر لوگوں کا خوشی کرنا

سمجھتا ہے کہ میرے راز سے سب لوگ واقف ہیں ۔۔ وہ کر سکتے ہیں گر منظور ہو بے وقتی کرنا
عذاب سے خوف کرنا دُور رہنا اور جھجکتا ہی ۔۔ خطاکاری سکھا دیتی ہے اسکو بزدلی کرنا

(گناہ کی فلاسفی)

گنہ میں ایسی کیا لذت ہی جو سب لوگ کرتے ہیں ۔۔ روا رکھتے ہیں سب کیوں نفس کی پیروی کرنا
نہیں ملتا ہے جب جائز طریقہ کامیابی کا ۔۔ تو ناجائز طریقہ چاہتا ہے آدمی کرنا
بہت کچھ تنگ جب انسان کو افلاس کرتا ہی ۔۔ تو پھر وہ سیکھتا ہے چوری اور ڈاکہ زنی کرنا
ضرورت کے سوا خود مطلبی ۔ غیرت ۔ ہوس غصہ ۔۔ سکھاتی ہیں یہ سب چیزیں اُسے جرم و بدی کرنا

(گناہ کا اثر گناہ کرنے والے کے نفس پر)

اثر عصیاں کا پڑتا ہے خطاکاروں کی اوپر بھی ۔۔ گراں ہوتا ہے اُن کے نفس پر بھی غم بسی کرنا
ملامت کرتا ہی خود اُنکے اُوپر کانشنس ان کا ۔۔ بلا ہو جاتا ہے عصیاں سے یہ شوق دلی کرنا
نتیجہ اس کا ہی سب کے لئے نقصان ساں بیشک ۔۔ وگرنہ یوں تو ہی دلچسپ عشق و عاشقی کرنا

(گناہ چھوٹ سکتا ہے یا نہیں)

گناہ و معصیت کا چھوڑ دینا کچھ نہیں مشکل ۔۔ اگر انسان چاہے سچے دل سے بندگی کرنا
فنا کر دیتی ہی یہ معصیت انسان کو بالکل ۔۔ کبھی جائز نہیں کہتا ہے عاقل خودکشی کرنا
گناہ و معصیت کیا ہی؟ حماقت ہی حماقت ہے ۔۔ خطا کا چھوڑ دینا کیا ہے؟ ترکِ ابلہی کرنا
خُدا کے حکم سے ہرگز نہ سرتابی کرے انساں ۔۔ اِسے تو چاہئے ہر وقت دل سے عاجزی کرنا

(کیا چیز گناہ کو چھڑا سکتی ہے)

چھڑا سکتی ہی کیا شئے معصیت کو جانتے ہو تم ۔۔ خُدا کو حاضر و ناظر تصور ہر گھڑی کرنا
اگر اس نفس امّارہ کو انساں لائے قابو میں ۔۔ تو پھر آ جائے اُسکو آپ اپنی بہتری کرنا
خدائے پاک سے ہر وقت ڈرنا چاہئے سب کو ۔۔ نہ اس سے کچھ بغاوت سرکشی و خودسری کرنا

(عام نصائح)

ہمیشہ چاہئے نیکی۔ عبادت۔ اور خدا ترسی کسی صورت سے لازم ہی نہیں ہرگز بدی کرنا
بدی کے چھوڑ دینے میں ہمیشہ چاہئے عجلت کبھی لازم نہیں ہر اس میں کچھ بھی کاہلی کرنا
نتیجہ غور سے افعال کا دیکھا کرے انساں کبھی لازم نہیں اسکو نگاہ سرسری کرنا
کبھی بے سوچے سمجھے کچھ نہ کرنا چاہئے ہرگز ہمیشہ چاہئے ہر بات میں سنجیدگی کرنا
تجارت صنعت و حرفت سے دولت کو کرو پیدا نہیں لازم خیانت۔ دھوکہ بازی۔ رہزنی کرنا
خطاکاری ہے منہ کا کالا کرنا اپنے ہاتھوں سے گنہگاری ہے اپنے آپ کی بے وقعتی کرنا
اگر دولت ہو تو زادِ رہِ عقبیٰ کرو اُس سے کبھی دولت سے واجب ہی نہیں تن پروری کرنا
اگر عورت ہو تو ہر لحظہ عصمت چاہیے اسکو اگر ہے مرد تو لازم ہے نیکی ہر گھڑی کرنا
خدا نے عقل و دانش جب عطا فرمائی انساں کو مناسب ہے اُسے جو بات کرنا عقل کی کرنا
خیال اپنا ہمیشہ نیک رکھے سب کی جانب سے کبھی لازم نہیں غیبت۔ برائی۔ بدظنی کرنا
یتیموں کی اعانت سب کے اُوپر فرض و واجب ہے اور انکی ہر طرح خاطر تواضع۔ دلدہی کرنا
بدی سے اجتناب و احتراز انساں کو لازم ہے ہمیشہ نیکیوں میں چاہئے نام آوری کرنا

متیں اچھی طرح سے یاد رکھ احکام مذہب کو
کسی صورت میں اچھا ہی نہیں ہرگز بدی کرنا

اصلی بڑائی

انگلستان میں یہ دستور ہے جیسا کہ اب اس ملک کے بعض بڑے بڑے شہروں میں بھی ہوتا جاتا ہے کہ بازاروں اور سڑکوں پر بوٹ صاف کرنے والے لڑکے برش اور بوٹ کی سیاہی لئے ہوئے پھرتے رہتے ہیں۔ جن لوگوں کے بوٹ کسیقدر میلے ہو جاتے

ہیں وُہ اُن میں سے کسی ایک کو اشارہ کر دیتے ہیں اور وُہ ذرا دیر میں بوٹوں پر برش پھیر کے انہیں چمکا دیتا ہے۔ لوگوں کو بوٹ پیر سے اُتارنے بھی نہیں پڑتے۔

ایک مرتبہ مسٹر کارلائل جو بڑے مشہور مصنف مانے جاتے ہیں اور اپنے زمانے میں علم و فضل میں اپنا کوئی ثانی نہ رکھتے تھے۔ انگلستان کے بازار میں جا رہے تھے۔ ایک بوٹ صاف کرنے والے لڑکے نے کارلائل صاحب کے بوٹوں کو ذرا میلا دیکھ کر اُن سے یُوں کہا "جناب۔ کیا میں آپ کے بُوٹ صاف کر دوں۔" اس لڑکے کے ہاتھ لوگوں کے بُوٹ صاف کرتے کرتے سیاہ ہو گئے تھے اور مُنہ پر بھی کہیں کہیں کالک لگ گئی تھی۔ کارلائل نے اُس لڑکے کی اس حالت کو جو دیکھا تو تمسخر سے کہنے لگا۔ "پہلے تو اپنا مُنہ تو صاف کر لے پھر میرے بُوٹ صاف کرنے کی درخواست کرنا۔" لڑکا نہایت ادب سے "بہت اچھا" کہکر بھاگ گیا اور نزدیک کے پانی کے نل سے مُنہ ہاتھ دھو کر سیاہی کی ڈبیہ اور برش لیکر حاضر ہو گیا۔ اور بوٹ صاف کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ کارلائل لڑکے کی سادگی اور تیزی سے بہت خوش ہوا اور اس کی مفلسی پر ترس کھا کر جیب سے کچھ پیسے نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھدیئے اور بولا "یہ لو۔ میں تمہیں پیسے دیئے دیتا ہُوں۔ لیکن اسوقت مجھے بوٹ نہیں صاف کرانا۔" لڑکے کو تو یہ سنتے ہی غصّہ آگیا اور پیسے کارلائل کی طرف پھینک کر کہنے لگا "کیوں صاحب۔ کیا آپ نے مجھے کوئی فقیر سمجھ رکھا ہے جو بلا کام لیے پیسے دیتے دیتے ہیں۔ میں تو مزدور ہوں۔ محنت کرتا ہُوں اور اپنا حق لیتا ہوں۔ خیرات نہیں مانگتا۔ اگر آپ کو بوٹ صاف کرانے ہیں تو مزدوری دیجئے ورنہ بندہ آپ کے پیسوں کا بھُوکا نہیں!"

اب تم سوچ سکتے ہو کہ اس چھوٹے سے لڑکے کی عظمت کارلائل کے دل میں

اور اُن تمام لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے اس قصّہ کو سُنا ہوگا کیسی کچھ پیدا نہ ہوئی ہوگی۔ گو یہ ایک چمار کا لڑکا ہے اور دُنیوی حیثیت و دولت کے اعتبار سے نہایت ذلیل ہے۔ مگر حقیقی عظمت میں اُن بڑے بڑے آدمیوں اور کروڑپتیوں سے بھی بڑھا ہُوا ہے جو باوجود معزز و تعلیم یافتہ کہلانے کے حق و ناحق میں تمیز نہیں کرتے۔ نوکروں کی تنخواہیں۔ غریبوں کی مزدوری اور دُھوبیوں کی دُھلائی تک ہضم کر جاتے ہیں۔ اور سڑک پر کی پڑی چیز اُٹھا لینے سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ مال و دولت کے زیادہ ہونے سے اِنسان بڑا آدمی نہیں بنتا بلکہ اصلی بڑائی دل کے بڑا ہونے سے ہے۔ دیکھو یہ لڑکا گو ایک چمار کا بیٹا تھا۔ مگر دِل اس نے کیسا بڑا پایا۔ حق پسندوں کے نزدیک اس لڑکے کے بڑا ہونے میں کوئی شک نہیں۔

ل اور دولت ایسی چیز نہیں جسکا حاصل کرنا ہر شخص کے امکان میں ہو مگر دل کی بڑائی کا حاصل کرنا ہر شخص کے امکان میں ہے۔ دولت ضائع بھی ہو جاتی اور لوگ اُسے چھین بھی لیتے ہیں مگر اصلی بڑائی ضائع نہیں ہو سکتی اور نہ کسی میں اتنی قوت ہے کہ اُسے کسی سے چھین سکے۔ حقیقی عزت سے دولت حاصل ہو سکتی ہے بلکہ دولت حقیقی عزت کی غلام ہے مگر دولت سے حقیقی عزت حاصل نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اوصاف حمیدہ بھی انسان اپنے میں پیدا نہ کرے۔

بچو۔ تم لوگوں کو چاہیئے کہ تم بچپن ہی سے اپنے آپ میں اصلی بڑائی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ جو خیالات بچپن میں جم جاتے ہیں۔ اور جو عادات آغاز عمر میں اختیار کر لیجاتی ہیں وُہ اخیر عمر تک رہتی ہیں اور انہیں مشکل سے کوئی قوت دُور کر سکتی ہے۔ جنکی عادتیں بچپن میں بگڑ جاتی ہیں اور جب وُہ بڑے ہو کر اُن سے نقصان اُٹھاتے ہیں تو انہیں ترک کرنا چاہتے ہیں مگر نہیں ترک کر سکتے۔

دلچسپ چٹکلے

ریت کو پانی میں خشک رکھنے کی ترکیب

ریت کو گرم کر کے اس میں موم کو ملا دیں اور اس ریت کو اٹھا کر کہیں حفاظت سے رکھ چھوڑیں۔ جب لوگوں کو متعجب کرنا منظور ہو تو اس میں سے تھوڑی سی ریت اٹھا لائیں اور اسے آہستہ سے پانی میں ہلا کر نکال لیں تو ریت بھیگنے نہ پائے گی۔

تربوز کے بیج کیونکر شمار کئے جا سکتے ہیں؟

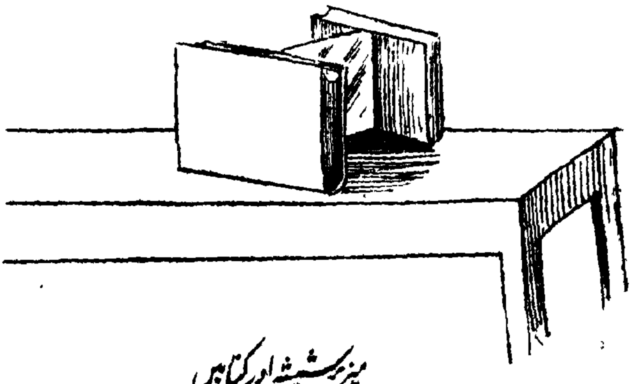
تربوز کے اوپر جتنی سفید سفید لکیریں ہوں انہیں گن لو اور پھر اس تعداد کو ۸۰ سے ضرب دے لو۔ جتنا حاصل ضرب ہوگا اسی قدر تعداد تربوز کے بیجوں کی ہوگی۔

انار کے دانوں کا کیونکر شمار ہو سکتا ہے؟

انار میں جتنے کنگورے ہوں انہیں گن لو اور پھر اس تعداد کو ۳ سے ضرب دیدو۔ جو حاصل ضرب آئے اسے ۹ سے ضرب دیدو۔ جو اس کا حاصل ضرب آئے اسے ۶ سے ضرب دیدو۔ بس جو اس کا حاصل ضرب ہوگا اسی قدر دانے اس انار میں ہونگے۔

عجیب کھیل

شیشہ کا ایک ۱۲ انچ لمبا اور ۸ انچ چوڑا صاف ٹکڑا لیکر اُس کو دو موٹی کتابوں کے درمیان اس طرح رکھو۔ جس طرح کہ تصویر میں دکھلایا گیا ہے۔ شیشہ کا فاصلہ میز سے تقریباً ۳ انچ ہونا چاہیئے۔ پھر ایک رنگین کاغذ لیکر قینچی سے چھوٹی چھوٹی مردوں۔ عورتوں اور حیوانوں وغیرہ کی شکلیں کاٹ لو۔ جو ۱½ انچ سے اونچی نہیں ہونی چاہیئے۔ بعدازاں ان شکلوں کو شیشہ کے نیچے میز پر ایک قطار میں رکھدو۔ اور ایک اونی یا ریشمی کپڑے کو گیند کی طرح لپیٹ کر تھوڑا گرم کرلو۔ اور شیشہ کی سطح پر رگڑو۔ تھوڑی دیر کے بعد کاغذ کی شکلوں میں گویا جان پڑ جائیگی۔ اور وُہ اُٹھکر شیشے کے نیچے ناچنے لگیں گی۔ بعض دفعہ وُہ گر پڑینگی۔ اور پھر اُٹھکر ناچنا شروع کرینگی۔ اگر تم رگڑنا بند کردو گے۔ تو پھر بھی کچھ دیر تک وُہ ناچتی رہینگی۔ جب وُہ ناچنا بند کردیگی تو آئینہ پر صرف ایک انگلی لگانے سے اُن میں پھر جان پڑ جائیگی :-



میز پر شیشہ اور کتابیں

نگاہ کا اچنبھا

ذیل کی تصویر میں گولی پر نگاہ جماؤ اور آہستہ آہستہ اُسے اپنے مُنہہ کی طرف لیجاؤ - گولی خود بخود اس آدمی کے مُنہہ میں چلی جائیگی :-





سامنے کی تصویر کو دیکھو- ایک چاء کے پیالہ سے دُھوآں نکل رہا ہے اور وُہ دُھوآں آدمی کے سر و مُنہہ کی شکل بنگیا ہے :-

چینی بچّوں کی عمر کا حساب

چینی بچہ پیدا ہوتے وقت سال بھر کی عمر کا تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اور اسکی عمر کا حساب تاریخ پیدائش سے نہیں شمار ہوتا ہے بلکہ نئے سال کے پہلے دن سے شمار ہوتا ہے۔ چینیوں کا سال دوسری فروری سے شروع ہوتا ہے۔ اگر کوئی بچہ فروری کی پہلی تاریخ کو پیدا ہو تو فروری کی دوسری تاریخ کو وُہ اُن لوگوں کے حساب سے دو سال کا سمجھا جائیگا۔ کیونکہ ایک سال کا تو پیدا ہوتے ہی سمجھ لیا جائیگا اور دُوسرے سال کا وہ دوسرے دن سمجھا جانے لگیگا جس دن کہ چینیوں کا نیا سال شروع ہوتا ہے۔

ایک روباہ کی تمثیل جس کے دُم نہ تھی

(منقول از معدنِ دانش)

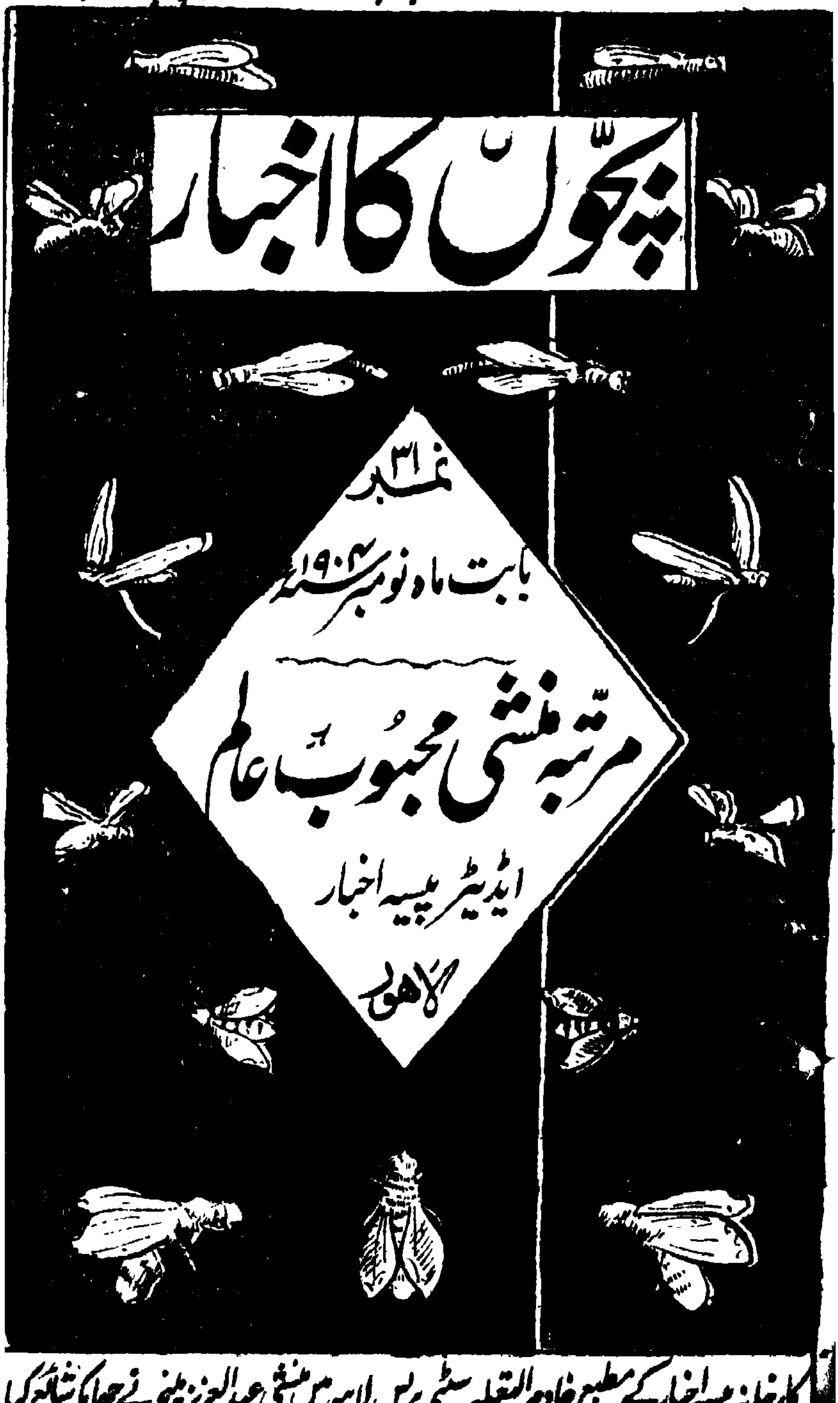
دام میں ہوکر اسیر اک لومڑی　　کھو کے دم کو جاں سلامت لے گئی
بے دُمی سے تھا بہت اُسکو ملال　　ہو گئی تھی زندگی اس پر وبال
جمع کر اک روز اپنی قوم کو　　اُن سے بولی عرض تم میری سنو
دم کے رکھنے میں مشقت ہے سدا　　قطع اسکا ہے نہایت خوشنما
گفتگو سے اپنی جب فارغ ہوئی　　بول اُٹھی یوں ایک دانا لومڑی
واہ وا یہ گفتگو کیا خوب ہے　　بے دُمی کی معذرت مطلوب ہے
کر گیا خوگر جو ہے تیرا مزاج　　اپنی رسوائی کا کرتی ہے علاج

نتیجہ

بے نامح کو کمتر پاسیئے　　جب سے خدمت میں اس کے جائیے

راقمہ مولوی سید شاہ فخرالدین صوفی

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک دو روپے چھ آنے - قیمت فی پرچہ ۳ر



بچوں کا اخبار

نمبر ۳۱

بابت ماہ نومبر ۱۹۰۴ء

مرتبہ منشی محبوب عالم

ایڈیٹر پیسہ اخبار

لاہور

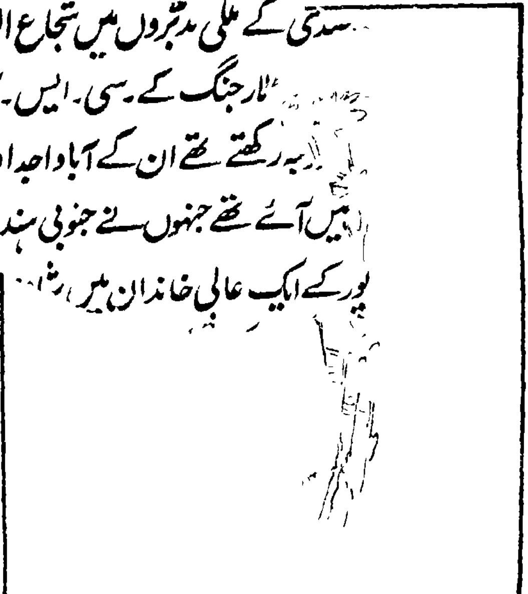
کارخانہ پیسہ اخبار کے مطبع خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی عبدالعزیز مینجر نے چھاپکر شائع کیا

بچوں کا اخبار

حیوانات درند و چرند کے حالات کا سلسلہ

۲۶ - جنوبی افریقہ کا چیونٹا - کھانہ

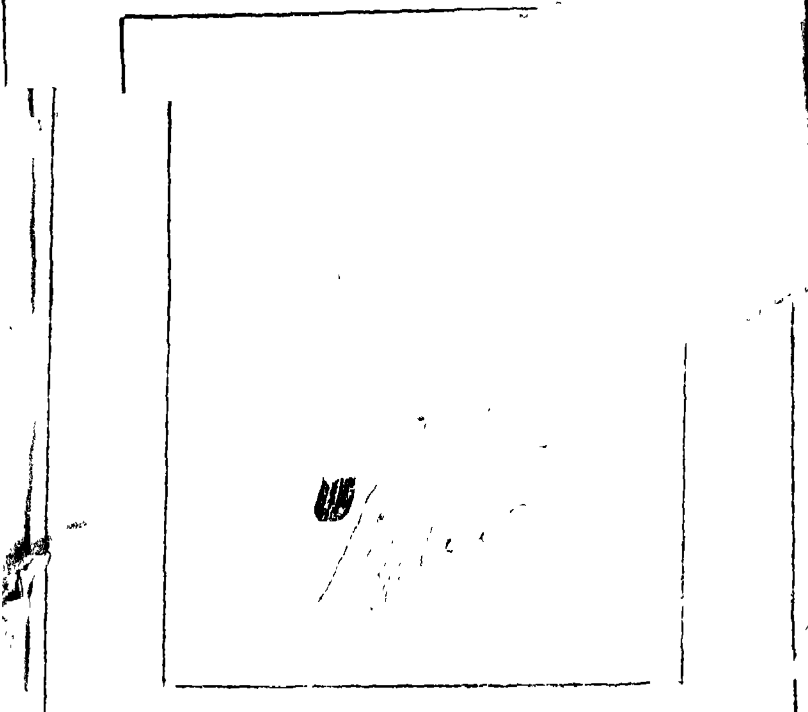
سدتی کے ملکی مدبروں میں شجاع الدولہ مختار الملک
ثار جنگ کے ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ جی ۔ سی
به رکھتے تھے ان کے آباد اجداد زمانہ گذشتہ
ییں آئے تھے جنھوں نے جنوبی ہندوستان یم
پور کے ایک عالی خاندان میں رشا



یہ جانور راس امید کے قریب پایا جاتا ہے کہ جہاں کی بیشمار سفید چیونٹیاں اسکی خوراک ہیں رات کے وقت نکلتا ہے اور اپنے مضبوط پنجوں کی مدد سے زمین میں گڑھا کھود کر جھٹ غائب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کا گرفتار کرنا مشکل ہے۔ ڈچ زبان میں اسے زمین کا سور کہتے ہیں۔ چیونٹی خور اپنی لمبی اور باریک لعاب دار زبان سے چیونٹیاں چپکا کر انہیں کھا جاتا ہے ۔

حیوانات پرند کے حالات کا سلسلہ

۲۶۔ ٹوکوٹوکن



یہ جانور اپنی چونچ کی خوبصورتی۔ خوش رنگی اور ڈیل ڈول کے لئے مشہور ہے۔ جو شوخ۔ سرخ اور زرد رنگ کی ہوتی ہے۔ یہ زیادہ تر میوہ جات کھاتا ہے اور اہل برازیل اپنے ملک کے اس جانور کو گوشت کے لئے شکار کرتے ہیں۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

سر سالار جنگ اوّل

ہندوستان کے گذشتہ صدی کے ملکی مدبروں میں شجاع الدولہ مختار الملک سر نواب میر تراب علی خاں بہادر سالار جنگ کے۔سی۔ایس۔آئی۔جی سی ایس۔آئی ایک نہایت ممتاز رتبہ رکھتے تھے ان کے آباؤ اجداد زمانہ گذشتہ میں مدینہ منورہ سے اس ملک میں آئے تھے جنہوں نے جنوبی ہندوستان میں سکونت اختیار کرکے بیجا پور کے ایک عالی خاندان میں شادی کرلی تھی۔ سالار جنگ کے بزرگوں میں سے کسی ایک شخص کو حضور نظام الملک فرمانروائے دکن کی ملازمت میں شریک ہونے کا خیال پیدا ہوا۔چنانچہ اس نے اپنے خیال کو پورا کیا اور نظام نے اس کی حسن خدمات پر خوشنودی کا اظہار فرماکر اُسے خطابات عالی عنایت فرمائے۔اس زمانہ سے لیکر اب تک یہ خاندان حیدرآباد کے ملکی اور انتظامی معاملات میں ایک زبردست عنصر تسلیم کیا جاتا ہے۔جس زمانہ میں ہندوستان کے وائسرائے لارڈ کارنوالس صاحب تھے۔حیدرآباد کے مدارالمہام ہونے کا شرف میر عالم کو حاصل تھا جن کے اِنتقال کے بعد ان کے داماد منیر الملک امیر الامرا اُن کے جانشین ہوئے۔جو سر سالار جنگ کے دادا تھے۔منیر الملک کے بعد ان کے بیٹے سراج الملک جو سر سالار جنگ کے چچا تھے مسند وزارت پر جلوہ افروز ہوئے سراج الملک نے ۲۷ مئی ۱۸۵۳ء کو انتقال فرمایا جس کے تین دن بعد

سر سالار جنگ کو ان کی جانشینی کی عزت حاصل ہوئی۔ اس وقت انکی عمر
۱۵ سال کی تھی کیونکہ ان کی ولادت سنہ ۱۸۳۴ء مطابق سنہ ۱۲۴۴ھ میں ہوئی
تھی۔ مگر اس چھوٹی عمر میں اُنھوں نے ایسی حیرت انگیز قابلیت اور اعلےٰ
درجہ کی قوت انتظامی کا ثبوت دیا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں بہت کم پائی
جاتی ہے۔ گو اس سے پہلے اپنے لڑکپن کا بڑا حصہ یہ حیدر آباد کی رزیڈنسی
میں بسر کر چکے تھے لیکن وزارت میں قدم رکھتے ہی انہیں جن مشکلات کا
سامنا کرنا پڑا وہ ان کے تجربہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھیں۔ یہ وہ زمانہ
تھا کہ جب برار کا ملک باضابطہ طور پر سرکار انگلشیہ کے حوالے کردیا گیا
تھا۔ اور اس پر حیدر آباد کے باشندوں میں ایک ایسا جوش پھیلا ہوا تھا۔
جس کو دبانا کچھ آسان کام نہ تھا۔ خزانہ کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ آمدنی کا حال
ناقابل اطمینان تھا۔ اور ملک میں بے ترتیبی اور پریشانی پھیلی ہوئی تھی۔
سر سالار جنگ نے باوجود اپنی چھوٹی سی عمر کے ان تمام باتوں کا مقابلہ
مردانہ وار کیا۔ ضروری تخفیف عمل میں لاکر خزانہ کی حالت درست کی گئی۔ تمام
اہلکاروں کی تنخواہیں گھٹائی گئیں جن میں سر سالار نے اپنے آپکو بھی شامل
کیا۔ پولیس کو تقویت دی اور مناسب آئین و قوانین بناکر اُسے اس قابل
بنادیا کہ حفظ امن اور ضروری انتظام میں وہ پوری پوری مدد دے سکے۔
عربوں اور روہیلوں کے زور کو توڑ دیا کہ جن سے سازشوں اور بدانتظامیوں
کا بازار گرم تھا۔ غرض صرف چار سال کے مختصر سے زمانہ میں اس دانشمند
شخص نے ملک کی حالت میں وہ انقلاب پیدا کردیا جسے دیکھ کر تعجب
ہوتا تھا۔ تجارت کو فروغ اور آمدنی میں اضافہ ہونے لگا۔ جان و مال کی
پہلے سے زیادہ حفاظت ہونے لگی۔ غرض کہ ہر طرح امن و امان کے ساتھ

ملک کی بہبودی کے وسائل کی طرف توجہ کی جارہی تھی کہ یک بیک ایک ایسی بڑی مصیبت کا سامنا پڑ گیا جس کے مقابلہ سے بڑے بڑے زبردست دل و دماغ کے لوگ بھی کانپ اُٹھے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر نے ہندوستان کو ہلا ڈالا اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بدامنی اور



سالار جنگ اوّل

طوائف الملوکی پھیل گئی۔ حیدرآباد دکن کے لوگ سڑکوں میں غول کے غول بن کر کھڑے ہوجاتے تھے اور فرنگیوں (انگریزوں) کے برخلاف جنگ کرنے کے لئے مچلتے تھے۔ ہندوستان کا وسط اور جنوبی حصہ صرف حیدرآباد ہی کے ارشاد کا منتظر تھا۔ حیدرآباد کا علم بغاوت بلند کرنا انگریزوں کے لئے قطعاً مہلک ثابت ہوتا۔ بمبئی کے گورنر نے حیدرآباد

کے رزیڈنٹ کو اِس مضمون کا تار دیدیا تھا کہ " اگر نظام نے کہیں سر اٹھایا تو بس فاتحہ ہے۔ اِس طوفان عظیم کا مقابلہ کرنا مفسدوں کی باتوں کا نہ ماننا۔ سرکشوں کا زور توڑنا۔ نظام کو بغاوت کے الزام سے بری رکھنا اور حیدر آباد کو بغاوت سے بچانا سر سالار جنگ ہی کا کام تھا۔ کہ جن کی عمر اِس وقت چوبیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ ایک اور آفت یہ پیش آئی کہ عین اِس شور وشغب کے زمانہ میں نظام کا اِنتقال ہوگیا اور ولیعہد (موجودہ) نظام کو مسند پر بٹھا کر کرنیل ڈیوڈسن رزیڈنٹ اپنی کوٹھی میں واپس پہنچا ہی تھا کہ ایک تار لارڈ کیننگ کا اس کے نام آگیا کہ " دہلی ہاتھ سے جاتی رہی "۔ رزیڈنٹ نے جب سر سالار کو یہ تار بتایا تو اُنھوں نے جواب دیا۔ کہ یہ خبر تو بازار میں تین دن سے مشہور ہے یہ وقت ایسا تھا کہ سر سالار جنگ کی طرف سے ذرا سی بھی بے اعتنائی ہندوستان میں انگریزی حکومت کا خاتمہ کردیتی۔ مگر اُنھوں نے نہایت شرافت سے کام لیا اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر ایک بہت بڑی جماعت کی مخالفت مول لی۔ لوگ اُن سے بدظن ہوگئے اور کئی مرتبہ ان کی ذات پر حملے بھی کئے گئے۔ جن سے وہ بال بال بچے۔ صرف عرب ان کے ہمیشہ حامی رہے اور جب شہر میں باغیوں کا زور بڑھ گیا اور رزیڈنسی پر اُنھوں نے حملہ کیا تو صرف عربوں ہی کی مدد سے سر سالار جنگ نے ان کا زور توڑا اور اس حملہ کی موافقت میں کامیاب ہوئے اس زمانہ میں ان کی خدمات نہایت قیمتی ثابت ہوئیں بلکہ انگریزوں کا اس ملک میں قیام۔ اُنہیں کی ذات بابرکات کی بدولت بیان کیا گیا ہے۔

غدر کے فرد ہونے کے بعد سر سالار جنگ نے پھر ریاست حیدر آباد کی

اصلاح کی طرف توجہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آمدنی میں اضافہ ہوا۔ مردم شماری میں ترقی ہوئی۔ سڑکیں۔ ریل۔ تار اور ڈاک کا انتظام بطرز جدید عمل میں لایا گیا۔ شمالی ہند سے لایق اور تجربہ کار عہدہ دار بلائے گئے۔ اور اُن سے مختلف محکمہ جات کی ترتیب میں مدد لی گئی۔ محکمہ آبپاشی کو فروغ دیا گیا۔ اور پولیس میں اضافہ کیا گیا۔ تعلیم کی طرف توجہ کی گئی ۱۸۵۷ء کی کارروائیوں سے لوگوں کو جو سر سالار جنگ کی طرف سے بغض ہو گیا تھا اور جس کے باعث اب تک ان کو وزارت سے علیحدہ کرنے کی کوششیں ہوتی تھیں ان کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور سازشوں کو توڑا گیا۔ ان امور میں گورنمنٹ ہند نے بھی سر سالار جنگ کی مدد کی اور ان کو ان کے مخالفین کے حملوں سے بچایا۔

۱۸۷۶ء میں اُنہوں نے یورپ کا سفر کیا جہاں ان کا ایسا اعزاز کیا گیا جو کسی شاہی خاندان کے ممبر کے شایاں ہوتا اور انہیں وہاں اسقدر شہرت حاصل ہوئی جو آج تک کسی دوسرے ہندوستانی والئے ریاست تک کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ سر سالار جنگ کی خوبیوں اور اخلاق کو دیکھ کر انگلستان کا ایک بہت بڑا گروہ ان کا گرویدہ ہو گیا اور وہاں کے بڑے آدمیوں کی نگاہ میں ان کی بہت بڑی وقعت پیدا ہو گئی۔

لیکن افسوس ہے کہ جب یہ ولایت سے واپس آئے تو اس زمانہ کے گورنر جنرل لارڈ لٹن کو مسئلہ برار کے متعلق ان کی کارروائی پسند نہ آئی اور وہ انہیں ضعف پہونچانے کے درپے ہو گئے۔ واضح رہے کہ برار ان کے مدار المہام مقرر ہونے سے چند مہینے پہلے حیدر آباد کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور انہوں نے اپنے عہد میں اس کے واپس لے لینے کی بے انتہا کوشش کی

مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اس بارہ میں ان کی کوششیں ان کے نقصان کا بھی باعث ہوئیں۔ ریاست میں ان کا زور توڑنے کی کوشش کی گئی۔ اور انکے مخالفین کی قوت بڑھائی گئی۔ ان کے خلاف سازشوں کو تیز کیا گیا۔ مگر سر سالار جنگ ایک بڑے پایہ کے آدمی تھے ان باتوں کی انہوں نے مطلق پروا نہ کی۔ تمام مخالفتوں کا نہایت دلیری اور حکمت عملی سے مقابلہ کیا۔ اپنے دشمنوں کا سر نیچا رکھا اور اخیر تک اپنی اسی اگلی شان کو قایم رکھا۔ چنانچہ لارڈ لٹن کے چلے جانے کے بعد ان کا رسوخ گورنمنٹ ہند میں بھی پھر مثل سابق ہو گیا اور لارڈ رپن کے زمانہ میں انہوں نے شملہ کا سفر کیا جہاں ان کی آؤ بھگت نہایت تپاک سے کی گئی۔

۱۸۶۷ء میں گورنمنٹ کی طرف سے انہیں کے۔سی۔ایس۔آئی کا خطاب ملا اور ۱۸۷۱ء میں جی۔سی۔ایس۔آئی کے معزز خطاب سے وہ مزین کئے گئے۔ ۱۸۷۶ء میں آکسفورڈ کی یونیورسٹی نے ان کی خداداد لیاقت کو دیکھ کر انہیں ڈی۔سی۔ایل کی آنریری ڈگری عطا کی۔

۱۸۸۳ء میں سر سالار جنگ نے ہیضہ سے انتقال کیا اور اُن کے انتقال سے ریاست حیدر آباد کو ایسا صدمہ پہونچا جس کی تلافی اب غیر ممکن نظر آتی ہے یہ اپنی نشانی دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑ گئے۔

سر سالار جنگ اپنے زمانہ میں عمدہ پوشاک کی وجہ سے ایک خاص شہرت رکھتے تھے ان کا لباس زرق برق یا فوق البھڑک نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اُسے محض سادگی کی وجہ سے شہرت تھی۔ پگڑی ان کی سفید اور سادی ہوتی تھی جس میں نہ موتی نہ جواہرات ہوتے تھے نہ راجاؤں نوابوں کا سا تکلف دیکھنے میں بلند قامت تھے۔ چہرے پر فراست اور سنجیدگی ٹپکتی تھی۔ جب مسکراتے

تھے تو چہرہ بہت ہی بشاش ہو جاتا تھا۔ کوئی کیسا ہی بڑے سے بڑا قیافہ شناس کیوں نہ ہو ان کے بشرے سے کبھی ان کے دلی جذبات و خیالات کا اندازہ نہ کر سکتا تھا۔ انگریزی نہایت بے تکلف لکھ اور بول لیتے تھے طبیعت کے بڑے ملنسار تھے اور اخلاق کچھ ایسے پائے تھے کہ جو شخص ان سے ایک مرتبہ مل لیتا تھا وہ بس انہیں کا کلمہ پڑھنے لگتا تھا۔ ایک انگریز جو مسلہ برار میں انکی مخالفت کرتا تھا ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ "با اثر اور بلند مرتبہ انگریزوں کو جہاں تک ہو سکے حیدر آباد جانے سے روکنا چاہئے۔ کیونکہ اگر وہ وہاں گئے تو سر سالار جنگ ان کو یقینی طور پر اپنی ہی طرف مائل کر لیں گے"

سر سالار جنگ جیسے ذی اثر ہونے میں ہندوستان میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے ویسے ہی مشغولیت میں بھی کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ وہ بہت کام کیا کرتے تھے علی الصباح ۶ بجے اُٹھتے تھے اور ایک دربار کرتے تھے جس میں ادنےٰ سے ادنےٰ شخص بھی بلا روک ٹوک آ سکتا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے دفتر میں خزانہ کے حساب کتاب کی جانچ کرتے تھے۔ اور ریذیڈنسی سے جو کاغذات آتے تھے ان کو ملاحظہ کرتے تھے۔ اس کے بعد کوئی مقدمہ سماعت کے لئے ہوتا تو اُسے بھگتاتے۔ کہ اتنے میں ½ ۱۰ بج جاتے۔ اس وقت حاضری کھاتے جس میں پندرہ منٹ بھی مشکل سے لگاتے۔ اس کے بعد اپنے میر منشی کو بلا کر عرضیوں پر حکم لکھواتے۔ دوپہر کے وقت معزز لوگوں کو تخلیہ میں ملنے کا موقعہ دیتے اور ½ ۱۲ بجے شہر کے رؤسا کا ایک دربار منعقد کرتے۔ دربار برخاست کرنے کے بعد وہ ریذیڈنسی کے ان کاغذات پر دستخط کرتے جو صبح پیش ہو چکتے اور تعمیل کے لئے میر منشی کے حوالہ کر دئے جاتے۔ اور پھر ذرا سی دیر

میں دوپہر کا کھانا کھاکر ۲ بجے کا وقت ریاست کے دیگر عہدہ داران
شہر کے ساہوکاروں اور حضور نظام کے خاص ایلچیوں سے ملنے کیلئے
مقرر کرتے ۵½ بجے شام کو وہ اپنے اور حضور نظام کے اصطبل کے گھوڑوں
کو ملاحظہ فرماتے اور گاڑی یا گھوڑے پر سوار ہوکر شہر میں سیر کرتے ہوئے
نکلتے اور واپس آکر کھانا کھاتے۔ کھانا کھاتے ہی وہ اپنے نج کی خط و
کتابت میں مشغول ہو جاتے۔ جس میں رات کے ۱½ بجا دیتے۔
بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ذرا سی بھی دولت ہاتھ آجانے پر
سارا کام کاج چھوڑ دیتے ہیں اور کاہلی اور فضولیات میں اپنی زندگی
بسر کر دیتے ہیں۔ مگر سر سالار جنگ کو دیکھو کہ باوجود ایسے بڑے آدمی ہونے
کے اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں کیسی سرگرمی سے مشغول رہتے
تھے کہ ۶ بجے صبح سے لیکر ۱۰½ بجے رات تک ذرا دم نہ لیتے۔
اعلےٰ مرتبہ پر پہونچنے کے لئے بہت زیادہ کوشش و محنت کی ضرورت
پڑتی ہے لیکن اس مرتبہ پر پہونچکر اسے قایم رکھنے کے لئے اس سے
بھی بڑھکر کوشش و محنت درکار ہوتی ہے۔

"میں نہیں کر سکتا" کبھی نہ کہو

بعض لڑکوں کی عادت ہو جاتی ہے کہ جب انسے کوئی کام کرنے کو کہا جائے تو وہ
کہتے ہیں "میں نہیں کر سکتا" افسوس ہے یہ کام میری ہمت سے بڑھکر مشکل معلوم ہوتا
ہے بھلا مجھ سے یہ بوجھ کیسے اٹھایا جائیگا۔ ایسے لڑکوں سے کسی اچھے کام کے کرنے کی
توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ ہونہار لڑکے وہ ہوتے ہیں جو ہمت اور حوصلہ سے ہر کام کو
جو ان کی بساط کے مطابق ہوتا ہے نباہ لینے کی جرات اور کوشش کرتے ہیں۔

نوشت و خواند

کشمیر کی سیر

میاں لڑکو! تمہارے ایک چچا ہم کو لکھتے ہیں۔ مگر تم سمجھے بھی کہ یہ کون چچا ہیں۔ یہ ہیں تمہارے اخبار کے مالک منشی محبوب عالم صاحب۔ دیکھو ان چچا کو تمہارا اس قدر خیال ہے کہ تمہاری دل لگی اور فائدے کے لئے دور دور سے تحفے تحایف منگاتے ہیں۔ منشی صاحب نے ہم کو لکھا ہے ہاں مگر یہ تو تم کو بتایا ہی نہیں کہ ہم کون ہیں۔ ہم بھی ایک چچا ہیں۔ جان نہ پہچان بڑی خالہ سلام۔ اس کا انگریزی ترجمہ تم کو بتائے دیتے ہیں۔

Dont. know dont. see. Big mother's sister good morning.

ہاں تو تمہارے ایک چچا نے دوسرے چچا کو لکھا کہ پیارے بچوں کو کشمیر کی سیر دکھا دیجیے۔ اب آنکھیں بند کر کے ہمارے ساتھ ہو لو۔ اور جی میں ٹھان لو کہ ؏

جو کچھ چچا دکھائے سو ناچار دیکھنا۔

راولپنڈی تک تمہیں ریل میں سفر کرنا ہوگا اور اس میں تمہیں کچھ تکلیف بھی ہوگی۔ ڈیوڑھے درجہ میں ایک کمرہ تو عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔ دوسرے میں کوئی کالے کلوٹے صاحب بہادر بیٹھے ہوں گے اور تمہیں آتے دیکھ کر کاٹنے کو دوڑیں گے۔ کسی ایک کمرہ میں تم کو جگہ ملے گی۔ مگر اس میں کرایچی کے بنئے

لاہور کے بساطی اور مرلیوں کے چودھری آٹھ کی جگہ دس اور دس کی جگہ پندرہ کھچ پچ ٹھسے ٹھسائے بیٹھے ہوں گے۔ ایک بابو صاحب ہاتھ میں ٹکٹ پانو میں پھٹی پتلون سٹیشن کے کمرہ سے برآمد ہوں گے اور تم کو اندر دھکیل کر پھٹ سے کھڑکی بند کر دیں گے۔ اب تم جانو تمہارا کام۔ یہ تو درمیانہ درجہ کا حال ہے۔ اب دوسرے درجہ کی سیر کر لو۔ اس میں ایک کے تگنا کرایہ دینا پڑے گا۔ دوسرے لالہ موسے کے سٹیشن پر گوروں کی ایک پلٹن بلڈی فول پکارتی بلائے ناگہانی کی طرح آن موجود ہوگی اور تمام کمرہ کو خالہ کا گھر سمجھ کر تم کو دھتکار بتائے گی۔ خیر جوں توں کر کے تم راولپنڈی پہنچ جاؤ گے۔ یہاں یہ سوال پیش آئے گا کہ کونسی سواری میں سفر کریں۔ ہچکولوں کی تکلیف تو تانگہ اور یکہ میں یکساں ہے۔ مگر تانگہ جلدی پہونچ جاتا ہے۔ یہ ایک پہاڑی ٹمٹم سی ہے جس میں دو گھوڑے جوتے جاتے ہیں اور چار یا پانچ میل کے فاصلہ پر جوڑیاں بدلی جاتی ہیں مگر تانگہ ملنے میں بڑی دقتیں ہیں۔ اگر تم کسی ڈپٹی کمشنر کے بیٹے ہو تو تانگہ تم کو مفت بھی مل جائے گا ورنہ اتنا کرایہ دینا پڑے گا کہ تم پاکٹ خالی کر کے ٹھن ٹھن گوپال ہو جاؤ گے اور جو روپیہ تم کشمیر کے سیبوں ناشپاتیوں اور بگوگوشوں میں خرچ کرتے وہ سب راستہ ہی میں لٹ جائے گا۔ تانگوں کا ٹھیکہ ایک ٹھیکہ دار کو ملا ہوا ہے جو دن بدن کرایہ بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ ایک اور ٹھیکہ دار تھوڑے کرایہ پر تانگہ چلانا چاہتا ہے۔ مگر اس کو اجازت نہیں ملتی۔ اگر تم لڑکا لوگ لاٹ صاحب بہادر کے حضور میں شور و پکار کرو اور ٹھیکہ ٹوٹ جائے تو بس پھر کیا کہنا ہے۔ دندناتے ہوئے تانگہ میں آؤ ورنہ پیاری جان تانگہ کا نام نہ لینا اور ٹمٹم یا یکہ میں خراماں خراماں چلے آنا۔ بلا سے دو دن پیچھے پہنچ جاؤ گے تو کیا حرج ہے۔ تمہیں کونسا تبت کی مہم پر جانا ہے۔

راولپنڈی سے تم کوہ مری کا راستہ لوگے۔ سوا سترہ میل تک وہی پنجاب کی سی کیفیت ہوگی۔ وہی گرد وغبار وہی گرمی وہی پیاس مگر اس کے بعد تم کو پہاڑ دکھائی دیں گے اور ایک نئی دنیا میں آجاؤ گے۔ گرمی آہستہ آہستہ کم اور سردی زیادہ معلوم ہونے لگے گی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دماغ کو تازہ کرے گی اور پہاڑ کی سبزی آنکھوں کو تراوت بخشے گی۔ پہاڑ کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی دکھائی دیں گی۔ اور ہلکے ہلکے بادل چوٹیوں پر چھائے ہوئے نظر آئیں گے۔ گویا راجہ اندر کے خیمے تن رہے ہیں۔ کبھی بادل گھاٹیوں سے اترتے ہوئے دکھائی دیں گے اور تم کہوگے کہ اللہ میاں کے ہاتھی ندی کا پانی پینے جا رہے ہیں۔ پہاڑوں کی اونچی چٹانوں اور دل لبھانے والی سبزی کو دیکھ کر تمہیں بیجا کے یہ شعر یاد آئیں گے۔

گلستاں میں ہیں تیری گلکاریاں   پہاڑوں میں ہیں تیری معماریاں
کہیں لالہ و گل اگاتا ہے تو   کہیں فرش مخمل بچھاتا ہے تو
یہ گرمی یہ سردی یہ خشکی تری   ہے سب تیری قدرت کی کاریگری
اگر آب جو کو روانی ملی   تو سبزے کو پوشاک دھانی ملی
کیا لعل پیدا دل سنگ میں   دیا خاک کو جلوہ ہر رنگ میں

(از لاثانی استانی)

پہاڑ کے دامن میں ایک چشمہ آئے گا جس کا پانی نہایت شیریں ہے اور سب مسافر بڑے شوق سے پیتے ہیں اس چشمے کے نیچے ایک فقیر کا تکیہ ہے وہاں سے ایک میراسی کا لونڈا ہاتھ میں سارنگی لئے برآمد ہوگا اور گانے لگے گا۔

"ہم ہیں سیلانی فقیر کوئی دم یاد کرو گے"

"یاد کروگے دل شاد کروگے"
"ہم ہیں سیلانی فقیر کوئی دم یاد کروگے"
دیکھو میاں اس کو بھی ایک پیسہ دیتے جانا۔

تھوڑی دور آگے چلکر کوہ مری کے بنگلے دکھائی دینے لگیں گے بہت سے صاحب لوگ گرمی کے موسم میں یہاں آکر رہتے ہیں۔ دور دور تک چھوٹی چھوٹی کوٹھیاں اوپر نیچے دکھائی دیں گی اور رات کو جب چراغ جل جاتے ہیں تو عجب لطف آتا ہے اور کوہ مری ایک بڑا تھیئٹر معلوم ہوتا ہے۔ میمن رکشاؤں میں بیٹھ کر ہوا خوری کرتے ہیں۔ رکشا ایک ننھی سی گاڑی ہے جس کو چار مزدور کھینچتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بابا لوگ ہر طرف نٹ کھٹیاں اور اٹکھیلیاں کرتے نظر آتے ہیں۔ مری کے ارد گرد چیلوں کے نہایت اونچے اور سیدھے درخت دیکھکر تم کو تعجب ہوگا۔ یہ درخت پہاڑوں میں زیادہ بلندی پر پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے تمہارے میدانی درختوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ میاں کے چوبدار کھڑے پہرہ دے رہے ہیں۔

کوہ مری کوہالہ تک سرکاری علاقہ ہے اور کوہالہ سے ریاست کشمیر کا علاقہ شروع ہوتا ہے اور یہاں سے سری نگر تک دریائے جہلم مسافر کا ساتھ دیتا ہے۔ دو تین پڑاؤ کے بعد یہ راستہ نہایت دلکش ہو جاتا ہے۔ ایک طرف دریا اپنی راگنی گا رہا ہے ایک طرف پہاڑ اپنی جھاڑیوں اور پھلواڑیوں کی بہار دکھا رہا ہے۔ کہیں فوارے چاندی اچھال رہے ہیں کہیں چشمے پہاڑ کے دامن سے سر نکال رہے ہیں۔ غرض ایسا سہانا سماں ہے کہ خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ اب نظم میں تم کو اس کی بہار دکھاتے ہیں۔ اگر نثر میں بیان کر دیا تو تمہارے چچا میں

اور اور لوگوں میں فرق ہی کیا رہا۔

نظم تو کیا ہے ایک گیت ہے۔ اسے خوب ملکر گانا اور چچا کی اروح کو ثواب پہونچانا۔

نظم

اللہ اللہ یہ کیسا سماں ہے گویا جنگل میں باغ جناں ہے
کوہساروں میں گلزار دیکھو ان میں پھولوں کے انبار دیکھو
سبز وردی میں سب جھاڑیاں ہیں لال کرتی ہیں پھلواڑیاں ہیں
شاخیں مِل مِل کے جب جھومتی ہیں منہ کو کلیوں کے سب چومتی ہیں
غنچے ہیں صبحدم مسکراتے پھول ہنستے ہیں اور کھِل کھلاتے
گلبن ہے فرش مخمل پہ سوتی جیسے بکھرے ہیں شبنم کے موتی
سبزہ جنگل میں ہے لہلہاتا میٹھی نہروں پہ ہے لوٹا جاتا
ٹھنڈی ٹھنڈی جو چلتی ہوا ہے اس میں کیا عطر سا بس رہا ہے
چڑیاں ہیں چین سے چہچہاتی اس کے قدرت کے ہیں راگ گاتی
کیسے خوش خوش ہیں پنکھ اور پکھیرو اڑتے پھرتے ہیں شاخوں میں ہر سو
دھوم بلبل نے کیسی رچائی کیسی کوئل نے کوکو لگائی۔
ندی نالوں کی دیکھو بہاریں آبشاریں ہیں گاتی ملاریں
چشمے ہیں رات بھر مل کے گاتے لوری پھولوں کو دے کر سلاتے
کیا فوارے ہیں چاندی اگلتے گرتے پڑتے پھدکتے اُچھلتے
کیسا دریا کا ہے صاف پانی اس کی موجوں کی دیکھو روانی
اس نے کیسے پہاڑوں کو کاٹا کیسی کیسی چٹانوں کو چاٹا
راہ چلتا وہ بے راہبر ہے اپنے گھر کا خود انجنیئر ہے۔

اس کی پیاسوں پہ ہے مہربانی سوکھے کھیتوں کو دیتا ہے پانی

ماں کے پیارو پدر کے دولارو

کام غیروں کے تم بھی سنوارو

لو میاں اب چچا دفتر جاتے ہیں۔ الوداع آج کی سیر ختم ہوئی۔ مگر ابھی وادیٔ کشمیر کی سیر باقی ہے۔ انشاءاللہ کشمیر کے سیب تمہیں پھر کسی دن کھلائیں گے۔ والدعا راقم اثم

چچا ناظر از سرینگر

زمین کی شکل

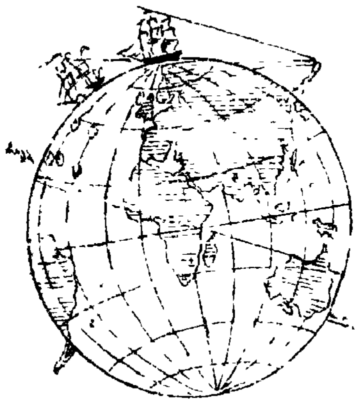
(ایک مکالمہ)

اوستاد۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم نہیں بھولے ہو گے۔ جو کچھ میں نے تم سے کل کہا تھا کہ زمین گیند کی مثل گول ہے۔

شاگرد۔ نہیں جناب میں نہیں بھولا ہوں۔ لیکن وہ بہت عجیب معلوم ہوتی ہے۔ زمین گول نہیں معلوم ہوتی۔ وہ کسی بڑے میدان کی مثل دکھائی دیتی ہے۔ اور کبھی ناہموار معلوم ہوتی ہے۔ گویا تمام نشیب و فراز اور پہاڑ و گھاٹیاں ہیں۔

اُستاد۔ ٹھیک ہے۔ ہم اس کے چھوٹے حصہ کو دیکھتے ہیں اور تم جانتے ہو کہ ہم کتنے چھوٹے ہیں۔ ہم ایک نظر میں اس کا بہت ہی چھوٹا حصہ دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک بڑی گیند ہے۔ ہم اُسے گلوب۔ (کرۂ ارض) کہتے ہیں جس نے اِسے بنایا تھا۔ اُس نے خیال کیا تھا کہ یہ مثل اُسی دنیا کے ہے جس میں

ہم رہتے ہیں۔ میں یہی خیال کرتا ہوں کہ یہ شکل میں دنیا کے بہت ہی مشابہ ہے۔ یہ ایک طرف سے دوسری طرف تک بارہ انچ ہے اور بالکل گول نہیں ہے۔ بلکہ دو مقابل کے قطبوں کے سمت میں چپٹی ہے۔ دیکھو اسی گلوب پر ایک مکھی بیٹھ گئی ہے۔ زمین ہمارے قد سے اِس سے بہت زیادہ بڑی ہے۔ جتنا یہ گلوب اس مکھی کے قد سے بڑا ہے۔ اس چھوٹے سے گیند پر پانچ پانچ میل کے اونچے پہاڑ ریت کے ایک دانہ کے برابر دکھائے جاتے ہیں۔



کرہ ارض پر جہاز چل رہا ہے۔

شاگرد۔ میرے خیال میں مرد و عورت اس قدر چھوٹے ہیں کہ گلوب پر تصویر میں نہیں دکھائے جا سکتے۔

استاد۔ بیشک۔ ان کا تو ایک منٹ کے واسطے بھی خیال نہیں کیا جا سکتا اگر تم اڑ کر چاند کے کرہ پر جا سکو۔ اور زمین کو دیکھو تو وہ گول اور چمکدار معلوم ہوگی۔ ویسے ہی جیسے کہ یہاں سے چاند معلوم ہوتا ہے۔ مگر زمین چاند سے تیرہ گنی بڑی معلوم ہوگی۔

شاگرد۔ لیکن کوئی چاند پر اڑ کر نہیں پہنچا ہے اور کسی نے زمین کو ویسے نہیں دیکھا ہے۔ پھر آدمی کیسے جانتے ہیں کہ زمین گول ہے۔

اُستاد۔ میں تمہیں اس کے ثبوت دیتا ہوں۔

اوّل۔ جب جہاز زمین کی طرف آرہا ہو تو کنارہ سے اس کی طرف دیکھتے ہیں پہلے اس کے مستول نظر آئیں گے۔ پھر بادبان اور پھر نیچے کا حصہ۔ یہ اس واسطے

کہ زمین مڑی ہوئی ہے۔ جس طرح گول چیز ہوتی ہے اور ہم اُس کے مڑے ہوئے حصہ کو نہیں دیکھ سکتے۔ اگر زمین چپٹی ہوتی تو جہاز کا نیچے کا حصہ پہلے نظر آتا کیونکہ وہ بہ نسبت مستول کے زیادہ بڑا اور موٹا ہوتا ہے۔

دوم۔ جب ملاح کنارہ کی طرف جہاز لاتے ہیں تو وہ پہلے اونچے پہاڑیوں کی چوٹیاں دیکھتے ہیں اور جب او نزدیک آتے ہیں تو اور نیچے کا حصہ اور جب بالکل کنارہ پر آجاتے ہیں تو پہاڑی کو چوٹی سے تلی تک دیکھ لیتے ہیں۔

سوم۔ بہت آدمی زمین کے گرد چکر لگا آئے ہیں اور بغیر کسی طرف کو مڑے ہوئے اُسی جگہ واپس آگئے ہیں۔ جہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ یہ زمین کے گول ہونے کا سب سے آسان ثبوت ہے۔

شاگرد۔ کس قدر عجیب بات ہے! مکھی تو اس بارہ انچ کے گلوب کے گرد پھر رہی ہے لیکن کیا یہ سچ ہے کہ کوئی آدمی دنیا کے گرد پھر آیا ہے۔

اُستاد۔ یہ بالکل سچ ہے میں خود اس کی چاروں طرف پھر آیا ہوں۔ زمین کے گول ہونے کے اور بہت سے ثبوت ہیں فی الحال یہی کافی ہیں۔ جو تم نے سنے ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تمہیں اس کا یقین ہو گیا ہوگا کہ زمین گول ہے

پانچ سو برس گذرے کہ آدمی زمین کو چپٹی خیال کرتے تھے اور یہ کہ سورج ایک دن میں ایکبار اس کے گرد پھرتا ہے۔ لوگوں نے زمین کے گرد کبھی جہاز نہیں چلایا تھا اور وہ زمین کے پار جانے سے ڈرتے تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ زمین ستونوں پر کھڑی ہے جیسے گھر کی چھت ہوتی ہے۔ اور بہت پرانے وقتوں کے لوگ یہ کہتے تھے کہ بوڑھا اٹلس زمین کو اپنے کندھوں پر لئے ہوئے ہے۔ ہندو اس بات کا یقین کرتے تھے کہ دنیا ہاتھی کی کمر پر ٹکی ہوئی ہے اور ہاتھی کچھوے پر کھڑا ہے۔ لیکن جب اُن سے یہ پوچھا جاتا تھا کہ

پھوا کس پر کھڑا ہے تو وہ کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ اور اس سوال سے بہت پریشان ہو جاتے تھے۔

شاگرد۔ کیا زمین کسی چیز پر سہارا کئے ہوئے نہیں۔ ؟

اُستاد۔ نہیں مطلق کسی پر نہیں۔ زمین سورج کی کشش کیوجہ سے اپنی جگہ پر قائم ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ مقناطیس سوئی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یہ سمجھو کہ آفتاب ایک بڑا طاقتور مقناطیس ہے۔ جو زمین کو اس کے مقام پر پکڑے ہوئے ہے اور اس کو اپنی گرفت سے بھاگنے نہیں دیتا۔ لیکن اپنے آپ سے ملاتا بھی نہیں۔

شاگرد۔ جناب یہ کیسے۔ ہم ہوا میں معلق ہیں۔ تو گر کیوں نہیں پڑتے ؟۔

اُستاد۔ اسی سبب سے کہ وہی کشش جو زمین کو اپنے مقام پر قایم رکھتی ہے ہم کو ہمیشہ زمین کی طرف کھینچے رہتی ہے۔ اور اپنے کام کو کبھی روکتی نہیں ہے پس ہم کو گرنے کا خوف نہیں کرنا چاہئے۔ سمندر کا پانی بھی اُسی کشش کی وجہ سے اپنی جگہ رہتا ہے۔

شاگرد۔ اب میں سمجھا کہ دوسری طرف کے لوگ کس طرح اپنے پیروں کو زمین سے ملائے رہتے ہیں۔ لیکن دنیا کیسی عجیب ہے! نیچے کے آدمی تو سر نیچے اور پیر اوپر کر کے چلتے ہوں گے۔ میں وہاں رہنا کبھی پسند نہ کروں۔

اُستاد۔ تم بڑی غلطی پر ہو وہ اپنے آپ کو ویسا ہی کھڑا سمجھتے ہیں جیسا کہ ہم اور حقیقت میں ہے بھی ایسا ہی زمین ان کے پیروں کے نیچے ہے اور آسمان ان کے سروں کے اوپر جیسا یہاں ہے۔ یہ نہیں کہ وہ اپنے سروں کے بل چلتے ہیں۔

شاگرد۔ جب ہم کھڑکی میں سے سمندر کی طرف دیکھتے ہیں۔ تو وہ منتہائے نظر

آتا ہے نہ گول۔

اُستاد۔ میرا خیال ہے کہ اگر تم اِس گلوب کے اُس چھوٹے سے حصہ کو دیکھو جو ہمارے سامنے ہے تو میں یہ بتا سکتا ہوں کہ سمندر منتہائے نظر تک مسطح کیوں معلوم ہوتا ہے میں ایک دونی کے برابر دایرہ اِس گلوب پر رکھتا ہوں۔ اگر میں اسے کاٹ لوں اور تم اُسے گلوب کے باقی حصہ سے علیحدہ دیکھو تو تم شکل سے بتا سکوگے کہ یہ کسی گول چیز سے کاٹا گیا ہے۔ یہ ٹکڑا بالکل چپٹا معلوم ہوگا۔ کیونکہ یہ گلوب کے قد کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹا ہے۔

جب تم کھڑکی سے باہر دیکھتے ہو تو تم کو زمین کی سطح کا بہت ہی چھوٹا حصہ نظر آتا ہے۔ پس تم اسے بالکل چپٹا دیکھتے ہو۔

اگر تم کسی اونچے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو یا غبارہ کے ذریعہ سے بادلوں سے بھی اوپر چڑھ جاؤ تو بھی تم کو زمین چپٹی نظر آئے گی۔ اس واسطے کہ اس پر بھی تم زمین کا بہت ہی چھوٹا حصہ دیکھ سکوگے غرض تم اِس قدر چھوٹے ہو کہ زمین کی گولائی کا خیال نہیں کر سکتے۔

راقم۔ حامد حسن قادری بچھرایونی از ریاست رام پور

حافظہ

اچھا حافظہ خدا کی دی ہوئی ایک بہت قیمتی نعمت ہے۔ لیکن جن بچّوں کو خداوند تعالےٰ نے بہت اچھا حافظہ عطا نہیں کیا انہیں بھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ سبق کو توجہ اور دلی شوق سے پڑھنے اور یاد کرنے سے اچھے حافظہ کی کمی کی تلافی ہوتی ہے۔

"بچوں کا اصلی زیور"

از جناب عبدالرحیم خاں صاحب تسلیم فیروزپوری

رباعی

بچوں کو نہ پہنائیے نقلی زیور — یہ فرض سے کم درجہ ہے نقلی زیور
کھو بیٹھتے ہو ہاتھوں سے لاکھوں بیچے — ہے بیش بہا بچوں کا اصلی زیور"

ایک ناصح کی نصیحت ہے پسر — عمر بھر دنیا میں رہ سینہ سپر
زہد و تقوے کی پہن تن پر قمیص — ملتی ہے کوشش سے یہ بے زر قمیص
تن پہ اعلےٰ علم و فن کا کوٹ ہو — اُس پہ عزت کی سنہری گوٹ ہو
صدر پر ہو علم کی صدری تنی — پاس آنے دے نہ تو کبر و منی
سر پہ عمامہ فضیلت کا بندھے — جو تجھے دیکھے مبارکباد دے
علم کا ہو تاج سر پر نور بار — علم کا تو یار تیرا نور یار
علم کا تحصیل کرنا فرض ہے — فرض پورا کر یہ سر پر قرض ہے
چاہیے غیرت کی نکٹائی تجھے — ہو ملی تعلیم بھی ہائی تجھے
تیری ٹرکش کیپ کا طرہ ہو علم — اور ٹوپی ہو نشانِ تاجِ حلم
پائے استقلال میں وہ بوٹ ہو — جس سے اک اچھے چلن کی لوٹ ہو
شمع ہر دم علم کی جلتی رہے — گو حوادث کی ہوا چلتی رہے
نام کو سستی نہ آئے تیرے پاس — امتحاں میں اپنی کوشش سے ہو پاس
چاہیے صبح و مسا ورزش ضرور — پہلوانی کا نہ آجائے غرور
ہاتھ میں رکھ شوق کی ہر دم چھڑی — کر میاں کو اپنے تو اک چل جھڑی

تیرے ہاتھوں میں ہے جو کالی سلیٹ | لکھ سفید اس پر پرانے نقش میٹ
تیرے ہاتھوں میں یہ تختی تخت ہے | دور سے تیرا چمکتا بخت ہے
پاس رکھ کاغذ ربڑ پنسل مدام | چوریوں سے دور رہ تو لا کلام
پیش آ استاد کے تعظیم سے | سینکڑوں ہیں فائدے تعلیم کے
فرض ہے ماں باپ کی خدمت تجھے | مفت میں ملتی ہے یہ دولت تجھے
آج تجھ کو شوق ہے پتلون کا | فکر ہو گا کل کو آٹے لون کا
آنے والا ہے ابھی تجھ پر شباب | دور رہنا ہو جہاں صحبت خراب
جان من تیرا رہے اچھا چلن | ورنہ تجھ پر ہو گی اچھوں کو جلن
ایک دن نوشاہ بننا ہے ضرور | اس سے پہلے اُسکے لائق کر شعور
حق کے سائے کی تو چھتری تان لے | بات جو حق حق ہو اس کو مان لے
دور بینی کی ہو عینک آنکھ پر | ایک ہو اپنے پرائے پر نظر
ہوش کی پاکٹ میں رکھ ہر دم گھڑی | عمر ضائع کر رہی ہے ہر گھڑی
سوچکر ہر ایک اپنا کام کر | اور ہمجنسوں میں اپنا نام کر
علم کے زیور سے ہو آراستہ | بس یہی ہے حق کا سیدھا راستہ
دیتی ہے تکلیف گو محنت تجھے | ایکدن مل جائے گی راحت تجھے
یہ ضروری ہے کوئی سیکھے ہنر | ہے ہنر ور ہی جہاں میں مرد نر
صنعت و حرفت مبارک ہو تجھے | دولت و شوکت مبارک ہو تجھے
نام روشن کرنا اپنی قوم کا | دم ہمیشہ بھرنا اپنی قوم کا
تیرے تبجل کی ہے یہ دل سے دعا | کامیابی دے تجھے آگے خدا

خوش رہے تو پھولتا پھلتا رہے
شوق سر سبز ہو رچھل جھلتا رہے

اخلاق و آداب

"فرض"

(جسے منشی دینا ناتھ صاحب ایڈیٹر ہندوستان نے سمائلس صاحب کی اسی نام کی کتاب سے بچوں کو "فرض" کی تاکید کرنے کے لئے ترجمہ کیا ہے)

انسان صرف اپنے ہی لئے زندگی بسر نہیں کرتا وہ اپنے اور اپنے ہمجنسوں دونوں کے فایدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ہر ایک شخص خواہ وہ دولت مند ہو یا غریب اس کے فرض جدا جدا ہیں بعض آدمیوں کے لئے زندگی خوشی ہے اور بعض کے لئے مصیبت۔ لیکن اچھے آدمی ذاتی خوشی یا شہرت کے خیال سے زندگی بسر نہیں کرتے۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک صیغہ میں مفید کام کریں۔

ہیروکلس کا قول ہے کہ ہم میں ہر ایک شخص بمنزلہ ایک مرکز کے ہے جس کے گرد کئی دایرے ہیں۔ پہلا دایرہ ہمارے والدین۔ بیوی اور بچوں سے بنتا ہے اس سے زیادہ وسیع اور دوسرا دایرہ رشتہ داروں کا ہے۔ پھر اہل شہر کا اور آخر کار تمام نوع انسان کا۔

ہر ایک شخص تاکہ وہ خدا اور انسان کے فرائض استقلال و عمدگی سے ادا کر سکے اس بات کا ذمہ وار ہے کہ خدا کی تمام عطا کردہ طاقتوں کو نشو و نما پانے کا پورا موقع دے اور بے شک خدا نے ہمیں سب کچھ عطا کیا ہے یہ اعلےٰ مرضی ہے جو کہ ہماری مرضیوں کو مطیع کرتی اور ان کی

رہنمائی بھی کرتی ہے۔ نیک و بد کی تمیز (یعنے وہ علم جو ہمیں سکھلاتا ہے۔ کہ اچھا کیا ہے؟ اور برا کیا ہے؟) ہمیں اِس دنیا میں انسان کی طرف سے اور آخرت میں خدا کی طرف سے ذمہ وار بنا دیتی ہے۔

انسانی فرائض کا دائرہ غیر محدود ہے۔ کیونکہ یہ ہماری زندگی کے ہر ایک حصہ پر محیط ہے۔ ہم آسودہ حال ہوں یا مفلس۔ خوشی میں ہوں یا غمی میں۔ لیکن یہ ہمارے لئے اشد ضروری ہے۔ کہ اپنے فرائض کو سرانجام دیں۔ تمام خطروں اور نقصانات کے باوجود بھی فرض کا پورا کرنا اعلےٰ ترین مہذب زندگی کا عطر ہے۔ اچھے کاموں کی تکمیل۔ توقع اور قربانی کے لئے اب بھی ویسی ہی کوشش کرنی چاہئے۔ جیسی کہ گذشتہ زمانہ میں ضروری تھی۔

فرض کا خیال ہمیں اکثر اوقات سپاہیانہ بہادری یاد دلاتا ہے ہمیں ایک پہرہ دار سپاہی کا قصہ یاد ہے جو آج سے اٹھارہ سو سال قبل اپنے پہرہ پر کھڑا ہوا۔ کوہ ویسوویس کے شعلوں کی نذر ہو گیا تھا۔ وہ سچا سپاہی تھا۔ اور سب لوگ بھاگ گئے۔ مگر وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ یہ اس کا فرض تھا۔ وہ پہرہ پر کھڑا کیا گیا تھا۔ جہاں سے وہ ایک انچ بھی نہیں ہلا۔ اِس کا خود، بھالا اور پیٹی آج نیپلز کے عجائب گھر میں دیکھے جا سکتے ہیں*

یہ سپاہی فرماں بردار اور تربیت یافتہ تھا۔ اِس نے وہ کام سرانجام دیا جو اس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ والدین۔ اُستاد۔ آقا۔ اور افسر کی فرمانبرداری ہر ایک شخص کو جو کہ غلطی نہیں کرنا چاہتا۔ سیکھنی لازم ہے۔ بچپن کا آغاز [illegible] چاہیئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بڑے ہو کر پھر ہم اسکی

پرواہ نہ کریں۔ فرمانبرداری آخری دم تک ہمارے ساتھ رہنی چاہئے۔ فرض اپنی مقدس صورت میں ایسی زبردست چیز ہے کہ انسان اس کی ادائگی کے وقت خودی کو فراموش کر دیتا ہے۔ اسی کا نام فرض ہے۔ اسے بغیر کسی قربانی کے خیال کے پورا کرنا چاہئے۔

فرض صرف اسی لئے ادا کرنا چاہئے کہ وہ فرض ہے۔ فرض ادا کرنا اور نڈر ہونا بالکل جدا باتیں ہیں۔ وہ شمشیرزن جو ایک شیر کے ساتھ تیر کی دلیری سے لڑتا ہے۔ اپنے آپ کو اور آیندہ انعامات کو فراموش نہیں کر سکتا۔ پزارو بڑا سخت دل شخص تھا۔ لیکن اس کی تمام تکالیف میں سونے چاندی کی محبت اس کے لڑنے کی محرک ہوتی تھی۔

سینٹ آگسٹن پوچھتے ہیں "کیا تم بڑا بننا چاہتے ہو! اس صورت میں پہلے چھوٹے بنو۔ کیا تم ایک وسیع اور بلند محل تعمیر کرنا چاہتے ہو۔ پہلے ادنے بنیاد کا خیال کرو۔ جس قدر رفیع الشان عمارت ہوگی۔ بنیاد بھی اسیقدر گہری ہونی چاہئے۔ معتدل فروتنی خوبصورتی کا تاج ہے۔

عمدہ ترین فرض وہ ہے جو ایک شخص پوشیدہ ادا کرے اور کوئی اسے دیکھتا نہ ہو۔ فرض صرف اسی صورت میں صادق اور شریفانہ ہوسکتا ہے سچا فرض دنیا کے مصلحت آمیز اخلاق پر انحصار نہیں رکھتا اور نہ وہ شہرت کا محتاج ہے۔ اس کا دائرہ بہت زیادہ وسیع اور اس کا خیال بہت زیادہ بلند ہے۔ ہمارے بُرے یا جلدی میں کئے ہوئے کام ہر روز ایسے فرض پیدا کرتے رہتے ہیں۔ جو کسی نہ کسی بنی نوع انسان کو ادا کرنے پڑیں گے۔

سوال یہ ہے کہ فرض کا ادا کرنا کس طرح سیکھا جا سکتا ہے؟ اور کیا

بڑ مشکل بات ہے۔ پہلے خدا کی طرف کے فرایض پورے کرنے چاہئیں۔ پھر کنبہ کے فرایض۔ ہمسائیوں کے فرایض آقا کے فرایض نوکر کی طرف نوکر کے فرایض آقا کی طرف۔ نوع انسان کے فرایض۔ اور گورنمنٹ کے فرایض جن کا ادا کرنا بحیثیت اہل شہر کے ہر ایک شخص کا حصہ ہے۔

ان فرایض کا جزو اعظم ایسا ہے جو ہم پرائیویٹ طور پر ادا کرتے ہیں ہماری پبلک زندگی بہت مشہور ہو سکتی ہے۔ مگر ہماری پرائیویٹ زندگی جو روح اور دماغ کی زندگی ہے بالکل مخفی ہوتی ہے۔ اب لایق یا نالایق بننا ہمارے اپنے اختیار میں ہے۔ کوئی شخص ہماری روح کو ہلاک نہیں کر سکتا کیونکہ یہ صرف خودکشی ہی کے ذریعہ سے ہلاک ہو سکتی ہے۔ اگر ہم اپنے آپ کو اور دوسروں کو موجودہ حالت سے کچھ بھی بہتر۔ زیادہ پاک اور شریف بنا سکیں تو شاید بڑے سے بڑا کام ہے۔ جو ہم زندگی میں کر سکتے ہیں۔

ذیل کے واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک امریکن پادری نے اپنا فرض کس طرح سرانجام دیا۔

سو سال پیشتر ایک دفعہ نیو انگلینڈ میں سورج گرہن ہوا۔ تاریکی نے تمام عالم کو گھیر لیا اور لوگ سمجھے کہ قیامت آنیوالی ہے۔ کانیک ٹی کٹ کی کونسل واضع قوانین اس وقت منعقد تھی۔ بڑھتی ہوئی تاریکی سے گھبرا کر ایک ممبر نے تجویز پیش کی کہ جلسہ برخاست کر دیا جاوے۔ اس کے جواب میں ایک بوڑھا پادری ٹن ممبر کھڑا ہوا اور بولا "اگر واقعی روز قیامت آگیا ہے۔ تو میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی ڈیوٹی سرانجام کرتا ہوا پایا جاؤں۔ جس کے لئے میں شمع جلانے کی تحریک کرتا ہوں۔ تاکہ ہم سب آجکی کارروائی کو جاری رکھ سکیں" اس عقلمند شخص کا مقولہ تھا "اپنے فرض کا انتظار کرو۔ اور اس سے

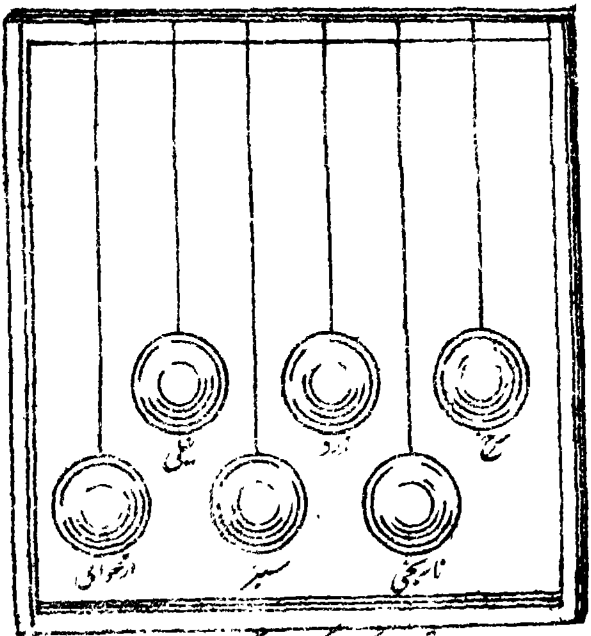
ایسا ہی کر دکھایا۔

کنڈر گارٹن کیا ہے

گارٹن جرمنی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی بچوں کا باغ ہے۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ بچوں کو سیدھے سادے کھلونے اور کھیل کود کے سے تعلیم دی جاوے جو ذرا بھی ان کی نازک طبیعت پر گراں نہ گذرے۔ بلکہ وہ بڑے شوق اور نہایت دلچسپی کے ساتھ نا معلوم طور پر تعلیم حاصل کریویں۔ اس طریقہ تعلیم کا موجد فریڈرک فروبل نامی ایک جرمن ہے جو جرمنی کا باشندہ تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس نامور شخص کے مختصر حالات زندگی حوالہ قلم کئے جاویں۔ جس میں یہ بھی ذکر آجاوے گا کہ کیونکر اس شخص کو نئے طریقہ تعلیم کی ایجاد کا خیال پیدا ہوا۔ اور اس نے مروجہ طریقہ میں کون سے نقص دیکھے اور کن اصول پر اپنے نئے طریقہ کی بنیاد رکھی۔ اور اس سے کون کون سے مخصوص فواید حاصل ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ اُس کا ایجاد کردہ طریقہ افضل مانا گیا ہے۔

یہ نامور شخص ۲۱۔ اپریل ۱۷۸۲ء کو قصبہ تھیورنگی ٹن واقع ملک جرمنی میں ایک پادری کے گھر پیدا ہوا۔ اور ابھی صرف چند سال کا تھا کہ اسکی والدہ کا اِنتقال ہوگیا۔ اس کے باپ نے دوسری شادی کرلی۔ قاعدہ ہے کہ سوتیلی ماں اپنے سوت کے بچوں کی بہت دوست نہیں ہوتی۔ اِس واسطے غریب فروبل کو طرح طرح کے مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ آٹھویں برس اپنی سوتیلی ماں کے ہاتھوں نالاں رہتا تھا کہ اِتفاق سے اس کا ماموں آنکلا

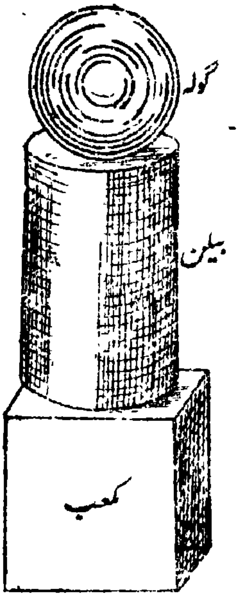
اور اس نے اس کی قابل رحم حالت کو دیکھ کر بہت تسلی وتشفی دی۔ اور اسکے
باپ سے اجازت لیکر اُسے اپنے ساتھ لے گیا۔ وہاں جاکر مناسب مہربانی اور
شفقت سے فروبل کی پرورش کرنے لگا۔ اور اس کو ایک ابتدائی مدرسہ میں
داخل کردیا۔ جہاں اُس نے اپنے ذہن خداداد کی بدولت بہت جلد ترقی

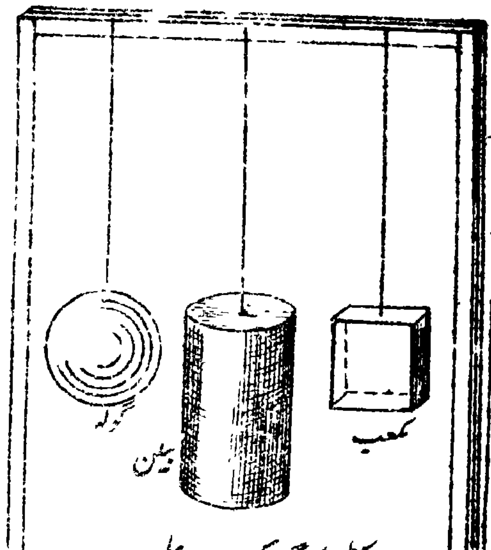


چھ مختلف رنگوں کی اونی گیندیں

حاصل کی۔ مگر ابتدا ہی سے فروبل سکول میں تعلیم پانے کے علاوہ قدرت کی
رنگ برنگی اشیاء کو دیکھنے کا بہت شوق رکھتا تھا۔ اور اسی مدعا کی تحصیل
کی خاطر جنگلوں اور پہاڑوں کی سیر کیا کرتا۔ اور قدرت کے عجائبات اور
صانع مطلق کی بے نظیر کاریگری سے اپنے خیالات کو وسعت دیا کرتا۔ سترہ
سال کی عمر میں جِنا یونیورسٹی میں داخل ہوا۔ مگر ان دنوں اس کے مربی
ماموں کا انتقال ہوگیا۔ اس لیئے افلاس کی وجہ سے اُسے تعلیم کو خیرباد کہنا

پڑا۔ اور معماری کا کام سیکھنا شروع کیا۔ اور بہت جلد اس میں مہارت حاصل کرلی۔ انتیس سال کی عمر میں پھر تعلیم کا شوق غالب آیا۔ اور گوٹنجن یونیورسٹی میں جاکر تعلیم پانے لگا چنانچہ تھوڑے عرصہ میں اُنے السنہ مروجہ میں خاص استعداد حاصل کرلی۔ لیکن فروبل صاحب ابتدا ہی سے مروجہ طریقہ تعلیم سے متنفر تھا وہ دیکھتا تھا کہ بہت سے مضامین طلبا کے دماغ میں ٹھونسے جاتے ہیں اور بجائے اسکے

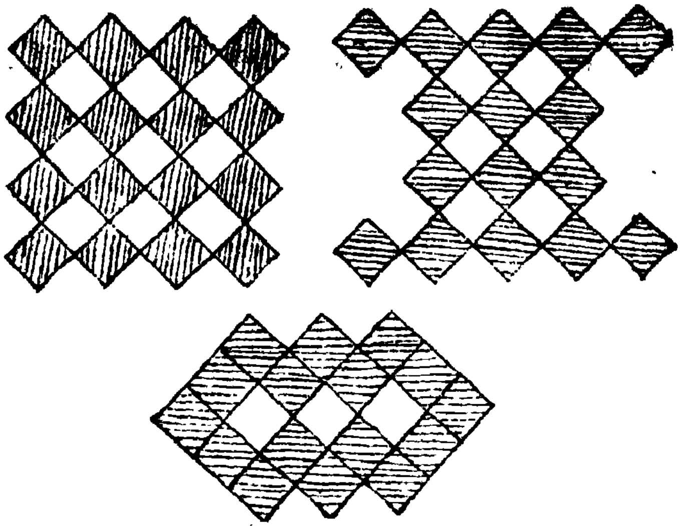




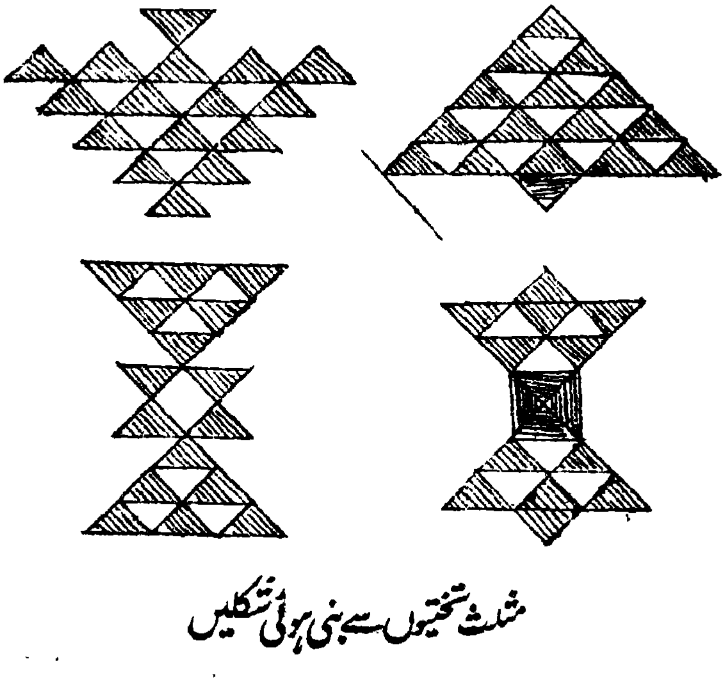
لکڑی کا گولا مکعب اور بیلن

کہ وہ تعلیم کی طرف اپنی دلی رغبت ظاہر کرتے ہیں اُس سے نفرت کر کے جی چراتے ہیں۔ استاد کو روحانی باپ تصور کر کے اس سے محبت کرنی چاہیئے تھی۔ مگر طلبا اس کے برخلاف اس کے سائے سے بھی ڈرتے ہیں۔ جہاں لڑکوں نے ماسٹر کا نام سنا۔ اور ہوش خطا ہو گئے۔ ان کے ذہن اس طریقہ تعلیم سے بجائے ترقی پانے اور قوت پکڑنے کے کند اور گندی ہوتے جاتے ہیں۔ اور علاوہ براں بڑا نقص یہ ہے کہ طلبا کو کتاب کا کیڑا بنا کر ان کے جسمانی

قواعد کی ترتیب سے بالکل غفلت کی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ طالب علم بڑے بڑے امتحانوں کی ڈگریاں حاصل کر لینے کے بعد بعض تو بصارت کھو بیٹھتے ہیں اور بعض اس قدر کمزور ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے ان کے جسم کمزور اور معدے ضعیف ہو جاتے ہیں ان ساری خرابیوں کی جڑھ کا ذمہ وار اُس نے مروجہ طریقہ تعلیم کو ٹھیرایا ہوا تھا یونیورسٹی کی تعلیم سے فراغت پانیکے بعد وہ اسی فکر میں تھا کہ کوئی ایسا طریقہ تعلیم جاری کیا جائے جس سے یہ تینوں اصلاحیں بخوبی حاصل ہو سکیں یعنی انکے قوائے عقلیہ کی ترقی کے علاوہ صحت جسمانی اور اخلاقی کو بھی ترقی حاصل ہو۔ اور علاوہ اس کے ان میں ایسا مادہ ابتدا ہی سے پیدا کیا جاوے۔ جس سے وہ ہر ایک صنعت وحرفت کے کام کو بخوشی کرنے کے لئے تیار ہو ویں۔ یہ باعث تھے کہ جن کی وجہ سے فروبل صاحب کو اپنے نئے طریقہ تعلیم کی اشاعت کی ضرورت پیش آئی۔ چونکہ اس نے اپنے قابل تجربہ ومشاہدہ سے بچوں کے متعلق یہ باتیں دریافت کی تھیں کہ ان کی طبیعت اور عادت کچھ اس طرح کی ہے کہ اول تو وہ نچلا رہنا کبھی پسند نہیں کرتے۔ ایک شیرخوار بچہ ہی پر نظر ڈالو۔ کبھی اس کو نچلا نہ دیکھو گے۔ کبھی لاتیں مارے گا کبھی لڑھکیاں کھائے گا کبھی اپنا ننھا ہاتھ منہ میں ڈال کر چاٹنے لگے گا وغیرہ۔ دوم ان کو قدرتاً نئی چیزوں کے دیکھنے کا شوق ہوتا ہے اور جب کوئی چیز ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو اس کو دیکھتے بھالتے ٹٹولتے توڑتے پھوڑتے ہیں۔ گویا توڑنے جوڑنے کی عادت ابتدا ہی سے موجود ہے۔ اور تیسرے جو چیزیں وہ دیکھتے ہیں۔ ویسے ہی اشیا کے نمونہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان کو لیکر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ جیسے کہ ہمارے پنجاب کے چھوٹے بچے لکڑی یا سرکنڈہ کا گھوڑا بنا لیتے ہیں۔ اور اس پر



مربع تختیوں سے بنی ہوئی شکلیں



مثلث تختیوں سے بنی ہوئی شکلیں

سوار ہو کر خوب دوڑتے پھرتے ہیں۔ ٹھیکریوں سے بیل بنا لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور چونکہ باہم ملکر کھیلنے کی عادت بھی سب بچوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ چار اصول تھے جو فروبل صاحب نے بچوں کے متعلق دریافت کئے اور اس نے انہیں چار باتوں کو اپنے زیر نظر رکھ کر کھلونوں اور کھیلوں کے ذریعہ یہ نیا طریقہ تعلیم ایجاد کیا کہ کھیل کی کھیل میں بچے علم کی باتیں سیکھ جائیں۔ اور طلبا کو ہرگز کچھ سیکھنا گراں نہ معلوم ہو۔ اس مدعا کی تکمیل کے لئے اس نے کئی قسم کے "گفٹ" یعنی تحفے دئے اور ان کو جوں جوں طلبا کی عمریں بڑھتی جاویں۔ یکے بعد دیگرے استعمال کرنے کے قواعد بنائے۔

پہلا تحفہ ۶ رنگدار اونی گیندیں ہیں۔ تین ابتدائی رنگوں (سُرخ۔ زرد۔ نیلے) اور تین مرکب رنگوں۔ (سبز۔ نارنجی۔ ارغوانی) کی ہیں۔ چونکہ گیند کے نہ تو کونے ہوتے ہیں۔ نہ کنارے۔ اور بچے بھی گیند کو دل سے پسند کرتے ہیں اسواسطے فروبل صاحب نے پہلا تحفہ گیندوں کا رکھا ہے اور تین سال کے بچوں کی تعلیم اس طریقہ سے شروع ہو سکتی ہے۔ یوں ظاہری طور پر تو یہ فقط گیند ہیں مگر اس سے مندرجہ ذیل باتیں طلبا کے ذہن نشین کرا سکتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ بچے بڑی دلچسپی سے سب کچھ سیکھ جاویں گے۔ نہ تو مدرس کو مغز زنی کی ضرورت ہوگی۔ اور نہ بچوں کو سیکھنے سے نفرت ہوگی علاوہ بریں اس طریقہ سے قوت باصرہ لامسہ اور سامعہ کی مشق ہو جاتی ہے۔ اور تعلیم جسمانی بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہتی ہے۔ وہ باتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ قد۔ اور رنگوں سے واقفیت ہو جاتی ہے۔

۲۔ اشیا کے مختلف خواص۔ گولائی۔ نرمی۔ سختی وغیرہ سے واقفیت ہو جاتی ہے۔

۳- پانچ تک گنتی کرنا آجاتا ہے۔
۴- مختلف افعال۔ آنا۔ جانا۔ لڑھکنا۔ دبانا۔ چھپانا۔ پھینکنا وغیرہ کا مفہوم ہو جاتا ہے۔
۵- مختلف اطراف یعنی اوپر۔ نیچے۔ دائیں۔ بائیں۔ یہاں۔ وہاں۔ دور نزدیک وغیرہ کا تصور ہو جاتا ہے۔
۶- لچک۔ وزن۔ آواز کا خیال ہو جاتا ہے۔

اب رہا طریقہ تعلیم۔ سو اس کے واسطے معلم یا معلمہ میں چند صفات کا ہونا ضروری ہے ورنہ تعلیم کا خاک لطف آئے گا۔ مثلاً معلم اعلے درجہ کا مستقل مزاج متحمل ہو۔ وہ اس طرح سے بچوں کو تعلیم دیوے کہ بچے بڑے خوش ہو دیں۔ ان سے نہایت پیار کرے۔ ان کے جوابات نہایت نرمی سے دیوے ذرا بھی ناراض نہ ہووے۔ بچے اس سے اس طرح پیش آویں جس طرح اپنے ماں باپ سے وغیرہ وغیرہ۔

فروبل صاحب نے دوسرا تحفہ تین چیزوں یعنی لکڑی کے گول۔ بیلن اور مکعب کو مقرر کیا تھا۔ ان سے بھی بہت سی باتیں ذہن نشین کر سکتے ہیں الغرض اسی طرح فروبل صاحب نے کوئی بیس کے قریب تحفے مقرر کئے ہیں۔ اور ان تحفوں کے ذریعہ حساب۔ نقشہ کشی مصوری کھلونے بنانا وغیرہ بھی سکھا سکتے ہیں۔ تمام مہذب ممالک میں بچوں کی تعلیم کے واسطے یہ طریقہ زیادہ مفید اور کار آمد تصور کیا گیا ہے۔ فروبل صاحب کا اصول یہ تھا کہ جو کچھ بچوں کو پڑھایا جاوے وہ اس طرح پر ہو کہ بچے خود بخود شوق سے سیکھیں۔ اس نے پہلا مدرسہ شہر بلیکن برگ میں ۱۸۴۰ء میں کھولا۔ اور خود اسی طریقہ سے بچوں کو تعلیم دی۔ جس مکان میں اس وقت سکول کھولا

گیا تھا۔ وہ مکان معہ سکول کے آج تک موجود ہے کہ جہاں بچوں کو اسی طریقہ پر تعلیم دیجاتی ہے۔ اُس کے دروازہ پر یہ الفاظ لکھے ہیں " اس جگہ فریڈرک فروبل نے پہلا کنڈرگارٹن سکول ۱۸۴۰ء میں کھولا تھا " فروبل صاحب نے انضباط اوقات اس طرح پر مقرر کیا تھا کہ نصف گھنٹہ تک ان کو مدرسہ میں کھلونوں کے دیکھنے میں مصروف رکھا جاتا تھا۔ اس کے بعد فروبل صاحب ان کو ساتھ لیکر باغ کی سیر کراتا۔ اور قدرتی کاریگریوں کی بہار دکھاتا۔ سیر سے واپس آنے کے بعد پھر ان کو نصف گھنٹہ کے قریب اور کام کرایا جاتا۔ اس کے بعد چھٹی ہوجاتی اور طلبا باہر میدان میں خوب کودتے۔ اچھلتے۔ دوڑتے۔ جس سے ان کے قوائے جسمانی کی بھی باقاعدہ تربیت ہوتی رہتی۔ چار سال مدرسہ میں کام کرنے کے بعد فروبل صاحب نے مختلف شہروں میں جاکر لکچر دینے شروع کردیئے۔ اور اب بہت سے لوگ اس کے ہمدرد ہوگئے۔ ایکدفعہ کسی نے پوچھا۔ کہ یہ طریقہ آپ نے کس سے سیکھا تو اس نے جواب دیا کہ چھوٹے بچوں سے۔ فروبل صاحب اخیر دم ۱۸۵۲ء تک برابر اس نیک کام میں کوشاں رہا۔ اور ایسا بیش بہا طریقہ تعلیم دریافت کرکے دنیا کو مستفید کیا۔ کہ اس کا نام دنیا کی تواریخ سے کبھی مٹ نہیں سکتا۔ بلکہ صفحہ ہستی پر ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا +

کس عمر سے باتیں یاد رہتی ہیں

انگلستان کے ایک اخبار نے وہاں کے نامور مردوں اور عورتوں سے دریافت کیا ہے کہ تمہیں چھوٹی سے چھوٹی کس عمر کی باتیں یاد ہیں۔ مختلف لوگوں نے جو جواب دیئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ دو سال عمر کی باتیں بھی بعضوں کو یاد ہیں۔ مگر ایسے لوگ شاذ ہوں گے +

روئے زمین کے بچے

جاپانی بچے

(بقیہ ۹ اگست ۱۹۰۴ء)

۵- تیرکمان کا کھیل جاپان میں بہت متبرک سمجھا جاتا ہے۔ تیروں اور کمانوں کو یوں تو گھروں کے چاروں طرف لٹکا رہنے دیتے ہیں۔ مگر جب نوروز کا موقعہ آتا ہے۔ تو بچے جمع ہو جاتے ہیں اور کاغذ کا نشانہ رکھہ کر چاند ماریاں شروع کرتے ہیں۔ جو ابتدا کرتا ہے جب تک وہ کوئی وار خطا نہ کرے تیر چلائے جاتا ہے۔ خطا کیا اور کمان چھین کر دوسرے کو ملگئی۔ کبھی کبھی بجائے کاغذ کے کیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ تیر انداز کے تیر میں جتنی ٹکیں لگ جائیں اتنی گویا اس کے حصہ میں آگئیں۔ اگر وار خطا گیا تو کیک کا ایک ٹکڑا اس سے جرمانہ وصول کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاپانی بڑے نشانہ باز ہوتے ہیں +

۶- گیند سے یوں تو ہر جگہ کے بچے کھیلا کرتے ہیں۔ مگر جاپانی لڑکیاں بھی بالخصوص اس سے محبت رکھتی ہیں۔ نوروز کو وہ گیندیں بنانے میں بہت مشغول رہتی ہیں۔ اس میں جاپانی لڑکیاں بہت مشاق ہوتی ہیں گیند وہ اِس طریقے سے بناتے ہیں۔ مٹھی میں تھوڑا سا سوت لیکر وہ اُسے اپنے ہاتھ کے چاروں طرف اتنا لپیٹتی ہیں کہ گولائی آجائے۔ اسکے بعد ڈورے سے کس کر اُسے باندھ دیتی ہیں۔ پھر طرح طرح کے رنگوں سے اور کبھی مختلف رنگوں کے ریشمی تاگوں سے گیندوں کو آراستہ کرتی ہیں

مگر اس میں سوئی کا استعمال کرنا پھوہڑپن سمجھا جاتا ہے۔ سگھڑائی اسی میں ہے کہ تاگے کے ایک سرے کو دانتوں میں دبا کر محض ہاتھوں ہی سے



جاپانی بچے تیراندازی کی مشق کرتے ہیں

خوبصورت بیل بوٹے بنائے جائیں اور نہایت تعجب ہوتا ہے یہ دیکھکر محض اس ترکیب سے کیسی کیسی خوبصورت گیندیں بنائی جاتی ہیں۔ نوروز کے دن

لڑکیاں اِس خوبی سے گیند کھیلتی ہیں کہ یہاں متی بھی کیا اُنکی برابری کرسکینگے تین لڑکیاں ملکر ایک ایک درجن گیندونکو ایک ہی وقت میں حرکت میں رکھتی ہیں



جاپانی لڑکیوں کا گیند کھیلنا

۷۔ لٹو کے جاپانی بچے اتنے شائق ہوتے ہیں کہ جتنی لڑکیاں گیند کی شائق ہوتی ہیں۔ اِسمیں وہ بڑی بڑی اُستادی کو دخل دیتے ہیں لٹو کو ڈورے سے لپیٹکر اور اُس ڈورے کے ایک سرے کو اپنی انگلی سے باندھکر زمین پر پھینکتے ہیں۔

اور جب وہ چکر کھانے لگ جاتا ہے تب اُسے اٹھا کر کبھی ایک ہاتھ پر اور کبھی دوسرے پر رکھ لیتے ہیں کبھی اُسے اوپر ہوا میں اُچھال کر پھر ہاتھ پر لے لیتے ہیں۔ اور وہ بدستور گھومتا رہتا ہے۔ کبھی بہت سے بچے ملکر کھیلتے ہیں جب سب طیار ہو جاتے



جاپانی بچوں کا لٹو گھمانا

ہیں تو ایک شخص کہتا ہے "ایک۔ دو۔ تین" "تین" کی آواز پر سب کے سب اپنے لٹو ڈالدیتے ہیں اور جسکا لٹو زیادہ دیر تک چکر میں رہتا ہے۔ وہی جیت میں رہتا ہے

یہ کھیل ہندوستان و انگلستان وغیرہ میں بھی ہوتا ہے۔ مگر جاپانی بچوں کے کرتب سبھوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔



جاپانی عورتوں کا بیڈمنٹن کھیلنا

۸۔ اور بھی بہت سے کھیل ہیں جو جاپان میں بچے کھیلتے ہیں مثلاً ایک اور کھیل

ہے جس کے نام بتانے کی یا جس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ پچھلے صفحہ کی تصویر دیکھ کر تم آپ معلوم کر لوگے کہ وہ کیا کھیل ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اسے دیکھ کر کہیں تم یہ نہ کہنے لگو کہ ٹینس اور بیڈمنٹن جاپان ہی سے نکلے ہیں۔

مندرجہ بالا کھیلوں کو دیکھ کر تمہیں یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ جاپانیوں کے اکثر کھیل چستی و چالاکی پیدا کرنے والے ہوتے ہیں +

"ترانۂ شکر"

(گذشتہ قحط کے زمانے میں)

کریں شکر کس منہ سے تیرا خدایا
گنہگار مخلوق پر رحم کھایا
کریں شکر کس منہ سے تیرا خدایا

درختوں میں پتا نہ باقی رہا تھا		پرندوں کا پر در بدر چھپا تھا
چرندوں کا دم لب پہ آ ہی چکا تھا		اسی وقت میں بحر رحمت بہایا
کریں شکر کس منہ سے تیرا خدایا

غریبوں پہ کیا کیا مصیبت نہ گذری		کسی نے کبھی بات اُن کی نہ پوچھی
نئی زندگی تو نے پھر ان کو بخشی		سبھی رنج و غم دم میں تو نے بھلایا
کریں شکر کس منہ سے تیرا خدایا

بلا نے ہزاروں کو گھر سے چھڑایا		اناج اور پانی بہت کم نے پایا
اجل نے ہزاروں کو لقمہ بنایا		اس عالم کو تو نے سر نو بسایا
کریں شکر کس منہ سے تیرا خدایا

تپش سے بدن سب کے جھلسے ہوئے تھے بہت پیاسے ہی پانی کے تھے پھرے تھے
مگر ٹھیک جب جاں بلب ہو گئے تھے تو دریائے رحمت کو تو نے بہایا
کریں شکر کس منہ سے تیرا خدایا

سید نذیر حسین (انبالہ) (بی ۔ اے)

بچوں کی مجلس

لالچ نہ کرنا چاہیئے

کسی زمانہ میں اونٹ نے یہ دعا مانگی کہ میرے سر پر سینگ پیدا ہو جائیں اور یہ بھی کہا کہ مجھ کو اس بات کا بڑا رشک ہے کہ اور جانوروں کے سر پر سینگ ہیں۔ اور میرے نہیں۔ خدا تعالےٰ نے اس کی درخواست کو نا منظور ہی نہیں کیا۔ بلکہ گستاخی کی سزا میں کان بھی کتروا کر چھوٹے کر دیئے۔ زیادہ لالچ کرنے سے انسان کچھ اپنی گرہ کا بھی کھو بیٹھتا ہے ؎

با ہمہ سر بلندی و قامت اونٹ کے دل میں تھا یہی ارماں
کہ میرے سر پہ حیف سینگ نہیں گھٹ گئی اس سبب سے میری شاں
بخشدے مجھ کو سینگ بھی یارب رحم کر میرے حال پر رحماں
نہ ہوئی اسکی یہ دعا مقبول کیونکہ تھا نا سپاس وہ حیواں
دی گئی یہ سزائے گستاخی کہ تراشے گئے ہیں اسکے کان

راقم ایم نذیر ترق طالب علم مشن سکول انبالہ شہر

لڑکا اور آئینہ

ایک چھوٹا سا لڑکا جس کے ماں باپ گھر نہ تھے ایک کمرے میں جہاں کہ ایک آئینہ رکھا ہوا تھا گیند سے کھیلنے لگا۔

کھیل شروع ہونے سے پہلے اُس نے شیشے کی پشت پھیر دی تھی۔ مگر کھیلتے وقت اُسے شاید شیشے کا خیال نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گیند آئینہ کی پشت کی لکڑی پر لگی۔ اور شیشہ ٹوٹ گیا۔

جب اُس نے اِس نقصان کو دیکھا جو اس سے ہو گیا تھا تو بہت رنجیدہ ہوا۔ اور اس بات سے ڈرا کہ اس کے ماں باپ اُس سے ناراض ہوں گے۔ جب اس کے والدین گھر آئے تو وہ اپنے ماں باپ کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ کہ ابا جان میں نے گھر کے سب سے عمدہ شیشے کو توڑ ڈالا ہے اور مجھے اس کا بہت رنج ہے۔

اس کے باپ نے اُسے پیار سے دیکھا اور کہنے لگا کہ بہ نسبت اس کے کہ میرا کوئی بیٹا جھوٹ بولے۔ مجھے یہ پسند ہے کہ میرے مکان کے تمام شیشے ٹوٹ جائیں۔ چھوٹا لڑکا اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنکر اور یہ دیکھ کر کہ وہ خفا نہیں ہوا۔ خوش ہو گیا۔ اس کے بعد جب کبھی اس سے کوئی قصور ہوا تو اُس نے فوراً اس کا اقرار کر لیا اور کبھی جھوٹ نہ بولا۔

راقم حامد حسن (عمر ۱۲ سال) جماعت سوم از کوئٹہ بلوچستان۔

حکایت

ایک بادشاہ شکار کو گیا۔ وہاں اس کو جب بہت سردی معلوم ہوئی۔

تب اس نے محل میں آکر دوشالہ اوڑھ لیا۔ اور خدمتگار سے کہا کہ جاڑے سے جاکر کہہ دو کہ اب تیرا زور مجھ پر نہیں رہا۔ خدمتگار نے باہر سے آکر عرض کیا کہ جاڑا یہ کہتا ہے کہ بادشاہ سلامت سے تو میرا زور نہیں۔ مگر نوکر چاکروں کو تو خوب ہی سمجھوں گا۔ بادشاہ نے اس بات پر خوش ہو کر سب نوکروں کو پوشاکیں بنوا دیں +

فائدہ

آدمی جو موقع دیکھ کر بادشاہوں کے حضور میں اپنے یا اوروں کے باب میں کچھ عرض کرے گا۔ بیشک قبول ہو جائے گی۔

خاکسار۔ محمد فیاض خاں از آگرہ گھٹیا اعظم خاں (عمر ۱۲ سال)

دیانت داری

پیارے بچو! دیانت داری سب سے بہتر اور اعلےٰ درجہ کی صفت ہے جس نے دیانت داری اختیار کی۔ اُس نے اس دنیا میں عزت حاصل کی۔ اور آرام سے زندگی بسر کی اور عاقبت بھی اس کی سدھر گئی۔ جس کے ضمن میں ذیل میں ایک حکایت بیان کی جاتی ہے۔ جس سے تم کو خوب واضح ہو جائے گا۔ کہ دیانت داری کیسی اچھی چیز ہے اور دین و دنیا میں اس سے کیا کچھ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

ایک شخص جس کا نام زید تھا نہایت مفلس تھا۔ وہ روٹی تک کو محتاج تھا لیکن دیانتدار بہت تھا۔ اس کا بیٹا بکر بھی اعتبار سے اسی کے ہم پلہ تھا۔ بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر تھا۔ ایک دن ایک آدمی جس کا نام عمر تھا ایک نان بائی کے پاس آیا اور کچھ سونا دیکر اس سے یہ درخواست کی کہ

اس کو کسی دیانت دار آدمی کو دیکر میرے پاس روانہ کر دینا۔ عمر نے زید کی دیانت داری آزمانے کے لئے ایک روٹی میں پکاتے وقت سونا ڈال دیا کیونکہ اُسے علم تھا کہ زید اسی کے ہاں سے روٹی لیا کرتا ہے۔ جب زید آیا تو عمر نے اُسے وہی روٹی دیدی جو کہ خاص اسی کے لئے پکائی گئی تھی۔ زید روٹی لیکر گھر گیا۔ جہانکہ اس کا بیٹا بکر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ باپ نے روٹی کے دو ٹکڑے کئے ایک آپ لیا اور دوسرا اپنے بیٹے کو دیا۔ اس کے بیٹے نے جب روٹی کا ٹکڑا توڑا تو اس میں سے سونا نکل آیا۔ دونوں باپ بیٹے روٹی چھوڑ کر فوراً عمر کے پاس آئے۔ اور اسے سارا ماجرا سنا دیا۔ عمر کو ان کی دیانت داری کا پورا امتحان ہو گیا۔ اس نے ساری اصلیت بیان کر دی۔ اور اس شخص کا پتہ انہیں دے دیا۔ جسے دیانت دار آدمی کی ضرورت تھی وہ دونوں اس آدمی کے پاس گئے۔ جہانکہ ان کے سپرد ایک بہت بڑا کام کر دیا گیا۔ انہوں نے وہاں اپنی دیانت داری کے باعث بہت سی دولت اور عزت حاصل کر لی۔ اور باقی زندگی بہت آرام اور عزت سے بسر کی۔ اگر تم بھی اس دنیا میں عزت اور آرام کی زندگی بسر کرنی چاہتے ہو تو دیانت دار بنو۔ اور ہمیشہ اس پر کاربند رہو۔ (راقمہ فاطمہ)

ایک بچے کی کارگذاری

دنیا میں اہل ملک کے لئے کوئی ایسی جگہ خطرناک نہیں ہے جیسی کہ ولندیزوں کے لئے ملک ہالینڈ۔ شاید لڑکوں کو معلوم نہ ہو کہ ہالینڈ کیسا ملک ہے لیکن میں بتاتا ہوں۔ ہالینڈ ایک قطعہ زمین سطح سمندر سے نیچے واقع ہے بعض لڑکوں

کے دل میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ پھر پانی زمین پر کیوں نہیں چڑھ آتا اس کا انتظام اہل ہالینڈ نے اِس طرح سے کیا ہے کہ بڑے بڑے پشتے مضبوط کنارے پر باندھ رکھے ہیں جو پانی کو روکے رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ذرا سا سوراخ بھی کہیں ان پشتوں کے پھاٹکوں میں ہو جائے۔ تو ملک کی حالت معرض خطر میں پڑجاتی ہے۔ ذیل کے سچے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح ایک آٹھ سالہ لڑکے نے اپنے ملک کو اِس طرح تباہ ہونے سے بچا لیا۔ اب یہ سوال ملک ہالینڈ کے ابتدائی زمانہ کی تاریخ میں ایک لڑکے کا قصہ لکھا ہے جو پڑھائی لکھائی اور عموماً ہر کام میں ہونہار معلوم ہوتا تھا۔ ایک روز اُس لڑکے نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ پشتہ جو دریا کے کنارے بنا ہوا ہے اگر کسی طرح سے ٹوٹ جاوے تو کیا ہو۔ باپ نے جواب دیا میرے پیارے بیٹے اگر پشتہ میں ذرا سا سوراخ بھی ہو جاوے۔ تو وہ پانی کے زور سے بڑا ہو جاتا ہے اور یہاں تک کہ پشتہ بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور پھر ہمارے تمام مکان اور جھونپڑے باغ اور کھیت اِنسان اور حیوان اس میں ڈوب جائیں اور بہ جائیں۔ لڑکے نے معمولی طور سے اِس بات کو سنا لیکن اِس کے دل پر کچھ خیال قایم رہا۔ چند ایام گذر گئے کہ ایک شام کو وہ مدرسہ سے اپنا بستہ بغل میں دبائے ہوئے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں سیر کرتا ہوا پشتہ کے نیچے سے اپنے مکان کی طرف آ رہا تھا کہ یکایک کچھ ایسی آواز اِس کے کان میں آئی کہ پانی کہیں سے بہ رہا ہو۔ لڑکا چوکنا ہو کر سننے لگا اور اب اس کو معلوم ہو گیا کہ اس کے سامنے سے ایک چھوٹے سے سوراخ میں سے پانی نکل رہا ہے۔ اس کے دھیان میں اس کے باپ کے الفاظ آئے۔ کہ اگر چھوٹا سا سوراخ بھی ہو جاوے تو اس سے تمام ملک ضائع ہو جاوے گا تھوڑی دیر تک وہ سوچ میں رہا کہ کیا کرے لیکن چند منٹ میں اِس کے بہادر دل نے

فیصلہ کر دیا کہ اتنا وقت نہیں ہے کہ بزدلوں کی طرح سے گھر کو بھاگے اور ماں
باپ یا کسی اور رشتہ دار دوست سے جاکر کہتا پھرے کہ اس کا کیا انتظام کریں۔
اگرچہ زمین تر اور خراب تھی۔ دلیر لڑکا پانی نکلنے کی جگہ جھکا۔ لبتہ برابر
رکھ کر اپنا ہاتھ اس سوراخ میں دینے لگا۔ قدرتاً وہ سوراخ صرف اتنا ہی بڑا تھا
کہ اس کے گرد گردے ہاتھ سے پانی کا نکلنا بند ہوگیا۔ چھوٹا لڑکا اس بات
سے تسلی پاکر کہ اب کچھ خطرہ نہیں ہے اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ کوئی آدمی
ادھر سے آوے گا تو اس سے تمام حال کہوں گا۔ اور وہ ضرور ہے کہ اس کی مدد
کرے گا۔ لیکن رات آگئی اندھیرا چھا گیا سردی ہوگئی اور لڑکے کو بہت سخت
بھوک لگی۔ لیکن کیا وہ اپنی جگہ چھوڑ کر کہیں جا سکتا ہے۔ نہیں اور کہیں نہیں
افوہ رات کا بہت سا حصہ گذر گیا۔ لیکن یہاں سے ایک آدمی بھی نہیں
گذرا۔ اب چھوٹے لڑکے کو خیال ہوا کہ جب صبح ہوگی تب ضرور آدمی آوینگے
اور اس کو دیکھ کر مدد کریں گے۔ لیکن ہاں کیا رات ایسی ہی چھوٹی ہوگی۔
جیسی کہ ایک بے فکر بچہ کو جو آنند سے ماں کی گود میں سو رہا ہو معلوم ہوتی ہے
میرے عزیزو نہیں۔ یہ رات تو اس بہادر بچے کو پہاڑ معلوم ہونے لگے گی اور
کاٹنی مشکل ہوگئی۔ لیکن باوجود اتنی تکالیف کے وہ اس قدر مستقل مزاج ثابت
ہوا کہ وہیں تمام رات ہاتھ سوراخ میں ڈالے ہوئے ٹھنڈی زمین پر بیٹھا رہا۔
اس کی بہادری کی اب حد آگئی تھی۔ صبح کے وقت سردی بہت سخت ہوتی
ہے۔ سرد ہوائیں اچھے اچھے جوان آدمیوں کا منہ پھیر دیتی ہیں۔ اور اب صبح
صادق نظر آنے لگی۔ اور ساتھ ہی ہوا نے بھی زور باندھا۔ لیکن بہادر
لڑکے کی امید اب اور زیادہ ہوگئی۔ کہ ضرور اس کی کوئی مدد کرے گا۔ کیا خدا
ایسے آدمیوں کی مدد نہیں کرتا ہے؟ یہ ناشکرگذار خیال عوام میں پھیلا ہوا ہے

اور بہت سے یہ کہانی پڑھکر یقین بھی ایسا ہی کریں گے۔ لیکن تکالیف آدمی اور بچوں کے لیے یکساں کسوٹی ہیں۔ خدا اپنے بچوں کو اپنی گود میں لینے سے پہلے ٹھوک بجا کر دیکھتا ہے۔ ہاں اب سنیئے کہ بہت ہی سویرے کا وقت تھا کہ چند آدمی جو کھیت میں کام کرنے جاتے تھے۔ اس طرف آنکلے اور اس غریب لڑکے کو اس حالت میں دیکھ لیا۔ بہادر لڑکے نے جب تک پوری طرح سے اس سوراخ کی مرمت کا سامان بہم نہ پہنچ گیا۔ اپنا ہاتھ اس میں سے نہ نکالا۔ اگرچہ سردی کے باعث اس کی آنکھوں میں آنسو بھی بھر آئے تھے اور آہیں بھی دمبدم اس کے منہ سے نکل رہی تھیں۔ ہاں اب اس کو آرام کی حقیقت معلوم ہوگی۔ گھر جانے پر پیارے بچے کی جہاں تک ممکن تھا۔ خاطر کی گئی۔ اس کو گدگدے گرم بستروں پر لٹایا گیا۔ اس کو اپنی پیاری ماں کے ہاتھ سے چاء کی پیالی میں ایسا لطف آیا کہ کبھی عمر بھر اس کو آیندہ لطف حاصل نہ ہوا۔ یہ لڑکا ملک ہالینڈ کے بڑے آدمیوں میں سے ایک ہوا۔ اور وہ کہا کرتا تھا۔ کہ اگر وہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں بہادر اور دلاور نہ ہوتا تو کیا ممکن تھا کہ وہ کسی بڑے کام میں استقلال اور دلیری سے کام کر سکتا۔

شاید چند ہی ایسی باتیں اور ہیں جن سے کہ بچے ناراض ہوتے ہیں جیسے کہ ان کو یہ کہدینا ہے کہ یہ لڑکا تکلیف کی ذرا برداشت نہیں کر سکتا۔ قانون قدرت کچھ ایسا ہے کہ بچہ اگرچہ اُسی طرح سے چھوٹا ہوتا ہے۔ لیکن بزدلی میں سب سے بڑھ جاتا ہے۔ تاہم بہت سے بچے یہ خواہش تو ضرور کرتے ہیں کہ ہم کو دلیر بہادر مستقل مزاج اور مضبوط کہا جائے۔ لیکن ان میں ایک کڑوی دوا کے پینے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔ جو سراسر انہیں کے فائدہ کے لئے ہے۔ اور اگر سبق ذرا مشکل ہو تو بس ہمت بالائے طاق۔ لیکن مذکورہ بالا

کہانی ہی بچہ کو عمدہ سبق دے گی۔ کہ اگرچہ خدا کی عنایات۔ بغیایات سے ہمارا ملک ایسا نہیں کہ سمندر چڑھ آدے۔ لیکن اس پر بہت سے سمند سے خوفناک برائی کے دشمن۔ حملہ آور ہیں۔ جن کے برخلاف ہم کو پشتہ باندھنے ہیں + راقم۔ آر۔ سی۔ بٹھناگر سکرٹری ینگ مینز سلف۔ امپرومنٹ کلب

پنسلیں انعام دیجاتی ہیں

جو دس لڑکے مندرجہ ذیل دونوں نقشوں سے غور کرکے بتلائیں گے کہ انمیں سے نقشہ (۱) میں کون کونسے حیوانات ہیں اور کتنے ہیں۔ اور نقشہ (۲) میں کون کونسے جانور ہیں اور کتنے ہیں ناظرین میں سے جو دس لڑکے صحیح اور عمدہ جواب دیں گے انہیں بارہ رنگوں کی پنسلوں کا ایک ایک سٹ تحفۃً دیا جائے گا +

(۱)



(۲)



قیمت سالانہ معہ محصولڈاک دو روپیہ چھ آنے۔ قیمت فی پرچہ

بچوں کا اخبار

نمبر ۲۰

بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۴ء

مرتبہ منشی محبوب عالم

ایڈیٹر پیسہ اخبار

لاہور

کارخانہ پیسہ اخبار کے خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی محمد عبد العزیز مینجر کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

اضلاع متحدہ امریکہ کے بعض پریسیڈنٹوں کا عجیب مفلسانہ بچپن

ابراہام لنکن کے تحصیل علم کے وسائل جیسے کچھ تھے۔ وہ اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے کہ جب میں دس بارہ برس کا ہوا۔ تو مجھے کچھ علم نہ تھا۔ تاہم میں کسی قدر لکھ پڑھ سکتا اور تناسب مفرد کا حساب جانتا تھا۔ اور بس۔ اسوقت سے میں نے کسی سکول میں تعلیم نہیں پائی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً زمانہ کی ضروریات کے موافق اپنے خزینہ علوم پر بہت کچھ اضافہ کرتا رہا ہوں"۔

لنکن کا زمانہ بچپن ایک بھدے لکڑی کے جھونپڑے میں گذرا۔ جو انڈیانہ کے اس ویران حصہ میں واقع ہے۔ جہاں انسان بہت کم اور وہ بھی انڈیا کے اصلی باشندے بستے تھے۔ اور اگر کہیں سکول بھی تھے۔ تو انہی باشندوں کے تھے۔ انیس برس کا ہوکر وہ ایک کشتی پر نوکر ہوا۔ اور اسکے دو سال بعد اپنے باپ کے لئے گھر تعمیر کرنے کے واسطے شہتیر کاٹنے اور زمین کو صاف کرنے میں مصروف ہوا۔ اور کچھ مدت بعد وہ ایک کمپنی میں کلارک ہوگیا۔ جہاں وہ کتابیں مانگ مانگ کر دیہاتی سکول ماسٹر کی مدد سے گرامر اور علم ادب سیکھتا رہا۔ ازاں بعد یہ محنتی لڑکا بتدریج دیہاتی پوسٹ ماسٹر اور سٹوکیپر کے عہدہ پر پہنچکر ڈپٹی سرویر ہوگیا۔ اور اس عہدہ پر پہنچکر اس نے اپنی معلومات اور قابلیت میں بہت کچھ اضافہ کر لیا۔ یہانتک ایک دن وہ امریکہ کا پریسیڈنٹ بنگیا۔

انڈریو جانسن سترھویں امریکن پریسیڈنٹ کی زندگی ابراہام لنکن سے بھی زیادہ مخدوش حالت سے شروع ہوئی تھی۔ اس کی جوانی کا زمانہ افلاس میں ہی گذر گیا تھا۔ اور

وہ منشی کا کام سیکھتے سیکھتے اپنے اُستاد کے توسط سے بہت کم لکھنے اور پڑھنے کے قابل ہوگیا۔ چنانچہ وُہ اپنی شادی کے وقت تک بھی بمشکل لکھ سکتا۔ اور بہت ہی تھوڑا سا حساب کرسکتا تھا اور جس شخص نے اُسے لکھنے اور پڑھنے کے قابل بنا دیا تھا۔ وہ اس کی بیوی تھی۔


گروور کلیولینڈ سابق پریسیڈنٹ اضلاع متحدہ امریکہ

بدقسمت جیمس گارفیلڈ نے بھی افلاس میں ہی پرورش پائی۔ جب وہ ابھی دو سالہ بچہ تھا۔ تو اس کا باپ اس کے سر سے ٹل گیا۔ اور اس کی ماں کو اپنی اور اپنے چار بچوں کی پرورش کرنی پڑی جن میں امریکہ کا آئندہ پریسیڈنٹ سب سے بڑا تھا

اس کی تعلیم کے وسائل بہت کم تھے۔ اس لئے وُہ بعض دیگر بچّوں کی طرح سیکھتا اور اپنی مادرانہ محبت کے باعث اپنے سارے کنبہ کے لئے روٹی کماتا تھا۔ اس قلیل گذارہ پر اکتفا نہ کرکے وہ اپنا بقیہ وقت لکڑی کاٹنے اور ایک کشتی پر کام کرنے میں صرف کیا کرتا تھا۔

جب وُہ اٹھارہ برس کا ہُوا۔ تو اُس کی تعلیم کا زمانہ شروع ہوا۔ کیونکہ وُہ ایک دیہاتی سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر روز چند گھنٹے بچانے کے قابل

ہو گیا تھا۔ مگر وہ اپنے کنبے کے لئے اسی نجاری اور چند مختلف کاموں سے روٹی مہیا کرتا تھا



پریسیڈنٹ میکنلی جو قاتل کی گولی کا شکار ہوا تھا

مسٹر کلیولینڈ کے وسائل جیمس گارفیلڈ سے قدرے قلیل زیادہ تھے۔ کیونکہ اس کے باپ نے جو کہ ایک پریسبٹیرین (عیسائیوں کا ایک فرقہ) پادری تھا۔ فائیٹول



پریسیڈنٹ گارفیلڈ

کے ایک دیہاتی سٹور میں اُسے کلرک کرا دیا تھا۔ اپنے باپ کی وفات پر وُہ سولہ برس کی عمر میں نیویارک کی طرف روانہ ہُوا۔ جہاں "وہ اندھوں کے انسٹیٹیوشن" میں کلرک اور نایب مدرس کے عُہدہ پر مقرر کیا گیا۔



پریسیڈنٹ ابراہام لنکن

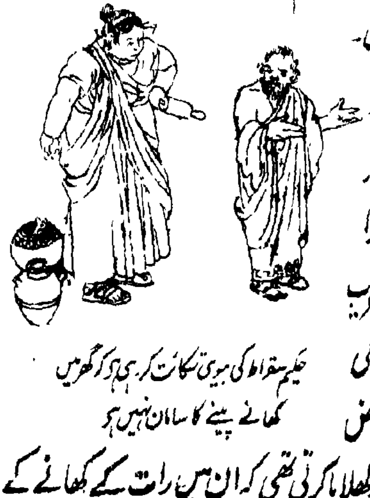
مسٹر میکنلے تیسویں اوہیو والنٹیر انفنٹری میں ایک عام سپاہی تھا۔ اور اس حالت سے وُہ ترقی کرتے کرتے اعلےٰ عروج پر پہنچا۔ حالانکہ اُس نے بہت کم تعلیم حاصل کی تھی۔ اور وُہ بھی کسی پبلک سکول میں۔

مارٹن وان بیورن آٹھواں امریکن پریسیڈنٹ نیویارک کے ایک کم بضاعت کسان کا بیٹا تھا۔ اور اُس کے بچپن کا زمانہ ہل چلانے لکڑی کاٹنے اور کنڈرہوک کے ایک دیہاتی سکول میں کچھ تعلیم حاصل کرنے میں صرف ہوا۔ تاہم وہ پُرجوش اور محنتی لڑکا تھا جس وجہ سے اُسے اپنی مفلسی کی حالت سے رہائی پانے اور وکالت کا پیشہ اختیار کر لینے میں زیادہ عرصہ نہ لگا۔

جیمس ناکس پوک بھی ایک مفلس گھرانے میں پیدا ہوا تھا - اور پیدا ہوتے ہی اُسے روٹی کمانے کی فکر دامنگیر ہو گئی تھی - کیونکہ اُسکا باپ کیرولینا کا ایک نہایت غریب دہقان تھا - اور اُس کے دس بچے تھے جیمس ناکس پوک کی اوائل عمر کھیتی باڑی کے کام میں گذری - لیکن اس میں عمدہ اوصاف تھے اور وہ رفتہ رفتہ ایک سوداگر کے کارخانہ میں نوکر ہو کر بتدریج اس عظیم الشان جمہوریہ سلطنت کا پریسیڈنٹ ہو گیا

حکیم سُقراط کی مثال

یہ خیال غلط ہی کہ دُنیا میں صرف دولتمندی اور امیری ہی انسان کو خوش کر سکتی ہی اور کہ دولت کمانا اور عیش و عشرت حاصل کرنا ہی انسان کی زندگی کا مقصد ہی - بلکہ سب سے بڑی غرض انسان کی یہ ہی کہ جہاں تک اس سے ہو سکے بنی نوع انسان کا بھلا کرے - اور دوسروں کو خوشی اور آرام دے - دوسروں کو ایسا راستہ دکھلائے کہ جس سے وُہ خوش اور آسُودہ ہوں -



حکیم سقراط کی بیوی شکایت کر رہی ہی کہ گھر میں کھانے پینے کا سامان نہیں ہی

مثلاً حکیم سقراط دُنیا میں بڑا نامور اور نیک آدمی گنا ہی - اُس کی نیکنامی اور ناموری کا سبب یہ نہیں تھا کہ وُہ بڑا دولتمند یا امیر تھا - بلکہ وہ بیچارہ بڑا غریب اور مفلس آدمی تھا - یہانتک کہ بارہا اسکی بیوی جسکا نام زنطپی تھا اُس سے ناراض ہوتی تھی - اور اُسے گھر کے برتن دکھلایا کرتی تھی کہ ان میں رات کے کھانے کے لئے آٹا نمک نہیں ہی - لیکن حکیم سقراط جو زندگی کی غرض اپنے اہل ملک کو نیکی کا

راستہ دکھلانا سمجھتا تھا۔ وہ کبھی ضرورت سے زیادہ دولت کمانے کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔ اس کا اصلی پیشہ سنگتراشی تھا۔ مگر وہ زیادہ وقت نوجوانانِ ملک کو دماغی اور اخلاقی تعلیم دینے اور بُت پرستی سے روکنے میں صرف کیا کرتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اسے اُس زمانہ کے حاکموں نے نوجوانوں کے اخلاق اور اعتقاد بگاڑنے کے الزام میں قید کر دیا اور زہر پلا کر اُسے مار ڈالا۔ لیکن جب تک دُنیا قائم ہے اُس نیک اور برگزیدہ بشر کا نام نہیں مٹیگا۔



ایک تیل کی بنی ہوئی تصویر

اخلاق و آداب

والدین کی عزّت کرو

جب ہم پیدا ہوتے ہیں اُسوقت سے لیکر سنِ بلوغت تک والدین ہماری کسائش جسمانی کا خیال رکھتے ہیں۔ اور ہماری پرورش اور حفاظت میں کسی قسم کا دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے بلکہ ہم کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ جب ذرا ہم کو اُداس دیکھتے ہیں یا ہم کو کوئی بیماری لاحق ہوجاتی ہے تو وہ ایسے پریشان ہوتے ہیں کہ انکو سوائے ہمارے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ حکیموں اور ڈاکٹروں کو بُلاتے ہیں ہماری صحت کے لئے ہزار ہا طرح کی تدبیریں عمل میں لاتے ہیں۔ جُوں جُوں ہم بڑے ہوتے ہیں ہماری تربیت و تعلیم و تدریس میں ہر طرح کوشاں ہوتے ہیں ہزارہا روپیہ صرف کرتے ہیں۔ جائداد تک فروخت کرکے ہم کو علم و ہنر کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر دیتے ہیں۔ پھر جب علم و ہنر حاصل کرکے کسی اعلیٰ عہدے پر سرفراز ہوتے ہیں تو وُہ وقت آجاتا ہے کہ ہم ان کی خدمت کا حق ادا کریں۔

عزیزو دیکھو مہاراجہ رام چندر جی نے اپنی سوتیلی ماں کے حکم سے راج گدی چھوڑکر ۱۴ برس صحرانوردی اختیار کی اور طرح طرح کے مصائب اور انواع اقسام کی تکالیف برداشت کیں لیکن اُن کے حکم سے منحرف نہ ہُوئے۔ درحقیقت سچی بہادری اور سعادتمندی اس میں ہے کہ ہم اپنے والدین کے سچے فرمانبردار اور سچے خدمتگذار رہوں۔

راقم

بشنورام نیّر۔ از آنند آشرم۔ لودیانہ

دوستی

(از جناب مشتاق احمد صاحب زاہدی دہلی)

والدین اکثر اپنے بچوں کو نصیحت کیا کرتے ہیں کہ جب کبھی تم کسی کو اپنا دوست بناؤ تو ذرا دیکھ بھال کر بنانا۔ مگر اُنکو نصیحت کرتے وقت یہ خیال نہیں رہتا کہ دوست ہمیشہ خود بخود میسر ہو جاتے ہیں اور تلاش وچھان بین سے نہیں ملا کرتے۔ سچے دوست کا ملنا فی زمانہ بہت ہی مشکل ہے اور دوست ایسے ہی کو بنانا چاہیئے جو خوش اخلاق۔ دیانت دار اور صاف دل ہو جس کے سامنے آدمی اپنے دل کی ہر بات بلا تکلف کہہ سکے حتٰی کہ آواز بلند سوچ سکے اور اُس سے کچھ پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہ سمجھے۔ دوستی اس محبت کا نام ہے جو مرد عورت۔ خوبصورت بدصورت۔ جوان بوڑھا۔ ہم مذہب غیر مذہب والے کسی کو نہیں دیکھتی۔ صرف صداقت۔ دانائی حلم و بُردباری۔ خوش نیتی۔ پاکبازی اور اسی قسم کی خوبیوں کو دیکھتی ہے اور اُنکی متلاشی رہتی ہے۔ خود بینی دوستی کے لئے سمِ قاتل کا اثر رکھتی ہے۔ جو شخص صبح سے شام تک اپنے آپ ہی سے مشغول رہیگا اور اپنے آپ کو کچھ چیز سمجھیگا وہ کسی کا دوست نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی اُس کا دوست رہ سکتا ہے۔

دوست بنانے کے لئے کوئی خاص قواعد نہیں ہو سکتے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ برسوں لوگ ساتھ رہتے ہیں اور آپس میں کسی قسم کی رنجش بھی نہیں ہوتی تاہم ان میں دوستی نہیں پیدا ہوتی۔ ایک کنبے والے سب آپس میں ملے جلے رہتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ اُن میں آپس میں دوستی ہو اور ایک دوسرے پر وہی اعتبار ہو جو دوستوں میں ہوتا ہے۔ نہ یہی ہوتا ہے کہ کسی کی شکل دیکھی یا کسی سے پہلی ملاقات ہوئی اور فوراً اُس سے دوستی ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوستی اور محبت

میں بڑا فرق ہے محبت کے دو کلیہ قاعدے ہیں یا تو یہ مدت تک آپس میں ساتھ رہنے سے پیدا ہوجایا کرتی ہے یا بعض لوگوں کے خیال کے موافق آنکھیں چار ہوتے ہی فوراً اپنا اثر دکھانے لگتی ہے۔ دوستی اس سے بالکل مختلف ہے۔ یہ ایک درخت کے بیج کی طرح رفتہ رفتہ پرورش پاتی ہے اور اس کی ترقی کے لئے اچھی زمین اور باقاعدہ آبپاشی کی ضرورت ہے۔ ورنہ یا تو یہ بیج پھوٹتا ہی نہیں اور اگر پھوٹ چکا ہو تو اچھی طرح نشوونما نہیں پاتا۔ ساتھ ہی اس درخت کو کسی مالی کی ضرورت نہیں ہے جو ہمیشہ اسکو چھانٹتا اور قلم کرتا ہے یہ خودرَو پودا ہے اور صرف قدرت کے مالی کی مدد چاہتا ہے۔ جوں جوں انسان دوسرے کو پہچانتا جاتا ہے اس کی عادات خصلات اس کے اخلاق ومذاق سے واقف ہوتا جاتا ہے انکی دوستی ترقی پاتی جاتی ہے۔ گویا دوستی کا انحصار ایک آدمی کے دوسرے آدمی کو جاننے اور اچھی طرح اس سے واقف ہونے پر ہے۔ اور چونکہ اس کام کے لئے بہت عرصہ درکار ہے۔ اسی وجہ سے دوستی ہمیشہ ایک مدت مدید میں قائم ہوا کرتی ہے۔ دوستی ایک ہیرا ہے کہ جسکو جتنے عرصہ تک عرفان کے آفتاب کی پار ہونے والی شعاعوں کے سامنے رکھا جائیگا اتنا ہی وہ روشن ومنور ہوتا جائیگا۔ بعض آدمیوں کا خیال ہے کہ دوستی اکثر ہم مذاق اور ہم خیال ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسا ممکن ہے مگر ضروری نہیں بلکہ اگر ممکن ہوگی تو شاید دیرپا بھی نہیں اور نہ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ مختلف المزاج آدمی آپس میں دوست نہیں ہوسکتے۔ دوستی کے لیئے ہم مذاق اور مختلف المزاج دونوں کے بین بین ہونا چاہیئے۔ اگر ہمارا دوست بالکل ہمارے ہم خیال اور بالکل ہم جیسا ہے تو اس سے بدتر کچھ نہیں ہوسکتا۔ وہ ہمارے لیئے ہر بات میں ہر خیال میں محض صدائے گنبد ہوگا اور اس سے زیادہ اور کچھ کام نہیں دے سکتا اور نہ کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ دونو طبیعتوں میں اختلاف ہونا چاہیئے۔

مگر ساتھ ہی اس اختلاف میں تضاد کی بُو ہونی چاہیئے۔ اور کوئی ایسا رشتہ رہنا چاہیئے جس سے دونوں طبیعتیں ملی رہیں۔ اور وُہ کیا رشتہ ہے۔ یہ معلوم کرنا دشوار ہے۔ اور اسی میں اِس رمز کا حل ہے۔

دوستی میں سب سے بڑا فائدہ اپنے دل کے بوجھ کو ہلکا کرنا ہے۔ انسان کے دل میں طرح طرح کی باتیں اور خیالات ہوتے ہیں جنکو وُہ سوائے دوست کے اَور کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتا۔ خوشی دوست کے سامنے بیان کرنے سے دوگنی ہو جاتی ہے اور رنج آدھا رہ جاتا ہے۔ ہماری خوشی سے دوست خوش ہوتا ہے اور اس کے خوش ہونے سے ہم کو دوبالا خوشی حاصل ہوتی ہے ہمارے رنج سے ہمارا دوست رنجیدہ ہوتا ہے۔ یا ہمارے رنج کا ایک حصّہ ہم سے بانٹ لیتا ہے اور اس طرح ہمارا رنج کم ہوجاتا ہے۔ دوستی زندگی کے لئے وُہ اکسیر ہے جو جسم کو قوت اور رُوح کو فرحت بخشتی ہے دوستی وُہ آبِ حیات ہے جو انسان کو زندگی جاوید سے مالا مال کرتا ہے اور ابدالآباد تک اس کا نام صفحۂ ہستی پر قائم و برقرار رکھتی ہے۔ حیف ہے اس شخص پر کہ جو دنیا میں سچّا دوست نہیں رکھتا اور بدنصیب ہے وُہ شخص کہ جسے دوست ملتا ہو اور وُہ اُسے نہ لے یا ال چکا ہو اور وُہ اُسے چھوڑ دے ایسا کرنا گویا نصیحت غیر مترقبہ کو لات مارنا ہے۔ مگر اکثر لوگ سچے دوست کی تلاش اور جستجو میں ایسے محو خیال ہو جاتے ہیں کہ اُن میں سچے دوست اور مکار دوست میں تمیز کرنے کی قوت نہیں رہتی اور اس سے اُنکو بہت تکلیف پہنچتی ہے +

راقم

مشتاق احمد زاہدی از دہلی

خلاق و نصائح دلپذیر

منظومہ جناب کنوار گھبیر سنگھ ساغر بلرامی:

بچوں کے اخبار کیلئے

خوردن

کم خوری کی چاہیئے عادت ضرور　　سب برابر لقمے ہوں اے ذی شعور
جبکہ دسترخوان پر ہوں ہم جلیس　　ایک شے کھانیکا مت بن تو حریص
جب چبائے کوئی شے فرخندہ رائے　　دور تک آواز چبنے کی نجائے
اور گروہِ عام میں کھانا نہ کھا　　غیر کا لقمہ ہے تکنا ناروا
وقتِ خوردن ناک اور منہ صاف رکھ　　ہاتھ کو بھی خوب تر شفاف رکھ
جبکہ ہو سفرہ پہ تو اوروں کے ساتھ　　پیش پس اوروں کے مت ڈال اپنا ہاتھ
شے نجس پر تو نہ دنداں تیز کر　　اور منشی چیز سے پرہیز کر

نوشیدن

زندگی کا جز ہے پانی نیک مرد　　پی نہ بیحد گرم اور بیحد نہ سرد
جبکہ ہو پانی کی خواہش ای عزیز　　پینا کم چاہیئے گر ہو تمیز
احتیاط اک اور رکھنا چاہیئے　　اک نفس پانی نہ پینا چاہیئے
وقتِ نوشیدن یہ رکھنا احتیاط　　خندہ زن ہونا نہ ہرگز خوش صفات
جب صبح بیدار ہووے ای عزیز　　پانی پینا اس گھڑی ہے زشت چیز
پانی بیحد پینا لاتا ہے مضار　　ہاں مگر کھانے میں دو یا تین بار
سو کے اٹھ کر ہو اگر شدت کی پیاس　　ناک کر کے بند پی لے بے ہراس

کھو مت تک بعد پینے کے ضرور
بند رکھنا ناک کو اے ذی شعور
یہ اگر تدبیر تجھ سے راس آئے
ہے مجرب کچھ نہ کھٹکا پاس آئے

پوشیدن

جامۂ خوش کر پہننا اختیار
تاکہ ہر کوئی کرے تیرا وقار
ہو اگرچہ کم بہا تیرا لباس
رکھ اُسے پر صاف و پاک اے نیک اساس
یہ ہمیشہ چاہیے ہر شخص کو
حیثیت سے بیش و کم پوشش نہ ہو
رکھ سدا کپڑوں کو با حفظ و شمار
تا کریں تیرا بھی وُہ حفظِ وقار

رفتن

وقتِ رفتن رکھ نظر کی تو تمیز
بے ضرورت دوڑ کر مت چل عزیز
جو مکان و راہ ہو اندیشہ ناک
اس جگہ جانا نہیں حالی زباک
جبکہ ہو تو راہ میں مصروفِ خرام
چلتے چلتے کچھ نہ کھا اے نیک نام

گفتن

ہے خموشی ایک وصف لاجواب
بولنا بیش از ضرورت ہے خراب
بے تامل کے نہ تو گفتار کر
اور سخن ہرگز نہ بالتکرار کر
جب تلک پوچھے نہ تجھ سے کوئی بات
بولنا بیحد بُرا ہے خوش صفات
اور نہ کر تو قطع اوروں کا کلام
گفتگو میں لے اشاروں سے نہ کام
کوئی رکھے راز پوشیدہ اگر
اُس کے افشا پر نہ تو اصرار کر
ہزل و ناکارہ سخن کی کر نہ چاہ
دے سخن چیں کو نہ تو مجلس میں راہ

عام عادات و نشستن

پاؤں پر مت پاؤں رکھ اے نیک کار
سرنگوں مضطرب مت بیٹھ یار
دست و پہلو کج نہ کرنا چاہیئے
مونچھ ڈاڑھی سے نہ کھیلا چاہیئے

محفلِ احباب میں ہرگز نہ سو ۔ ہاں تو مت جاگ جب کوئی جگتا نہ ہو
صبح اُٹھنا کر ہمیشہ اختیار ۔ سرنگوں ہو کر نہ سونا زینہار
وقت ہے اک قیمتی شے میری جاں ۔ لہو و بازی میں نہ کر نا رائیگاں
جان لے! یہ زندگی ہے مستعار ۔ کم ہے فرصت کرلے جو کرنا ہی یار
بیٹھنا ہے نیک صحبت میں ضرور ۔ ترک کرنا چاہئے فسق و فجور
صبر کر ترکِ فضولی کر ضرور ۔ خرچ آمد سے زیادہ ہے قصور

نوشت و خواند

"جو کچھ پڑھو یاد کرلو"

علم در جلدِ خویش می باید
نہ کہ در جلدِ میش می باید

اے بچو! یاد رکھو کہ جو سبق تم کو روز دیا جاتا ہے اُسے سدا کار روز یاد کرلو۔ کتاب کے بھروسہ پر نہ رہو۔ تاوقتیکہ تم پڑھی ہوئی باتوں کو ذہن نشین نہ کرو گے سب بیکار ہیں۔ اگر پڑھی ہوئی باتیں ذہن نشین ہونگی تو وہ ہر موقع پر بیان ہو سکتی ہیں۔ کتاب کسی کے پاس ہر وقت نہیں رہتی۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کتاب ضائع ہو جاتی ہے یا کھو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں یاد کی ہوئی باتیں ہی یاد رہتی ہیں۔ اور کتاب کی باتیں کتاب کے ساتھ ہی رفت و گذشت ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت امام غزالیؒ کے متعلق ایک واقعہ لکھا جاتا ہے جس سے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

امام صاحب ایک سفر سے اپنے وطن مالوف کو واپس تشریف لا رہے تھے کہ رستہ میں ڈاکہ پڑا۔ ڈاکو مال و اسباب کے ساتھ امام صاحب کی قلمی کتابیں بھی جنہیں وہ کل باتیں لکھی تھیں جو آجتک آپ نے پڑھی تھیں لیگئے۔ ان کتابوں کے جانے کا امام صاحب کو سخت رنج ہوا اور وہ سیدھے ڈاکوؤں کے سردار کے پاس پہنچے اور اس سے فرمایا کہ میں اپنا سب مال و اسباب نہیں چاہتا۔ مگر میری وہ کتابیں دلا دیجائیں۔ کیونکہ میں نے اُنہیں کے حاصل کرنے اور یاد کرنے کے لئے یہ سفر اختیار کیا تھا۔ اُس نے ہنسکر جواب دیا کہ آپ نے کیا خاک حاصل کیا جبکہ ایک کاغذ کے چلے جانے سے آپ ویسے کے ویسے ہی رہجاتے ہیں۔ اس طعن کا اثر امام صاحب پر اس قدر ہوا کہ باوجود ان علمی تحقیقات کے ملجانے کے آپ نے وطن مالوف پہنچکر اُن یادداشتوں کو زبانی یاد کرنا شروع کر دیا اور تین سال میں محنت شاقہ اور استقلال کے ساتھ اُن مسائل کو حفظ کر لیا۔ اسی کی تصدیق میں ایک فارسی شاعر نے فرمایا ہے ؎

علم در جلد خویش مے باید
نہ کہ در جلد میش مے باید

راقم
سید محمد فارق از حیدرآباد دکن

رُباعیات

(نتیجہ کلک جناب ابوالنصر غلام یسین صاحب آہ دہلوی)

جو کہتے ہیں سرد ہے قمر کہنے دو! — تم سائنس کے دریا کو مگر بہنے دو
ایک دن مانینگے سب تمہاری باتیں — فی الحال ادھر کی تم ادھر رہنے دو

یہ بات مشاہدہ نے سمجھا دی ہے — ہر کرہ میں ایک طرح کی آزادی ہے
مخلوق پہاڑ گھاس بہتی نہریں — مریخ میں ابھی خاصی آبادی ہے

اے آہ فلک الگ کہاں؟ کچھ بھی نہیں — سب کچھ تو یہاں دھرا ہے وہاں کچھ بھی نہیں
سن کان لگا کے سائنس کیا کہتا ہے؟ — اک حد نظر ہے! آسمان کچھ بھی نہیں

میرے رہنے کا گھر

(۱) میرے رہنے کا گھر ساری دنیا کی عمارتوں سے عجیب تر ہے۔ یہ گھر ہمارا بدن ہے۔

(۲) میرے مکان کا ڈھانچہ ہڈیوں سے بنا ہے۔ یہ ہڈیاں سخت اور مضبوط ہیں ہڈی کی ترکیب میں چونے اور سینگ کے اجزا شامل ہیں۔

(۳) ہمارے دونو پاؤں اس مکان کے دو ستون ہیں۔

(۴) ہمارے دونو ہاتھ ایسی عجیب چیز ہیں کہ ہم ان سے ہزاروں کام لیتے ہیں اور وُہ ہمارے ارادہ کے ساتھ اُس کام کے کرنے کو آمادہ ہوتے ہیں۔

(۵) اس مکان کا خوشنما گنبد ہمارا سر ہے۔ اس میں نہایت اعلیٰ درجہ کی چیزیں محفوظ ہیں جو کسی بادشاہ کے خزانے میں نہیں۔

(۶) ہماری ایک ایک ہڈی دانتوں کو چھوڑ کر چمڑے کے غلاف میں لپٹی ہوئی ہے

(۷) قدرت کے معمار نے ہمارے مکان کی ایک ایک چیز کو نہایت مضبوط رگوں اور پٹھوں سے جکڑ دیا ہے اور ہر جوڑ میں ہماری ضرورتوں کے موافق رگ پٹھے عطا کئے ہیں

(۸) ہمارے گھر پر ایک چمکیلے چمڑے کا غلاف منڈھا ہوا ہے۔ یہ غلاف جھلی اور چمڑے کی دو تہوں کا ہے۔

(۹) ہمارے گھر میں ایک دُخانی انجن چلتا رہتا ہے جس میں غذا پستی اور ہضم ہوتی ہے۔

(۱۰) ہمارے گھر کو پھیپھڑے کا پنکھا ہر وقت ہوادار بنائے رکھتا ہے۔

(۱۱) ہمارے دماغ کے حجرہ میں ایک فوٹوگرافر (عکسی تصویر اُتارنے والا) ہر طرح کے نقشے اور تصویریں اُتارتا رہتا ہے۔

(۱۲) مشرقی تحقیقات کے موافق دل خدا کے رہنے کا مقام ہے۔ اور دل

اس گھر کی ساری قوتوں کا مخزن ہے۔

(۱) ہمارے گھر کے کئی دروازے ہیں۔ آنکھوں کے دو دروازوں سے ہم تمام دنیا اور زمین و آسمان کا مشاہدہ کرتے ہیں - اور کانوں کے دو دروازوں سے تمام دنیا کے حالات کی خبریں سُنتے ہیں۔ ناک کے دو دروازوں پر شامہ (سونگھنے کی قوت) کا پاسبان ہم کو ہر طرح کی خوشبو اور بدبُو کی اطلاع دیتا ہے مُنہہ کے صدر دروازہ پر ہر چیز چکھ کر اندر بھیجی جاتی ہے۔ اور ذائقہ چکھنے کی قوت کا داروغہ ایک ایک چیز کی اچھائی بُرائی کو تاڑ جاتا ہے - اور ہمارے ناطقہ (بولنے کی قوت) کا سفیر طرح طرح کی رپورٹیں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور ہمارا لامسہ چھونے کے ذریعہ سے بہتیری چکنی اور کھُردری یا نرم اور گرم چیزوں کا احساس کراتا ہے -

یہ وُہ نعمتیں ہیں جو بڑے سے بڑے بادشاہ اور شاہنشاہ کے محلوں اور قلعوں میں بھی نہیں پائی جاتیں -

تمام اعضائے جسمانی پر عقل کی برتری

(از حضرت اشہری)

ہُوئے جسمِ انسان کے ممبر بہم ۔۔۔ لگے گفتگو کرنے جس طرح ہم

(ہاتھ)

کہا ہاتھ نے میں ہوں سب سے بڑا ۔۔۔ نہیں میری طاقت کی کچھ انتہا
مری اُنگلیاں اور یہ جوڑ توڑ ۔۔۔ ہیں فولاد کا ہاتھ دیتے مروڑ
مری ذات سے سب ہوئے کارِ عجب ۔۔۔ ہیں مرہونِ احسان مرے سب کے سب

اُٹھاؤں میں ہر بوجھ بے قال و قیل — مرا کھیل ہے علمِ جرِّ ثقیل
یہ سب صنعتیں اور پیشے تمام — مری وجہ سے پائیں حُسنِ نظام
قلم مجھ سے پاتا ہے زورِ کمال — ہے تلوار کی مجھ سے پُر زور چال
محبت کا اظہار ہے میرے ساتھ — ملاتے ہیں دو دوست آپس میں ہاتھ

(کان)

کہا کان نے میں نہ ہوتا اگر — کبھی سُن نہ سکتا صدا کو بشر
یہ آواز جو مایۂ ناز ہے — جو نیچر کا اک خاص اعجاز ہے
یہ نغمے ہو جن سے دلوں کو سرور — یہ باجے ہو گوناگوں کا جن کے ظہور
یہ آواز جس سے چلیں کاروبار — یہ سب میرے ہیں معجزے آشکار

(ناک)

کہا ناک نے کان سے واہ وا — مرے سامنے تیرا درجہ ہے کیا
میں ہوں جسم میں سارے چہرہ کی ناک — مرا جلوہ ہے حسن میں تابناک
میں ہر چیز کو سونگھ کر دوں بتا — جو ہو ناگوار اس کا میں دوں پتا
ہے تر قوتِ شامہ سے دماغ — مہکتا ہے مجھ سے یہ خانہ باغ
میں خوشبو و بدبو کا معیار ہوں — میں ہر ایک محفل میں سردار ہوں

(آنکھیں)

جو آنکھوں نے دیکھی یہ گفت و شنید — وہ بولیں کہ بس ہم ہیں شایانِ دید
کسی نے یہ اعجاز پایا نہیں — کسی کو یہ انداز آیا نہیں
ہمارے سبب سے زنان و رجال — مناظر کا قدرت کی دیکھیں جمال
نہ ہوں ہم تو تاریک ہو سب جہاں — طلسماتِ دنیا نہ ہوں یوں عیاں
نہ شکلوں کا انساں کو احساس ہو — نہ یہ قدرِ یاقوت و الماس ہو

(زباں)

زباں نے کہا سن چکی سب کی بات — دکھاؤں میں دن رات میں دن میں رات
میں ہوں رازِ نیچر کی کنجی عجیب — مجھے جانتے ہیں حکیم و ادیب
خبر میں نے دی وحی و الہام کی — بتائی خبر روم کو شام کی
یہ وید اور انجیل و قرآں تمام — ہوئے ذات سے میری یوں وقفِ عام
خبر ہر جگہ کی سناتی ہوں میں — جو گذرا جہاں وہ دکھاتی ہوں میں

علم

کہا علم نے میں ہوں دانائے راز — مجھی سے یہ ظاہر ہوئے سوز و ساز

عقل

کہا عقل نے میں ہوں نازِ بشر — ہوئیں حکمتیں مجھ سے سب جلوہ گر
اگر میں نہ ہوں تو کوئی دے نہ کام — ہے سب علم و حکمت کا مجھ سے نظام
رہی عقل کو سب پہ حاصل ظفر
نہ ہو عقل تو کچھ نہ سمجھے بشر

سب سے اچھا کام کرو:۔ دنیا عموماً اس شخص کی تعریف نہیں کرتی جو ایسا کام کرے کہ جسے پہلے کسی نے کرنے کی جرأت نہ کی ہو۔ بلکہ اس شخص کی تعریف کرتی ہے جو ایسے کام کو سب سے اچھا کرے کہ جسے دوسرے اچھا کرتے ہوں۔ (ٹی بی۔ مکالے)

سب سے شریف دل ہی سب سے زیادہ قانع ہوتا ہے۔
سپنسر

میں بڑا ہو کر کیا کام کروں گا

کچھ نہ کچھ ہنر سیکھنا ہی اچھا ہے

درزی۔ "تم تو در بدر پھرتے ہو۔ لیکن ہم بادشاہوں کی طرح اپنی دوکان کی گدی پر بیٹھے رہتے ہیں پیٹ جیسا ہم بھرتے ہیں ویسا ہی تم"۔

مداری۔ "مانا کہ تم کو گھر بیٹھے بٹھائے روزی مل جاتی ہے۔ لیکن یہ تو کہو کہ اگر آج لوگ کپڑے پہننا بند کر دیں تو تمہارا کیا حال ہو"۔

درزی۔ "ہائیں سچ مچ بھوکا ہی مر جاؤں۔ تمہارا تماشا اگر لوگ دیکھنا بند کر دیں تو پھر"

مداری۔ "ایک طرح کا نہ دیکھیں تو دوسری طرح کا سہی۔ یہ نہ سہی اور سہی۔ دلی نہ سہی لاہور سہی کہو یار کیسی کہی"۔

چند ماہ گذرے کہ اُن کے شہر میں قحط پڑ گیا۔

مداری۔ "میاں صاحب ایک آنہ روٹی کے لئے دلوا دو"

درزی۔ "ایسی کیا مصیبت آئی کہ مانگتے پھرتے ہو"۔

مداری۔ "جو مصیبت سب کے سر پر آئی ہے"

درزی۔ "واہ تمہاری کونسی زمین تھی کہ دانے نہیں ہوئے۔ تم کرتبوں والے آدمی تمہیں کال کا کیا ڈر"

مداری۔ میرے تماشوں کو آج کوئی نہیں دیکھتا۔ پیٹ میں روٹی نہ ہو تو تماشے کیسے"۔

درزی - ہمارے کپڑے تو سب بنتے ہیں - لوگ ننگے تھوڑا ہی رہ سکتے ہیں - یہ لو ایک آنہ یاد رکھو انسان کی ضروریات کے بہم پہنچانے والا ایک چھوٹا سا ہنر سیکھنا بہتر ہے ہزار چالاکی سے جو صرف عیش عشرت اور دل لگی کے کام آتی ہیں"۔

پیارے عزیزو تمہیں چاہیے کہ کچھ نہ کچھ ہنر ضرور سیکھو - جس سے دوسرے کا دست نگر نہ ہونا پڑے +

راقم بھورام نیّر - از آنند آشرم - لودیانہ

تیل کی تصویریں

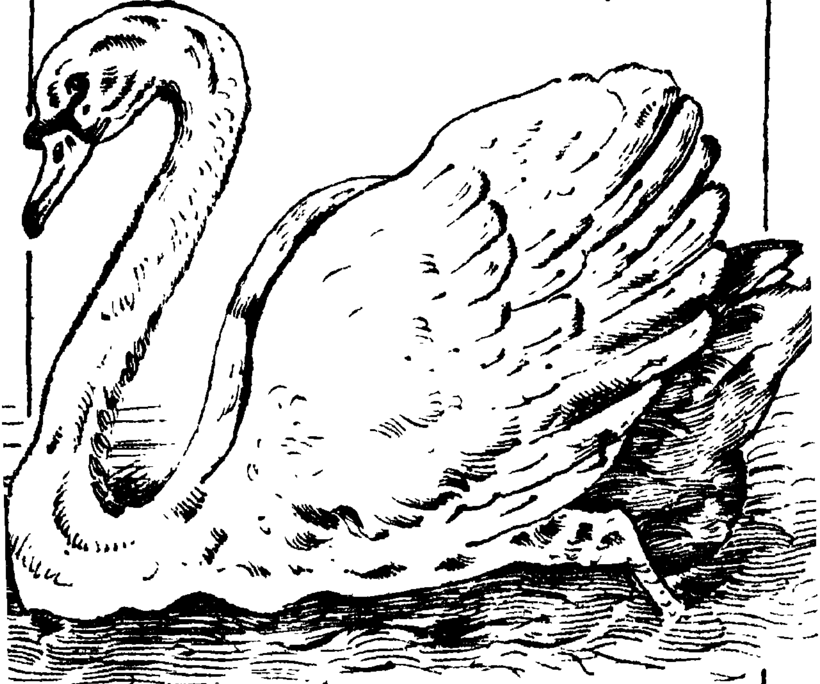
سب بچے تصویریں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں - مگر ایسے بہت کم ہیں جو خود تصویریں بنا سکتے ہوں - اے بچو - اگر تم چاہتے ہو - کہ تمہیں تصویریں بنانی آجاویں - تو میں تمہیں ایک ترکیب بتاتی ہوں -

ایک معمولی سفید کاغذ لیکر اس پر خوب تیل ملو اور مل کر اُسے کپڑے سے صاف کر ڈالو - ایسا کرنے سے کاغذ شیشے کی مانند شفاف ہو جائیگا - اس کاغذ کو کسی چیز پر رکھ کر سخت (H) پنسل سے اس کی تصویر اُتار لو - رفتہ رفتہ تم مشکل تصویریں بھی اُتارنے لگو گے - اور آخر کار معمولی کاغذ پر بھی بغیر دیکھے تصویریں بنالیا کرو گے

انگریزوں کے بچے اس کام کے لئے ایک قسم کی شیشے کی سلیٹ استعمال کرتے ہیں - مگر اُوپر کی بتائی ہوئی ترکیب سب سے اچھی ہے - سلیٹ اکثر ٹوٹ جاتی ہے - اور قیمتی ہوتی ہے - لیکن اس میں کوئی خرچ

نہیں پڑتا۔ اور اسے جب چاہیں بنا سکتے ہیں۔

مَیں نے ذیل کی تصویر اسی طریقہ پر بنائی ہے۔ اور اسی کے ساتھ کی دوسری تصویر صفحہ ۸ پر درج ہے +



راج ہنس

راقم

روشن آرا بانو (عمر ۱۳ سال) جماعت پنجم پاس

از کوئٹہ بلوچستان

روئے زمین کے باشندے

بھیل

جب آریہ نسل نے وسط ایشیا سے نکل کر ہندوستان پر حملے کرنے شروع کئے اور ہندوستان کے قدیم باشندے ان حملوں کی تاب نہ لا سکے تو جو مظلوم ان معرکوں میں بالکل نیست و نابود ہونے سے بچ رہے وُہ اپنی جان لیکر دکن اور وسط ہند کے ویران جنگلوں اور غیر آباد پہاڑوں میں جا بسے جہاں وُہ ابتک اپنی اُس پُرانی اور وحشیانہ حالت کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

انہیں فلک زدہ اور مفلوک الحال لوگوں میں سے ایک قوم بھیلوں کی بھی ہے جو کسی زمانہ میں بہ نسبت اپنی دیگر ہمسایہ اقوام کے اس ملک کے بہت بڑے حصہ پر حکمراں تھی۔ مگر گردشِ فلک نے انہیں اب بے دست و پا کر کے وسط ہند اور راجپوتانہ کے دشوار گذار جنگلوں میں محدود کر دیا ہے جہاں وُہ پہلے لوٹ مار سے اپنا پیٹ پالتے تھے مگر اب انگریزوں کی امن پسند حکومت کے زیر سایہ آ جانیکی برکت سے تمدن کے ابتدائی زینوں پر قدم رکھنے لگے ہیں۔ گو اب بھی اُن میں سے اکثر لوگ موقعہ پا کر لوٹ کھسوٹ میں مشغول اور ذرا سی اشتعالک سے آمادہ فساد ہو جاتے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ جو بھیل محض وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہیں وُہ دُبلے پتلے اور پریشان صورت نظر آتے ہیں لیکن جب وُہ شائستہ زندگی بسر کرنے لگتے ہیں تو بہت جلد تن و توش میں ترقی کر جاتے ہیں اور شکل و شباہت میں ہندوستان کے موجودہ باشندوں کے مشابہ ہو جاتے ہیں

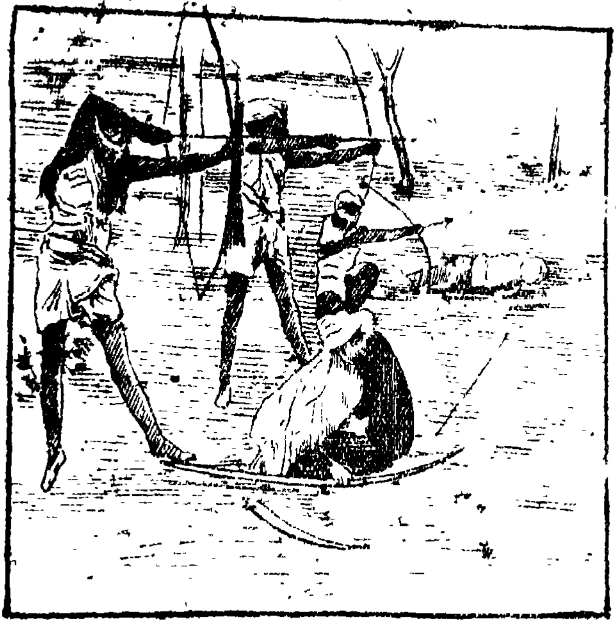
رنگت اُن کی سیاہ ہوتی ہے۔ اور یہ لوگ نہایت محنتی اور سخت جفاکش ہوتے ہیں
پہاڑی بھیل صرف ایک لنگوٹی باندھتے ہیں اور میدانی بھیلوں کے سر پر پگڑی
اور بدن پر کُرتہ بھی ہوتا ہے +

طبیعت ان کی ایسی سادہ ہوتی ہے۔ جیسے بچّوں کی۔ ذرا میں خوش
ہو جاتے ہیں اور ذرا میں بگڑ جاتے ہیں۔ کل کیا ہونیوالا ہے؟ اُس کی
مطلق پروا نہیں کرتے۔ دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اس کا مطلق علم نہیں
رکھتے۔ تجارت کے اصولوں سے بے خبر ہیں۔ زراعت کے قاعدوں سے
بھی پُوری طرح واقف نہیں۔ کھیت بنانا نہیں جانتے۔ یُونہی اِدھر اُدھر
سے زمین کو ذرا سا کھُرچ کر اس میں بیج بکھیر دیتے ہیں۔ اور اس میں پانی
تک پُوری طرح نہیں دیتے۔ بس اسی طرح وُہ جوار۔ باجرا۔ مکّی۔ گیہوں اور
چاول وغیرہ اپنے بو لیتے ہیں۔ جن پر ان کا گذارا ہے۔ وُہ بھیل جو ایسے
پہاڑوں میں رہتے ہیں جہاں زراعت نہیں ہو سکتی۔ درختوں کی جڑوں۔
پھلوں۔ کیڑوں۔ مکوڑوں اور مردار جانوروں پر زندگی بسر کرتے ہیں۔

مویشی اور بکریاں رکھنے کا اُن لوگوں کو بہت شوق ہے۔ ان میں سے
ہر ایک جانور کا یہ ایک نام رکھ دیتے ہیں اور جب اُسے اُس نام سے پکارتے ہیں
تو وُہ فوراً حاضر ہو جاتا ہے۔ ان مویشیوں کو یہ لوگ جب جنگلوں میں چرانے جاتے
ہیں تو اپنے تیر کمان ہمیشہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ جس سے وہ شکار بھی کھیلا
کرتے ہیں +

تیر کمان ان کا قدیم ہتھیار ہے۔ جس کے استعمال میں یہ مشّاق ہوتے
ہیں۔ جو لوگ امیر ہوتے ہیں۔ اُن کے پاس تلواریں اور بندوقیں بھی ہوتی ہیں۔
مگر عموماً سب کے سب تیر کمان سے ضرور مسلح رہتے ہیں۔ کمان بانس کی ہوتی

ہے اور لکڑی کے تیروں میں لوہے کی نوکیں لگی رہتی ہیں۔ تیروں سے یہ مچھلی کا بھی شکار کر لیتے ہیں۔ جانوروں کو بھی مار لیتے ہیں۔ اور آپس کی لڑائیوں میں بھی اس سے کام لیتے ہیں۔ ذیل کی تصویر میں اُن کی آپس کی لڑائی کی کیفیت دکھلائی گئی ہے۔



بھیلوں کی لڑائی

بھیلوں میں جب آپس میں کوئی فساد برپا ہو جاتا ہے تو پنچایت سے اس کا تصفیہ ہوتا ہے۔ جب معاملہ طے ہو جاتا ہے اور حکم سُنا دیا جاتا ہے یا ملزم کو سزا دیدی جاتی ہے تو ایک فریق دوسرے فریق کے ہاتھ پر تھوڑی سی شراب ڈال دیتا ہے۔ دُوسرا فریق یہ دُعا مانگ کر کہ اگر میں پھر اس فیصل شدہ معاملہ پر کوئی جھگڑا اُٹھاؤں تو سیتالا ماتا (چیچک کی دیوی) میرے سر پر آجائے اس شراب کو پی جاتا ہے۔ پھر اُس پہلے فریق کے ساتھ بھی یہی رسم برتی جاتی ہے

جس کے بعد پنچائت برخاست ہوتی ہے۔ قتل کی سزا جرمانہ قرار دی جاتی ہے اور جب تک یہ جرمانہ ادا نہیں کر دیا جاتا۔ قاتل و مقتول کے رشتہ داروں میں کشت و خون برابر جاری رہتا ہے۔ جادو پر انکا پکا اعتقاد ہوتا ہے اور جن پر جادوگر یا جادوگرنی ہونے کا انہیں احتمال ہوتا ہے۔ اُن سے یہ نہایت بدسلوکی سے پیش آتے ہیں۔ اور انہیں زندہ بہت کم چھوڑتے ہیں +

اُن کے ہاں شادی کی رسم برہمن ادا کرتا ہے اور بیوی عموماً مول لی جاتی ہے۔ بھیل عورتیں نہایت جفاکش ہوتی ہیں۔ چکی پیستی ہیں پانی بھر کر لاتی ہیں۔ بانس کی ٹوکری۔ سوپ۔ پٹاری۔ چلمن۔ پنکھے وغیرہ بنا کر شہروں میں لیجاتی اور بیچتی ہیں۔ بس اسی قدر تجارت انکو آتی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سا متفرق کام اور گھر کا کام کاج یہ عورتیں کرتی ہیں۔ زیور کا انہیں بہت شوق ہوتا ہے۔ سستا اور بکنے والا زیور اپنے اوپر لاد لیتی ہیں ہاتھ میں کندھوں سے لیکر کلائی تک اور ٹانگوں میں گھٹنوں سے لیکر ٹخنوں تک زیور پہنتی ہیں۔ ہاتھ اور پیر کی انگلیوں میں چھلے ہوتے ہیں اور ناک اور کان میں بہت سا بے ڈھنگا زیور لٹکتا رہتا ہے۔ ایک منہ دیکھنے کا چھوٹا سا آئینہ سینے پر پہنا ہوتا ہے۔ گلے میں گھنٹی پڑی ہوئی ہے اور سر پر ایک نوکدار چوک سا ہوتا ہے۔ لباس انکا صرف ایک کپڑا ہوتا ہے جسے یہ اپنے جسم سے لپیٹ لیتی ہیں۔

بھیل اپنی اولاد سے بہت شفقت کرتے ہیں اور انہیں بڑے شوق سے پالتے پوستے ہیں۔ مگر بیچارے اپنے افلاس سے مجبور ہیں جس کے باعث انکی اولاد کو بھی ابتدا ہی سے انہی کی طرح محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے۔

اُن کے رہنے کے جھونپڑے بالکل سادہ ہوتے ہیں۔ جن میں ایک سے

زیادہ کمرہ نہیں ہوتا۔ اُن ہی یہ مع اپنے مویشیوں کے رہتے ہیں۔ ان جھونپڑوں کو یہ لوگ پہاڑ کی چوٹیوں پر نہیں بناتے۔ بلکہ نشیب میں بناتے ہیں۔ جھونپڑے پاس پاس نہیں ہوتے بلکہ اُن کے درمیان میں اچھا خاصہ فاصلہ چھوڑ دیا جاتا ہے جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عورتیں آپس میں کسی وقت لڑنہ پڑیں۔ ان جھونپڑوں میں نہ کھڑکی ہوتی ہے نہ کوئی دھواں نکلنے کا راستہ۔ ان گھنے جنگلوں میں جن میں درندوں کا خوف ہوتا ہے جھونپڑے بارہ بارہ فیٹ بلند ستونوں پر بنائے جاتے ہیں اور اُنکی چھتیں ایسی نیچی رکھی جاتی ہیں کہ دیواروں کی ضرورت نہیں رہتی۔ اُن کے گھروں میں بس آسایش کا اسی قدر سامان ہوتا ہے:

تین چار مٹی کے گھڑے۔ چند مٹکے جن میں اناج وغیرہ رکھ لیا جاتا ہے۔ کچھ لوہے اور مٹی کے برتن۔ ایک چکی اور ایک بانسوں کا پالنا۔ سوتے یہ لوگ زمین پر ہیں۔

ان کے مذہب میں ان توہمات کا بہت اثر پایا جاتا ہے جو اُن کی طبائع میں جاگزین ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر ایک گانوں ایک ایک دیوی کی نگرانی میں ہے جو گانوں والوں کی حفاظت کرتی ہے۔ اس خیال سے وہ چند خاص خاص درختوں کے نیچے کچھ مٹی کے گھوڑے بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ تا کہ رات کے وقت دیوی ان گھوڑوں پر سوار ہو کر گانوں کا چکر لگا دے۔ اور انہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے دے۔ سال میں ایک روز سب مل کر کچھ اناج اور مکھن دیوی پر چڑھاتے ہیں۔ جس کا ثواب اُن کے عقیدے کے مطابق مُردوں کی ارواح کو پہنچتا ہے۔ مور کو یہ بہت مقدس جانور سمجھتے ہیں اور اس کا شکار نہیں کرتے بلکہ جو اُن کے سامنے آ سے مارے اُس سے لڑائی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ خدا نے ہفتہ میں سے ۱ ۲ دن میں زمین و آسمان اور چاند سورج

اور ستارے وغیرہ بنائے اور باقی کے ۳ ½ دن میں وُہ صرف مور کے بنانے میں مشغول رہا۔

شگون بھی یہ لوگ ذرا ذرا سی باتوں میں لے لیتے ہیں۔ اُن کے کتّوں کے کان کٹے رہتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ کُتوں کا کان ہلانا یہ بدشگونی میں داخل کرتے اور اس وجہ سے اُن کے کان کاٹ دینے کو مناسب سمجھتے ہیں تاکہ وُہ ایسی بدشگونی کے مرتکب ہی نہ ہو سکیں۔ چور اور ڈاکو بھی جب ذرا سی بدشگونی دیکھتے ہیں۔ ڈاکہ ڈالنے سے باز رہتے ہیں اور راستہ ہی سے واپس چلے آتے ہیں۔

بھیل اپنے سردار کے سچے وفادار ہوتے ہیں۔ قول کے اکثر صادق پائے گئے ہیں اور جب کُتّے کی یا جوار کے اناج کی قسم کھاتے ہیں یا اپنے بڑے بیٹے کے سر پہ ہاتھ رکھ کر قسم اُٹھاتے ہیں تو کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ گو مفلس ہوتے ہیں اور ہمیشہ مصائب میں گرفتار رہتے ہیں۔ مگر ناچ گانے کے از حد مشتاق پائے جاتے ہیں۔ مرد اور عورت ملکر ایک دائرے کی شکل میں ہو کر ناچتے ہیں۔ بیٹھ کر وُہ کبھی نہیں گاتے۔ جب گاتے ہیں تو ناچ کر یا چلکر یا فصل کاٹتے ہوئے گاتے ہیں۔

جن بھیلوں کی آمد و رفت شہروں میں ہوتی ہے وُہ کسی قدر مہذّب ہو جاتے ہیں۔ بھیلوں کا ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو راجپوتوں سے بیاہ شادی کرتا ہے اور جسے بھلالہ کہتے ہیں۔ یہ قوم اپنے آپ کو معمولی بھیلوں سے برتر سمجھتی ہے اور اُن کے ساتھ بیاہ شادی کرنے کو معیوب خیال کرتی ہے۔ بعض بھیلوں نے سرکاری فوج میں بھی ملازمت اختیار کرنی شروع کر دی ہے۔

اگلے صفحے میں ایک سرکاری پلٹن کے بھیل سپاہیوں کی تصویر دیکھ کر مندرجہ بالا ریمارک کی تصدیق ہوتی ہے کہ جب یہ لوگ شائستہ زندگی بسر کرنے

لگتے ہیں تو بہت جلد تن و توش میں ترقی کرجاتے ہیں اور شکل و شباہت میں ہندوستان کے موجودہ باشندوں کے مشابہ ہوجاتے ہیں +



میواڑ کی بھیل فوج کے سپاہی

ان کے متعلق ایک دلچسپ امر یہ بیان کیا جاتا ہی کہ گو انہیں اپنا تخت وتاج چھوڑے ہوئے صدیاں گذر چکی ہیں۔ تاہم یہ اب تک اپنی شوکت کی نسانہ کو یاد کرتے ہیں۔ آپس میں بیٹھ کر اگلے قصے بیان کرتے ہیں اور

یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اُن کے اگلے بادشاہوں میں ایک بادشاہ اُن کی حمایت کو آئیگا اور انہیں اس ذلت و خواری سے نکال کر پھر ان کو عروج پر پہنچائیگا +

بڑے دن کی تقریب پر اہل انگلستان کی فیاضی

یورپ میں بھی کیسے کیسے فیاض اور نیک لوگ بستے ہیں۔ ان میں انسانی ہمدردی اور بنی نوع انسان سے محبت کس حد تک بھری ہوئی ہے۔ بڑے دن کی تقریب میں جبکہ تمام عیسائی یورپ خوشیاں مناتا ہے۔ بعض رحمدل لوگ اپنے مفلس اور نادار بھائیوں کو بھی اپنی خوشی میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں کنگلوں کو لذیذ اور مکلف کھانے کھلاتے ہیں۔ کنگلے بچوں کو جو جاڑے کے موسم میں ننگے پاؤں پھرتے ہیں۔ بوٹ لیکر دیتے ہیں۔ لنڈن کے اخبار ایوننگ نیوز نے اس تقریب پر ہزاروں محتاج بچوں کو بوٹ لیکر دیئے ہیں۔ اخبار ٹروتھ ہر سال اُن بچوں کو جو ہسپتالوں میں بیمار اور محتاج ہوتے ہیں چندہ جمع کرکے کھلونے اور گڑیاں لیکر بھیجتا ہے۔ بیمار اور محتاج بچے ان کھلونوں کو دیکھ کر کیسے خوش ہوتے ہیں۔ ایک فیاض شخص ہر سال بڑے دن کو اخبار ٹروتھ کے معرفت دس ہزار چھ پنس کے سکے لوگوں میں تقسیم کرتا ہے۔ لارڈ روتھشیلڈ لنڈن گاڑی بانوں میں تحائف تقسیم کرتا ہے۔ اخبار ڈیلی اکسپریس اور پیرسنس ویکلی وغیرہ مفلس بچوں کے لئے چندہ جمع کرکے انہیں شہر سے باہر تازہ ہوا کھلانے کو لیجاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ سال کے شروع سے اخیر تک جاری رہتا ہے۔ پادری بائید کار نیٹر اپنے گرجا کے چھوٹے بچوں کو چائے کی پارٹیاں دیتا ہے۔

اوران کے لئے بڑے دن کا درخت بھی بہم پہنچاتا ہے۔ مشہور فیاض لیڈی برڈٹ کاوٹس غریب لوگوں میں گرم کپڑے تقسیم کرتی ہیں۔ اور بڑے دن کے کھانے کے ٹکٹ بھی دیتی ہیں۔ سر سکوائر بینکرافٹ مشہور ایکٹر ان دنوں میں کھیل دکھا کر ہزار ہا روپے جمع کر کے خیرات کے کام میں لگا دیتے ہیں۔ مسٹر بیون ہرافٹ مفلس اور نیم گرسنہ کنبوں کو بڑے دن کا کھانا بہم پہنچاتا ہے۔ سر ولیم ٹریلوار لنگڑوں اپاہجوں اور محتاجوں کو کھانا دیتا ہے۔ رگیڈ سکول یونین یعنے چیتھڑے پوش بچوں کے مدرسہ کی کمیٹی ایسے محتاج بچوں کو بڑے دن کی تمام خوشیاں بہم پہنچا دیتی ہے +

ننھے بچوں کا صفحہ

شرافت اسے کہتے ہیں

ولایت میں کسی ماں کا ایک اکلوتا بیٹا تھا جسے وہ دل وجان سے عزیز رکھتی تھی اور اس کی خوبیوں اور شرافت کو ہمیشہ اس کے باپ کے سامنے بیان کیا کرتی تھی مگر باپ ان تعریفوں کو مبالغہ سمجھا کرتا تھا۔ ایک روز لڑکا میدان میں فٹ بال کھیل رہا تھا کہ اتفاقاً گیند ایک کمرہ کی کھڑکی کے رنگین شیشے پر لگی اور وہ شیشہ ٹوٹ گیا۔ ماں کی نگاہ جب ٹوٹے ہوئے شیشے پر پڑی تو خفا ہو کر پوچھنے لگی"۔ یہ کس نے توڑ دیا"

لڑکا:۔ "یہ مجھ سے ٹوٹا ہے۔ لیکن میں نے اسے عمداً نہیں توڑا۔ گیند اوچٹ کر لگی ہے"

ماں:۔ "اچھا تم نے توڑا ہے۔ تو جب تمہارا باپ اسے دیکھیگا تو کیا کہوگے"

لڑکا:۔ "انہیں معلوم ہو بھی گیا۔ میں نے خود اس سے بیان کر دیا"

ماں۔ "بھلا کیونکر۔ کیا تم اپنا کھیل چھوڑ کر اُس کے دفتر میں اُسے یہ قصہ سنانے گئے تھے"؟

لڑکا۔ "نہیں اماں۔ میں دفتر نہیں گیا۔ میں نے یہیں سے بذریعہ ٹیلیفون اُسے سب کچھ سُنا دیا"۔

ماں نے پیار سے اپنے اکلوتے بیٹے کو چپٹا لیا اور اس کی اس شرافت پر بہت خوش ہوئی۔ باپ پر بھی یہ ثابت ہو گیا کہ ماں جو اس کی ہمیشہ تعریف کیا کرتی ہے وہ سچی ہوتی ہے اور اس میں مبالغہ ذرا بھی نہیں ہوتا۔

لڑکو! تم بھی اسی طرح نیک اور شریف طینت بننے کی کوشش کرو۔ جس سے تمہارے والدین کا سینہ ٹھنڈا ہوا اور لوگ تمہاری دُنیا میں عزت کریں۔

وقت کی قدر کرو

بات بچپن میں سُنی تھی ایک رات
کہہ رہا تھا کوئی مرد نیکذات

قدر کر تو وقت کی اے جانِ من
تا کہ حل ہوں ساری تیری مشکلات

خوب گذرے زندگی با عیش و ناز
اور ہوں واقع نہ تجھ پر حادثات

وقت کو تو جان مثلِ روپیہ
بات کہتا ہوں میں تجھ سے راست راست

جس طرح پیسہ چلا جائے مدام
وقت بھی ہے دوڑتا دن اور رات

بلکہ یہ ہے قیمتی پیسہ سے بھی
پیسہ مل سکتا ہے بعد از مصرفات

وقت لیکن مل نہیں سکتا کبھی
کوئی گر دیدے یہ ساری کائنات

عرض تم خادم کی سُنیو بالضرور
وقت جو کھوتا ہے کیا اُسکی حیات

(ا۔ ب۔ بلوچ)

بچّوں کی مجلس

دشمن کے لئے جان سحق ہونا

شاید آپ لوگوں نے اُن آدمیوں کا ذکر سُنا ہوگا جو اپنے دوستوں کے لئے گل جائیداد اور جان تک گنوا بیٹھتے ہیں۔ مگر مَیں آپ سے ایک ایسے نیک آدمی کا ذکر کرونگا جس نے کہ اپنی جان اپنے دشمن کے لئے قربان کر دی۔

کسی زمانہ میں بلجیم اور ہالینڈ۔ اسپین کے قبضہ میں تھے۔ شاہ فلپ دوم اس زمانہ میں اسپین کا بادشاہ تھا۔ وُہ بڑا سرگرم رومن کیتھلک تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سب آدمیوں کو رومن چرچ میں شامل ہونے پر مجبور کرنا خداوند تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کرنا ہے۔ اور وُہ ان لوگوں کو جو کہ اپنے اپنے مذہبوں کو چھوڑنے سے انکار کرتے تھے کافر کہا کرتا تھا اور انکو موت کے حوالے کرنا پسند کرتا تھا۔

شاہ فلپ نے سنہ ۱۵۶۷ء میں ڈیوک آف الوا کو گورنر کرکے بلجیم اور ہالینڈ بھیجا۔ ڈیوک اپنے بیرحم مالک کا فرمانبردار نوکر تھا۔ جس کی خوشی صرف اُن شخصوں کے مارنے پر منحصر تھی جو اس نئے مذہب سے انکار کرتے تھے۔ چونکہ کثرت سے لوگ اس کے عہد سلطنت میں مارے گئے تھے۔ اِس لئے اس بادشاہ کے حکومت کو پُرخطر کہا کرتے تھے۔ اور اُس کی مجلس کو ظالموں کی مجلس قرار دیا گیا تھا۔ مقتولوں میں سے ایک بیچارہ رومی بھی تھا جو عیسائی مذہب کا منکر تھا وُہ بیچارہ کئی بار اِس خوفناک مجلس کے سامنے پیش ہؤا اور بارہا دھمکایا گیا کہ اگر وُہ مذہب نہ تبدیل کریگا تو بہت سخت سزا پاویگا اور جلا دیا جاویگا۔ وُہ حراست

میں بھیجا گیا۔ اور اس کا کل اسباب ضبط ہو گیا۔ اور آخر کار موت کا حکم بھی اُسے دے دیا گیا۔ وُہ بیچارہ بیرحمی سے جیل میں پڑا پڑا اپنی آئندہ قسمت کے لئے سوچ رہا تھا۔ وُہ ابھی نوجوان تھا اُسکو اپنی زندگی عزیز تھی۔ اور آخر کار بہت سی بیکار کوششوں کے بعد اُس کو بھاگ جانے کا موقع ملا۔ اور اپنی جان لیکر بھاگا۔ بدقسمتی سے اُس کے دشمنوں کو اُس کے بھاگ جانے کی خبر ملی اور اس کا پیچھا ایک افسر نے کیا۔

راستہ میں ایک جھیل تھی۔ اور چونکہ نیا سال شروع ہو گیا تھا لہٰذا برف پر چلنا خطرناک ہو گیا تھا +

وُہ مفرور بیچارہ اس جھیل میں کود پڑا۔ اور برف پر دوڑنے لگا۔ برف پھٹ گئی اور پیروں تلے ہلنے لگی۔ لیکن وُہ اپنی جان کے بچانے کے لئے دوڑتا رہا۔ کیونکہ اُسے پختہ یقین تھا کہ اگر پھر پکڑا گیا تو بجز موت کے اُسے کچھ اور نصیب نہ ہوگا۔ اُسکو کنارہ نظر آنے لگا اور ہلتے ہوئے برف سے جھپٹ کر کنارہ پر آ گیا۔

لیکن یکایک ایک خوفناک آواز پیچھے سے آئی۔ جب اُس نے پیچھے پھر کر دیکھا تو افسر کو ٹوٹی ہوئی برف میں ڈوبتے دیکھا۔ اس جگہ پر بجز اس ملزم مفرور کے کوئی دوسرا اُس کے بچانے کے واسطے نہ تھا۔ وُہ افسر کو مرتے چھوڑ دیتا اور خود بھاگ جاتا۔ لیکن اس شخص کی تعلیم اچھی تھی۔ وُہ پھر ٹوٹی ہوئی برف پر دوڑا گیا۔ اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈالکر اپنے پیچھا کرنے والے کے پاس پہنچا اور اس کو زندہ کھینچ لینے میں کامیاب ہوا۔ اب دونوں ایک محفوظ جگہ پر پہنچ گئے۔ لیکن ایسے نیک کام نے بھی اس غریب کو موت سے نہ بچایا۔ افسر اس فیاضانہ بچاؤ سے اپنے بچانے والے کا شکر گذار ہوا۔ مگر اسکو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

کیونکہ یہ اس کا فرض تھا۔ شہر کا حاکم بھی اتفاق سے اسی وقت آگیا اور اس نے
گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ شاید افسر چھوڑ دیتا مگر اس حکم نے اسکو خوف زدہ کر دیا
اور اس نے خیال کیا کہ اسکا شکر گذار ہو کر چھوڑ دینا اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا
ہے۔ پس اس نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور ۱۶ مئی سنہ ۱۵۶۹ء کو اس بیکس کو
جلا کر بالکل خاک سیاہ کر دیا۔ اس مظلوم کی جان ظالم بادشاہ نے لے لی مگر اسکی
نیکی اور شہرت کو مطلق نہ گھٹا سکا *

راقم رام سرن نگم۔

اوڑان مچھلی

سمندر میں ایک اوڑان مچھلی رہتی ہے جسکو انگریزی میں (فلائنگ فش)
کہتے ہیں۔ وہ مچھلیوں کے مانند ہوتی ہے۔ لیکن برعکس اوروں کے اُڑتی
بھی ہے۔ جب اُڑتی ہے تو دو تین سو گز اوپر جاتی ہے اور جب اس کے پر
سوکھ جاتے ہیں۔ تو وہ سمندر میں اپنے پر گیلے کرنیکو اُتر آتی ہے جس کے
بعد وہ پھر اُڑ جاتی ہے۔ رات دن وہ اس طرح کیا کرتی ہے۔ عوام میں مشہور
ہے کہ اس نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ "اے خدا۔ تو میرے پر لگا دے"
جب خدا نے اس کے پر لگا دیئے۔ اور وہ اُڑی تو ایک شکاری پرند نے اوپر
سے اس پر حملہ کیا۔ جب وہ پھر سمندر میں آئی تو اس پر مگرمچھ جھپٹا۔ کیونکہ مگرمچھ
اس کے پر لگنا ناگوار گذرا تھا۔ چنانچہ وہ پھر اُڑی اور آخر کار اسی طرح اوپر نیچے
کی متواتر گردش سے عاجز آکر خدا کی جناب میں عرض کرنے لگی کہ یہ پر لے لئے
جائیں۔ خدا نے فرمایا "پہلے تو نے کیوں بے سوچے پر مانگ لیے۔"

اب واپس نہیں لئے جائینگے"۔ بے سوچے کچھ کر بیٹھنے کا ایسا ہی نتیجہ ہوتا ہے +

راقم محمد فیاض خاں از آگرہ

عجیب حسابی قاعدے

یہ چند عجیب قاعدے ہر مبتدی کو سیکھنے چاہئیں۔ س سے سوال اور ج سے جواب مراد ہے۔ یہ قاعدے تفریح کے کام بھی آسکتے ہیں۔

پہلا قاعدہ۔ اگر کسی عدد میں سے اُس کے ہندسوں کا مجموعہ تفریق کریں تو فرق ۹ پر پُورا پُورا تقسیم ہوجائیگا۔

مثلاً ۶۰ و ۲۰۰ و ۸۰۰ عمل = ۶۰ کا مجموعہ = ۶ = ۶۰ - ۶ = ۵۴ ÷ ۹ = ۶ جواب۔

عمل نمبر ۲ = ۲۰۰ کا مجموعہ = ۲ = ۲۰۰ - ۲ = ۱۹۸ ÷ ۹ = ۲۲ جواب

عمل نمبر ۳ = ۸۰۰ کا مجموعہ = ۸ = ۸۰۰ - ۸ = ۷۹۲ ÷ ۹ = ۸۸ جواب

دوسرا قاعدہ۔ اگر کوئی عدد اور اس کے ہندسوں کا مجموعہ ۹ پر تقسیم ہوجاوے تو باقی دونوں کا برابر بچے گا۔

مثلاً ۴۹ ÷ ۹ = ۵ جواب باقی ۴/۹ اسی طرح (یا اسلئے) (واضح ہو کہ اس طرح یا اسلئے کے لئے یہ ∴ علامت ہے) (∴) = ۴۹ کا مجموعہ ۱۳ = ۱۳ ÷ ۹ = ۱ جواب ۴/۹ باقی +

تیسرا قاعدہ۔ اگر کسی عدد کو ۲ سے ضرب دیا جائے اور حاصل ضرب میں ۱۶ جمع کئے جائیں اور حاصل جمع کو ۲ پر تقسیم کریں اور خارج قسمت میں اصلی عدد

تفریق کیا جائے تو ۸ باقی رہینگے مثلاً ۵ و ۱۰ و ۲۰ و ۱۰۰۰

پہلا عمل = ۵ × ۲ = ۱۰ + ۱۶ = ۲۶ ÷ ۲ = ۱۳ - ۵ = ۸

دوسرا عمل = ۱۰ × ۲ = ۲۰ + ۱۶ = ۳۶ ÷ ۲ = ۱۸ - ۱۰ = ۸

تیسرا عمل = ۲۰ × ۲ = ۴۰ + ۱۶ = ۵۶ ÷ ۲ = ۲۸ - ۲۰ = ۸

چوتھا عمل = ۱۰۰۰ × ۲ = ۲۰۰۰ + ۱۶ = ۲۰۱۶ ÷ ۲ = ۱۰۰۸ - ۱۰۰۰ = ۸

تم اپنے کسی دوست سے کہو کہ وہ اپنے دل میں کوئی رقم یا کسی چیز کے اعداد (مثلاً لیمو - نارنگی وغیرہ) لیلے اور اسی قدر کسی اپنے دوست کے بھی لیلے پھر تم خود اسے کچھ اعداد بتلا دو - اور اُس سے کہو کہ - اپنے اور اپنے دوست کے اعداد میں تمہارے اعداد بھی جمع کرے پھر حاصل جمع کو ۲ پر تقسیم کرے اور خارج قسمت میں سے دوسرے کے اعداد گھٹا دے پس تم حاصل تفریق بتا سکتے ہو جو تمہاری رقم کا نصف ہے ؎

اے میرے پیارے بھائیو! اس قاعدہ سے دو باتیں تم کو معلوم ہو جائینگی اوّل تو تمہیں ایک مشغلہ دل بہلانے کو مل جائیگا جو علاوہ دلچسپ ہونے کے ایک علمی مشغلہ بھی ہے - دوم پریکٹس (مشق) کرنے سے تمہیں چھوٹی چھوٹی رقموں کے ضرب کرنے کی مشق ہو جائیگی -

تمثیل:- عمر و بکر و زید گویا تین دوست ہیں -

عمل ۱- اب فرض کرو کہ بکر نے اپنے و زید کے دس دس روپیہ دل میں لے لئے اب عمر کہتا ہے کہ میری بھی ۲۰ روپے لے لو - خیر وہ بھی لے لئے گئے - اب تینوں کے روپئے ۱۰ + ۱۰ + ۲۰ = ۴۰ ہوئے - مندرجہ بالا طریقہ سے ۴۰ ÷ ۲ = ۲۰ - ۱۰ = ۱۰ حاصل ہوگا جو زید کی رقم کا نصف ہے -

عمل ۲- ا کے ۱۰۰ - ب کے بھی ۱۰۰ - اور ج کے ۴۰۰ (واضح ہو کہ ج سوال کرنیوالا ہے) اب ۱۰۰ + ۱۰۰ + ۴۰۰ = ۶۰۰ ÷ ۲ = ۳۰۰ - ۱۰۰ = ۲۰۰ (ج کی رقم کا نصف) -

چوتھا قاعدہ۔س کونسا عدد دو پر پُورا تقسیم ہوسکتا ہے ج ہر عدد دو پر پُورا تقسیم ہوسکتا ہے جسکے داہنے طرف کے دو ہندسوں سے کوئی عدد جفت یا صفر ہووے مثلاً ۲۰ و ۵۴ و ۳۹۶۰۔

پانچواں قاعدہ۔س کونسا عدد ہے جو تین پر پورا تقسیم ہوسکتا ہے ج وہ عدد تین پر تقسیم ہوسکتا ہے جس کے ہندسوں کا مجموعہ تین پر پُورا تقسیم ہوجائیگا مثلاً ۳۹۶۰۔

چھٹا قاعدہ۔س کونسا عدد ۴ پر پُورا تقسیم ہوسکتا ہے ج ہر عدد ۴ پر پُورا تقسیم ہوسکتا ہے جس کے داہنے طرف کے ہندسوں سے ایسا عدد بنا ہو جو ۴ پر پورا تقسیم ہوجائے مثلاً ۳۹۶۰۔

ساتواں قاعدہ۔س کونسا عدد ۸ پر پُورا تقسیم ہوجاتا ہے ج وہ عدد آٹھ پر پُورا تقسیم ہوسکتا ہے جس کے داہنی طرف تین ہندسوں سے ایسا عدد بنا ہو جو ۸ پر پورا تقسیم ہوجائے مثلاً ۲۰۰ و ۴۰ وغیرہ۔

آٹھواں قاعدہ۔س۔کونسا عدد ۵ پر پُورا تقسیم ہوسکتا ہے۔ج ہر عدد ۵ پر پُورا تقسیم ہوسکتا ہے جس کی اکائی کے درجہ کا (پہلا عدد) ۵ یا صفر (۰) ہو مثلاً ۳۹۶۰۔

نواں قاعدہ۔س۔کونسا عدد ۹ پر پُورا تقسیم ہوسکتا ہے ج وہ عدد ۹ پر تقسیم ہوسکتا ہے جس کے کل اعداد کا مجموعہ ۹ پر پُورا تقسیم ہوجاوے مثلاً ۳۹۶۰

دسواں قاعدہ۔س کونسا عدد ۱۰ پر پُورا تقسیم ہوتا ہے۔ج ہر عدد ۱۰ پر پُورا تقسیم ہوسکتا ہے جس کی اکائی میں صفر ہو۔

گیارھواں قاعدہ۔س کونسا عدد ۱۱ پر پُورا تقسیم ہوجاتا ہے۔ج ہر عدد ۱۱ پر پُورا تقسیم ہوسکتا ہے جس کے جُفت وطاق عددوں کا مجموعہ

برابر ہو یعنی اگر دونوں عددوں کو تفریق کیا جائے تو طاق و جفت برابر ہو مثلاً

۳۹۶۰ -

واضح ہو کہ جمع کی علامت + مثبت اور نفی کی علامت - نفی اور ضرب کی علامت × مضروب و تقسیم کی علامت ÷ منقسم اور چونکہ کی :. اور اس لئے کی :. علامت ہے ÷

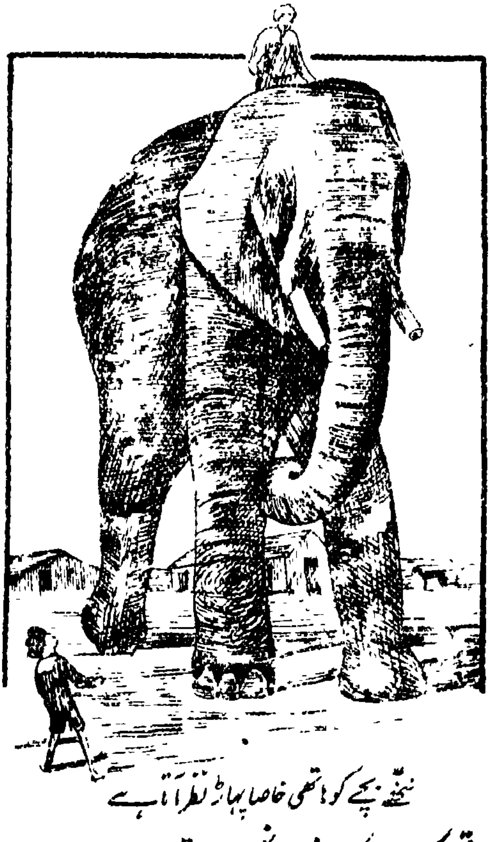
راقم سید محمد ساجد رضا رضوی فہیم اکبرآبادی
(عمر ۱۰ سال)

جُزدان

نظر کا دھوکا

بعض لوگ تعجب کرتے ہیں کہ بچے قدآور حیوانات کو دیکھ کر کیوں اس قدر حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اُن سے کیوں اس قدر ڈرتے ہیں؟ تم کو یاد ہوگا کہ جب تم بہت چھوٹے تھے تو ہاتھی تم کو کتنا بڑا معلوم ہوتا تھا۔ مگر اب وہ اتنا بڑا نہیں معلوم ہوتا۔ اس کی ٹانگیں درخت کے تنے کے برابر معلوم ہوتی تھیں۔ اس کا دھڑ مثل ایک پہاڑ کے معلوم ہوتا تھا۔ اور اس کا سر ایک چٹان کا ٹکڑا نظر آتا تھا۔ لیکن جوں جوں تم بڑھتے گئے۔ ہاتھی کے اتنے بڑے ہونے کا خیال تمہارے دل سے دُور ہوتا گیا۔ اور آخر کار جب تم پختہ عمر کو پہنچو گے تو تمہیں صرف اسی قدر خیال رہجائیگا کہ اس کی قیمت ۳۰ یا ۴۰ ہزار روپیہ ہے جو بہت بڑی رقم ہے۔ یہ عمر کا تقاضا ہے کہ معمولی

جوں جوں وہ بڑھتی جاتی ہے ہر ایک چیز اپنی اصلی حالت میں نظر آتی جاتی ہے ۔



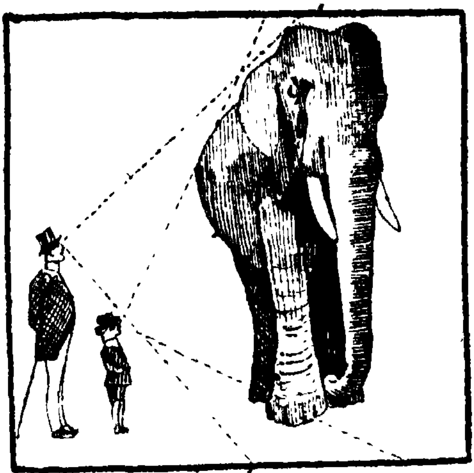
ننھے بچے کو ہاتھی خاصا پہاڑ نظر آتا ہے

اور اس میں کسی قسم کا دھوکا یا فریب نہیں رہتا ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچوں کو چیز کیوں بڑی نظر آتی ہے ۔ مفصلہ ذیل تصویر سے ظاہر ہوگا ۔ کہ جب بچہ تین چار برس کا ہوتا ہے تو اُسے جو چیز جتنی بڑی دکھائی دیتی ہے اتنی بڑے ہونے پر نظر نہیں آتی جو صرف نظر کا دھوکا ہے ۔

دیکھو! کہ چار برس کا تین فٹ لڑکا اس جانور کو اور ہی نظر سے دیکھتا ہے مگر ساڑھے پانچ فٹ اونچا آدمی اُسے دوسری نظر سے دیکھیگا ۔

اور یہی باعث ہے کہ بچے چڑیا خانہ جانے پر اصرار کرتے ہیں۔ جہاں بڑے



چھوٹے بچوں کو ہاتھی کی شکل ایسی نظر آتی ہے

بڑے جانور مثلاً اونٹ۔ ہاتھی۔ زرافہ وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان جانوروں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں اور اس میں خاص دلچسپی لیتے ہیں اگر یہ جانور ہمیں بڑی عمر میں جا کر بھی ویسے ہی پہاڑ کی مانند دکھائی دیں تو ہم تھیٹر کے بجائے چڑیا خانوں میں جانے کا شوق ظاہر کریں۔ کیونکہ [illegible] اس صورت میں کوہ پیکر ڈیل ڈول والے جانور ہماری دلچسپی کا باعث ہوتے اور ہمارا جی بار بار انہیں دیکھنے کو چاہتا۔

اگر بڑے آدمی بچوں کا سا قد اختیار کریں یعنی ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل جھک کر ان جانوروں کو دیکھیں تو شاید بچوں کی مانند اُن کو بھی یہ جانور بڑے نظر آئیں۔ لوگوں میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ اس کا امتحان کرنے کے لئے ایسی حرکت اختیار کریں۔ لیکن اگر کوئی چڑیا خانہ میں جا کر ایسا کرے تو [illegible] نظارہ دکھائی دیگا۔

ان تصاویر کو دیکھ کر بعض لوگ ہنسینگے اور کہیں گے کہ یہ کسی افیونی کی وہمی تصاویر ہیں - مگر وہ غلطی پر ہیں - کیونکہ یہ تصاویر اصلی ہیں -

اگر بچوں کی آنکھوں سے یہ حیوان دیکھے جائیں - تو اتنے ہی بڑے بڑے دکھائی دینگے - اُن کی نظر اور انکے قد و قامت میں ہماری نظر اور ہمارے قد و قامت سے بہت زیادہ اختلاف ہے -

بچے اگر ان جانوروں سے تین فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر انکی طرف دیکھیں تو یہ حیوانات درحقیقت اتنے ہی بڑے بڑے نظر آئینگے -

اگر تم زمین پر لیٹ جاؤ اور کسی گھوڑے کو دیکھو - تو تم کو گھوڑا ایک خوفناک اور ڈراونا جانور نظر آئیگا - حالانکہ گھوڑا ہاتھی کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹا جانور ہے -



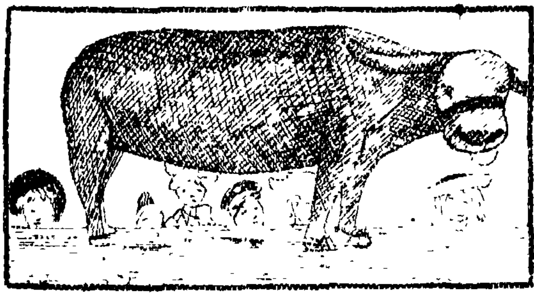
چھوٹے بچوں کو زرافہ اور بھی بڑا نظر آتا ہے

بچوں کی نگاہیں بہ نسبت بڑوں کے زیادہ نشیب سے پڑتی ہیں - کیونکہ ان کے قد چھوٹے ہوتے ہیں - اگر کوئی بڑا آدمی بھی اُس طرح نشیب سے اپنی نظر کسی جانور پر ڈالے تو مثل بچوں کے جانور اُسے بہت بڑے بڑے نظر آئینگے -

کسی چڑیا گھر میں کوئی بڑا آدمی جا کر مثل بندر کے یا کسی چوپائے کی مانند ہو کر جانوروں کو دیکھے تو ہاتھی نہایت عجیب نظر آئے گا - اور زرافہ کو دیکھ کر انسان بہت خائف ہو جائے گا - زرافہ کی

ٹانگیں دو متوازی خطوط کی مانند نظر آئینگی۔

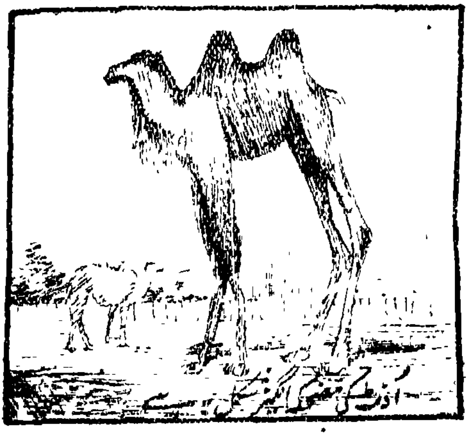
دریائی بھینسا بچوں کو بہت ہی قوی ہیکل اور بھیانک جانور دکھائی دیتا ہی کوئی تعجب نہیں۔ اگر ایسے خوفناک جانوروں کو بچے دیکھ کر خواب میں بھی



یہ بھینسے کی کوئی نئی قسم نہیں ہی۔ بلکہ چھوٹے بچوں کی نظر میں یہ جانور ایسا معلوم ہوتا ہی

چونک چونک اٹھتے ہوں۔ یا اندھیرے کمرہ میں جانے سے ڈرتے ہیں۔

اونٹ بھی ذرافہ کی مانند ہوتا ہے۔ جس کی ٹیڑھی پتلی لمبی ٹانگیں عجیب قسم



اونٹ کی تعجب انگیز شکل ہے

کی نظر آتی ہیں۔ گردن ٹیڑھی اور خمدار بڑے بڑے کوہانوں میں چھپ جاتی ہی۔

ان تمام باتوں پر خیال کر کے بچوں کا بعض جانوروں کو دیکھ کر ڈر جانا کوئی تعجب کی بات نہیں +

نوبہار

مرزا ہادی علی صاحب کے پر لطف کلام سے ناظرین خوب واقف ہیں۔ مرزا صاحب نے ایک نظم "نوبہار" کے نام سے لکھی ہے۔ جو شام اودہ پریس میں شائع ہوگئی ہے۔ شاعری کے پیرایہ میں جس خوبی و دلاویزی کے ساتھ دلی جذبات کا نقشہ کھینچا گیا ہے محتاج بیان نہیں ہے۔ اسکا ایک چھوٹا سا حصہ سید امین الحسن صاحب ضوی حیدرآباد دکن سے بچوں کے اخبار کے لئے ارسال فرماتے ہیں۔ جسے شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے

متصل اس باغ کے تھا مدرسہ کا رہگذر
دیکھتا کیا ہوں کہ لڑکے ہیں سوئے مکتب رواں
بالے بھولوں کی توجہ ہے دبستاں کی طرف
کہتی تھی طفلی ابھی مکتب کے لائق سن نہیں
چھوٹے چھوٹے قد یہ کہتے تھے ہمیں پڑھنے تو دو
رحم نرمی کی سفارش کرتا ہے استاد سے
اپنا جلوہ اے عروس علم دکھلا دے انہیں
دہریوں کے دام میں لا لاتا ہے فطرت انہیں
یا خدا پہلا سبق انکو پڑھا دے یہ ادب
تیرہ بختی تیرا کالا منہہ کہیں کافور ہو
قابلیت میں کوئی اچھا کوئی خلقت میں نیک
کچھ سوار آئے تھے اکثر اہل دولت کے پسر
کوئی بگھی پر سوار اور کوئی یابو پر سوار

اتفاقاً اس طرف بھی جا پڑی اپنی نظر
دل یہ بول اٹھا کہ دیکھ ان نونہالوں کا سماں
پھر گیا پھولوں کا رخ گویا خیاباں کی طرف
مصلحت چلا رہی تھی کھیلنے کے دن ہیں
اور زمانہ کا اشارہ تھا انہیں پڑھنے تو دو
عقل کہتی ہے بچانا جہل کی بیداد سے
عاشقوں میں اپنے اے تحقیق لکھوا دے انہیں
قید مذہب سے نکلنے دے نہ اے حکمت انہیں
با ادب ہے با نصیب اور بے ادب ہے بے نصیب
بیدلی اللہ تو انکے دلوں سے دور ہو
خوبصورت تھا کوئی ان میں کوئی سیرت میں نیک
ساتھ لاتے تھے وہ اسباب تنعم مختصر
ساتھ تھا انکے مددیاں پہنچو ملازم تین چار

خاصداں اور اک خاصہ تھا کسی کے ساتھ ساتھ ۔ دوڑتے جاتے تھے خادم پالکی کے ساتھ ساتھ
جلوہ گر شانِ امیری خلعتِ زرتار سے ۔ بلکہ انکی طرزِ سیر رفتار سے گفتار سے
کوئی آیا تھا دکھانے بابِ جاہ و حشم ۔ کوئی ماں سی کر کے ضد لایا تھا کچھ دام و درم
کچھ اکیلے روح تھی جنپر فدا ماں باپ کی ۔ گھر سے لیکر ساتھ آئی تھی دعا ماں باپ کی
خالی ہاتھ آئی تھی مکتب گھر میں اک پائی نہ تھی ۔ باپ نوکر تھا کہیں تنخواہ بھی پائی نہ تھی
شوق پڑھنے کا تو تھا تقدیر گو اچھی نہ تھی ۔ بھیگتی تھیں سب کتابیں پاس چھتری بھی نہ تھی
کہتی تھی امید انہیں چشمِ حقارت سے نہ دیکھ ۔ درد کچھ بھی تیرے دل میں ہو تو نخوت سے نہ دیکھ
اکثر انمیں دولتِ علم و ہنر لیجائینگے ۔ گھر سے بھوکے آئے ہیں پر سیر ہو کر جائینگے
کیا عجب ہے یوں باغِ عالم میں یہ پودے ہوں نہال ۔ دھو چکا ہے ابرِ رحمت گردِ کلفت بار بار
بیکسی پر انکے اے ناداں ترس کھانا چاہیے ۔ رحمتِ حق کو بھی آخر بہانا چاہیے
ہم نے دیکھا بستے بستے شہر اکثر بس گئے ۔ ہم نے دیکھا ہنستے ہنستے سینکڑوں گھر بس گئے
ان غریبوں میں بہت سے صاحبِ اقبال ہیں ۔ نقد استعداد ہے قبضہ میں مالا مال ہیں
دیکھنا اوجِ شرف پر جلوہ گر ہو جائینگے ۔ یہ ستارے ایک دن شمس و قمر ہو جائینگے
ان غریبوں میں کوئی نقادِ علم و فن نہ ہو ۔ بو علی سینا نہ ہو ان میں کوئی بیکن نہ ہو
دیکھنا اللہ کی ذرہ نوازی دیکھنا ۔ انمیں سے نکلیگا کوئی فخرِ رازی دیکھنا
سرِ حکمت جو خفی ہے وہ جلی ہو جائیگا ۔ ان میں سے پیدا کوئی ہابنجکی ہو جائے گا
ایک دن یہ صاحبِ علم و عمل ہو جائینگے ۔ سینکڑوں مشکل مسائل ان سے حل ہو جائینگے
کیا عجب انمیں مجدد یا مدقق کوئی ہو ۔ شاید علامہ ہو ان میں یا محقق کوئی ہو
جوہرِ فنِ سخن شاید کسی کے پاس ہو ۔ تم کو ناداں کیا خبر ہے انمیں کالیداس ہو
رودکی انمیں نہ ہو دیکھو کوئی چاسر نہ ہو ۔ ان پھٹے کپڑوں میں فردوسی نہ ہو ہومر نہ ہو
کیا کوئی بھی صاحبِ علم و ذکا ان میں نہیں ۔ کیا خبر تجھ کو معلم تیسرا ان میں نہ ہو

دیکھنا اللہ کی قدرت یہ کیا ہو جائینگے ۔ چار دن میں ملک کی حاجت روا ہو جائینگے
کیا تعجب قوم کے حامی یاوران میں ہوں ۔ کیا تعجب ڈوبتی کشتی کے لنگر انہیں ہوں
ماں کا ارماں باپ کی حسرت ہے انکی ساتھ ساتھ ۔ بلکہ ساری قوم کی عزت ہے انکی ساتھ ساتھ
محسن کے یہ امید کی باتیں جو دل میرا بڑھا ۔ سلسلہ میرے تصور کا بھی انکی ساتھ تھا
نادرِ مکتب مجھے ذوق تماشا لے گیا ۔ بلکہ اس سے بھی کچھ آگے اور سودا لے گیا
پھر میں دارالعلم پہنچا اور لندن تک گیا ۔ توسن فکر اس قدر دوڑا کہ آخر تھک گیا

قسمت اور ناموری کے نادر وسائل

اس بات سے بہت کم آدمی ناواقف ہونگے ۔ کہ مسٹر اسکوتھ کی پولیٹیکل عزت اور شہرت اس وقت سے شروع ہوئی تھی ۔ جبکہ وہ ایٹی کلب میں مسٹر گلیڈسٹون کے پاس بیٹھے انکو اپنی تقریر کی فصاحت و بلاغت سے حیران اور خوش کر رہے تھے ۔ فرانسیسی وزیر صیغہ خارجہ کی شہرت اس لمحہ سے شروع ہوئی تھی ۔ جبکہ اس نے ایک ہمراہی مسافر کے منہہ سے چرٹ لیکر گاڑی سے باہر پھینکدیا تھا ۔ کیونکہ اس کے دھوئیں سے ایک لیڈی کو ناحق تکلیف پہنچ رہی تھی ۔ اس لیڈی نے کچھ مدت بعد اس بہادر شخص سے شادی کر لی اور اپنی کل دولت اس کے حوالے کر دی

اس سے پیشتر ایک وزیر فرانس کی ترقی صرف اسی باعث سے ہوئی تھی کہ صرف وہی ایسا شخص تھا ۔ جو لوئیس چہار دہم کو انٹا کھیلنے میں مغلوب کر سکتا تھا ۔ لیکن وہ ایسا ظاہر کرنے کی کبھی خواہش نہیں کرتا تھا ۔ ڈیوک ڈی لیونز نے جو ترقی کی ۔ وہ نہایت عجیب اور اتفاقی تھی ۔ وہ دراصل دہقانی نسل سے تھا اور چڑیاں پکڑنے میں عجب مہارت رکھتا تھا ۔ چونکہ طفل مزاج لوئیس سیز دہم کو

جانور پکڑنے میں بڑی دلچسپی تھی۔ اس لئے اُس نے دہقان کو اپنے دربار میں
بلایا۔ اُس نے دربار میں وہ عزت حاصل کی۔ اور یہانتک ترقی کی کہ ڈیوک کا خطاب
حاصل کر کے خود مختاری کی حالت میں رہنے لگا۔ لارڈ ملنر جو پہلے ایک گمنام سے
ایڈیٹر تھے۔ اچانک ایک جلسہ کے بعد جو مسٹر گوشن کے لئے کیا گیا تھا۔ پرائیویٹ
سکرٹری بنگئے۔ یہ ان کی پہلی ترقی تھی۔ جو بعد کی انکی بڑی بڑی ترقیوں کا
باعث ہوئی اور عجیب اتفاق وہ تھا۔ جبکہ کسی ریلوے سٹیشن کے افتتاح کے
موقعہ پر ایک میجر کی لڑکی یکایک ڈچز ہو گئی۔

پھولوں کے حروف

ممالک یورپ میں فن باغبانی نے بیحد وحساب ترقی کی ہر
طرح کے پھول اور نئی نئی شکل کے پتے اور پھل مختلف پودوں کو
پیوند لگا کر یا تخم عمدہ سے عمدہ چھانٹ کر پیدا کرتے رہتے ہیں۔ پھولوں
کھلتے ہیں۔ حال میں ایک باغبان نے اپنے پودوں کی ٹہنیوں کو ایسی شکل
میں تیار کیا ہے کہ اُن سے
انگریزی زبان کے حروف کو لفظ
تیار ہوتے ہیں۔ مثلاً اس تصویر میں
تین گملے رکھے ہوئے ہیں۔ ہر گملے میں
پودے کی ٹہنیوں سے ایک ایک حرف
MAY یعنے ۲ A.M
بنتا ہے۔ واقعی کیسی دلچسپ کاریگری ہے۔



قیمت سالانہ معہ محصولڈاک دو روپے چھ آنے - قیمت فی پرچہ ۳ر

بچوں کا اخبار



نمبر ۳۳

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۵ء

مرتبہ منشی محبوب عالم

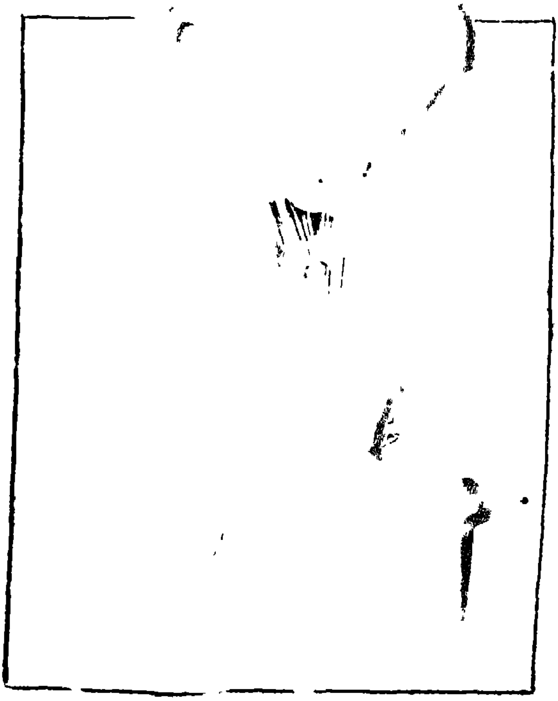
ایڈیٹر پیسہ اخبار

لاہور

کارخانہ پیسہ اخبار کے خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی عبدالعزیز منیجر نے چھاپکر شایع کیا

حیوانات پرند کے حالات کا سلسلہ

۲۸- حبش کا بربط پرند



یہ جانور برِ اعظم افریقہ اور ایشیا میں جاپان تک پایا جاتا ہے۔ یہ بہت وحشی مزاج ہوتا ہے۔ اور صنوبر کی قسم کے درختوں پر آشیانے بناتا ہے۔ اور بڑے زور شور کی تیز آواز نکالتا ہے۔ اس کی خوراک عموماً بھنگے حشرات الارض اور مینڈک ہیں۔ خدا نے اُسے لباس کیسا خوبصورت دیا ہے۔ اور پھرتی اسکی ہر حرکت سے ظاہر ہوتی ہے۔ انگریزی زبان میں اسے "ابی سینیئن رولر" کہتے ہیں۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

ابراہیم لنکن

ایک غریب لڑکا جو اضلاع متحدہ امریکہ کا نہایت دانشمند پریسیڈنٹ بنا

ہونہار بچو! تم کو ابراھیم لنکن کے مختصر حالات سنائے جاتے ہیں۔ ابراھیم لنکن ابتدا میں ایک معمولی خاندان کا غریب لڑکا تھا۔ جو محض اپنی ذاتی جفاکشی و استقلال اور درجہ بدرجہ مستقل تدبیرات سے ترقی کے درجے طے کرتا ہوا عالیشان پریسیڈنٹ کے درجہ پر پہنچ گیا۔ جس کو امریکہ کا بادشاہ سمجھنا چاہیے۔ پس اگر تم بھی جفاکشی۔ ہمت مردانہ۔ استقلال اور دانشمندی سے کام لو تو کوئی وجہ نہیں کہ کسی کام کی کامیابی میں اعلیٰ درجہ حاصل نہ کرو۔

(خاندان)

ابراہیم لنکن بہت غریب آدمی تھا۔ سنہ ۱۷۸۰ء میں اس کا دادا کنٹکی میں آکر آباد ہوا۔ کنٹکی کی زمین کی قیمت چاندی سونا نہیں بلکہ انسانی گوشت پوست اور قیمتی خون سے ادا کی گئی تھی۔ ابراہیم لنکن کے دادا کو اس غیر آباد علاقہ میں آباد ہونے میں بڑی مصیبت پیش آئی۔ اور آخر کو وہاں کے ایک وحشی ہمسایہ نے اس بیگناہ کو اپنی بندوق کا نشانہ بنایا۔ اس ناگوار حادثہ پر اس کا چھوٹا بیٹا اپنے باپ کی لاش کے پاس بیٹھا۔ اور منجھلا بیٹا گاؤں والوں کو خبر کرنے گیا۔ اور بڑا لڑکا گھر جاکر بندوق لایا اور اس سے اس سفاک وحشی کا کام تمام کیا جس نے اس کے باپ کو مارا تھا۔

وُہ ڈیوڈ ٹرن ہم کے پاس جایا کرتا تھا جو شہر کا کوتوال تھا۔ وہاں وُہ انڈیانہ کے ترمیم شدہ قواعد پڑھا کرتا تھا۔ اور بعض کتابوں کے نوٹ لکھ لاتا تھا۔ جُوں جُوں وُہ بڑا ہوتا گیا قد میں بھی ترقی کرتا گیا۔ حتّٰی کہ وُہ چھ فیٹ اُونچا پورا مشیّن اور قوی ہیکل جوان ہوگیا۔ لنکن کُلہاڑے چلانے کے کام میں بڑا اُستاد تھا۔ اور وُہ ہمیشہ غریبوں علیل و مسکینوں کی خبرگیری اور تیمارداری کیا کرتا تھا۔ بعد چندے اُس نے مختلف مجمعوں اور جلسوں میں تقریر کرنا شروع کی۔ اور یہ نہایت فصیح البیان اسپیکر بن گیا۔ لوگ اُس کی تقریر سننے کے مُشتاق رہنے لگے۔

(عالمِ شباب)

سنہ ۱۸۳۱ء میں ابراہیم لنکن دریائے مسیسپی کی راہ سے نیو آرلینز کو گیا۔ اس راستہ میں اس کو حبشی غلاموں کا زنجیروں سے جکڑا ہوا ہونا۔ کوڑوں سے اُن کا پٹنا۔ اور غلامی کی حالت میں اُن کا رہنا سخت ناگوار ہوا۔ یہ اس کے لئے ایسا ایک مشاہدہ تھا جو ہر وقت اُس کے سامنے رہنے لگا۔ اور اس نے اُن کے آزاد کرانے کا منصوبہ باندھا۔ اس وقت میں کون کہہ سکتا تھا کہ ایک معمولی آدمی اتنے بڑے کام کو انجام دے سکے گا۔ اور اس کے لئے ایک ایسا وقت آنے والا ہے جو تمام اضلاع ممالک متحدہ امریکہ سے اس غلامی کے سرطان کو ملیامیٹ و نابود کر ڈالے گا۔ اور اس کا زبردست قلم امریکہ سے اُس کی جڑ کھود کر پھینک دیگا۔ ابراہیم لنکن اس خیال کو اپنے دل میں جگہ دیئے ہُوئے کئی سال تلاشِ معاش میں سرگردان رہا۔ پہلے یہ ایک معمولی دوکاندار کا کلارک ہُوا۔ یہیں اُس نے انگریزی کی صرف و نحو کو مطالعہ سے حاصل کیا۔ اور انگریزی زبان اچھی طرح بولنے لگا۔ پھر وُہ ایک والنٹیر سپاہی بنکر "بلیک ہاک" کے معرکہ میں شریک ہُوا۔ اُس کے جان پہچان والے سپاہیوں نے اس میں اکثر اوصاف دیکھ کر اُس کو اپنا کپتان بنا لیا۔ اس کے بعد اس نے کونسل واضع قوانین کی ممبری کا ارادہ کیا۔ اور

اُس کے استقلال اور بلند نظری نے اُس کو اس میں کامیاب کر دیا۔ اب کیا تھا اُس کو سیاسی اور تمدّنی مُعاملات میں غور کرنے اور رائے دینے کا عمدہ موقع مل گیا۔ پہلا کام اس نے یہ کیا کہ وُہ کونسل کے وِگ فرقہ کا پیشوا بن گیا۔ جو اپنے حریف فرقہ کے سامنے زیادہ زور دار سمجھا جاتا تھا۔ اس موقع پر اُس نے ایسی جادو بیانی ظاہر کی کہ اُس پر خاص نگاہیں پڑنے لگیں۔ اور اُس کی عقلمندی۔ راست بیانی۔ انصاف پسندی کی عام تعریف ہونے لگی۔

اس عرصہ میں لنکن نے ایک سوداگر کی شرکت سے جو بے ایمان دغاباز ثابت ہُوا اور اُس نے دوسروں کا روپیہ ہضم کرنے کو دوالہ نکالدیا مگر ایماندار لنکن نے اپنے حصّہ کے روپیہ ادا کرنے میں کوئی بناوٹ ظاہر نہیں کی۔ اور جو جس کا دینا تھا اُس کو اپنے حصّہ کے موافق دام دام ادا کیا جس سے اُس کی نیکنامی کو اَور ترقی ہُوئی اور اب وُہ خاص اعتبار کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔

۱۸۳۳ء میں لنکن نیوسیلیم کا پوسٹماسٹر مقرر ہُوا۔ تین برس تک اسی آسامی پر رہا مگر وُہ کبھی علمی خزانہ کے جمع کرنے اور علمی کتابوں کے مطالعہ سے غافل نہیں ہوا جس قدر اخبارات ڈاک خانہ میں آتے تھے اُنکو لنکن ضرور پڑھ لیا کرتا تھا۔

۱۸۳۴ء میں وُہ صُوبہ الی نائس کی مجلس واضع قوانین کا ممبر منتخب کیا گیا اس انتخاب نے اُس کے مشکلات و مصائب کا خاتمہ کر دیا۔

اِسی زمانہ میں لنکن کی زندگی میں ایک دُوسرا تغیر شروع ہُوا یعنی وُہ ایک خوبصورت نوجوان لیڈی این رٹلج کو چاہنے لگا اور وُہ لیڈی بھی اس سے محبّت کرنے لگی۔ لیکن ۱۸۳۵ء میں اس لیڈی کا انتقال ہو گیا۔ جس سے لنکن کو بہت سخت صدمہ پہنچا۔ کیونکہ یہ دِل کی چوٹ تھی مگر مستقل مزاج اور بہادر لنکن نے اسکو برداشت کیا۔ اتفاق سے اُس وقت غلامی کا مسئلہ پیش ہُوا۔ اور سب ممبروں نے غلامی

کے رواج کو بدستور قائم رہنے کی رائے دی۔ لیکن صرف ایک ابراہیم لنکن نے بڑے زور شور سے اپنی رائے سب سے خلاف بیان کی۔

۱۸۳۷ء سے ابراہیم لنکن صوبہ الی نائس کے صدر مقام "سپرنگ فیلڈ" میں رہنے لگا اور وکالت میں شہرت حاصل کی۔

۱۸۴۰ء میں لنکن نے قوم کی سیاسی زندگی میں بڑی گرمجوشی سے دلچسپی لینا شروع کیا۔ اسی جگہ اُس نے بڑی فصاحت سے عالمانہ طور پر تقریر کرنا سیکھا اور یہی جگہ اس سے تیز فہمی اور پیش بینی کے خیالات میں ملکہ حاصل کیا۔

۱۸۴۲ء میں لنکن نے مس میری ٹاڈ" سے شادی کی۔ اس شادی کا یہ اثر پڑا کہ اُس کے دماغ کی پختگی چال چلن کی استقامت میں، ور نشوونما ہوا۔

۱۸۴۶ء میں لنکن کانگرس کی ممبری کی اُمیدواری کے لئے نامزد ہوا۔ اسکا حریف پیٹر کارٹ رائٹ تھا مگر اُس کو اُس نے نیچا دکھایا اور لنکن کو ایک بڑے مجمع نے کانگرس کا ممبر منتخب کیا۔ جہاں اس نے غلامی کی منسوخی کا مسوّدہ پیش کیا۔ لیکن وہ اپنی ممبری کی میعاد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ لنکن ۱۸۵۴ء تک سپرنگ فیلڈ میں وکالت کرتا رہا۔ اور اس عرصہ میں اُس کے اوصاف راستبازی اور انصاف پسندی اور اعجاز بیانی نے عام شہرت حاصل کرلی۔

(لنکن غلامی کا مخالف)

۱۸۶۱ء میں غلامی کے خلاف تحریک کو پھر جنبش ہوئی اور ویگ فرقہ دوسرے فرقہ کے خلاف علانیہ اس کے روکنے پر کمر بستہ ہوا۔ اور ابراہیم لنکن نے پورے طور پر اس کو اُبھار دیا۔

۱۸۵۸ء میں لنکن ممبری کے لئے پھر منتخب ہوا۔ جبکہ سٹیفن اے ڈگلس جیسا نامی مقرر ناکام رہا۔ اس وقت لنکن نے ایک نہایت پرزور اور مدلّل مسوّدہ غلامی کی رسم قبیحہ کو

بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالنے کے لئے تیار کیا۔ اُس میں لکھا کہ یہ گورنمنٹ جو آدھی غلام اور آدھی خود مختار ہے۔ زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی۔ یا بالکل غلام ہو کر رہیگی یا بالکل آزاد ہو کر۔ اُس وقت امریکہ کے آدھے حصہ میں غلامی کا رواج قائم تھا۔

(ابراہیم لنکن کا معراجِ کمال)

پیارے بچو! ابھی جس لنکن کے تم حالات پڑھ رہے ہو اُس سے تم کو معلوم ہُوا ہوگا کہ وُہ غریب آدمی تھا۔ برسوں تلاشِ معاش میں سرگردان رہا اور آخر کو وکالت تک اُس نے کامیابی حاصل کی جس کے ذریعہ سے اُس کے اعلیٰ صفات کا اظہار ہُوا۔ اور وُہ ممبر واضعِ قوانین بنایا گیا۔ اور دوسرے مواقع پر اُس کو انتخاب قومی کی عزت حاصل ہُوئی اب اس کا ستارۂ اقبال چاند بنکر چمکتا اور سورج ہو کر دمکتا ہے۔ یعنی وُہی ابراہیم لنکن بجانن کی جگہ امریکہ کا پریسیڈنٹ (قائم مقام بادشاہ) منتخب ہوتا ہے۔

۱۸۶۰ء میں ابراہیم لنکن کو عُہدۂ پریسیڈنٹی امریکہ کے لئے منتخب کیا گیا۔ معاونین غلامی نے لنکن کا انتخاب اپنے حق میں بدشگونی سمجھا کیونکہ وُہ غلامی کی رسم و رواج کو نیست و نابُود کرنے میں عام شہرت پا چکا تھا۔

(تقرر پریسیڈنٹی کی مُبارکباد)

۴ مارچ ۱۸۶۱ء کو ابراہیم لنکن کے جلیل القدر منصب پر مامور ہونے کی تہنیت ادا کرنے کے لئے عظیم الشان جلسہ قرار دیا گیا۔ اضلاع متحدہ امریکہ کے پریسیڈنٹ کا یہ دستور ہے کہ اُسے ایک تمہیدی تقریر اس عظیم الشان تقریب پر بعد ادائے رسم واشنگٹن کے سنگین بُت کے سامنے مشرقی کیپیٹل پر کھڑا ہو کر کرنی پڑتی ہے۔ اس جلسہ میں عام اژدہام کا کچھ ٹھیک نہ تھا۔ لاکھوں آدمی پریسیڈنٹ کی ادائے تہنیت کا جلسہ دیکھنے اور اُس کی زبان سے اُس کی فصیح اسپیچ سُننے کے اشتیاق میں آئے تھے۔ مسٹر

بکانن بھی تشریف رکھتے تھے۔ جنکی جگہ لنکن کا تقرر ہوا۔ اور مسٹر ڈگلس بھی موجود تھے۔ جو پہلے کئی مواقع پر لنکن کے پولیٹکل مخالف گروہ کی طرف سے لنکن کے زبان دراز حریف رہ چکے تھے۔ لنکن نے ایک شاندار تحمل اور وقار سے کھڑے ہوکر اپنی اسپیچ شروع کی۔ جس کے سُننے سے معلوم ہوتا تھا کہ شیریں زبانی اور فصاحت کا دریا اُمنڈا چلا آتا ہے۔ تمام جلسہ اس کی صُورت دیکھ رہا اور اس کی اسپیچ کے سُننے کا مشتاق تھا۔ بڑے بڑے فصحا اور مدبر اس کے ایک ایک لفظ پر وجد کر رہے تھے۔ لیکن اس وقت کی تقریر میں لنکن نے صرف دو باتیں بیان کیں۔

(۱) ایک یہ کہ اضلاع متحدہ میں عام اتحاد کا اصُول ہمیشہ قائم رہنا چاہیے۔

(۲) دُوسرے قوانین اتحاد سب کے لئے یکساں ہوں۔

(غلاموں کی آزادی)

لنکن کے پریسیڈنٹ ہونے پر بعض خودغرض اشخاص نے فتنہ و فساد کو عملی صورت میں ترقی دینا چاہا۔ ۱۱۔ اپریل ۱۸۶۳ء کو اہل جنوب نے عظیم خانہ جنگی چھیڑ دی۔ فورٹ سیٹمبر پر گولہ باری کی گئی اور خالی کرایا گیا۔ جنوبی اضلاع کے لیڈروں نے کوشش کی کہ لنکن کی نوساختہ گورمنٹ کا گلا دبا کر اُس کی آواز بٹھا دیجائے مگر اُن کی یہ مراد پُوری نہ ہُوئی۔ اور راستباز متحمل مزاج بُردبار لنکن کے مردانہ استقلال اور حق پسندی کو سب پر غلبہ حاصل رہا۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے سفرا اور کانسلوں نے بھی اسکی گرمجوشی اور حق کوشی کو پسند کیا۔ اور جن اضلاع میں غلامی کا رسم و رواج تھا وہاں کے عورت مرد لنکن کی طرفداری میں ناخریدہ غلام اور اپنے مخالفوں کے خلاف خونخوار فوج بن گیے لنکن کی منشا کے خلاف غلامی کی تائید میں بڑے بڑے جلسے ہوئے۔ بڑے بڑے پادریوں نے اپنی زبردست طاقتوں سے غلامی کی تائید میں فتوے صادر کئے مختلف مقامات میں خانہ جنگیاں ہوئیں۔ گورمنٹ سے مقابلہ کی نوبت پہنچی۔ ہزاروں آدمیوں کا کشت و خون ہوا لیکن مستقل مزاج اور بہادر لنکن اپنے

نوشت و خواند

جُغرافیہ

۱۳۔ جزیرے



(۱) جزیرہ اس ٹکڑہ زمین کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف پانی ہی پانی ہو۔ آسٹریلیا دُنیا میں سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ ہندوستان کے جنوب میں سیلون بھی جسے لنکا کہتے ہیں ایک بہت بڑا جزیرہ ہے۔

(۲)۔ جزیرے مختلف شکلوں اور مختلف وسعت کے ہوتے ہیں۔ بعض ان میں سے سینکڑوں میل لمبے چوڑے ہیں اور بعض صرف چٹانیں ہیں جو پانی میں سے نکلی ہوئی نظر آتی ہیں۔

(۳) بحرالکاہل میں ہزاروں جزائر ہیں۔

(۴) اُن میں سے بہت سے مونگے کے جزیرے ہیں جو نہایت چھوٹے چھوٹے سمندری کیڑوں سے بنتے ہیں۔

(۵) یہ کیڑے پانی کی سطح کے نیچے لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں رہتے ہیں جو اپنے جسم میں چونا شامل کر کے سمندر میں سخت دیواریں قائم کر دیتے ہیں۔ یہ دیواریں ہر طرف کو بڑھنی شروع ہوتی ہیں یہانتک کہ وہ سطح آب تک آجاتی ہیں۔

(۶) سمندر کی دوب۔ لکڑی کے ٹکڑے۔ اور دوسری بہتی ہوئی چیزیں چٹانوں پر جا لگتی ہیں۔ جہاں وہ گل کر مٹی بن جاتی ہیں۔ بیج جو اور جزائر سے بہ کر ان میں جا پھنستے ہیں جڑ پکڑ جاتے ہیں۔ چنانچہ پودے لگتے ہیں اور مرجھا جاتے ہیں۔ جس سے مٹی میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہانتک کہ یہ چٹانیں بڑے بڑے جزائر بن جاتی ہیں جن پر عالیشان عمارتیں بنائی جاسکتی ہیں۔

(۷) چھوٹے چھوٹے مونگے اس ملک میں اکثر لائے جاتے اور ان کے زیورات بنائے جاتے ہیں۔

(۸) جزائر بحر الکاہل میں ہر قسم کے میوجات کے درخت اور انواع و اقسام کے پھول پائے جاتے ہیں۔ ان میں نہ کبھی برف باری ہوتی ہے نہ سردی اس شدت کی پڑتی ہے جو درختوں کے لئے مضر ہو۔ اس لئے یہاں ہمیشہ درختوں میں پتے لگتے رہتے ہیں۔

(۹) ان جزائر کے باشندے بالعموم وحشی ہوتے ہیں۔

علم کی طاقت

(از تصنیف مولانا سید امجد علی صاحب اشہری)

جہاں میں علم ہے مجموعۂ صفاتِ بشر
جہاں میں علم کو حاصل خزائن نیچر

جہاں میں علم نے یورپ کو کر دیا روشن
وہاں کے ذرّے چمکنے لگے ہیں جوں اختر

یہ ریل کیا ہے نتیجہ ہے علم کامل کا یہ تار کیا ہے کرشمہ ہے علم کا یکسر
بنے عمل سے ہیں دریائے علم سے نکلے سمندروں میں جو اب چل رہی ہیں اسٹیمر

غرضکہ علم کی طاقت کی حد نہیں کوئی
اسے جو روک سکے ایسی سد نہیں کوئی

ہوئے ہیں علم سے کمزور صاحب طاقت ہوئے ہیں علم سے محتاج صاحب دولت
کیا ہے علم نے بجلی کو بند مٹھی میں دکھائی علم نے ذرہ میں مہر کی طلعت
بنائی علم نے ڈائن ہو ایسی ڈائنا میٹ جو ایک دم میں اڑا ڈالے کوہ قاف کی چھت
کیے وہ جنگ کے آلات علم نے پیدا کہ فتح موت نے پائی حیات پر حیرت

جہاں ہیں عالم دانا وہ کیمیا گر ہے
کہ اس کے سامنے ناچیز نقرہ و زر ہے

ہوا ہے علم سے امریکہ صاحب دولت ہوئی ہے علم سے جرمن کی اسقدر شہرت
کیا ہے علم نے انگلش کو اسقدر دانا ملی ہے علم سے جاپان کو اسقدر عزت
ہوا ہے علم سے حاصل فروغ یورپ کو ملی ہے علم سے یورپ کو اس قدر دولت
دکھایا علم سے جاپان نے روس کو نیچا وگرنہ چیونٹی کو ہاتھی کے ساتھ کیا نسبت

اگر یہ ملک بھی علم و عمل کا خوگر ہو
تو وجہ کیا ہے کہ یورپ کا یہ نہ ہمسر ہو

بے ادب اولاد سے بے اولاد ہونا اچھا ہے

دانی چہ گفتہ اند بنی عوف در عرب نسل بریدہ بہ کہ موالید بے ادب

بالکل صحیح ہے کہ نالائق اور بے ادب اولاد کی نسبت بے اولاد ہونا اچھا ہے۔ پس ہر بچے کو با اخلاق اور نیک ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

اخلاق و آداب

طالب علمی کے آداب

تحصیل علم کے لئے سب سے مقدم اور ضروری امر یہ ہے کہ طالب علم اپنی بری عادتوں اور بیہودہ خصلتوں کو دُور کرنے کی کوشش کرے۔ جس طرح ایک آدمی کی صحت و تندرستی کے لئے ہر روز ایک دفعہ نہانا ایک نہائیت ضروری بات ہے۔ اسی طرح تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھی کردار اور گفتار کی تہذیب از بس ضروری ہے۔ عزیز بچو۔ یاد رکھو۔ علم ایک نہائیت پاک چیز ہے۔ اور وہ پاک دل میں ہی رہ سکتا ہے۔ جس شخص کا دل طمع۔ لالچ۔ بخل۔ حسد۔ ظلم اور جھوٹ سے بھرا ہوا ہے۔ وُہ کبھی علم کو خاطر خواہ حاصل نہیں کرسکتا۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ بعض اہل علم بڑے بد دماغ اور بد اخلاق ہوتے ہیں۔ لیکن غور کرو۔ تو حقیقت میں وُہ لوگ اہل علم نہیں ہیں۔ بلکہ وُہ بعینہ اُس طوطے کی مانند ہیں۔ جس نے "دریں چہ شک" کے سوائے اور کچھ نہیں سیکھا تھا۔ اِن کے دلوں میں علم کی روشنی کا ذرا بھی اثر نہیں ہوتا۔ ان کا حال ع

چار پائے بر و کتابے چند

کی مثال ہوتا ہے۔ اور لوگ اُن سے بہرہ ور ہوں تو ہوں۔ وُہ خود کورے ہی رہتے ہیں۔ پس طالب علم کو تمام عاداتِ بد کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے بلکہ اُسے چاہیئے کہ اپنے علم پر مغرور نہ ہو۔ اُستاد کی برابری کا دعویٰ نہ کرے۔ اُستاد کی فرمانبرداری اپنا اعلیٰ فرض جانے۔ اُستاد کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے۔ اور اس کے روبرو نہایت ادب۔ اور انکساری سے پیش آئے طالبعلم

کے لئے یہ ضروری بات ہے۔ کہ جہاں سے۔ جس شخص سے۔ اور جس وقت اُسے سرمایۂ علم ہاتھ آئے۔ بلا تامل لے لے۔ یہ خیال مت کرو۔ کہ فلاں شخص کمینہ ہے۔ یا زیادہ عالم نہیں ہے۔ اِس لئے اس کی شاگردی اختیار کرنی اچھی نہیں نہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ جہالت اور نادانی ایک آفت ہے جس سے پیچھا چھُڑانے کے لئے ہر ایک شخص کی مدد قبول کر لو۔

موسم سرما

(از جناب منشی دوارکا پرشاد گہر۔ لکھنوی)

جاڑے پہ صدقہ ہوتی ہر سردم بہارِ عیش ہر سمت کرتی آتی ہے چھم چھم بہارِ عیش
چھٹکاتی چلتی ہے دُرِ شبنم بہارِ عیش کہکر ریسو کرتی ہر دلکم بہارِ عیش
موسم یہ کیا ہی تازگی بخشِ دماغ ہے
گل کی طرح سے عام کا دِل باغ باغ ہے

سب موسموں میں موسم سرما ہے پُر بہار نظارہ اس عروس کا سب کو ہی خوشگوار
دل کش ہے خوشنما شفق صبح لالہ زار آثارِ عیش ولُطف وطرب کے ہیں آشکار
ہر صبح چرخ پر یہ ہے ڈھنگ آفتاب کا
جوشِ خوشی میں سُرخ ہی رنگ آفتاب کا

صدقہ ہو عیش موسم سرما پہ بار بار ارگن بجا رہی ہے ہر اک شاخ پر ہزار
شرمندہ اُس کے آگے ہی کشمیر کی بہار ہر نخل گل کے حُسن پہ ہی حُسن خود نثار
غنچوں نے کرلیا ہے ارادہ سنگار کا
دل چھینتا ہے حُسن عروسِ بہار کا

چنبیلی خوش نصیبی پہ اترائی جاتی ہے ہمسایہ سے چھوئی موئی اترائی جاتی ہے
غنچوں میں بات اور نئی کچھ آئی جاتی ہے سوسن کے لب پہ بسکہ ہنسی آئی جاتی ہے

پھولا چمن میں رنگِ شفق لالہ زار ہے
سورج مکھی کے حسن کی طرفہ بہار ہے

حاصل گلوں کے وصل سے بلبل کو ہے نشاط پودہو نکو کیا نسیم سحر سے ہے ارتباط
لالہ بھرے چمن میں ہے کیا ساغرِ نشاط نرگس کو کب ہے شوخ نگاہی سے انضباط

موسم نیا بہار نئی رنگ ہے نیا
سج دھج نئی لباس نیا ڈھنگ ہے نیا

ارغے نہال باغ میں بانات سرخ و سبز کیا زیب تن دوشالے ہیں ان رات سرخ و سبز
پیش نظر ہر اک کے ہے سوغات سرخ و سبز کھیتوں میں دلفزا ہے نباتات سرخ و سبز

فیشن بدل دیا ہے نسیم بہار نے
گلشن کھلا دیا ہے گلوں کی نکھار نے

موزوں گلوں کے جسم پہ رنگیں لباس ہے ہر پھول زیب تن کئے زریں لباس ہے
پہنے ہر اک نہال خوش آئیں لباس ہے غنچوں کے تن پہ قابل تحسیں لباس ہے

دل عام کے کھلاتا ہے جلوہ بہار کا
جوبن ہے دیدنی چمن روزگار کا

جاڑے کا موسم اے گہر ایسا ہے دلپذیر سب اس پہ دل سے لوٹ ہیں کیا شاہ کیا فقیر
خوبی میں اپنی بسکہ یہ ہو آپ ہی نظیر پوشاک کو بھی چاہئے اس کے رقم کثیر

شاہانہ ٹھاٹھ اس کے ہیں فر واوج وجاہ میں
پھرتے ہیں اس کی شال دوشالے نگاہ میں

اس فصل کی صفت میں زبان قلم ہے لال ہو لاجواب اس کا دہن جو کرے سوال

نکلے دھواں نہ مُنہہ سی یہ کیا تاب کیا مجال　　　آتش فشاں ہی وصف میں اس کی زبانِ حال

کرتی ہی بھاپ دُور نقاہت مزاج کی

رکھتی ہی گرم دل کو حرارت مزاج کی

فرحت دماغ کو ہی تو آنکھوں کو اس سی نور　　　راحت رسانِ روح ہے یہ معدنِ سرور

پابند ہو ریاضتِ جسمی کے تم ضرور　　　سُستی نقاہت اس سی سدا بھاگتی ہی دُور

جوش و اُمنگ ہر گھڑی ہر لحظہ تن میں ہے

ہر دم ہنسی خوشی کا پھریرہ بدن میں ہے

اس فصل کو کہے جو بُرا وہ بشر غلط　　　ضعف و مرض کو کرتا ہی یہ سر بسر غلط

بیجا دلیل کوئی کرے بھی اگر غلط　　　پہونچے کسی غریب کو اس سی ضرر غلط

کمل جو نفع بخشتا ہے ہر فقیر کو

دیتا نہیں مدد وہ دوشالہ امیر کو

دیکھو غریب کرتے ہیں کس لُطف سے بسر　　　سردی کا اُنکے دل پہ ذرا بھی نہیں اثر

جاڑے کا بھی ضرور ہے سامان مختصر　　　کھوتے ہیں جاڑا دھوپ سے یا آگ تاپ کر

پہنے روئی کا دگلا اگر ہیں تو ہرج کیا

انکی نگہ میں مخمل و بانات و سرج کیا

پوشاک زرق و برق کا کچھ پیش و پس تو کیا　　　معمولی حیثیت پہ قناعت ہی بس تو کیا

کافی لحاف اک ہی زیادہ ہوس تو کیا　　　آتے نہیں وہ کام دوشالے ہوں دس تو کیا

جاڑا امیر کے لئے باں فکر مند ہے

پوشاک بھی ہو جیسا کہ رتبہ بلند ہے

فی الواقعی یہ جاڑے کا موسم ہے دلفزا　　　برسات اور گرمی کی نسبت ہی اس سی کیا

دل اس میں شاد رہتا ہی ہر خاص و عام کا　　　معدہ قبول کرتا ہے ہر قسم کی غذا

سستی کا ذکر عہد میں اس کے ذرا نہیں
محنت سے دل کسی کا کبھی اوبھتا نہیں

کر ختم اے گہر سخن رستی پسند / سمجھے نہ لن ترانی اسے کوئی عقلمند
جاڑے کے وصف میں جو کسی نے لکھا ہے بند / پھیکی ہے روشنائی قلم کی زباں ہے بند

راحت رسانِ خلق ہے اس باغ کی بہار
اس موسم جواں پہ ہے پیرِ فلک نثار

چند نصائح

(منظومہ جناب مولوی محمد سعید فاروق صاحب حیدرآباد دکن)

صبح اُٹھنے کی ہے عادت اچھی / چاہیئے تم جو ہو صحت اچھی
آج کا کام اُٹھانا کل پر / نہیں اے لڑکو یہ عادت اچھی
راستی ہاتھ سے دینا نہ کبھی / جھوٹ سے ہوتی ہے ذلت اچھی
امتحاں پاس اگر کرنا ہو / چاہیئے تم کرو محنت اچھی
علم ہے ایک خزانہ سے سوا / اس سے کوئی نہیں دولت اچھی
چاہیئے کرنا بزرگوں کا ادب / اس میں ہرگز نہیں غفلت اچھی
نہ ہو تقدیر سے اپنی شاکی / سب کی ہوتی نہیں قسمت اچھی
غیروں کے مال کو تکنا چھوڑو / تم ہمیشہ رکھو نیت اچھی
اُن کے ملنے سے نہ ملنا اچھا / نہیں جن لوگوں کی صحبت اچھی
تم کو توفیق خدا دے۔ تو کرو / قوم اور ملک کی خدمت اچھی
تم کو لازم ہے محبت کرنا / نہیں لوگوں سے عداوت اچھی

دوست دشمن سے رہو مل جل کر — دشمنی سے ہے محبت اچھی
صبر کو ہاتھ سے دینا نہ کبھی — نہیں ہر کام میں عجلت اچھی
صبر گو تلخ ہوا کرتا ہے — اس کے پھل میں ہے حلاوت اچھی
سچی عزت کی تمنا رکھنا — جھوٹی عزت سے ہے ذلت اچھی
عیب گیری نہ کرو لوگوں کی — نہیں واللہ یہ خصلت اچھی
حق جو ماں باپ کے ہیں یاد رکھو — چاہیئے ان کی اطاعت اچھی
حق تعالیٰ کو نہ بھولو ہرگز — اور کرو اُس کی عبادت اچھی

ہے یہ فاروق کی بس دل سے دُعا
تم سے ہو قوم کی حالت اچھی

بچوّں کی مجلس

اپنے نادیدہ چچا صاحب کے نام عصمت علی کا خط

جناب چچا صاحب قبلہ دام ظلّہٗ - بعد آداب - نومبر سال گذشتہ کا بچوّں کا اخبار ملا قبل ازیں کہ بندہ اپنا مطلب عرض کرے یہ عرض کر دینا ضروری ہے - کہ بندہ کے مخاطب الیہ وُہ چچا صاحب ہیں جو ہم کو کشمیر کی سیر کرا رہے ہیں - جنھوں نے ریل گاڑی کے ڈیوڑھے درجہ کی گچ پچ میں گھسا کر چھٹی پتلون والے بابو صاحب سے دھکے دلا کر اوّل راولپنڈی پہنچایا - وہاں سے یکہ کے ہچکولوں کے خوب مزے چکھائے اور کوہ مری میں لائے جہاں میموں کی رکشاؤں اور بابا لوگوں کی نٹ کھٹیوں اور شب کی چاندنی کی سیر کرائی -

وہاں سے اللہ میاں کے چوبداروں کے پہرے سے اس صفائی سے نکالا کہ کسی پہرہ دار کو خبر تک نہ ہوئی اور ہم کوہالہ کو عبور کرکے کشمیر کی حد میں داخل ہو گئے چونکہ چچا صاحب مدظلہ نے پہلے ہی فرما دیا ہے ع

جو کچھ چچا دکھائیں وُہ ناچار دیکھنا

اس لئے راستہ کی مصائب اور تکالیف کی شکایت تو ہم کر ہی نہیں سکتے۔ اب صرف عرض یہ ہے کہ وادیٔ کشمیر کی سیر جلد کرائیں۔ جس کا وعدہ ہے۔ کشمیر کے سیب تو غالباً موسم بہار میں ہی ملینگے۔

دُوسرے چچا صاحب قبلہ جو ہمارے اخبار کے مالک ہیں ہم اُنکے نہایت ہی مشکور ہیں وہ نہ صرف خود ہی ہمارے لئے باوجود عدیم الفرصتی کے اتنی تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی دُور دراز ملکوں میں ہماری خاطر تکلیف دیتے ہیں۔

کشمیر کے چچا صاحب سے ہماری دُوسری عرض یہ ہے کہ وُہ لاہور والے چچا صاحب سے ہماری یہ سفارش کریں کہ ہمارا اخبار وقت پر شائع ہوا کرے۔ ہمارا خیال تھا کہ لاہور والے چچا صاحب بجائے ماہوار کے اخبار کو پندرہ روزہ کرینگے لیکن آجکل ماہوار پرچہ کا ہی اتنا انتظار کرنا پڑتا ہے جو ہم سے بمشکل ہوتا ہے۔ اب چونکہ ہمارا قیام سرحد کشمیر پر جنگل میں کھلے میدان میں کرایا گیا ہے جہاں داہنے دریا بائیں پہاڑ سر پر موسم برف باری۔ اگر کہیں یہاں مہینوں رہنا پڑگیا تو چچا صاحب آپ خود ہی غور فرمالیں کہ غریب بھتیجوں کا لنبے انتظار میں کیا حشر ہوگا۔ اُمید ہو کہ ہماری عرض منظور ہو کر سفارش لاہور کے چچا صاحب کی خدمت میں بھیجی جائیگی۔

بندہ نے یہ عریضہ اپنی بڑی آپا کی اصلاح اور مدد سے لکھا ہے۔ جو جناب کی مرسلہ لاثانی اُستانی صاحبہ کی شاگرد ہیں۔ اور جن کا مضمون ستمبر ۱۹۰۵ء کے

ہمارے اخبار کے اڈیٹوریل میں چھپا ہے۔

راقم

بچوں کے اخبار کے خریدار بچوں کا وکیل خاکسار حبیب الرحمان
طالب علم جماعت چہارم عمر ۸½ سال از کوئٹہ بلوچستان

اچھے اور بُرے سیب

ایک دن رابرٹ کے باپ نے اسکو چند خراب لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا۔ وُہ کچھ عرصہ سے اپنے لڑکے میں بُری عادتوں کو مشاہدہ کرتا تھا۔ اور اب اسکو اسکا سبب معلوم ہوگیا۔ اُس نے اُسیوقت بہت افسوس کیا۔ لیکن اس نے رابرٹ سے اسوقت کچھ نہیں کہا۔ شام کو وہ باغ سے چھ خوبصورت سیب لایا۔ ان کو ایک رکابی میں رکھا اور انکو رابرٹ کو دیا جس نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ باپ نے کہا کہ تم انہیں چند روز کے لئے علیحدہ رکھ دو تاکہ پختہ ہوجائیں۔ رابرٹ نے خوشی خوشی ان سیبوں کی رکابی اپنے مودی خانے میں رکھدی۔ جب کہ وُہ انکو علیحدہ رکھ رہا تھا۔ اُسکے باپ نے رکابی میں ایک ساتواں سیب رکھدیا جو بالکل سڑا ہوا تھا۔ اور اُس نے رابرٹ سے خواہش کی کہ وُہ اسے بھی وہیں پڑا رہنے دے۔ رابرٹ نے کہا اّبا سڑا ہوا سیب تمام سیبوں کو خراب کردیگا۔ کیا تم خیال کرتے ہو۔ اس کے باپ نے جواب دیا کہ کیوں یہ عُمدہ سیب اس خراب سیب کو عمدہ نہ بنا دینگے۔ یہ کہکر اُس نے کمرے کا دروازہ بند کردیا آٹھ دن کے بعد اُس نے اپنے لڑکے سے۔ دروازہ کھولنے اور ان سیبوں کے نکالنے کو کہا۔ لیکن وہاں کیا نظارہ تھا ان چھ سیبوں نے جو بہت عُمدہ اور اچھے تھے کمرے میں بدبو پھیلا دی تھی

وہ چلایا ابّا کیا مَیں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ سڑا ہُوا سیب عمدہ سیبوں کو بھی خراب کر دیگا۔ اس کے باپ نے کہا میرے لڑکے میں نے بارہا نہیں کہا کہ خراب لڑکوں کی صحبت تم کو خراب بنا دیگی۔ مگر تم نے میرا کہنا نہ سُنا۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ ان سیبوں سے تم کو ایک سبق سکھاؤں اگر تم بدمعاش لڑکوں کے ساتھ صحبت رکھوگے تو تم جلدی اُن جیسے ہو جاؤ گے۔ رابرٹ اس سبق کو کبھی نہیں بھُولا۔ جب اس کے پہلے ساتھی اس کو اپنے کھیلوں میں شریک ہونے کو کہتے تھے۔ تو وہ سڑے ہُوئے سیبوں کا خیال کرتا تھا اور ان کے ساتھ کھیلنے سے انکار کر دیتا تھا۔

راقم

کرن پرشاد طالب علم سکنڈ فارم کنڈرگارٹن مدرسہ عالیہ حیدرآباد دکن عمر ۹ سال

شہد کی مکھی ہمیں کیا سکھلاتی ہے؟

۱۔ شہد کی مکھی سے ہمیں محنت کا سبق سیکھنا چاہئے۔ کیونکہ وُہ خود کبھی محنت کرنے سے نہیں ڈرتی۔

۲۔ وُہ ہمیں تمکلال اور فرمانبردار ہونے کا سبق سکھلاتی ہے۔ کیونکہ شہد کی مکھیاں اپنی حکمراں ملکہ کی فرمانبرداری کرتی ہیں اور اس سے محبت کرتی ہیں۔

۳۔ وہ ہمیں حب الوطنی کا سبق سکھلاتی ہیں۔ کوئی شہد کی مکھی حتی المقدور اپنے گھر سے جُدا نہیں ہوتی۔

۴۔ وہ ہمیں صفائی کا سبق سکھلاتی ہے۔ کیونکہ اسکا گھر صفائی کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے۔

۵۔ جب ایک شہد کی مکھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتی ہے۔ تو دوسری مکھیاں بڑی ہمدردی اور خیر خواہی سے اسکی مدد کرتی ہیں۔

۶۔ وُہ صبح خیزی کی بڑی عادی ہوتی ہیں۔

۷۔ وُہ تازہ ہوا میں بڑی خوش ہوتی ہیں۔

۸۔ یہ بڑی امن پسند ہوتی ہیں۔ اور بہت کم آپس میں لڑتی جھگڑتی ہیں۔

ننھے بچوں کا صفحہ

بلی اور چوہا





بہت زمانہ گذرا کہ ایک بلی اور ایک چوہا کسی پرانے کھلیان کے کونہ میں رہتے تھے۔ ایک دن جبکہ بلی جراب بننے میں مشغول تھی تو چوہے نے چاہا کہ اُس کی اون کتر ڈالے پس بلی نے ترچھی نگاہ سے دیکھا اور چوہے سے کہا "اگر تم میری اون کتر دو گے تو مَیں تمہارے چھوٹے بچے کو چھپا دُوں گی۔"

چُوہا ڈرا اور اون کاٹنے کی پھر جرأت نہ کی۔ لیکن دُوسرے ہی دن جب بلی جال بُننے میں مشغول تھی تو شریر چوہے نے اُون کاٹ ڈالی۔ بی بلائی نے فوراً ہی اُسکے بچے کو پکڑ کر چھپا دیا۔

اُس وقت چوہیا رونے اور ہائے ہائے کرنے لگی اور کہا بی بلائی مہربانی فرما کر میرا بچہ مجھے دیدیجئے۔ بلی بولی۔ اگر تم گائے کے پاس جاکر

میرے لئے تھوڑا دودھ لادو گی تو میں تمہارا بچہ تمہیں دیدونگی۔

گئی دوڑتی تیز کچھ دُور چوہیا

ملا راہ میں جو پتہ اس سے پوچھا

آخر کار وہ گائے تک پہنچی اور ایسے بڑے جانور کا کچھ بھی خوف نہ کیا۔ اور اس سے کہنے لگی۔

"بی بی گائے۔ مہربانی فرماکر مجھے تھوڑا دودھ دیجئے تاکہ میں بی بلائی کو جاکر دُوں اور وہ مجھے میرا چھوٹا بچہ دیدے۔

گائے نے کہا اگر تم کھلیان میں جاکر میرے لئے تھوڑی سُوکھی گھاس لادو تو میں تمہیں یقیناً دودھ دیدوں گی۔

گئی دوڑتی تیز کچھ دُور چوہیا

ملا راہ میں جو پتہ اس سے پوچھا

یہانتک کہ وہ لوہار کے پاس پہنچی۔ جس کے پاس کھلیان کی کُنجی تھی۔ اور کہنے لگی۔

لوہار صاحب! مہربانی کرکے کھلیان کھول کر گھاس نکالنے کے لئے کنجی عنایت کیجئے تاکہ میں گھاس گائے کو دوں اور وہ مجھے دودھ دے جسے لیجاکر بی بلائی کو دُوں اور اُس سے اپنا پیارا چھوٹا بچہ واپس لوں۔

لوہار نے کہا۔ کوئلے کی کان سے جاکر اگر تم میرے لئے تھوڑا کوئلہ لادو تو میں تمہیں کنجی ضرور دیدونگا۔

گئی دُوڑتی تیز کچھ دُور چوہیا

ملا راہ میں جو پتہ اس سے پوچھا

حتیٰ کہ تھکی ماندی چوہیا کوئلہ کی بڑی کان تک پہنچ گئی۔ اور کہنے لگی۔

اے کوئلے کی کان! براہ عنایت تھوڑا سا کوئلہ لوہار کو دینے کے لئے مجھ

دے۔ جس سے میں جا کر کھلیان کی کنجی لگائے کے لیئے گھاس نکالنے کے لیئے لوں اور پھر اس سے دودھ لیکر بی بلائی کو دوں اور اپنا پیارا چھوٹا بچہ واپس لوں۔

کوئلے کی کان ان سب خیالات سے پاک اور فیاض بھی تھی۔ اس نے بیچاری تھکی ماندی اور پشیمان چوہیا کو اس کی ضرورت کے لائق کوئلہ دیدیا۔

قصہ مختصر چوہیا نے کوئلہ لوہار کو دیا۔ جس نے اُسے کھلیان سے گھاس نکال کر گائے کو دی اور اس سے دودھ لیکر چوہیا نے بی بلائی کی خدمت میں پیش کیا۔ تب راست گفتار بلی نے اسکا پیارا بچہ اسے واپس دیدیا۔

پھر چوہیا نے کبھی شرارت نہ کی اور پھر کبھی بی بلائی کی ادن نہ کتری اور اُس کے بعد اچھی خاصی بھلامانس چوہیا بن گئی +

ایک پُرانی کہانی

اُسے کیسی خدمت کے صلہ میں بادشاہ بنایا گیا

(بچوں کے اخبار کے واسطے خاص طور پر لکھی گئی)

ہزاروں برس کا زمانہ گذرا جبکہ دُنیا کو قائم ہوئے بہت عرصہ نہیں ہوا تھا اور جبکہ انسان پہاڑوں کی کھوؤں اور غاروں میں رہا کرتے تھے اور اُن کی گذر جانوروں کے گوشت اور خودرو درختوں کے پھلوں پر تھی اور وہ اپنا جسم کھال اور پتوں سے ڈھکے رہتے تھے تو جنگلوں میں حیوانات نہایت آزادی سے جہاں چاہتے تھے پھرا کرتے تھے باوجودیکہ شیر تمام حیوانات کا بادشاہ خیال کیا جاتا تھا۔ اس پر بھی ہمیشہ امن و امان نہیں رہتا تھا کیونکہ شیر کی ماتحتی میں بہت سے اور چھوٹے چھوٹے

بادشاہ تھے جو ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کو تیار رہتے تھے۔

ایک دن پرندستان میں بڑا جوش وخروش تھا کیونکہ لال اپنے شہنشاہ عقاب کے یہاں ایک درخواست دینے کو تھے جسکی وجہ یہ تھی کہ لالوں کو اس زمانہ میں ایک شکایت تھی جو میں آگے چل کر بیان کرونگا۔

اس زمانہ میں لال اور معمولی چڑیا میں ظاہرا کوئی فرق نہ معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ اُن کے سینہ سُرخ نہیں تھے اس وجہ سے لال بہت رنجیدہ رہا کرتے تھے۔ معمولی چڑیاں اُن پر ہنسا کرتی تھیں اور طعنہ دیکر کہا کرتی تھیں کہ تم میں ہم سے کون سی بات زیادہ ہے۔ تمہارا لباس بھی خاکی ہے اور ہمارا بھی۔ لیکن تم اپنے آپ کو مثل بدّہی اور بئے کے خوبصورت خیال کرتے ہو۔ اس پر اگرچہ لال اپنے فریق مخالف سے اپنی ہتک کئے جانے پر خوب لڑتے تھے۔ مگر اُن کے دل اندر ہی اندر غمگین رہتے تھے اور آخرکار نوبت تا بایجا رسید کہ اُن کے خوش آیند نغمے بالکل بند ہو گئے ~~آخر کار ایک دن لالوں~~ کے بادشاہ نے اپنی تمام قوم کو یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ کیا کیا جاوے جمع کیا۔ اور بڑی بحث کے بعد یہ بات قرار پائی کہ عقاب کو جو تمام پرندوں کا شہنشاہ تھا یہ درخواست دی جاوے کہ وہ انہیں مثل بئے اور بدی کے خوبصورت بنا دے۔ تاکہ انہیں دشمنوں کے طنز سے نجات ملے۔ چھ لال یہ پیغام لیجانے کے لئے منتخب کئے اور وہ اپنی عزّت پر ناز کرتے ہوئے ایک ویران اور اونچی پہاڑی کی طرف گئے۔ جہاں پر پرندوں کا شہنشاہ عقاب دربار کیا کرتا تھا۔ شہنشاہ نے اُن کی آؤبھگت کی اور انکی شکایتوں پر توجہ کرنے کا وعدہ کیا۔ اُس نے مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے تمام قبیلہ کو تین دن کے اندر یہاں جمع کرو۔ جب آئینگے جب تین دن گذر گئے تو تمام لال اپنے بادشاہ کی ماتحتی میں

میں حاضر ہوئے اور شہنشاہ سے ملنے کی درخواست کی۔ شہنشاہ نے فوراً اُن کو حضوری میں طلب کیا اور جب وُہ تخت پر حکم دینے کے لئے کھڑا ہوا تو تمام دربار پر خاموشی کا عالم طاری ہوگیا کیونکہ ہر ایک پرند شہنشاہ کا فیصلہ سُننے کا مشتاق تھا۔ شہنشاہ نے لالوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ تم آج یہاں اپنی درخواست کا جواب لینے کے لئے آئے ہو اور اس لئے ہم یہ حکم دیتے ہیں کہ ہم تمہیں مثل بیئے اور بدّی کے خوبصورت نہیں بنا سکتے۔ کیونکہ جیسا تمہیں خدا نے پیدا کیا ہے ویسا ہی رہنا چاہیئے۔ لیکن ہم تم پر ایک عنائت کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تم صرف اپنی ہی کوشش سے امتیاز کا نشان حاصل کر سکتے ہو۔ جو تمہاری قوم کے تمام افراد کو بخشا جائیگا۔ اس لئے اب جاؤ اور ایک ماہ کے بعد واپس آؤ۔ اگر اس عرصہ میں تم میں سے کسی نے کوئی قابلِ انعام کام کیا تو وہ تمہارا بادشاہ بنایا جائیگا۔ اور اسکو اور اس کی تمام قوم کو ایک خاص نشان مرحمت کیا جائیگا۔ جو ہمیشہ کے لئے رہیگا۔ تب شہنشاہ دربار ختم کرکے اپنے مشیروں کے ساتھ چلا گیا۔ فوراً تمام لال اپنے بادشاہ کے گرد جمع ہوکر نہائت مایوسی کی حالت میں اُس سے دریافت کرنے لگے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ ہم کس طرح کوئی بہادری کا کام کر سکتے ہیں۔ بادشاہ نے اُنہیں جواب دیا کہ اگرچہ شہنشاہ نے ہمیں مشکل کام دیا ہے اور یہ بالکل ممکن ہے کہ ہم سب اس کوشش میں ناکامیاب رہیں۔ لیکن ہمیں حتی الامکان کوشش کرنی چاہیئے۔ اِس لئے نہیں کہ ہمیں انعام ملیگا بلکہ اِس لئے کہ ہماری قوم کی عزت اسی پر منحصر ہے۔ اس پر تمام لال بہت خوش ہوئے اور اُسے رخصت کرکے خود مختلف اطراف میں اُڑ گئے۔

ایک مہینہ پورا گذر گیا اور درباری لالوں کی سرگذشت سُننے کے لئے پھر ایک دفعہ جمع ہوئے۔ تمام پرندستان میں اس درخواست کا اس قدر چرچا تھا کہ بائ

بھی جو چوری اور ظلم کی عادت کی وجہ سے لٹیرے کہلائے جاتے ہیں۔ شہنشاہ کا حکم سننے کو کھڑے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد شہنشاہ بھی نہایت شان و شوکت سے تشریف لائے اور اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوئے جس پر تمام حاضرین نے نہایت زور شور سے خوشی کی تالیاں بجائیں۔ آخر کار سکوت ہو جانے کے بعد اُس نے لالوں کو اپنی حضور میں پیش کئے جانے کا حکم دیا۔ جب آئے تو اس مجمع کثیر کو جو انکی طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ دیکھ کر گھبرا گئے۔ اور وہ کام جنکو اس سے قبل وہ بہت بڑا خیال کرتے تھے شہنشاہ کے سامنے ہیچ معلوم ہونے لگے۔ تاہم شہنشاہ کے اشارہ پر پہلا لال آگے بڑھا اور اپنی سرگذشت اس طرح بیان کرنے لگا۔ جہاں پناہ! میں نے خیال کیا کہ میں کوئی مفید کام سرانجام دے سکتا ہوں اس لئے میں ایک بیّا کو اُسکا گھونسلہ بناتے دیکھا کیا۔ اور میں بھی اب ویسا ہی عمدہ گھونسلہ بنا سکتا ہوں۔ جیسا کہ انکا ہوتا ہے۔ یہ کہکر اُس نے نہایت تفاخر سے ایک گھونسلہ جو بالکل بیّا کا سا تھا پیش کیا۔ اُس کو دیکھ کر درباریوں نے اُس کی بڑی تعریف کی۔ لیکن بادشاہ نے نہایت متانت سے یہ کہا کہ یہ کام اِس واسطے بالکل بے فائدہ ہے کہ تم اپنی تمام قوم کو ایسا گھونسلہ بنانا نہیں سکھا سکتے۔ جوں ہی وہ پژمردہ لال پیچھے ہٹا۔ دوسرا اُس کی جگہ حاضر ہوا اور کہنے لگا جناب والا! میں اپنی دشمن چڑیوں سے کئی مرتبہ لڑا ہوں اور ہر دفعہ انہیں شکست دی ہے۔ جس پر بادشاہ نے جواب دیا کہ جو جنگ میں غالب رہتے ہیں وہ اکثر اوقات انعام کے مستحق نہیں ہوتے یہ کہکر اس بہادر کو ہٹ جانے کا حکم دیا اس کے بعد تیسرا اُمیدوار آگے بڑھا اور اس طرح کہنا شروع کیا حضور والا! میں نے اپنا وقت بے فائدہ نہیں گنوایا بلکہ میں نے بلبل کی طرح جو تمام پرندوں میں خوش الحان ہے گانے میں مہارت پیدا کری ہے۔ بادشاہ نے یہ سنکر فرمایا کہ اس سے تمہیں سلطنت کے انتظام میں کچھ مدد

نہیں مل سکتی جس پر وہ چلا گیا۔ اِس طرح یکے بعد دیگرے تمام لال سوائے ایک کے اپنی اپنی سرگذشت بیان کرکے چلے گئے بادشاہ حکم سنانے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ وہ لنگڑا لال بھی جو ابھی تک نہیں آیا تھا آپہنچا۔ لیکن اُس کے تمام پر اُڑے ہوئے تھے اور تمام سینہ خون میں بھرا ہوا تھا۔ اس پر تمام دربار میں افسوس کے نعرے بلند ہونی شروع ہو گئے۔ لیکن شہنشاہ کی نظر اُٹھتے ہی تمام شور وغل موقوف ہو گیا۔ شہنشاہ نے اُس کا قصہ اور سینہ خون میں رنگے ہونے کی وجہ نہایت نرمی سے دریافت فرمائی۔ لال نے نہایت پُر درد لہجہ میں جواب دیا کہ غریب پرور! میں نے کوئی کام قابلِ انعام نہیں کیا کیونکہ کامل مہینہ بھر میں ایک چڑیا کو جو پر ٹوٹ جانے کی وجہ سے اُڑ نہیں سکتی تھی۔ چگاتا رہا ہوں۔ اگر میں اُسے چھوڑ دیتا تو وہ مر جاتی۔ لیکن آج صبح کو جب میں آنے کی تیاری کر رہا تھا ایک ظالم باز اُسکو لے گیا۔ اگرچہ میں نے اُس کے بچانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ لیکن میں اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ کہکر سُبکی بھرتا ہوا وہ پیچھے کو ہٹا۔ لیکن شہنشاہ نے اُسکو روک کر کہا۔ کہ صرف تم انعام کے مستحق ہو۔ کیونکہ تم نے انعام کی پروا نہ کرکے دشمن کی مدد کی۔ اور پھر لالوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے ایک بھائی نے اپنی بے عزتی کی وجہ سے وہ چیز حاصل کر لی جسکی تمہیں آرزو تھی۔ وہ خون جو اُسکے سینہ پر اب لگا ہوا ہے تمہاری قوم کا نشان ہوگا۔ اور پھر اُسے اُن کے سامنے کرکے پوچھا۔ کہ کیا یہ تمہارا بادشاہ بننے کے قابل ہے؟ اس پر تمام درباریوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں۔ اور تمام لال اپنے ساتھی کے گرد جمع ہو گئے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ جبکہ وہ اپنی اپنی عزت کے خیال میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اپنے آپ کو دوسرے کی مدد کرنے کے لئے بھولا ہوا تھا +

راقم

شروانی بلونوی

ورزش اور کھیل

جیو جٹسو

ایک جاپانی ورزش

اہل جاپان نے کُشتی کی اس شاخ کو دو ہزار برس تک بیرونی دُنیا سے بالکل پوشیدہ رکھا۔ مگر شکر ہے۔ اب اُنہوں نے اس فن سے دُنیا کو واقف اور مستفید کرنے کے لئے اِسے مشہور کر دیا ہے۔ جیو جٹسو ایک خالص جاپانی ورزش ہے۔ جو تربیت جسمانی کے لئے بہت ضروری اور مفید ہے اس قسم کی تربیت بلا مصنوعی سامان کے رگوں اور پٹھوں کو قوی کرتی ہے۔ اور انسانی جسم کے ہر حصّہ کو بھر کر مضبوط کر دیتی ہے۔ اہل جاپان اگرچہ پست قد ہوتے ہیں۔ مگر جسمانی طاقت اور تناسبِ اعضا میں تمام دُنیا کی قوموں پر فوق لیگئے ہیں۔ وُہ کہتے ہیں۔ کہ جیو جٹسو کی مشق کرنے سے جسمانی قوت اور طاقتِ برداشت بڑھ جاتی ہے۔

یورپ کا فنِ مُکّابازی اس جاپانی فن کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا جس نے جیو جٹسو کی عمدہ تربیت حاصل کی ہو۔ وُہ آن کی آن میں فنِ مُکّابازی کے ہوشیار ماہر کے دانت کھٹے کر سکتا ہے۔ جاپانی فن میں ایک سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس میں زیادہ قوتِ جسمانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کمزور آدمی جو جیو جٹسو سے پوری واقفیت رکھتا ہے۔ اپنے زور آور جیو جٹسو سے ناواقف

حریف کو پچھاڑ سکتا ہے۔ اس فن کی عمر اڑہائی ہزار سال بتائی جاتی ہے۔ اور اتنی مدت میں یہ فن درجہ تکمیل تک پہنچا ہے۔

اگر ہر روز اس فن کی مشق کی جائے۔ تو بدن اور دماغ بہت چست وچالاک بنجاتا ہے۔ اور جسمانی تکلیفوں کو جھیلنے کی قوت بھی بڑھ جاتی ہے جاپانی سپاہی۔ ملاح اور پولیسمین کے لئے یہ تربیت جسمانی لازمی ہوتی ہے موجودہ جنگ روس وجاپان کے جاپانی کارنامے اس فن کی برتری اور اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ کہ اس سے بڑھ کر تربیت جسمانی کے لئے اور کوئی عمدہ فن نہیں ہے۔

ذاتی حفاظت کے لئے بھی جوجٹسو بہت ہی عمدہ ہنر ہے۔ جس شخص کو یہ ہنر آجاتا ہے۔ وہ اگر ڈرپوک بھی ہو۔ تو بہادر بنجاتا ہے۔ اور اپنے اوپر اعتماد رکھ سکتا ہے۔ اس فن کے تین طریقے ایسے ہیں کہ جن سے آدمی اپنی حفاظت بلا ہتھیار کے کرسکتا ہے۔ اگر آدمی اُن میں سے ایک دو پر بھی حاوی ہو۔ تو خوفناک مخالف کو بڑی تیزی اور آسانی سے بچھاڑ سکتا ہے۔

جو آدمی جیوجٹسو میں ماہر ہو۔ اگر وُہ کسی دوسرے آدمی کا جو اس فن سے بیخبر ہو۔ ہاتھ یا بدن کا کوئی اور حصہ پکڑ لے۔ تو مخالف کسی طرح اپنے آپ کو نہیں چھڑا سکتا۔ جسمانی طاقت اتنی درکار نہیں ہے۔ جتنی پھرتی۔ مسٹر ہنکاک نے انگریزی زبان میں اس جاپانی کُشتی کے ہُنر کی تفصیل دلچسپ اور سبق آموز لکھی ہے۔ وُہ لکھتا ہے۔ جیوجٹسو کے لئے اعصاب کا اسیقدر بڑھنا ضروری نہیں ہے جس قدر مکا بازی اور پہلوانی کے لئے ضروری ہے۔ مگر یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ اعصاب مضبوط ہوں۔ کہ جب ضرورت ہو۔ تو بجلی کی تیزی کے ساتھ کام کرسکیں۔ جاپانی لوگ مُکا بازی کے وقت بہت زور سے گھونسا مارتے ہیں

یہانتک کہ انگریز ایسی عمدگی کے ساتھ گھونسے سے نہیں لڑ سکتے۔ جو جٹسو کا ماہر اول درجے کے مکے باز کو باسانی مغلوب کرسکتا ہے۔ اس لئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکے کی چوٹ بہت سخت نہ ہوتی ہوگی۔ جاپانی لوگ لڑتے وقت مکا بنا کر نہیں مارتے ہیں۔ بلکہ چھنگلی کی طرف سے ترچھا ہاتھ مارتے ہیں۔ جس سے سخت چوٹ آتی ہے۔ اور لوہے کی سلاخ کے چبھنے کی طرح درد محسوس ہوتا ہے۔



گلے کی گرفت چھوڑانے کا ایک نہایت سہل طریقہ

مسٹر ہنکاک کہتا ہے کہ ہتھیلی کے گوشہ کو زور سے سخت چیز پر مارنا چاہئیے۔ تاکہ ہاتھ کا ترچھا حصہ مضبوط ہو جائے۔ اور مارتے وقت سخت چوٹ لگے۔ ہر روز بیس منٹ تک کسی لکڑی کے سخت تختے پر ہاتھ کو مار مار کر مضبوط کر لینا چاہئیے۔ اس بات کی ضرورت نہیں کہ اور کام چھوڑ کر اسی کے پیچھے لگے رہیں۔ جس وقت آپ بیٹھے ہوں۔ یا پڑھ رہے ہوں۔ تو ایک ہاتھ کے گوشے کو کسی

سخت چیز پر پیٹتے رہئیے۔ اگر بالکل فرصت ہو۔ تو دونوں ہاتھوں کو باری باری سے مارتے جائیے۔ دو چار دس روز میں تو کبھی ہاتھ مضبوط نہ ہوگا۔ بلکہ صبر و استقلال کے ساتھ کئی ماہ تک کرتے رہنا چاہیئے۔ جس قدر زیادہ ہاتھ کا گوشہ مضبوط کیا جائے اسی قدر اس کی چوٹ زیادہ کارگر ہوگی۔ ساتھ ہی بدن کے ان حصوں کو مضبوط کرنا چاہیئے۔ جن پر مخالف کی چوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو۔ اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ بدن کے ان حصوں پر کوئی دوسرا شخص حملہ کرے۔ یہ ضروری ہے کہ دو شخص ملکر جیو جٹسو کی مشق کریں۔ اور جیو جٹسو ہی کے طریقہ سے مشق ہونی چاہیئے۔

ذرا سی بات میں جوش میں مت آجاؤ۔ بلکہ شروع ہی سے سرد مزاج بننے کی کوشش کرو۔ ورنہ کبھی اس فن کے ماہر نہ بن سکو گے۔ اگر حملہ یا حفاظت ذاتی کرنے میں کوئی عیب معلوم ہو۔ تو اپنی غلطی کا اقرار کرلو۔ اس نقص کو دور کرنیکی کوشش کرو۔ اور صبر و استقلال کے ساتھ اسکو دور کرو۔ بہتر یہی ہے۔ کہ شروع ہی سے اپنا ایک دوست بنالو۔ اور دونوں ملکر مشق کرتے جاؤ۔ کبھی کبھی کسی اور دوست پر بھی اپنی ترقی آزمایا کرو۔ تاکہ ہر قسم کے دشمن کا مقابلہ باسانی کرنے کے قابل ہوجاؤ۔ ہر ایک طریقہ کے لیے خاص خاص وقت اور خاص مشق درکار ہوتی ہے۔ بعض داؤں بہت آسان ہوتے ہیں۔ جو تھوڑے ہی عرصے میں باسانی سیکھے جاسکتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ جنکے سیکھنے کے لئے ہفتے درکار ہیں۔ اگر کوئی حریف حلق پکڑلے۔ تو کیا کرنا چاہیئے ؟

عموماً حملہ آور مخالف دونوں ہاتھوں سے حلق کے اگلے حصے کو پکڑ لیتا ہے۔ اور اپنی گرفت کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ تصویر نمبر (۱) میں دکھایا گیا ہے۔ کہ کس طرح گلا پکڑا جاتا ہے۔ اس کرتب کے لئے بہت ضروری ہے۔ کہ عملی طور پر دیکھا جائے یعنی جس طرح کسی کے اوپر حملہ کرکے گلا پکڑا جائے۔ اس کی حالت اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے

جس کے اُوپر حملہ کیا جاتے۔ وُہ اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں ملا کر حملہ آور کی بغلوں کے نیچے لیجاتا ہے۔ جسوقت معمولی ہاتھ اوپر اُٹھا کر حملہ آور کے بازوؤں کو جھٹکا دیتا ہے۔ تو اُس کے دونوں ہاتھ دونوں طرف جا پڑتے ہیں۔" جس وقت مغلوب کا حلق حملہ آور کی گرفت سے آزاد ہو جائے تو اس کے بازو مغلوب کے ہاتھوں کے درمیان آ پھنستے ہیں۔ اسوقت اُس کے ہاتھوں کو فی الفور حملہ آور کے پشت کی طرف پھینکے۔ اور کھوپڑی کے اردگرد اپنے ہاتھوں کی اُنگلیوں کو دبائے۔ اور مخالف کے سر کو آگے کی طرف جھٹکا دے۔ اور پھر نیچے کی طرف بآسانی جھکایا جاسکتا ہے۔ ساتھ ہی دو تین قدم پیچھے بھی ہٹنا چاہیئے۔ اور اپنے مغلوب حریف کو بھی ساتھ ہی کھینچتا ہُوا لائے اور ضرب شدید لگا دے۔"

مُکّے باز اور قد آور شخص کی جوجٹسو کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ دوسری قوموں کے پہلوان بڑی مشکل سے معلوم کرینگے کہ جیوجٹسو کے اُستاد کے سامنے اُن کے اپنے ہنر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ لیکن جس قدر جلد ان کو اپنی غلطی کی واقفیت ہو اسی قدر زیادہ مفید ہوگا۔ آجکل اخبارات میں اکثر وقت نظر آتا ہے کہ کوہ قاف کے دیوزاد باشندوں کو جاپانیوں نے آنکی آن میں زمین پر گرا دیا ہے۔ ایک مرتبہ ایک جاپانی کے ایک امریکن پولیس مین کے ساتھ مڈبھیڑ ہو گئی۔ اور اُس نے حریف کو تھوڑی سی دیر میں پس پشت ڈالدیا۔ بہت سے پولیس والے یکے بعد دیگرے جاپانی کو پکڑنے آئے۔ مگر بڑی مشکل سے اُسکو گرفتار کیا۔ ہارورڈ یونیورسٹی میں ایک چینی طالب علم مسٹر ٹائنگ نے جو اپنی جسمانی طاقت کے واسطے تمام یونیورسٹی میں مشہور تھا۔ فٹ بال کھیلتے ہوئے ایک جاپانی طالب علم کو گرا دیا۔ یہ نوجوان اسی گھات میں لگا رہا۔ کہ موقع ملے۔ تو اس کو زمین پر دے مارے۔ آخر کار موقع ہاتھ لگ گیا۔ اور اُس نے ٹائنگ کو زمین پر دے مارا۔ جاپان میں بندرگاہوں

کی پولیس کا اکیلا جاپانی سپاہی چار چار پانچ پانچ انگلش یا امریکن ملاحوں کو گرفتار کرکے کوتوالی میں لیجاتا ہے۔ پیری کے عہدنامہ کے بعد امریکن ملاح جاپانی ساحل پر گئے۔ وہاں اُن کی جاپانی باشندوں سے مڈبھیڑ ہوگی ہوگی۔ اور

(۲)



پہلی تصویر کی طرح بچاؤ کر کے اس نتیجہ تک پہنچ جاتے ہیں

کچھ پٹے بھی۔ جب اپنے ملک کو لوٹ کر گئے۔ تو عجیب داستانیں بیان کیں۔ کہ جاپان شیاطین کا گھر ہے۔ سفید نسل کے تگڑے بازوں کی ضرب اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ جاپانیوں نے کئی تگڑے بازوں کو پکڑ پکڑ کر سمندر میں ڈالدیا"

ایک سادہ گرفت حملہ آور کو کس طرح بے دست وپا کرسکتی ہے ؟

حملہ آور اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے مدمقابل کے دائیں ہاتھ کی کلائی پکڑ لیتا ہے۔ حملہ آور کا بایاں بازو مدمقابل کے دائیں بازو کے نیچے چلا جاتا ہے ۔

حریف کی کلائی اوپر اُٹھائی جاتی ہے ۔ حملہ آور کا بایاں بازو اس کی پشت کی طرف
اس طرح دبایا جاتا ہے ۔ کہ پشت پر بازو کا خم مربع بنا دیتا ہے ۔ اور سر جھک کر زمین

(۳)



اس سہل سی گرفت سے حملہ آور بے بس ہو جاتا ہے ۔

(۴)



شیطانی دست پنجہ

پر جا رہتا ہے۔ اگر ذرا جھٹکا دیا جائے۔ تو وہ زمین پر منھ کے بل جا گریگا۔ اور اگر بازو کو دبایا جائے۔ تو بازو کے دو ٹکڑے ہو جائینگے"۔

شیطانی مصافحہ:۔ اس تصویر سے شیطانی مصافحہ ظاہر ہوتا ہے۔ جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

اس شخص کے پاس جاؤ۔ اور اس سے مصافحہ کرو۔ اس کے بازو کو اوپر اٹھاؤ اور خود اس کے پہلو کے پاس جا کھڑے ہو جاؤ۔ اور ساتھ ہی اپنا بایاں بازو اپنے مخالف کے پکڑے ہوئے بازو کے نیچے سے گذار دو۔ اس کی کلائی اوپر کی طرف اٹھی رہنی چاہیے۔ اس کے پکڑے ہوئے ہاتھ کو نیچے جھکاؤ۔ تمہارے مخالف کے بازو میں سخت تکلیف محسوس ہوگی۔ گویا کہ اسکے تیر مار دیا ہے۔ ممکن ہے تکلیف ایسی سخت ہو۔ کہ وہ اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کے بل کھڑا ہو جائے اگر تم آگے کی طرف چلو۔ تو اس کو بھی مجبورًا چلنا پڑیگا۔ وہ ہر طرح سے مجبور ہوگا اور کچھ نہ کر سکیگا"۔ آجکل انگلستان اور امریکہ میں بہت لوگ شوق سے ان جاپانی کشتی گری داؤں پیچ جاپانی استادوں سے سیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ جاپانی یقین دلاتے ہیں کہ موجودہ جنگ میں اُن کی کامیابی کا ایک بڑا سبب جیو جِتسو کی مشق بھی ہے +

حبشی کروڑپتی

حبشی کروڑپتی۔ مسٹر جان نائٹ جو پیدائشی حبشی غلام تھا۔ آج کروڑپتی ہے+ اسکی آمدنی کے ذرائع میوہ کے باغات۔ کیلے کے باغات۔ طلائی کانیں اور صدہا اور پیشے ہیں۔ اسکی ماں ایک تمباکو فروش کے ہاں ملازم تھی۔ اس لڑکے کے ساتھ اسکے مالکوں نے عمدہ برتاؤ کیا اور پڑھنے کو چند کتابیں منگوادیں۔ سولہ برس کی عمر میں وہ ایک نہایت ہی ہوشیار لڑکا ہو گیا۔ اسکا مالک ۱۸۶۰ء میں مر گیا اور جان نائٹ غلام کو ذریعہ مسی سنٹرل الاباما کے ایک کاشتکار رِدوئی کے ہاتھ آیا۔ یہاں وہ باغات کا اورسیر مقرر ہو گیا۔ ۱۸۶۶ء میں امریکہ میں ایک دوسری کام پر مقرر ہو گیا

جُزودان

نفس کُشی کی نہایت اعلیٰ مثالیں

سرجن ولیم ہیملٹن اور جاب چارنگ دونوں سینٹ جان کے گرجا گھر کے احاطہ کے کونہ میں ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے ہیں۔ یہ سرجن وہی شخص ہے جس کی ہمت مردانہ اور طبی قابلیت کی بدولت ۱۷۱۳ء میں دربار مغلیہ نے انگریز سوداگروں کی اُن شکایات کے رفع کرنے کا حکم صادر کر دیا تھا جن کے رفع کرانے کی غرض سے وہ انگلستان سے مامور ہو کر آیا تھا۔ ہیملٹن کو اس بات کا علم بخوبی تھا کہ اگر بادشاہ سلامت اُس کے علاج سے اچھے نہ ہوئے تو بجز قتل کے دُوسری سزا اُس کے لئے تجویز نہ ہوگی۔ مگر باوجود اس کے اُس نے علاج کرنے سے مُنہہ نہ موڑا۔ اور جب بادشاہ سلامت اُس کے علاج سے صحت یاب ہو گئے اور اس سے دریافت فرمانے لگے کہ وُہ کیا انعام مانگتا ہے تو اُس نے نہایت عالی حوصلگی سے کام لیکر درخواست کی کہ جو عرضداشت وُہ انگلستان سے لایا ہے منظور فرمائی جائے۔ بحالیکہ اگر ڈاکٹر ہیملٹن چاہتا تو اپنی ذات کے لئے لاکھوں روپے کما لیتا۔

ڈاکٹر گیبریل بروٹن کو جب ایک مغلیہ شہزادی کے علاج کے لئے سورت سے دہلی بُلایا گیا۔ اور اس کے علاج سے فائدہ ہوا تو دریافت کیا گیا کہ اُس کا وُہ کیا صلہ مانگتا ہے۔ اُس نے بڑی دریا دلی سے جواب دیا کہ "میری قوم کو اجازت دیجائے کہ اس ملک میں آکر تجارت کرے۔"

چنانچہ انگریزی جہازوں کے قیام کے لئے بعض سواحل مخصوص کر دیئے گئے اور انگریزی مال پر ٹیکس بہت ہی گھٹا دیا گیا +

کسان کا خزانہ سے کیا مطلب تھا

ایک کسان نے بستر مرگ پر اپنے لڑکوں کو بلایا اور اُن سے کہا کہ اے بچو میرے بعد جو چیز تم کو وراثت میں ملیگی وُہ یہی دو تین بگیہ زمین کے ہیں۔ اس لئے میں تم سے اُمید کرتا ہُوں کہ تم انہیں اپنے سے جُدا نہ کرو گے۔ کیونکہ ان کے نیچے میری تمام دولت گڑی ہے۔ لڑکوں نے یہ سمجھا کہ واقعی اس جگہ دولت گڑی ہُوئی ہے۔ چنانچہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد وُہ سب کے سب ادھر مشغول ہُوئے۔ اور لگے اس جگہ کو کھودنے۔ یہانتک کہ ایک انچہ زمین بھی کھودنے سے نہ رہ گئی۔ خزانہ ہوتا تو ملتا مگر اس سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ زمین کے عُمدہ طریقہ پر کھُد جانے سے اُس فصل میں معمول سے دوگنا غلہ پیدا ہوا اور تب یہ معمہ حل ہوا کہ بیچارہ کسان کا مطلب اپنی وصیّت سے کیا تھا +

ایفائے وعدہ کی عجیب مثال

ایک شخص نے ایک نوجوان آدمی کو قتل کر کے ایک عرب مسلمان کے یہاں آکر پناہ لی جس نے اُس کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ مقتول اس عرب کا اکلوتا بیٹا تھا۔ مگر اس عرب نے قاتل سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا بلکہ شب میں سب سے پوشیدہ اُسے ایک گھوڑا لا کر دیا اور کہا کہ اس پر سوار ہو کر فوراً

ذرا ہو جا کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے رشتہ داروں کو تیری یہاں موجودگی کی اطلاع ہو جائے۔ اور پھر دقت پیش آئے۔ سبحان اللہ! اسے وعدہ کا پورا کرنا کہتے ہیں +

ثابت قدمی واجب عزت ہے

شیخ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ جو بغداد میں ایک بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ ایک دن بغرض سیر و تفریح جنگل کو تشریف لے جاتے تھے۔ چند عقیدت مند مرید ہمراہ تھے۔ راستہ میں دیکھا کہ ایک شخص کو پھانسی دیگئی ہے۔ اور وہ ایک درخت پر گلے سے لٹکا ہوا ہے۔ آپ بڑھے اور اس کے پاؤں پر بوسہ دیا۔ شیخ کی یہ حالت دیکھ کر ہمراہیوں کو خیال ہوا۔ کہ عجب نہیں کہ یہ نعش کسی قطب الاقطاب کی ہو غرض ان میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا حضرت یہ کون بزرگ تھے جنکو پھانسی دیگئی" آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس چور کی ثابت قدمی اور استقامت کی عزت کی ہے کہ جس راہ میں اس نے پاؤں رکھا اسی راہ میں اپنا سر دیدیا۔ گو چور دنیا بھر میں کمینہ اور نالائق شمار ہونا چاہیئے۔ لیکن اس کے استقلال کے ایسے پیرایہ میں تعریف کی گئی ہے کہ جس سے بہتر استقلال اور ثابت قدمی کی تعریف کرنی مشکل ہے۔ اگر اچھے کام میں استقلال کیا جائے تو ممکن نہیں کہ انسان کو اس میں کامیابی نہ ہو +

اُمیّد کی خوشی

(جسے حضرت گہر لکھنوی نے بچوں کے اخبار کے لئے نظم کیا)

اَے کوہ کے خوشنما درختو اُونچے ٹیلوں کے بیل بوٹو
اَے چرخ کے جگمگاتے تارو اَے قوس قزح کے پیارے رنگو
تم دُور سے جیسے خوشنما ہو
نزدیک سے یُوں ہی جانفزا ہو
دیکھو کہ کھلے ہیں گل چمن میں کس لطف کی ہے بہار بن میں
موجیں لہراتی ہیں جمن میں قدرت کے نظارے ہیں وطن میں
لیکن اِن سب سے بڑھ کے بھائی
جو تم میں ہے شان دلربائی
دُوری نے ادا یہ تم کو بخشی دُوری نے یہ خوبصورتی دی
دُوری نے یہ دی ہے دلفریبی ہر بات ہے تم میں جو انوکھی
ہاں سچ ہے جو دُور چیز ہوگی
دل کو وُہ بہت عزیز ہوگی
کیا شے ہے جو ہم سے ہی بہت دُور جن ہے کہ پری ہے یا کہ ہے حُور
دِل دیکھ کے جس کو ہوگا مسرور کیا عقل وُہ شے ہے چشم بد دور
آئندہ خوشی دکھائیگی کیا
راحت کا یقیں دلائیگی کیا
ہرگز نہیں عقل تو ہے پا سنگ میدان ہے عقل کا بہت تنگ

دور ہے جو کوئی ہزار فرسنگ — نیچر کے فسوں سے عقل ہو دنگ

نزدیک جو سامنے عیاں ہے

اُس میں وہ خوشی مگر کہاں ہے

آخر کیا شے ہے کچھ کہو تو — آئندہ خوشی ہے جس سے دل کو

کیا علم و ہنر ہے وہ بتاؤ — اُسکا بھی یقیں نہیں ہے مجھ کو

ہے علم تو اک بڑا سمندر

غوطے کھاتے ہیں جس میں ماہر

وہ شے اُمید کی خوشی ہے — جس پر کہ مدارِ زندگی ہے

آنکھوں سے اگرچہ دُور ہی ہے — پر دل میں اسی کی روشنی ہے

پیاری حبیب ہے کسی حسیں کی

بیٹی اکلوتی ہے یقیں کی

اُمید نے شکل جب دکھائی — مایوسی کبھی نظر نہ آئی

ذلت سے ملی اُسے رہائی — جا اُس نے وہیں پھر اپنی پائی

جس جا کہ فرشتوں نے بھی اکثر

سجدے کے لئے جھکایا تھا سر

وہ نیک نبی جہاں کا مختار — پہنچاتی تھی قوم جس کو آزار

تھا پنجۂ ظلم میں گرفتار — لیکن تھی اُمید تو مددگار

تو نے ہی تو دی اُسے تسلی

دل سے ہوئی دُور ناامیدی

ڈونگی تھی بھنور میں ناخدا کی — طوفان کی موج میں رواں تھی

مایوسی کہتی تھی کہ ڈوبی   ازبس چھائی تھی ناامیدی
کس نے طوفان سے بچایا
کس نے پار اس گھڑی لگایا

امید تری مدد ملی جب   ڈونگی وہ کنارے لگ گئی تب
دکھلائی دیا جو روئے مطلب   گردش کی ہوا ہوا ہوئی سب
امید امید آہ امید
کیا بات ہے تری واہ امید

دیکھو ننھا سا پیارا بچہ   ماں کی آنکھوں کا تارا بچہ
لخت دل ماہ پارا بچہ   پیارا پیارا دلارا بچہ
گہوارہ میں کیسا سو رہا ہے
دل ماں کا مگن سا ہو رہا ہے
گہوارہ کی ڈوری ہے ہلاتی   چھاتی سے ہے بچے کو لگاتی
منہ چومتی مسکراتی جاتی   لوری دے دے کے تھپتھپاتی
کہتی ہے کہ نیند اوری آجا
آجا مرے لال کو سلا جا
چونک اٹھتا جو لال سوتے سوتے   کر دیتا ہے صبح روتے روتے
بہتے اشکوں کے جب ہیں سوتے   ماں کے ہیں حواس و ہوش کھوتے
ماں گود میں لیکے پیار کرتی
تن من اس پر نثار کرتی

الفت سے اُسے اُٹھا اُٹھا کے چھاتی سے کبھی لگا لگا کے
چمکار کے مُنہہ سے مُنہہ ملا کے اور پیار سے پیٹھ تھپتھپا کے
کہتی ہے کہ میرے لال سورہ
سورہ میرے نونہال سورہ

اَے باپ کی اپنے پیاری مورت پیاری پیاری دُلاری مورت
صدقہ تجھ پر مَیں واری مورت بھولی بھولی ہے نیاری مورت
آرام سے میرے لال سورہ
سورہ میرے نونہال سورہ

پُوچھے کوئی حال میرے جی کا تُو چین ہے میری زندگی کا
مقصد ہے تُو مری خوشی کا میرا سا ہے لال کب کسی کا
آرام سے میرے لال سورہ
سورہ میرے نونہال سورہ

تُو گھر کا مرے چراغ ہوگا حاسد کے جگر پہ داغ ہوگا
تجھ سے دِل باغ باغ ہوگا حاصل مجھ کو فراغ ہوگا
آرام سے میرے لال سورہ
سورہ میرے نونہال سورہ

جب ہوگا بڑا پڑھاؤں گی مَیں مکتب میں تجھے بٹھاؤں گی میں
آداب و ہنر سکھاؤں گی مَیں سُکھ ذات سے تیری پاؤں گی میں
آرام سے میرے لال سورہ
سورہ میرے نونہال سورہ

اُس وقت ہیں ماں کے یہ ارماں کرتا نہیں بچہ جبکہ غوں غاں

صورت بچہ کی دیکھ کر ماں — کرتی ہے مشکلوں کو آساں
اُمید کی اُس کے سب خوشی ہے
گویا یہ اس کی زندگی ہے

دیکھو اندھا ضعیف ناچار — روتا ہے پسر کے غم میں ہر بار
اس کا فرزند نیک اطوار — ملتا نہیں کھو گیا ہے لے یار
اندھا ہوا آرزو میں اس کی
کانٹا ہوا جستجو میں اس کی

مایوس نہیں ہوا کبھی وہ — اُمید کی ہے اُسے خوشی وہ
کہتا ہے ضعیف آدمی وہ — آتا ہوگا پسر ابھی وہ
اُمید نے دل نہ اُس کا توڑا
دلشاد کیا یہ تھوڑا تھوڑا

دیکھو قیدی کی حالت زار — کیسی آفت میں ہے گرفتار
ہمدم نہیں کوئی اُسکا ای یار — اُمید ہے ایک اس کی غمخوار
ماں باپ کہاں کدھر ہیں بھائی
ہے شاق اُن کی اُسے جُدائی

جینے سے جو تنگ آگیا ہے — اللہ سے موت مانگتا ہے
پھر بھی غم کو بُھلا رہا ہے — اُمید کا اس کو آسرا ہے
اُمید کی گر خوشی نہ ہوتی
حاصل اُسے مخلصی نہ ہوتی

دیکھو وہ اسیرِ دامِ گیسو ہے جس کو کسی کا عشق نیکو
فرقت میں کسی کے سر بزانو روتا ہے آٹھ آٹھ آنسو

دریا بہتے ہیں اشک نم کے
ڈوبا ہے وہ عشق میں صنم کے

ہے چارہ گری سے سخت نفرت بڑھتی جاتی ہے اسکی وحشت
لیکن دیکھو خدا کی قدرت اُمید سے اسکو ہے مسرت

اُمید نے غم بھلا دیا ہے
دلبر سے اُسے ملا دیا ہے

آفت سے گھر بچانیوالی مشکل میں بھی کام آنے والی
مظلوم پہ رحم کھانیوالی ہر دل کو خوشی دلانے والی

سمجھو تو وہ چیز کیا ہے اُمّید
ہر دل کو عزیز کیا ہے اُمّید

امریکہ کے کروڑپتی بچّے

دُنیا میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو بلا محنت و مشقت پیدا ہوتے ہی کروڑوں روپیہ کے مالک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ دن ہوئے کہ نیویارک کے ایک اخبار نے امریکہ کے کروڑپتی بچوں کی ایک فہرست شائع کی تھی جس میں مندرجہ ذیل بچوں کا ذکر تھا۔

مارگرٹ کارنیگی کو ۹ سال کی عمر میں ایک لاکھ ڈالر کا قیمتی مکان بطور تحفہ میں دیا گیا
جان نکلس براؤن صرف دو ہی سال کی عمر میں امریکہ کا سب سے زیادہ دولتمند بچہ شمار ہو گا

جسکے نام بنک میں اُس وقت تک ایک کروڑ پچاس لاکھ ڈالر جمع ہو گئے تھے۔
اساپیلا اکسنفلا صرف چھ ماہ کی ہے اور گو فی الحال ایک کرایہ کے مکان میں رکھی گئی ہے
لیکن عنقریب کئی کروڑ کی دولت وہ وراثتاً پانیوالی ہے۔
ولیم ہیفری وانڈربیٹ صرف ایک ہی ماہ کا بچہ ہے مگر اپنے سارے خاندان کی دولت
کا مالک ہے جو ایک ارب ڈالر کے قریب ہے۔
فلورا بینی ونٹی ابھی ۵ ماہ کی ہے جسے کئی لاکھ باپ سے اور کئی لاکھ ماں سے ملینگے
میکی کی عمر ایک سال کی ہے اور وہ پچاس کروڑ ڈالر کی دولت ورثہ میں پانے والا ہے۔
صرف امریکہ ہی پر کیا منحصر ہے۔ یورپ بلکہ خود ہندوستان میں بھی ایسے بچے موجود ہیں
جو خورد سالی میں کروڑوں روپیہ کے مالک ہو گئے ہیں لیکن عظمت میں یہ اُن کا مقابلہ ہرگز نہیں
کر سکتے جو محض اپنی قوتِ بازو اور اپنی لیاقت سے ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ پر پہنچتے ہیں۔ بے انتہا دولت
کے مالک بنجاتے ہیں اور شہرت و عزت پیدا کر کے سارے جہاں کے رشک کا باعث ہوتے ہیں +

ثمرۂ محنت

(از جناب محمد وزیر الدین صاحب عاقل اہلکار محکمہ تعلقہ داری دوم اورنگ آباد دکن)

جو تازہ جہاں میں درختِ ہنر ہے
تو محنت کا کوشش کا سارا ثمر ہے

تلاش اور محنت کا اچھا عمل ہے
کہ جو یندہ یابندہ ضرب المثل ہے

یہی عمر بچو یہی ہے زمانہ
جہاں پہ لگاؤ گے گا نشانہ

ذرا کاہلی اور غفلت کو چھوڑو
نہ ضدی بنو تم شرارت کو چھوڑو

اُٹھو دن چڑھے تک کے سونے کو چھوڑو
ہوئی صبح جب تم بچھونے کو چھوڑو

ہر ایک بات پر تم بگڑنے کو چھوڑو
خوشی سے ہنسو بولو رونے کو چھوڑو

جو ہو کام کی بات اس کو نہ چھوڑو
جو ہو نام کی بات اس کو نہ چھوڑو

نہ وہ کھیل کھیلو گھٹے جس سے عزت
نہ وہ کھیل کھیلو کہ آئے مصیبت

نہ نقصان پہونچے نہ تم کو ضرر ہو
نہ ڈر ہو کسی کا نہ خوف و خطر ہو

عبادت سے نازل ہو رحمت خدا کی
نمایاں ہو اُسی سے قدرت خدا کی

بھلائی بُرائی ہے طینت میں سب کے
موادِ ہنر ہے طبیعت میں سب کے

نہ سب کے لئے ایک شام و سحر ہے
کوئی جاگتا ہے کوئی بیخبر ہے

جو سیکھے اُسی کا ہی علم و ہنر ہے
یہ دولت نہ میراثِ جد و پدر ہے

فلاطوں ارسطو و بقراط سارے
حکیم اُقلیدس سقراط سارے

نہیں چار عنصر سے خالی وُہ سب تھے
مگر ملکِ حکمت کے والی وہ سب تھے

بھلا اُن کی اب کیوں ہو شہرت زیادہ
فنا ہونے کے بعد عزت زیادہ

سمجھنے میں سارا تمہارے یہ بل ہے
طبیعت کا رجحان محنت کا پھل ہے

خدا کی عنایت یہ تم پر بڑی ہے
کسی چیز کی بھی نہ تم میں کمی ہے

کرو گر جو محنت کا تم بھی ارادہ
تو آساں ہے مشکل نہیں ہے زیادہ

ہے ممکن کہ محنت سے حاصل ہنر ہو
ہو شہرت کہ عالم کی تم پر نظر ہو

طبیعت سنبھالو تو سنبھلے ابھی یہ
جو اس کو بگاڑو تو بگڑے ابھی یہ

جدھر تم پھراؤ تو جائے گی پھر وُہ
گئی ہاتھ سے جب نہ آئیگی پھر وُہ

ہے اخبار بچوں کا بچّو غنیمت
ذخیرہ ہے علموں کا بچّو غنیمت

نیا ہر مہینے نکلتا ہے چھپکر
ہے محبوب عالم کا احسان تم پر

خبر اس کی کب ہے بشارت سے خالی
نہیں اس کے مضموں لیاقت سے خالی

جو فرصت ہو اخبار بچوں کا دیکھو
جو بیٹھو تو شائستہ جلسوں میں بیٹھو

شب و روز عاقل کی بس یہ دُعا ہے
یہی آرزو ہے یہی مُدعا ہے

کہ نکلے مری قوم کے ادبار سے
خدایا وُہ فارغ ہوں علم و ہنر سے

پیسہ اخبار لاہور

جس میں ہر ہفتہ ولایت اور ہندوستان کے چیدہ سے چیدہ انگریزی اخبارات سے نادر اور دلچسپ مضامین ترجمہ ہو کر درج ہوا کرتے ہیں اور جس کو باقی تمام اردو اخبارات سے زیادہ سے زیادہ عمدہ اور تازہ خبر بہم پہنچانے کا فخر حاصل ہے۔ ہر ہفتہ کسی مشہور آدمی کی ایک پورے ورق کی تصویر مفت دیجاتی ہے۔ بوجہ اپنی نہایت ارزاں قیمت اور ہر دل عزیز پالیسی کے ہندوستان بھر کے **تمام اردو اخبارات سے زیادہ چھپنے والا ہے**۔ قیمت مع محصول ڈاک نقد اڑہائی روپے (عہ) پیشگی قیمت کی وصولی پر تین نادر کتابیں بھی ہر ایک خریدار کو مفت ملتی ہیں۔ جو صاحب للعہ ہمارے دفتر میں امانت رکھدیں ان کو تا وابسی امانت اخبار مفت ملتا رہے گا۔ جب جی چاہے اپنی امانت واپس لے لیں۔

روزانہ پیسہ اخبار سہ ماہی قیمت ہے یا جو صاحب مار دوسو روپیہ ہمارے کارخانہ میں امانت جمع کر کے تا وابسی امانت ہمیشہ روزانہ پیسہ اخبار مفت لیتے رہیں۔ جب جی چاہے اپنی امانت واپس لے سکتے ہیں۔

انتخاب لاجواب

یعنے دنیا کے تمام نہایت دلچسپ اور مفید کتابوں اخباروں اور تحریروں کا عطر مجموعہ جیس ہزارہا ایسے قیمتی علمی و عملی مضامین دل بہلاؤ اور تعلیم کے لئے جمع ہوتے ہیں کہ جو اور کسی بیے سے مل نہیں سکتے ہندوستان میں اس قسم کی کوئی کتاب یا رسالہ آجتک نہیں چھپا اردو زبان میں بے نظیر نعمت ہے ناظرین میں کئی قسم کے انعام تقسیم ہوتے ہیں اور مضمون نگاروں کو معقول معاوضہ دیا جاتا ہے ہفتہ وار اشاعت میں ۲۴ صفحے کلاں قیمت مع محصول ڈاک چار روپے (للعہ) جو صاحب ... روپے ہمارے دفتر میں امانت رکھدیں انکو تا وابسی امانت انتخاب مفت ملتا رہیگا جب جی چاہے اپنی امانت واپس لے لیں۔

المشتہر۔ مینیجر پیسہ اخبار لاہور

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک دو روپے چھ آنے ۔ قیمت فی پرچہ ۳ر

بچوں کا اخبار

نمبر ۲۴

بابت ماہ فروری ۱۹۰۵ء

مرتبہ منشی محبوب عالم

ایڈیٹر پیسہ اخبار

لاہور

کارخانہ پیسہ اخبار کے خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی عبدالعزیز مینجر نے چھاپکر شائع کیا

بچوں کا اخبار

حیوانات درند و چرند کے حالات کا سلسلہ

۲۹ - بارہ سنگا



یہ بارہ سنگا جسے اینڈیر کہتے ہیں یوروپ ایشیا اور امریکہ کے برفانی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ شمالی امریکہ میں یہ صرف شکار کے کام کا جانور سمجھا جاتا ہے۔ لیکن شمالی یوروپ میں اسے بطور اہلی جانور کے پالتے ہیں۔ اہل لیپ لینڈ کے پاس اگر رینڈیر ہو تو انہیں گھوڑے بھیڑ یا بیل کی کچھ ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ وہ اسپر اسباب بھی لاد دیتے ہیں۔ اسکا دودھ پیتے ہیں اور گوشت بھی کھاتے ہیں +

حیوانات پرند کے حالات کا سلسلہ

۲۹- جاوا کا مور



مور کی تصویر بچوں کے اخبار میں پہلے شائع ہو چکی ہے۔ جو ہندوستان کا ایک مشہور خوبصورت جانور ہے۔ اس کے پر قدرت کے قلم نے ایسے خوبصورت بنائے ہیں کہ انہیں جتنی دیر دیکھتے رہیں سیری نہیں ہوتی۔ جاوا کے مور میں ہندوستان کے مور سے کسی قدر فرق ہوتا ہے۔ مگر عام طور پر اس کا معلوم کرنا سہل نہیں یہ جانور ممالک مشرقی سے خصوصیت رکھتا ہے اور ممالک مغربی میں نہیں ہوتا۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

سردار عنایت اللہ خان ولیعہد افغانستان

سردار عنایت اللہ خاں صاحب جنکی تصویر ذیل میں درج کی جاتی ہے - امیر حبیب اللہ خاں صاحب امیر کابل کے بڑے بیٹے اور ولیعہد ہیں - سردار صاحب کی عمر اٹھارہ سال



سردار عنائت اللہ خان ولیعہد کابل

بدولت اُسے اُس کی اُمید اور حوصلہ سے بڑھ کر ترقی مل گئی۔ ورنہ جب وُہ اس راستہ پر چل رہا تھا تو اُسے معلوم بھی نہیں تھا کہ وُہ اپنی آیندہ زندگی کے لئے ایک ایسی مضبوط اور گہری بنیاد رکھ رہا ہے کہ جس پر ایسی عالیشان عمارت تعمیر ہوسکے گی۔ ہونہار بچوں کو اس شخص کی مثال سے سبق لینا چاہئے کہ بچپن ہی سے جو کام انہیں کرنے کو دیا جائے خواہ وُہ کیسا حقیر اور چھوٹا ہو مگر وُہ اُسی دل لگا کر اچھی طرح کریں ÷

پریسیڈنٹ جان اڈمس کی زندگی کا ایک واقعہ

لاطینی زبان کس طرح آسان ہوگئی

جان اڈمس صاحب دوم پریزیڈنٹ صُوبجاتِ متحدہ امریکہ مندرجہ ذیل واقعہ بیان کیا کرتے تھے کہ کس طرح ایک دانا باپ اُس بیٹے پر غالب آگیا جو تحصیلِ علم سے متنفر ریزاں رہتا تھا:۔ بچپن میں مجھے لاطینی گرامر کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا۔ چونکہ یہ ماب بہت مشکل تھی اس لئے مجھے اُس سے سخت نفرت پیدا ہوگئی۔ میرے لدِ بزرگوار مجھے کالج میں داخل کرنے کی فکر میں تھے۔ اِس لئے مَیں گرامر کا طالعہ کرتا تھا۔ مجھے یہ کتاب پڑھتے ہُوئے بہت عرصہ نہ گذرا تھا کہ ایک روز ں اپنے والد کے پاس گیا اور انہیں عرض کی کہ مَیں علم حاصل کرنا نہیں چاہتا یں کوئی اَور کام سیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ میرے والد نے فرمایا " اچھا۔ جان طینی گرامر پڑھنا تم پسند نہیں کرتے ہو تو خندق کھودنے کے کام میں کوشش

کرو۔ شاید یہ کام تمہیں پسند آئے۔ سامنے کی چراگاہ میں مجھے ایک خندق کی ضرورت ہے۔ اس لئے تم لاطینی زبان کا مطالعہ کرنا چھوڑ دو اور اس کام میں کوشش کرنا شروع کر دو۔ یہ تبادلہ مجھے پسند آیا۔ اور میں چراگاہ کی طرف چلا گیا۔ لیکن جلدی ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ لاطینی زبان کی نسبت خندق کھودنا



جان ایڈمس پریسیڈنٹ اضلاع متحدہ امریکہ

زیادہ مشکل کام ہے۔ پہلی ہی صبح (جو طلوع آفتاب سے دوپہر تک تھی) مجھے اتنی زیادہ طویل معلوم ہوئی۔ کہ جس سے زیادہ مجھے آج تک تجربہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوا اس روز میں نے اپنی مشقت سے کما کر کھانا کھایا۔ جب رات کے آثار نمودار ہوئے تو مجھے خوشی حاصل ہوئی۔ اس رات میں نے لاطینی گرامر اور خندق کھودنے کے کام کے درمیان قدرے مقابلہ کیا۔ لیکن اس بارہ میں کوئی قطعی رائے قائم نہ کی۔

دوسرے روز علی الصباح پھر میں خندق کھودنے لگا اور چاشت کے وقت لاطینی زبان کا مطالعہ کرنے کی خواہش میرے دل میں پیدا ہوئی کیونکہ بمقابلہ خندق کے یہ کام آسان معلوم ہونے لگا۔ بلکہ میں سرے سے

خندق کے کام سے بھی عاجز اور قاصر تھا۔ رات کے وقت مشقت نے میرے غرور یعنے مطالعہ کی نفرت پر غلبہ پایا۔ کیونکہ وہ مشقت سب سے زیادہ سخت تھی جو عمر بھر میں مجھے برداشت کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ مَیں نے اپنے والد ماجد سے عرض کی کہ اگر آپ پسند کریں تو مَیں لاطینی زبان کے مطالعہ کو خندق کے کام پر ترجیح دیتا ہوں۔

میرے والد بزرگوار یہ بات سُنکر باغ باغ ہو گئے۔ آجتک جو مجھے اعزاز و اکرام نصیب ہوا ہے وُہ اُس خندق میں دو روز مشقت کرنے کا ہی ثمرہ ہے +

نوشت و خواند
وقت کی قدر کرو

زندگی کا ہر ایک لمحہ ایک انمول موتی ہے۔ جب یہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تو اِسے ضائع نہ جانے دو۔ بلکہ اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرو۔ وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع کرنا سخت غلطی ہے۔ جب یہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ تو اسکا دوبارہ ہاتھ آنا ناممکن ہے۔ اس لئے تمہیں چاہئے۔ کہ پیشتر اُس کے کہ وقت کی تیز رفتار چڑیا تمہارے ہاتھ سے اُڑ جائے۔ اُس سے کچھ نہ کچھ فائدہ اُٹھالو۔ وقت کی قیمت اُن لوگوں سے پُوچھو۔ جو اپنی زندگی کی زیادہ تر

منزلیں طے کر چکے ہیں۔ اور کہولت اور بڑھاپے میں قدم رکھ رہے ہیں۔ ان میں سے کئی ایسے ہیں۔ جنہوں نے اپنا بچپن کا زمانہ لہو ولعب اور محض کھیل کود میں گنوایا۔ اور اب پچھتا رہے ہیں۔ کہ ہم نے کیوں وقت کی قدر نہ کی۔ بعض ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے بچپن سے ہی وقت کی قدر کرنی شروع کی۔ اور جوانی میں اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کیا۔ بڑھاپے میں کوئی امیر ہو یا غریب۔ تمہیں تبلادیگا۔ کہ وقت سی بے بہا دولت ہاتھ سے کھو دینا گویا اپنی زندگی کو مفت ضائع کر دینا ہے۔ کسی غربت زدہ بڈھے سے پوچھو۔ کہ میاں بڈھے۔ تم غریب کیوں رہے۔ تو وہ یہی جواب دیگا۔ کہ افسوس میں نے وقت کی قدر کو نہ پہچانا۔ اور کچھ حاصل نہ کر لیا۔ اسی طرح ایک لکھ پتی کا جواب یہ ہوگا۔ کہ میں نے خوش قسمتی سے فلاں وقت پر فلاں کام شروع کر دیا۔ اگر میں اسوقت یہ موقع ہاتھ سے جانے دیتا۔ تو میں بھی غریب ہوتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وقت کا ایک لمحہ بھی ایسی طاقت رکھتا ہے۔ کہ اگر اُسکو غفلت میں اپنے پاس سے گذار دیا جائے۔ تو وہ تمہاری پرواہ نہیں کریگا۔ اور تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔ لیکن اگر اسی ایک لمحہ کو تم اپنے قابو میں کر لو۔ تو یہ بالکل قرین قیاس بات ہے۔ کہ تم تھوڑے ہی عرصے میں کامیابی حاصل کر لو۔ یاد رکھو جو لوگ وقت کی قدر کرتے ہیں۔ زمانہ اُن کی قدر کرتا ہے۔ اور جو وقت کی پرواہ نہیں کرتے زمانہ بھی اُن کی پرواہ نہیں کرتا۔ پس اگر تم زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہو۔ اور باپ دادا کا نام روشن کرنا چاہتے ہو۔ تو وقت کی قدر کرو

جو پڑھو زبانی یاد کرلو

زمانہ گذشتہ میں زیادہ تر تعلیم زبانی ہوتی تھی۔ اُس کے بعد یہ ہوتا تھا کہ اُستاد شاگردوں میں جو کچھ بیان کرتا وہ شاگرد لکھ کر اپنے پاس رکھتے اور وقتِ ضرورت اُن سے کام نکالتے۔ اس کے متعلق حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ بہت دلچسپ ہے۔ آپ اپنے اُستاد کے پاس سے وطن مالوف کو واپس تشریف لیجارہے تھے اور آپ کے پاس مذکورہ بالا قسم کے کاغذات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ راستہ میں ڈاکہ پڑا۔ مال ومتاع کے ساتھ یہ کاغذات بھی ڈاکوؤں کے ہاتھ آئے۔ امام صاحب علیہ الرحمۃ کو ان کاغذات کے تلف ہونے کا سخت افسوس تھا۔ آپ سیدھے ڈاکوؤں کے سردار کے پاس پہونچے۔ اور اُس سے ان کاغذات کے لئے کہا کہ اگر یہ نہ ملینگے تو عمر بھر کی کمائی رائگاں جاویگی۔ اُس سردار نے کاغذات تو واپس کردیئے مگر یہ کہا کہ ایسا علم جو ان کاغذوں پر منحصر اور محدود ہو کس کام کا۔ اس طعنہ سے امام صاحب بہت متاثر ہوئے اور وطن پہنچ کر ان کاغذات کے مضامین زبانی تھوڑے ہی عرصہ میں یاد کرلیئے +

(سیّد محمد فاروق)

اخلاق و آداب

سر والٹر سکاٹ کی آخری نصیحت

انگلستان کے اس نامور فسانہ نویس و مصنّف کا قول ہے۔ کہ دولت و حشمت جاہ و عزت۔ شہرت و ناموری اور دوست نیکی اور خُلق سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور جب یہ دونوں نیک خصلتیں انسان میں نہ ہوں۔ تو نہ دولت رہتی ہے۔ نہ عزت اور ناموری ہی رہتی ہے۔ اور نہ کوئی دوست ہی بنتا ہے۔ چونکہ یہی چیزیں اصلی کامیابی کا باعث ہوتی ہیں۔ اس لیے سر والٹر سکاٹ نے اپنے انتقال سے ایک دو روز پیشتر اپنے داماد سے کہا "میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر ایک کے ساتھ نیکی کرو۔ تاکہ لوگ تمہاری عزت کریں۔ اور ہر ایک سے خلق سے پیش آؤ۔ تاکہ تمہاری محبت لوگوں کے دلوں میں قائم ہو جائے۔ اس نصیحت پر پُوری طرح عمل کرو۔ اور جب تم بھی میری طرح بستر مرگ پر لیٹے ہوئے ہوگے۔ تو تمہارا دل اطمینان۔ امن اور دامی راحت سے بھرا ہوا ہوگا۔ کیونکہ تم نے نیک کام کر کے اپنی زندگی میں ہر طرح کی کامیابی حاصل کی"۔

اس لائق شخص کی یہ نصیحت واقعی دل پر نقش کر لینے کے قابل ہے۔ کہ نیکی کی بدولت انسان زندگی میں اعلیٰ عزت حاصل کر سکتا ہے۔ اور خلق سے وہ لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کر سکتا ہے۔ کیا تم یہ باتیں حاصل نہیں کرنا چاہتے؟

دولتمند کس طرح بنتے ہیں؟

انگلینڈ میں ایک امیر آدمی نے اشتہار دے رکھا تھا کہ میں ہر ایک شریف مفلس کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ اتفاق سے اس کے پاس ایک آدمی جو شراب۔ تمباکو اور ناس کا استعمال کرتا تھا گیا اور کہنے لگا کہ میں شریف مفلس ہوں میری مال سے مدد کیجئے۔ اشتہار دہندہ نے جواب دیا کہ میں مدد تو دونگا مگر پہلے میری ایک بات مان لو۔ مفلس نے کہا بہت خوب۔ وہ بولا کہ اسی وقت گھر کو چلے جاؤ اور شراب کا استعمال ترک کردو۔ اور پھر تین ماہ کے بعد آنا۔ مفلس شراب کا استعمال بالکل ترک کرکے تین ماہ بعد آیا۔ اشتہار دہندہ نے کہا کہ اب ایک اور بات مانو اور پھر تین ماہ کے بعد میرے پاس آنا۔ جس طرح ہوسکیگا میں تمہاری مدد کرونگا۔ مفلس نے کہا بتائیے۔ اس نے کہا کہ گھر کو جاؤ اور تمباکو کا استعمال قطعی ترک کردو۔ چنانچہ وہ مفلس گھر آیا اور اس کی ہدایت کے مطابق اس نے عمل کیا اور پھر تین ماہ گذرنے کے بعد اس آدمی سے مدد لینے کے واسطے نہ گیا۔ مفلس کے ایک دوست نے یہ دیکھ کر کہا کہ تو نے فلاں شخص سے مدد لینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب کیوں اس سے مدد نہیں لیتا۔

اس نے جواب دیا کہ جب سے ناس تمباکو شراب کا استعمال قطعی چھوٹ گیا ہے۔ تب سے میں مفلس نہیں رہا۔ پس میں بے فائدہ مانگنے کیوں جاؤں۔

سچ ہے بیہودہ ضروریات کو بڑھانا اپنے آپ کو مفلس بنانا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہمیشہ ایسی بیہودہ باتوں سے پرہیز کریں۔ پھر فارغ البالی ہاتھ باندھے ہمارے سامنے کھڑی رہیگی +

(لبھو رام نیر۔ آنند آشرم۔ لودیانہ)

سلامت روی اور توکّل

(انگریزی نظم کا ترجمہ)

(از محمد مقتدی خاں شروانی بلونوی مترجم کارخانہ پیسہ اخبار)

باندھ ہمت بھائی اور ٹھوکر نہ کھا گرچہ ہو تاریک رستہ رات سا
ہے ستارہ رہنما مسکین کا:۔ "حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا"

راہ گو سنسان و ناہموار ہو اور سرا اُسکا نظر کے پار ہو
حال کچھ بھی ہو قدم آگے بڑھا "حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا"

یاسی و مکر دل سے دُور کر اور وُہ جو ہو نورِ حق سے پُرحذر
نفع و نقصاں کا خیال اصلا نہ لا "حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا"

آسرا غیروں کا ہے بالکل فضول جنگ میں تم افسروں کو جاؤ بھول
بلکہ یہ مسلک ہو قول و فعل کا:۔ "حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا"

نفس کے ہتھے نہ چڑھنا اے عزیز چاہئے دیو اور فرشتہ میں تمیز
رسم و فیشن پر بھروسا ہے خطا "حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا"

چال سیدھی اور سادہ زندگی دل کی تسکیں اور قوّت قلب کی

اور پھر ان کے ساتھ اچھا رہنا۔　حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا"

بعض ہیں مانوس اور غدّار بعض　مدح و ذم میں تیری ہیں سرشار بعض
چھوڑ ان سب کو نظر اوپر اٹھا　"حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا"

زبان اچھّی ہے یا بُری

(نوشتہ جناب مولوی سید محمد فاروق صاحب حیدرآبادی)

قدیم زمانہ کا ایک واقعہ ہے کہ یونان کے ایک حکیم نے اپنے دوستوں کی دعوت کی اور اپنے نوکر کو بلا کر عمدہ کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ دسترخوان پر سب سے پہلے جو چیز مہمانوں کے سامنے لائی گئی وہ مختلف طریقوں سے پکی ہوئی زبانیں تھیں۔ ان زبانوں کو دیکھ کر بہت لوگ متعجب ہوئے اور اکثر ظریف مزاج مہمانوں نے میزبان کو مخاطب کرکے مذاقیہ فقرے سنائے۔ دوسری مرتبہ جو چیز دسترخوان پر لائی گئی وہ بھی زبانیں ہی تھیں علیٰ ہذا القیاس تیسرے اور چوتھے دفعہ بھی۔ یہ دیکھ کر میزبان مارے غصہ کے آگ ہو کر نوکر سے بولا کہ آخر اس کے کیا معنے ہیں۔ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ روپیہ پیسہ کا خیال نہ کرکے عمدہ سے عمدہ کھانے کی چیز لانا۔ اور یہاں سوائے زبانوں کے اور کچھ نہیں۔ عقلمند نوکر نے ادب سے جواب دیا کہ زبان سے اچھی کونسی چیز ہو سکتی ہے۔ اس سے علوم فنون سیکھتے ہیں۔ اسی سے ہم خدا کو یاد کرتے ہیں۔ سلام کرتے ہیں۔ دعا دیتے ہیں۔ غرضکہ اس سے زیادہ اچھی چیز دنیا میں

اور کوئی نہیں۔ یہ سُنکر حاضرین نے نوکر کی فہم و فراست کی تعریف کی۔ اتفاق سے میزبان نے اسی جماعت کو دوسرے دن پھر مدعو کیا اور نوکر سے مُسکراتے ہُوئے کہا کہ اچھا بھئی کل کی دعوت کے لئے خراب چیز تیار کرنا۔ دوسرے دن دعوت میں آپ خیال کر سکتے ہیں کہ میزبان اور مہمان کسقدر متحیر ہُوئے ہونگے۔ جب اُن کے سامنے گذشتہ دن کی طرح پھر زبانوں کا ہی سالن لایا گیا۔ میزبان نے نوکر سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ دُنیا میں زبان سے خراب چیز بھلا اور کون ہوسکتی ہے۔ جو بُرائیاں اس عالم میں ہوتی ہیں اُنکی جڑ یہی زبان ہے۔ اسی سے جھوٹ بولتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں۔ کوستے ہیں۔ غیبت کرتے ہیں۔ خوشامد اور چُغلی بھی اسی سے کی جاتی ہے۔ یہ باتیں سُنکر میزبان اور سب مہمان نوکر کی دانشمندی پر عش عش کرنے لگے +

حفظِ صحت

آنکھوں کی حفاظت

بعض آدمی آنکھ کے ٹھیک استعمال سے واقف نہیں ہیں۔ اور اس بے احتیاطی کی وجہ سے بعض اوقات طرح طرح کی آنکھ کی بیماریوں میں مُبتلا ہو جاتے ہیں اور قسم قسم کی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی آگاہی کے لئے چند ہدایتیں لکھی جائیں۔

غالباً اس بیماری کے پیدا ہونے کے تین سبب ہیں۔ اوّل نسل کے لحاظ سے۔ جن طلبا کے والدین کو یہ بیماری لاحق ہوتی ہے۔ وہ اکثر اس بیماری میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ دوم چونکہ بچپن میں بچّوں کے تمام اعضا نرم اور کمزور ہوتے ہیں۔ ان پر زیادہ دباؤ پڑے تو وہ کمزور ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح بینائی میں بھی ضعف آجاتا ہے۔ سوم جو بچّے خاصکر کم طاقت اور نحیف ہوں انکو یہ بیماری اکثر عائد ہوجاتی ہے۔

مضبوط اور توانا بچّوں کو یہ بیماری کم ہوا کرتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ توانا اور طاقتور بچّوں کو کھلی ہوا میں کھیلنے اور اچھلنے کودنے کا شوق ہوتا ہے۔ اوران کے رگ و ریشے سخت اور اعضا قوی ہوجاتے ہیں۔ خراب ہوا سے بچّوں کی طبیعت سُست اور کاہل اور کمزور ہوجاتی ہے۔ جس کے باعث یہ اور آنکھوں کی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ کمزوری۔ بدہضمی اور زکام سے بھی اس مرض کے ہونے کا خطرہ ہے۔ جب کسی طالب علم کو بخار آچکا ہو۔ مگر ابھی نقاہت باقی ہو۔ تو کچھ عرصے تک پڑھنا ملتوی رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس وقت آنکھیں کمزور ہوتی ہیں۔

اگر لگاتار نہ پڑھا جائے اور درمیان میں گاہی گاہے کچھ وقفہ دیکر آنکھوں کو آرام دیا جائے تو بینائی کو فائدہ ہوتا ہے۔

مفصّلۂ ذیل امور سے یہ مرض ترقی پکڑتا ہے۔

(۱) بہت ہی باریک اشیاء کا دیکھنا۔ مثلاً باریک چھاپے کی کتابیں اور نقشے اور سوزن کا کام۔

(۲) کافی روشنی کا نہ ہونا۔ بعض طلبا شام کو جب تک نظر آتا بند نہ ہو جائے پڑھا

رہتے ہیں اور بعض چاند کی مدھم روشنی میں اپنا مطالعہ جاری رکھتے ہیں۔

(۳) تکان۔

(۴) بیداری۔

(۵) بہت گرم کمرے کی نشست۔

(۶) پاؤں کو سردی لگنا۔

(۷) گردن میں کوئی کپڑا بندھا رہنا۔

(۸) دیر تک کھیلنے کے بعد فوراً لکھنا پڑھنا شروع کر دینا یا خواب سے بیدار ہوتے ہی مطالعہ جاری کرنا۔

(۹) شام کی نسبت صبح کو پڑھنے سے آنکھوں کو تکان کم ہوتی ہے۔ پڑھتے وقت آگے کو نہ جھکنا چاہئے۔ اور کتاب کو پندرہ انچ سے زیادہ نزدیک نہیں رکھنا چاہئے۔ پڑھتے پڑھتے چند لمحہ کے لئے کچھ فاصلے سے اشیاء پر نگاہ جمانا آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانا۔ لیٹ کر پڑھنا بینائی کے لئے مضر ہے۔ اِس سے آنکھوں پر زور پڑتا ہے۔ موٹے خط کو کام میں لانا چاہئے۔ پھیکی سیاہی اور چکنی سلیٹ کے استعمال سے بھی آنکھوں پر دباؤ پڑتا ہے۔ نہائت تیز روشنی کی طرف دیکھنا اچھا نہیں بعض بے وقوف عورتیں اپنے خورد سال ننھّے بچّوں کو دھوپ میں لٹا دیتی ہیں۔ بیچارے بچّے نہایت تنگ ہو کر کبھی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ کبھی چلّاتے ہیں۔ مگر کچھ پروا نہیں کرتیں۔ اور نہ انکے تلملانے کی وجہ کو سمجھتی ہیں۔ اس سے بچّے کی بینائی کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ یکایک اندھیرے سے تیز روشنی میں یا تیز روشنی سے تاریکی میں جانا بھی بینائی کو ضرر پہنچاتا ہے۔ اِس سے بعض

اوقات آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ اگر کسی بہت تیز روشنی والے لیمپ کو ٹھیک ٹھیک درست کرنا ہو تو دو انگلیوں کو جوڑ کر ان کے درمیانی سوراخ سے اس کی طرف نگاہ ڈالنی چاہئے۔ اس سے آنکھ کا بچاؤ رہتا ہے۔

پڑھتے وقت چراغ یا لیمپ کی طرف طالب علم کی پیٹھ ہونی چاہئے۔ تاکہ روشنی کتاب پر پڑے۔ آنکھ میں داخل نہ ہو۔ ہمیشہ پیٹھ کو سیدھا کر کے گردن کو پیچھے کی طرف جھکانا چاہئے اور کتاب کو ہاتھ میں اُٹھا کر پڑھنا چاہئے۔ سلگتی آگ کی روشنی میں مطالعہ نہ کرنا چاہئے۔ دُھوپ میں کتاب رکھ کر پڑھنے سے بھی بینائی کو ضرر پہنچتا ہے +

راقم بندہ حیدر علی جونیر سپیشل کلاس ایم۔ بی سکول خوشاب

ورزش اور کھیل

امریکہ کے حبشی

امریکہ کے حبشی بڑے زندہ دل ہوتے ہیں اور ہر وقت کھیل تماشوں اور ہنسی مذاق میں منہمک رہتے ہیں۔ یہ لوگ قدرتی طور پر بامذاق واقع ہوئے ہیں اور دوسروں کو ہنسانے کی جو قابلیت ان میں ہے وہ کسی دوسری قوم میں دیکھنے میں نہیں آتی۔ ہنستے بہت ہیں اور کچھ اُس انداز سے ہنستے ہیں

کہ دُوسروں کو بھی ان کی ہنسی دیکھ کر خواہ مخواہ ہنسی آجاتی ہے۔

مقابلہ رفتار ایک ان کے ہاں کی تفریح ہے جو انہیں کی ایجاد اور زیب انہیں سے مخصوص معلوم ہوتی ہے ۔ یہ ایک قسم کی نمائش ہوتی ہے جس کے دیکھنے کے لئے لوگ کثرت سے جمع ہوتے ہیں۔ مقابلہ کرنے والے مرد و عورت کے جوڑے ہوتے ہیں۔ یہ جوڑے مختلف قسم کے رنگ برنگے کپڑے پہنتے ہیں اور تمام مقابلہ کرنے والے جوڑے ایک دُوسرے کے پیچھے ہو کر چلتے ہیں ۔ مقابلہ اندازِ رفتار میں ہوتا ہے۔ ہر ایک جوڑے کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ دُوسرے جوڑوں سے شانِ رفتار میں بڑھ جائے ۔ چند حکم بھی مقرر ہوتے ہیں جو فیصلہ کرتے ہیں کہ زیادہ شاندار رفتار کس جوڑے کی ہے ۔ جس کا نمبر اوّل نکلتا ہے اُسے انعام میں ایک کیک ملتی ہے ۔ اس مقابلہ میں نوجوان کثرت سے شریک ہوتے ہیں اور مقابلہ کے وقت باجا بھی بجایا جاتا ہے ۔

بینجو ایک انگریزی قسم کا باجا ہے کہ یہ لوگ بڑے شائق ہوتے ہیں ۔ اور اپنے اپنے گھروں میں اس باجہ کو ضرور رکھتے ہیں ۔ تفریح کے موقعوں پر اور فرصت کے وقت یہ بجایا جاتا ہے ۔

ایک حبشی بینجو بجا رہا ہے اور اپنے لڑکے کو تال پہ پیر مارنا سکھا رہا ہے۔ جب یہ اپنے باجوں کے ساتھ سر ملا کر گاتے ہیں تو سُننے والوں کو بے انتہا ہنسی آتی ہے ۔ دیکھو اگلے صفحے کی تصویر میں ان کی شکل ہی دیکھ کر ہنسی آتی ہے ۔ ان کے چہرے پر بھی دیکھو ہر وقت مُسکراہٹ رہتی ہے ۔

شکار کے بھی یہ از حد شائق ہیں ۔ امریکہ میں اپوزم ایک خاص قسم کا جانور ہوتا ہے جو ان کی نہایت لذیذ غذا ہے ۔ اپوزم کو پکڑنے میں یہ

بڑی محنت اٹھاتے ہیں کیونکہ یہ بڑا چالاک جانور ہے اور بڑی مشکل سے پکڑا جاتا ہے۔ پکڑے جانے کے بعد بھی یہ مکر سے جھوٹ موٹ مر جاتا ہے۔ شکاری مردہ سمجھ کر اس کو ایک جگہ ڈال دیتے ہیں۔ یہ جب موقعہ پاتا ہے تو



امریکہ کے حبشیوں کی ورزش اور کھیل وغیرہ

بھاگ جاتا ہے۔ کبھی اسے جال میں پھنساتے ہیں اور کبھی اس کا پیچھا کر کے اسے پکڑتے ہیں۔ لیکن جب پیچھا کیا جاتا ہے تو سخت سے پچھاڑنا پڑتا ہے کوشش اس امر کی جاتی ہے کہ پکڑتے وقت اس کی کھال نہ بگڑنے پائے کیونکہ یہ کھال بعد میں بک جاتی ہے

ننھّے بچّوں کا صفحہ

ڈنمارک کے بچّوں کی لوری



ڈنمارک کی ماں بچّے کو لوری دے رہی ہے

بچّوں کے اخبار میں ناظرین عرب بچّوں کی دلچسپ لوری پڑھ چکے ہونگے کہ جس سے سرزمین عرب کی مائیں اپنے ننھے ننھّے بچّوں کو سُلاتی ہیں۔ ذیل میں ڈنمارک کی ایک لوری کا اُردو میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ جیسے ہر مُلک

کے رسم و رواج جُدا جُدا ہیں ویسے ہی ہر مُلک کے خیالات مختلف ہیں۔ سُنئے ڈنمارک کی لوری میں کیسے خیالات پائے جاتے ہیں :۔

میرے پیارے ۔ میرے بچّے اچھّے بچّے اچھّے بچّے
کیسے بہادر لارڈ ہیں چلتے ٹوپی کلغی اپنی سنبھالے
زیں سے لٹکتی تلواریں اپنی چابک سے چٹنک ماریں
لیڈیاں مغرور اوڑھے لبادے ریشمی دامن ناز سے سادے
سایہ کی صُورت ساتھ رواں ہیں گھوڑوں پہ اپنے جلوہ کناں ہیں
گاڑی میں جوتے گھوڑونکو دہقاں کیسی ادا سے جاتا ہے اس آں
کھاتی ہے گاڑی ہچکولے گھوڑے ہیں کیا دہقان نے جوڑے
ایسے ہی میرا بچّہ پیارا ہو کے سوار اک روز چلے گا

نیند میں اپنی سو بچّے
ایسا ہی تو بھی ہو بچّے

بچّوں کی صرف نحو اور ایک منشی کی دلچسپ حکایت

(نتیجہ فکر محمد وزیرالدین صاحب عاقل منتظم عدالت دوم تعلقدارہ فتح پور ضلع اورنگ آباد)

صرف ہوتا زیادہ آمد سے بنیا ملتا نہیں خوشامد سے
بحث بنیا کوئی نہیں سُنتا لفظ فقرہ کوئی نہیں چلیت

کب وہ سنتا ہے روز کی کل کل | کلمے کہتا ہے خوب ہی مہمل
لفظ بے معنی کب وہ کہتا ہے | اور دو دو کے دس وہ لیتا ہے
ہے تقاضا کا فعل سختی کا | کچھ نہیں نام نیک بختی کا
ہوں روابط تو گھر بگڑ جاتے | اور بھی لینے دینے پڑ جاتے
حرف خالی نہیں ہے مطلب سے | اور ہے لین دین بھی سب سے
ظرف اس کا بہت ہی چھوٹا ہے | کام اس کا کھرا بھی کھوٹا ہے
فرق ہے جنس و ذات میں اس کے | جھوٹ ہی بات بات میں اس کے
ہے عدد اک ضمیر ہیں اس کے | گنتی ساری خمیر ہیں اس کے
خاک دیکھیں حساب ہم اس کا | کون سمجھیگا بیش و کم اس کا
لکھنے ہیں تار کے اشارے ہیں | ہندسے مارواڑی سارے ہیں
اپنا لکھا وہ آپ ہی جانے | کیا کنایہ ہے کون پہچانے
خوب منحوس ہے نسب اس کا | اور کنجوس ہے لقب اس کا
لینا مصدر ہے لازمی اس کا | اور مشتق ہے سود یا بٹا
ہر گھڑی ایک حال ہے اس کا | ہر زمانہ میں جال ہے اس کا
کون امر و نہی سے خالی ہے | اور نقصان سب کو مالی ہے
دو کے دس لینا یہ بھی مصدر ہے | پر نہیں اصلی جعلی مصدر ہے
ہے مرکب وہ سارے ہی فن سے | تیز و طرار ہے وہ بچپن سے
دینا لینا جو صاف ہو جاتا | اور سطے سب مصاف ہو جاتا
میٹھی باتیں کلام کرتا ہے | آتے جاتے سلام کرتا ہے
جملہ ناقص کوئی نہیں ہوتا | فوت مطلب کوئی نہیں ہوتا

خوب **ترکیب** ہے ملانے کی — ہنستے ہنستے ہی بس رلانے کی
طلب اپنی نہیں **مصیبت** ہے — کیونکہ اُس کی طرف **اضافت** ہے
نوکری تو **مضاف** ہے ہم سے — لینے تنخواہ آ گئے دھم سے

ہو توجہ جو حضرتِ عاقل
بچہ بچہ بنے گا سب قابل

دلچسپ کہانی

(بچوں کے لیے)

دو لڑکے عابد اور محمد بڑے نیک اور پارسا تھے اور کسی نے کبھی اُن کے مُنہ سے گالی یا بُرا لفظ نہ سُنا تھا۔ ہمیشہ بڑوں کا ادب چھوٹوں کا لحاظ اور بے زبان جانوروں اور اپنے سے کم درجہ لوگوں یعنی غریبوں سے رحم کا برتاؤ کرتے تھے۔ اور جب کبھی اُنکو فالتو پیسہ دیا جاتا وُہ خیرات کر دیتے تھے۔ اُن کے والدین اُن کی باموقع سخاوت اور عبادت سے بہت خوش تھے۔ اور ہمیشہ اپنے بچوں پر فخر کیا کرتے تھے۔ حُسن اتفاق سے ان لڑکوں کو ایک دفعہ کسی نزدیکی رشتہ دار کے گھر جانا پڑا۔ جس کا ایک لڑکا حامد نامی ان کا ہم عُمر تھا مگر اوّل درجہ کا شریر بدمعاش اور بدزبان تھا۔ ہر وقت بہن بھائیوں سے لڑتا رہتا۔ اور ماں باپ کے سامنے بڑی گستاخی سے گفتگو کرتا۔ ماں کی تو کچھ حقیقت ہی نہ جانتا تھا۔ غرضکہ پانچوں عیب شرعی اُس میں موجود تھے۔ اگرچہ عابد اور محمد کو اس لڑکے کی صحبت سخت ناگوار تھی۔

اور ڈرتے ڈرتے تنگ آکر اُنہوں نے اشارہ سے اپنے والدین کو کہہ بھی دیا کہ ہم کو اس کے پاس سے لے چلو۔ مگر نہ معلوم کیا سبب تھا کہ اُن کو مجبوراً ان کے پاس ٹھہرنا پڑا۔ خیر مرتا کیا نہ کرتا۔ اگرچہ اُن کو اس لڑکے کے پاس ایک گھڑی بھی بیٹھنا دشوار تھا مگر کئی دن رہنے کے سبب انہوں نے مضبوط ارادہ کرلیا کہ ہم ضرور اس کے راہ راست پر لانے کی تدبیر کرینگے۔ ایک دن دونوں بھائی صبح کی نماز سے ابھی فارغ نہ ہوئے تھے کہ اُنہوں نے حامد کو بے وجہ گالیاں دیتے سنا اور ایک بلی کو اس وجہ سے بالاخانہ سے دے پٹکا۔ کہ وُہ اُس کے لحاف میں چلی گئی تھی۔ جس سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

بلی نے ایسی دردناک چیخیں ماریں کہ عابد اور محمد کا دِل ہل گیا۔ اور وُہ بہت متاثر ہوئے۔ بجائے اس کے کہ حامد اپنے کئے پر پشیمان ہوتا انکو حیران دیکھ کر ہنسا اور کہنے لگا کہ یہ مجھ کو اکثر جگا کر بے چین کردیتی ہے۔ اس کی سزا یہی تھی۔

یہ سُنکر عابد نہ رہ سکا اور اس نے ابتدا کی۔

عابد:۔ "بھائی حامد! کیا بلی کو درد نہیں ہوا۔ اگر کوئی اتنی بلندی پر سے تم کو دے پٹکتا تو تم کو کتنا درد ہوتا رحم کی تو تم میں بو بھی نہیں تم تو اس کے چلانے پر بھی متاثر نہیں ہوئے۔ حالانکہ اس کی دردناک چیخیں ابتک ہمیں بے چین کررہی ہیں"۔

حامد:۔ "میں تو اس کو پہلے بھی دو دفعہ اسی جگہ سے پٹک چکا ہوں جب تو نہیں مری شاید اب بھی بچ رہے (خود بخود کچھ سوچ کر) ہائے بلی کو تو میں نے بڑی مشکل سے پالا تھا اگر مرگئی تو بُرا ہوگا"۔

عابد:۔ بھائی تم تو عجیب قسم کے آدمی ہو۔ اوّل تو تم نے اُس کو اتنی بلندی سے پھینکا کہ کوئی شخص خود پھینکنا تو کیا کسی سے پھنکوانا بھی کبھی گوارا نہ کرتا پھر تم کو اس کی تکلیف پر ذرا بھی ملال نہیں ہوا۔ خداوند تم سے سخت ناراض ہوا ہوگا۔ اور عجب ہو (خدا نہ کرے) تم سے اس کا بدلہ بھی لے۔"

حامد:۔ (بے سوچے سمجھے) کیوں؟ بلی ہماری اپنی تھی ہم نے جو کچھ چاہا اُس کے ساتھ سلوک کیا۔ کسی کا اجارہ ہے۔

محمد:۔ (توبہ توبہ) بھائی اتنا کفر نہ کہو۔ بلی پر کیا موقوف ہے تم خود تمہاری والدہ والد بھائی بہنیں ہم سب خدا کے ہیں۔ ایسی باتوں سے تو خدا اور بھی ناراض ہوگا مگر شاید اُس سے ناراض نہ ہو جسکو اُس کے رُتبہ کی خبر نہ ہو۔ کیا خالو ابا نے تم کو کبھی ایسی باتیں نہیں بتائیں۔

حامد:۔ ہم کیا جانیں کہ ہم خدا کے ہیں۔ ہاں خدا کی قسم میں کھایا کرتا ہوں اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو اماں خدا سے دعا مانگا کرتی ہیں۔ یہ بتاؤ کہ خدا نے ہم کو کیوں پیدا کیا اور وہ ہے کون اور کہاں ہے۔"

محمد:۔ آج ہم کو یہ حالت دیکھ کر کہ ایک مسلمان ۱۱ سال کا لڑکا یہ بھی نہیں جانتا کہ خدا کون ہے۔ اُس نے ہم کو کس طرح بنایا ہے۔ از حد رنج و افسوس ہوا مگر اس میں تمہارا کچھ قصور نہیں۔ قصور تو تمہارے والدین کے لاڈو پیار کا ہے۔"

حامد:۔ تو کیا اب والدین بچوں سے محبت کرنی چھوڑ دیں۔ میرا محبت کرنے سے کیا بڑھ جاتا ہے اُسکو جا کر کہہ دو کہ حامد سے محبت نہ کیا کریں۔ ہاں باتیں تو پیچھے ہونگی۔ تم میرے سوال کا جواب دو۔"

اتنے میں بلی پھر اسی جگہ آ گئی مگر نڈھال اور اُداس سی جس سے معلوم

ہوتا تھا کہ اُسے سخت صدمہ پہنچا ہے - حامد نے دوڑ کر اسکو گود میں اُٹھا لیا اور پیار کرنے لگا -

عابد:- "بھائی حامد میں تمہاری حرکتوں کو دیکھ کر کیوں نہ حیران ہوں - یہی لحاف ہے جس میں آنے کے سبب سے تم نے اس کو ایسی نامناسب سزا دی تھی اور اب خود بخود اسکو بٹھلا لیا ہے "

حامد:- "بھائی میرے سوال کا جواب دو کہ خدا کیوں ناراض ہوگا"

عابد:- "خدا سخت ناراض ہوگا - اس کی پیدا کی ہوئی ایک چھوٹی بے زبان جان پر تم نے صریح ظلم کیا اور سب سے زیادہ اِس لئے کہ اب تم ماشاء اللہ نوجوان ہو تمہاری عُمر عبادت کے قابل ہے مگر تم ہو کہ الف کا نام بے بھی نہیں جانتے - سوائے بد لڑکوں کے ساتھ کھیلتے اور کنکوے اُڑانے کے تم کو کچھ بھی نہیں آتا"

حامد:- "ہاں خدا ہم پہ کیوں ناراض ہوگا - ہم نے تو ٹکوں سے یہ بلّی خریدی ہے"

عابد:- "افسوس حامد تم کو ابھی تک اتنی سمجھ نہیں کہ مال بھی خدا ہی کا ہے - جب ہم سب اُس کے ہیں تو ہماری جو چیزیں اُس نے بڑی رحمت سے ہم کو عنائیت کی ہیں سب اُسی کی ہیں - حامد سنو خدا ایک ایسی چیز ہے جس کے راز اور ارادے آج تک کسی معلوم نہیں ہوئے - اور نہ کسی فرد بشر کو ہو سکتے ہیں - جس نے تمام دُنیا کو پیدا کیا جو ایک ناچیز بیج سے اتنا بڑا درخت پیدا کرتا ہے جو ایک چھوٹے بے بس کیڑے کو رزق پہنچاتا ہے - جو انسان کو پیدا کرتا ہے اور پھر مردہ کرتا ہے - جو فرہ مزہ کے انواع اقسام کے کھانے خوبصورت اچھے سے اچھے کپڑے اپنے بندوں کو عنائیت کرتا ہے - اُسی نے زمین بنائی اُس پر انواع و اقسام کے درخت پھل پھول جنگل پہاڑ دریا سمندر اور انسان کو پیدا کیا اور اس کے لئے تمام

آرام کی چیزیں مہیا کیں پھر آسمان کی طرف دیکھو چاند سورج ستارے کیا وقت پر آ چمکتے ہیں۔ مینہہ اور بادل کا خیال کرو۔ سخت گرمی کے وقت ہم پر رحمت نازل کر کے مینہہ برساتا ہے۔ اتنی باتیں جو انسان کی عقل میں مشکل سے آسکتی ہیں۔ اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ہاں خداوند کریم نے اپنی خاص عنایت سے نیک اور شریف لوگوں کے لئے بہشت بنایا اور بد اور شریر لوگوں کے لئے دوزخ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا انصاف کرنے والا ہے اور زبردست طاقت رکھتا ہے۔ تم یہ خیال کرو کہ یہ بلی بیچاری ہے اور اگر ہم اس کو ماریں گے تو یہ کسی کے آگے شکایت نہ کریگی۔ یہ اپنے مالک کے پاس شکایت کرسکتی ہے۔ اسکو تمہارے وسیلے سے پرورش پانے کی اجازت ملی ہے۔ اور مجھ کو بڑا ڈر ہے کہ اس قادر کی چیز کو جب تم نے اتنا دُکھ دیا ہی تو شائد مالک تم سے سخت ناراض ہو گیا ہو۔ جس کی معافی ضروری ہو۔

حامد۔ بھائی عابد تم نے ایسی پیاری پیاری باتیں کہاں سے سیکھیں۔ تم مجھ کو بھی سکھا دو گے۔ میں کس طرح اپنے پیدا کرنے والے پروردگار سے معافی مانگوں۔

عابد۔ تم نہایت صدق دلی سے نماز پڑھ کر دعا مانگو امید ہو ہمارا رحیم پروردگار معاف کر دے گا۔

حامد۔ مگر مجھ کو تو نماز بھی نہیں آتی۔

عابد اور **محمد** نے بڑی کوشش سے حامد جیسے کھلاڑی لڑکے کو چند دنوں میں بالکل نیک بنا دیا اسکو تھوڑے سے دنوں میں نماز سکھا دی سب ارکان سمجھا دیئے۔ اب حامد بھی نماز پڑھنے لگا۔ اور اپنے پرانے دوستوں کو چھوڑ دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن میں اگر بچہ کو سکھا دیا جائے تو وُہ ضرور سمجھ جائیگا

نیک صحبت کا نتیجہ نیک ہوتا ہے ۔جس طرح خدا نے حامد کو ہدایت دی خدا کرے
اُس کے دوست بھی اس کی تقلید کر کے درست ہو جائیں ۔

راقمہ ف

بچّوں کی مجلس

کتاب

کتاب زمانے میں نہایت اچھی رفیق ہے ۔ تنہائی اور مجلس میں دل کو خوش کرتی ہے جو لڑکے کتاب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں ۔ ان کے لئے ترقی معلومات کا نہایت عمدہ ذریعہ ہے ذہن کو تیز کرتی ہے عقل کو بڑھاتی ہے ۔ اس کے مضامین نہایت دلچسپ ہیں ۔ کیا اچھی چھپی ہوئی ہے ۔ پہلے زمانے میں بڑی مشکل سے اور بہت خرچ سے کتابیں حاصل ہوتی تھیں ۔ لیکن اس زمانے میں وہ کتابیں جو سینکڑوں روپے خرچ کرنے سے بھی نہیں ملتی تھیں ۔ پیسوں اور آنوں سے مل جاتی ہیں ۔ اس کتاب میں مختلف چیزوں کا ذکر ہے ۔ اس کو پڑھو دیکھو کیا ہی دل کو خوش کرتی ہے ۔ اپنی کتاب سے کبھی غفلت نہیں کرنی چاہئے ۔ جو شخص کتاب کو دل لگا کر پڑھتا ہے ۔ وُہ علم حاصل کر لیتا ہے ۔ اور جو کتاب سے نفرت کرتا ہے وُہ علم سے محروم رہ جاتا ہے ۔ مگر میرے عزیز ہم سن بھائیو یہ یاد رہے کہ علم بغیر

چھ چیزوں کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اوّل ذہن کا اچھا ہونا۔ دوم شوق۔ سوم محنت چہارم اسباب۔ پنجم اُستاد کی تابعداری۔ ششم عمر کا خرچ کرنا۔ اگر تم اس کتاب کو یاد کرو گے تو تمہاری عقل بڑھ جائیگی۔ اپنے زمانے والوں میں تم عزّت کی نگاہ سے دیکھے جاؤ گے۔ رشتہ داروں میں تمہاری عزّت ہوگی۔ اِس کے سرورق پر کیسے بیل بوٹے بنے ہُوئے ہیں جن کے دیکھنے سے دِل خوش ہوتا ہے۔ ہم سب بھائیوں کو چاہیئے کہ ہم اپنی کتاب کو غور سے پڑھیں اور اس کی نصیحتوں پر عمل کریں اور اُن سے فائدہ اُٹھائیں۔

راقم رشید احمد طالب علم جماعت دوم مڈل ایم۔ بی ہائی سکول سیالکوٹ (عمر ۱۱ سال ۱ ماہ)

کفایت شعاری

پیارے بھائی بہنو۔ کفایت شعاری بہت اچھا وصف ہے۔ جس نے اِسکو دوست بنایا وُہ اس دنیا میں ہمیشہ با امن رہا۔ اور خدا بھی اس سے خوش ہو سب نے اُس کی عزّت کی۔ بعض لوگ غلطی سے کنجوسی اور کفایت شعاری کا ایک ہی معنی سمجھے ہُوئے ہیں۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔
کنجوس وُہ ہے جو ضرورت کی جگہ بھی خرچ نہ کرے اور خیرات کو بھی عیب اپنے بدن پر تکلیف سہے۔ چنانچہ بعض لوگوں کو دولت سے اس قدر محبت

ہوتی ہے کہ وہ ضرورت کے وقت کپڑا تک استعمال نہیں کرتے۔ ایسا نہ ہو کہ پھٹ جائے۔ جوتا اُتار کر بغل میں داب لینا اُن کے حد درجہ بخل اور کمینہ پن کو ظاہر کرتا ہے۔ مگر ایسے اشخاص دُنیا میں بہت کم ہیں۔ اس قسم کی کنجوسی بڑا عیب ہے اور کمینہ پن ہے مگر فضول خرچی سے پھر بھی بہتر ہے۔

سو بھائیو خیال کرو کہ کنجوسی اتنی بُری ہے تو فضول خرچی جو اس سے بھی زیادہ بُری ہے کس قدر بُری ہوگی۔ خداوند کریم نے اپنے کلام پاک یعنی قرآن شریف میں فضول خرچوں کی تنبیہہ کے لئے فرمایا ہے لَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ مطلب یہ ہے کہ فضول خرچی نہ کرو۔ خدا فضول خرچوں سے محبت نہیں کرتا۔ اسی طرح ایک جگہ فرمایا ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنَ۔ تحقیق فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔ پس بچو! جس چیز سے خداوند کریم ناراض ہوتے ہیں۔ اس کا کرنا خواہ مخواہ عیب اور گناہ کے منہ میں جانا ہے۔ کفایت شعاری کے برابر اچھا وصف ہو نہیں سکتا۔ فضول خرچی کا لازمی نتیجہ قرض ہے۔ اور جس پر قرض سوار ہوا۔ وہ زندگی سے بیزار ہو جاتا ہے۔ خوشی اور مسرت اُس سے کوسوں دُور ہوتی ہے۔ وہ دُنیا میں بے عزتی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ کیونکہ قرضخواہ اس پر نالش کر کے اُسے قید کرا سکتا ہے۔ برخلاف اس کے کفایت شعار آدمی ہمیشہ عزت و آبرو سے رہتا ہے۔ کیونکہ غریب سے غریب کفایت شعار کے پاس اُس کو تکلیفوں سے نجات ملنے کے واسطے کافی روپیہ ہوتا ہے۔ اور روپیہ سے ہی دنیا کے تمام کاروبار چلتے ہیں۔

بچوں کو خاصکر اس نیک عادت کا اختیار کرنا لازم ہے۔ اور والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کو کفایت شعاری کا سبق دیں۔ تاکہ بڑے ہو کر خدا اور لوگوں کے نزدیک

معزز ہیں۔ فضول خرچ کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔ جسکی کئی مثالیں ہر روز نظر آتی ہیں +

راقمہ سکینہ

ناممّل واقفیّت

ہندوستان کے کسی گاؤں میں کچھ دانا باشندے جو بد قسمتی سے اندھے ہی پیدا ہوئے تھے ہاتھی کی شکل کی بابت تکرار کرنے لگے۔ ایک موقع پر ان شخصوں میں سے چار اندھے اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ سڑک پر سے ایک گذرتا ہوا ہاتھی سنائی دیا ایک نے کہا آہا ایک ہاتھی یہاں آتا ہے اب ہم اس بات کا قطعی فیصلہ کرسکینگے اگر ہر ایک جاکر معلوم کرے کہ وہ کس چیز سے مشابہت رکھتا ہے۔ اور پھر ہم جان لینگے کہ کون درست کہتا ہے اور کون غلط۔ اس بات پر سب راضی ہوگئے اور ہر ایک نمبروار ہاتھی کے پاس گیا۔ پہلے اندھے نے جو بہت لمبا تھا ہاتھی کے پہلو کو اُوپر نیچے سے ٹٹولا اور پھر مطمئن ہو کر واپس چلا گیا۔ دُوسرا ہاتھی کی اگلی ٹانگ کے پاس گیا اور چونکہ قد میں چھوٹا تھا اُس نے صرف اسی عضو کو خوب نیچے اُوپر سے جانچا۔ پھر تیسرا آیا اور ہاتھی کی سونڈ کو ٹٹول کر چلا گیا۔ چوتھے نے آکر صرف ہاتھی کی دُم کو پکڑا جس کا اُس نے خوب امتحان کیا۔ جب سب کا اطمینان ہو چکا تو پہلے نے کہا کہ میں سچ کہتا تھا ہاتھی بعینہٖ گھر کی دیوار سے مشابہ ہے۔ دوسرے نے جس نے کہ اگلی ٹانگ کا امتحان کیا تھا کہا نہیں وُہ تو گھر کے ستون سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ جس نے کہ صرف سونڈ کو چھوا تھا وُہ کہنے لگا کہ تم غلط کہہ رہے ہو یہ تو بالکل درخت کی شاخ کی طرح ہے اور جس نے کہ دم کو جانچا تھا وُہ کہنے لگا کہ میں نے بڑی صحت سے اس کا امتحان کیا ہے۔ وُہ بالکل موٹی رسی سے نسبت رکھتا ہے۔ اے بھائیو تم نے دیکھا کہ

صیح صیح حلیہ ہاتھی کا کسی نے نہیں بتایا کیونکہ ہر ایک نے صرف ایک ہی حصّے کا امتحان کیا تھا لیکن ہر ایک کو دوسروں کا یقین نہ آتا تھا حالانکہ ہر ایک سچ کہہ رہا تھا۔

نتیجہ

راستی کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ قبل ازیں کہ تم کسی بات پر یقین کرو اس کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح سے غور کرو اور پھر اس کا جواب دو۔

راقم محمد اکرام اللہ عمر ۱۳ سال ڈسٹرکٹ
موڈل سکول از امرتسر

ایمانداری

قالب کا شرف کیا ہے اگر جان ہی نہیں ۔۔۔ جس میں نہیں ہے ایماں وُہ انسان ہی نہیں

ایمانداری ہر ایک نیک کام کی بنیاد ہے۔ جسکی نیّت نیک ہو اس کے کام کا انجام بھی نیک ہو۔ اور جس میں ایمان نہیں وہ کوئی نیک کام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اُس کے دل میں تو پہلے سے ہی بدنیّتی ہے۔ وُہ نیک کام بھلا کیا کریگا۔ اُس سے سوائے بدی کے اور کچھ نہیں ہو سکیگا۔ اور جو نیک نیّت اور ایماندار ہے۔ وُہ ہمیشہ دُنیا میں نیک نام پائیگا۔ کوئی اسکی بدگوئی نہیں کریگا۔ ذیل میں ایک حکایت درج کی جاتی ہے :۔

"کہ ایک لڑکا ایماندار تھا۔ اس کے پڑوس ایک باغبان رہتا تھا۔ ایک دن وُہ کسی کام باغبان کے گھر گیا۔ وہاں اہلِ خانہ میں سے گھر کوئی نہ تھا۔ اور میوجات کے ٹوکرے بھرے رکھے ہیں۔ لڑکا ایک غریب اور مفلس گھرانے کا تھا۔ باوجود اس کے گھر اور میوجات کی حفاظت میں کھڑا تھا۔ اتنے میں وہاں باغبان آگیا۔ اور اُدھر اس نے

دیکھا کہ ایماندار لڑکا اُس کے گھر اور میوجات کی حفاظت کر رہا ہے۔ تو اُس نے ہنس کر کہا تو نے ان میں سے کیوں نہیں چرائے اس جگہ کون دیکھنے والا تھا۔ لڑکے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ کہ سب سے بڑھ کر میں خود اپنے عیوب کو دیکھنے والا تھا۔ یہ معقول جواب سُنکر باغبان بہت خوش ہوا اور اُن میں سے بہت سے میوجات انکو انعام دیئے۔ اس لڑکے کی ایمانداری کی تمام محلہ میں شہرت ہوگئی۔

اے بھائیو ہم کو بھی چاہیئے۔ کہ ایمانداری اختیار کریں۔ تاکہ تمام لوگ ہم کو شاباش دیں۔ اور والدین بھی خوش ہوں ؛

راقم اودھم سنگھ متعلم ڈی بی سکول ترنتارن

ہری چٹورا بچہ

ہری چٹورا بچہ مربے کا بڑا عاشق تھا۔ چنانچہ اُس نے ایک روز الماری کا دروازہ کھلا دیکھا۔ دل میں کہا آہا ہا اب میں بغیر روٹی کے سارا مربا اکیلا ہی چٹ کر سکتا ہوں۔ اور شریر ہونے کے باعث اُسے الماری میں سے کوئی چیز نکال کر کھانے کی اجازت نہ تھی۔ بس دل میں کہنے لگا کہ میں تو صرف چمچہ بھر کھاؤنگا۔ اور کسی کو اس بات کی خبر تک بھی نہ ہوگی۔ الغرض ہری نے الماری کے دروازے کے ساتھ کرسی لگا کر مربے کا ایک چمچہ بھر کر نکالا اور کرسی پر کھڑے کھڑے کھا لیا۔ جب پہلا چمچہ کھا چکا۔ تو کہنے لگا۔ یہ تو بڑا لذیذ اور چٹ پٹا مربا ہے۔ ایک چمچہ اور کھانا چاہیئے۔ جب دو تین چمچے کھا کر بھی مطمئن نہ ہوا تو بہت سے اور چمچے نکال کر چٹ کر گئے۔ اتنے میں باورچی کے پاؤں کی آہٹ اُس کے کان میں پہنچی۔ فوراً دوڑ کر باغ کی طرف چلا گیا۔

اور کڑی دھوپ میں سکنے لگا۔ لیکن سر میں چکر آنے لگے اور سخت دردِ سر کی وجہ سے بیمار ہوگیا۔ جب ہری کی ماں واپس آئی تو اُس نے بیٹے کو چارپائی پر دردِ سر سے بیقرار پایا بہت غمگین ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ بیٹا سو جا۔ جب ہری بستر پر لیٹ گیا تو اس کی ماں ایک تلخ دوا لائی۔ اور پیار سے کہنے لگی کہ لو بیٹا اسے پی لو۔ ہری دوا پی کر پھر بستر پر لیٹ گیا۔ جب دوسرے دن کسی قدر اچھا ہوا تو ماں سے بتاسف کہنے لگا۔ "اماں میں نے مربا کھایا تھا" مربے کا نام سُنکر ماں نے کہا۔ ہری یاد رکھ یہ بُرے پھل تجھے غارت کر دینگے۔ تم نے یہ خیال کیا کہ اگر میں مربا کھالونگا تو کسی کو خبر نہ ہوگی۔ لیکن تم دیکھتے ہو کہ اُس نے تم کو بیمار کر دیا ہے۔ بیٹا ایسی باتیں چھوڑ دو ورنہ سخت تکلیف اُٹھاؤ گے۔ اور دُنیا کے مزوں سے محروم رہجاؤ گے +

راقم عبدالحمید عمر ۱۳ سال از لاہور

غافل لڑکا

کہا ماں نے لڑکے سے کھانا تو کھا — ہے وقت آگیا اب مدرسہ تو جا
چلا گھر سے لڑکا مدرسہ کو جب — ہوا راہ میں شوق کھیلیں تو اب
نہ اُستاد یاں ہیں نہ مادر یہاں — چمکتا ہے خورشید بر آسماں
کتابوں سے مجھ کو ہے نفرت بہت — ہے لہو و لعب سے بس اُلفت بہت
پرندے درختوں پہ ہیں گا رہے — کوئی آ رہے ہیں کوئی جا رہے
گل و برگ خوش رنگ ہم دیکھتے — ثمر شاخ میں ہم ہیں کم دیکھتے
مویشی ہیں چرتے چراگاہ میں — خوشی آج ملتی ہے کیا راہ میں

مدرسہ میں حاضر جو ہونگے ابھی — نہ پائی خوشی ہوگی ایسی کبھی
اگر آئے ہوتے وہ میدان میں — کتابوں کو رکھدیتے جزدان میں
مگس تو مرے ساتھ کھیلے اگر — نہ پہنچیگا تجھ کو یقیناً ضرر
میں کھیلوں اگر شہد دے مجھ کو تو — اُسی کی ہے مجھ کو بہت جستجو
بہت جلد مکھی روانہ ہوئی — تلاش شہد میں ہوا ہو گئی
کسی سگ سے لڑکا مخاطب ہوا — کہا کھیل تو ساتھ میرے۔ نہ جا
نہیں کھیل کا میں قدردان ہوں — میں مالک کے گھر کا نگہبان ہوں
چمن کے پرندوں سے کہنے لگا — شجر کے تلے کھیلنے کو تو آ
کہا ہے پرند ایک ہی اس گھڑی — مجھے گھونسلہ کی ضرورت پڑی
کہا بیل سے یہ کہ اے جانور — خوشی ہو مجھے ساتھ کھیلے تو گر
دیا اُس کو ہے بیل نے یہ جواب — میں کھیلوں تو ہل کون کھینچے جناب
نہ پیدا ہو غلہ نہ روٹی پکے — نہ ماں تم کو کھانے کو کچھ دے سکے
ہوا ہے سُست کھانا وُہ پاتا نہیں — گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
نصیحت پسند آئی لڑکے کو جب — سبق پڑھنے پہنچا مدرسے وُہ تب
نصیحت نہیں آج یارو ملی — یقین جان لو زہر ہے کاہلی

راقم عبدالعزیز طالب علم جموئے ضلع مونگیر

حُبّ الوطنی

ملک یونان یورپ کے جنوب مشرق میں - اٹلی کے مغرب کی طرف ایک چھوٹا سا ملک ہے - جہاں بڑے بڑے مشہور شاعر اور بہادر زمانہ قدیم میں ہو گذرے ہیں - یونان والے اپنے ملک سے بڑی محبت کرتے تھے - سنہ ۴۸۱ قبل از مسیح فارس کے بادشاہ نے یونان پر حملہ کیا - اور اپنے ساتھ دس لاکھ سے زیادہ فوج لے گیا - پھر فارس کا بادشاہ تھرموپلی کے درے سے ہوتا ہوا گیا - تو لیونیڈس نے اُسکو درے پر ہی تین سو آدمیوں کی فوج سے روک رکھا - درہ اتنا تنگ تھا - کہ اگر بڑی سے بڑی فوج کھڑی ہو تو اس کا وہاں ایک چھوٹی سی فوج بآسانی مقابلہ کرسکتی تھی - یونان والوں نے سُنا تھا کہ اُن کے تیر سُورج کی روشنی کو ماند کرتے ہیں - اس لئے اُنہوں نے کہا - کہ ہم تمہارے ساتھ سائے میں لڑینگے - جب فارس کا بادشاہ آگے کی طرف بڑھا - تو اُس نے حیران ہو کر سوچا - کہ اُن اتنی سی فوج میری بڑی سی فوج کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہے - تو اس نے حملہ بند کرنے کے لئے کہا - پھر کئی دن کے بعد اُن کے استقلال سے تنگ آگیا اور یونان والوں کو کہا - کہ اپنے ہتھیار پھینکدو - اس پر لیونیڈس نے کہا کہ آؤ اور جنگ کرو - کئی دن لڑائی ہوتی رہی - تو افیالٹس یونان کے باشندے نے فارس کے بادشاہ سے کہا - کہ آؤ اور درے کے اوپر چڑھ کر جنگ کرو اس پر بادشاہ نے منظور کیا - اور سپاہی بھیجدیئے تو اُسپر اُنہوں نے یونانیوں کو گھیر لیا - پھر لیونیڈس نے کہا کہ مر جاؤ - کیونکہ ہمیں بے عزتی کی کچھ ضرورت نہیں - اگر اب نہ مرے تو چند سال بعد میں مرینگے - لیکن بے عزتی تمام عمر کی

ہوگی۔ اس پر وُہ وہیں میدان میں نکلا اور بہادری دکھا کر مارا گیا۔ یونان والوں نے جہاں لیونیڈس اور اس کے ساتھی قتل ہوئے تھے۔ ایک سنگ مرمر کے پتھر پر اسکا نام معہ سن وفات تحریر کیا ہے۔ ایک شیر کی تصویر بھی بنی ہوئی ہے۔ کتبہ یہ ہے:۔

اے اجنبی۔ یُونان والوں سے جا کر کہدو۔
کہ ہم یہاں اپنے ملک کے قانون کی
اطاعت میں پڑے ہیں۔

اے بھائیو۔ میرا مطلب اس کے لکھنے کا یہ تھا۔ کہ آپ لیونیڈس بنیں یعنی اُسی کی طرح اپنے ملک سے محبت کریں۔

راقم بندہ گوبندرام تھرڈ ماڈل سکول صدر عشاہ پور
عمر ۱۴ سال ۲ ماہ

جُزدان

بچّوں کی ایجادیں

کپتان کاڈی ہوائی پتنگ کا موجد جس نے کرسٹل پیلس کی نمایش میں آدمی کو اُٹھانے والی ہوائی مشین کا ایک نمونہ دکھلایا تھا۔ ایک صبح کو دو نمونے ہوا سے زمین پر پھڑپھڑاتے دیکھ کر نہایت متحیر ہوا۔

مابعد تحقیقات سے ثابت ہوا کہ وُہ نمونے دو بچّوں کے ہاتھ کے بنے ہوئے

تھے جنہوں نے سٹر کاڈی کی اصل مشین کی نقل اپنے دماغ سے بنائی تھی۔ ان لڑکوں نے اپنا تمام جیب خرچ اس کے مصالحہ کی خریداری میں خرچ کر دیا تھا اور ہتھکڑیوں کو باہم ملانے میں بہت سا وقت صرف کرتے تھے اور ریلوے سٹیشن کے قریب جو کوئلہ کا بڑا میدان تھا وہاں وہ اپنی ابتدائی ایجاد کی آزمائش کیا کرتے تھے۔

جدید جنگی جہازوں کے لئے سب سے پہلے آرمر پلیٹ سر جان براؤن نے تیار کئے جس نے ۱۶ سال کی عمر میں ایک گاؤں کے میلہ میں مروڑ پیدا کمانی سے ایک گاڑی کو چلتے دیکھا تھا۔ اسکو دیکھنے سے یہ خیال سوجھا کہ ریلوے گاڑیوں کے لئے ایک گاؤدم کمانیدار پرزہ تیار کیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایک عرصہ کے بعد اپنی کوشش میں کامیاب ہو کر بڑی دولت پیدا کی۔ ایلی وٹنی کاٹن جن (بنولے جدا کرنے والی چرخی) کے موجد نے ایک ضعیف العمر حبشی کے جھونپڑے میں تازہ جمع کی ہوئی کپاس کے بنولے ایک دستی بیلنے سے جدا ہوتے ہوئے دیکھ کر اپنی مشین بنانے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ بیلنے کے وندانے روئی کو بنولوں سے بہ سہولت جدا کر لیتے تھے پس نوعمر وٹنی کو یہ دھن لگی کہ ایک ایسی مشین بنائی جائے۔ جس میں بہت سے بیلنے ایک ساتھ چل سکیں اور کاشتکاروں کی مشقت میں انقلاب عظیم پیدا کر دیں۔ اس نے کسی سے کچھ نہ پوچھا۔ بلکہ نمونے تیار کر کے اُن کی آزمائش کرتا رہا۔ گو اسکو بے شمار مشکلات پیش آئیں کیونکہ اُسکو علاوہ پرزے اور وندانہ دار پٹیوں کے اپنی ضرورت کے تمام اوزار خود بنانے پڑے۔ بلکہ نقشوں کے واسطے مختلف رنگ بھی آپ تیار کئے اگرچہ ایک جنگ چھڑ جانے اور دیگر رکاوٹوں کے پیش آجانے سے اس کی قابل قدر ایجاد نے ایک عرصہ تک بازاروں میں رواج نہ پایا۔ لیکن آجکل جو ہم بڑے کارخانوں میں کاٹن جن

مشین دیکھتی ہیں۔ وٹنی کے نمونوں اور نقشوں پر بنائی گئی ہے۔ جن میں آجتک سرمو کمی بیشی نہیں کی گئی۔

شیفیلڈ کے قریب ۱۷۶۰ء میں ایک گھڑی ساز مسمی ہنٹسمین رہتا تھا جو جیب گھڑیوں کی پرانے فیشن کی کمانیوں کے نقص سے تنگ آگیا تھا۔ اسکو بعض وقت یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ کمانیاں ایک ہی قسم کی تیار ہوسکیں۔ آخر ایک روز اس نے خیال کیا کہ اگر فولاد کے ٹکڑہ کو گلا کر کسی سانچہ میں ڈھال لیا جائے تو کمانیاں یکساں اور صاف بنا کرینگی۔

چنانچہ تجربہ پر اسکو اس میں کامیابی ہوئی۔ جب اس طرح ڈھلی ہوئی کمانیاں دستیاب ہونے لگیں تو انکی مانگ بہت بڑھ گئی اور تھوڑے عرصہ میں ہنٹسمین نے ایک کارخانہ جاری کرکے سینکڑوں ٹن فولاد کو ڈھال کر بہت سی دولت پیدا کی۔ اس کے کارخانہ میں کام کرنیوالوں کو محض اس وجہ سے معقول اجرت دیجاتی تھی کہ وہ کہیں اصل مصالحہ کو ظاہر نہ کریں۔ چنانچہ اس کے متعلق اُن سے بڑے بڑے عہدو پیمان بھی لئے جاتے تھے۔ نوکر بھی حکم کی بہت زیادہ تعمیل کرتے تھے۔ ایک دن رات کو سردی کے موسم میں اُنہوں نے ایک خستہ حال لڑکے کو اپنے کارخانہ میں پناہ دی جس نے اُن سے کوئی بات نہیں دریافت کی۔ مگر بھٹیوں کے سامنے گرمائی میں بیٹھا ہوا وہ تمام باتیں بھانپتا رہا۔ صبح کو کارخانہ سے رخصت ہونے پر وہ تمام بھید اپنے ساتھ لے گیا اور ڈیڑھ ماہ میں شیفیلڈ کے اندر بہت سے کارخانوں میں فولاد گداختہ کرکے ڈھالا جانے لگا۔

مسٹر ہیری لاسن موجودہ بائیسکل کا موجد جو صرف ایک زنجیر کی گردش سے چلتی ہے ۱۸۶۹ء میں شمالی لنڈن کے ایک انجنیرنگ کارخانہ میں اُمیدوار

تھا کارخانہ کے برابر ایک شخص رہتا تھا جو فرانس سے پرانے فیشن کا بون شیکر (پیر گاڑی) نہائیت بدنما اور ایک من دس سیر وزنی لایا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر نوجوان لاکسن اور ایک دوسرا لڑکا دونوں اُس گاڑی پر تفریحاً چڑھا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ لاسن بہت پست قد تھا اس کے پاؤں پائدانوں تک بڑی مشکل سے پہنچتے تھے۔ پس ایک روز مالک کی عدم موجودگی میں اُس نے اُس کے تمام پُرزے علیٰحدہ کر دیئے اور ایک ایسی ترکیب سوچی جس سے دراز قد اور پست قد آدمی اُس کے اُوپر بہ سہولت سوار ہو سکیں دو برس بعد اس کی کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ بائیسکل نے رواج پایا سب سے پہلا نمونہ ایک ذلیل جھونپڑے میں تیار کیا گیا تھا جس کے متصل ایک چونہ کا بھٹا تھا اور رات کو بڑے اخفا سے ساتھ اُس نو ایجاد بائیسکل کو کلیٹن ہل لے گئے جہاں اُس کی ابتدائی آزمائش عمل میں آئی۔

سیموئیل کرومٹن نے ۱۶ سال کی عمر میں ہار گریوز اور آرکرائٹ کی ایجاد کردہ سُوت کاتنے والی مشین کی نقل کر کے اس میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کیا اور ڈھائی سال تک خفیہ تجربہ کرنے کے بعد سپننگ میول تیار کیا۔ یہ ظریفانہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ وہ ہار گریوز اور آرکرائٹ کی ایجادوں میں خچر کے درمیانہ درجہ رکھتی تھی۔ مگر پُرانے موجدوں نے اُس کی چالاکی دریافت کر کے اُس کو بہت جلد اس کی ایجاد اور ذہانت کے ثمرہ سے محروم کر دیا مگر بہت مدت بعد اُن موجدوں نے اپنے رسوخ کی وجہ سے پالیمنٹ کی جانب سے اُس کے لئے ۵۰۰۰ پونڈ کی امداد کرا دی۔

لیکن اس زمانہ میں سیموئیل کرومٹن بالکل دل شکستہ اور مایوس ہو چکا تھا۔ پس ایسی حالت میں وہ روپیہ سے کیا فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔

سر آئیزک ہولڈن۔ جاؤن سلجھانے والی مشین کا موجد مانا جاتا ہے۔ اُس کی نسبت عوام کو یہ معلوم نہیں ہے کہ وُہ ہی دیاسلائی کا بھی موجد تھا۔ اور اس میں اُس کے ساتھ دھوکا کیا گیا۔

جب وُہ ایک زمانہ میں کاسل سٹریٹ اکیڈمی میں کیمسٹری پر لکچر دیا کرتا تھا تو اُسکو ہمیشہ چار بجے صبح کو کتابوں کا مطالعہ کرنے کے لئے اُٹھنا پڑتا تھا۔ اور چقماق اور سوختہ سے آگ نکالنے میں سخت دشواری پیش آتی۔ پس ایک روز اُس نے فاسفرس اور دُوسری چیزوں سے ایک لئی تیار کرکے اُسکو لکڑی کی تیلیوں کے سرے پر چپکایا اور دیکھا کہ جب وُہ کسی سخت چیز سے رگڑی جاتی ہیں تو فوراً جلنے لگتی ہیں۔ ہولڈن نے اپنی جدید تحقیقات کو کچھ زیادہ قابل قدر نہیں خیال کیا۔ اور نہ اُس کے ایک چھوٹے شاگرد کو کچھ خیال ہُوا جسکو اُس نے اپنا تجربہ دکھلایا تھا چُونکہ یہ لڑکا لندن کے ایک دستکار کا بیٹا تھا اُس نے ساری کیفیت اپنے باپ کو لکھ بھیجی اور چند روز میں دیاسلائیوں نے تمام دنیا میں عالمگیر شہرت حاصل کرلی۔

لارڈ آرمسٹرانگ کو بچپن میں اُس کے باپ کو وکیل بنانا منظور تھا۔ مگر جس دفتر میں وُہ کام کیا کرتا تھا اُس کے قریب ایک آبی چرخی تھی جس کے مالک نے اس کی ساخت اور پُرزوں کو اس شوقین نوعمر کو دکھلایا اور اپنا خیال بھی ظاہر کیا کہ میں گرتے ہوئے پانی کی قوت سے وزن اُٹھانیکا فایدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ان مختصر الفاظ کا اثر آرمسٹرانگ کے دل پر بہت زبردست ہُوا۔ چنانچہ تھوڑے دنوں بعد اُس نے تجربہ کرنا شروع کردیا جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ عرصہ میں جاکر اُس نے ایک زبردست آبی چرخی ایجاد کی۔

جسکو زمانہ حال کے موجد بڑی وقعت سے دیکھتے ہیں۔ سب سے اخیر میں ہم ایک کم عمر اٹالین لڑکے یعنی مارکونی کا ذکر کرتے ہیں جو برقی قوت سے ایک بازیگر کو بہت سے شعبدے دکھلا کر ایسی ایجاد کی دھن میں لگ گیا۔ جس سے تمام دُنیا حیران ہے۔ اُسنے اپنی ایجاد بغیر سلسلہ تار کے پیغام رسانی کے طریقے کو اول اول اپنے باپ کے ایک کھیت میں شروع کیا اور سامان آلات میں ٹین کے بکس لیکر مختلف طول کی چھڑیوں میں آویزاں کرکے ایک بکس کو ایک بدنما ٹرانسمٹر (خبر کرنے والا آلہ) سے ملا دیا۔ اور دُوسرے کو رسیور (خبر وصول کرنے والا آلہ) سے جوڑ دیا۔ یہ دونوں آلے اُس نے خود بنائے تھے جسکو ۱۴ سال کی عُمر کی کارروائی کہنا چاہئیے۔ اور اکیس سال کی عُمر میں اُس نے لندن کے فاضل سائنس دانوں کے سامنے اپنی نئی ایجاد دکھائی جو موجُودہ صدی میں ایک زبردست تحقیقات خیال کیجاتی ہے۔

عہدِ طفلی

رات کل پچھلے پہر جب تھا جہاں تاریک و تار　　بسترِ غفلت پہ تھا میں خوابِ خوش سے ہمکنار
آئی اِک آواز اتنے میں حزیں و سوگوار　　اُٹھ گئے غفلت کے پردے ہوگیا میں ہوشیار

وُہ مخاطب تھا زمیں سے یا کہ تھا افلاک سے
کہہ رہا تھا کوئی لیکن صوتِ حسرت ناک سے

کیوں نہ ہر دم چٹکیاں لے دل میں میرے اضطرار　　کیوں نہ ہو آشوبِ غم سے میرا سینہ خارخار

کیوں نہ ہوؤں فرطِ نومیدی سے ہر دم بیقرار   یاد آئی ہے مجھے ایامِ طفلی کی بہار

دِل میں جو میرے گذرتی ہے کسے معلوم ہے

اِک اُمیدِ خوابِ راحت تھی سو وہ معدوم ہے

ہائے وُہ ایام جب اپنا نرالا طور تھا   آئے دن کے مخمصوں سے تھی نہ ہم گوش آشنا

غم سے وارستہ تھی اندیشہ میں تھی آسودہ پا   زندگانی کی مصیبت تھی نہ یوں دامِ بلا

اب تو مدت سے ہوئی ہے لب خوگر آہ و فغاں

ہو گئے ہیں زار نالے روشناسِ آسماں

بھول جاؤں کس طرح میں عہدِ طفلی کی مزے   تپ چڑھا لانا لرز کر نام سے اسکول کے

دیکھ کر اُستاد کو چھپ جانا گھر میں دوڑ کر   جب کسی نے نام مکتب کا لیا۔ بس رو دیے

حضرت حق میں اُٹھا کر ہاتھ ہر صبح و مسا

چُھپکے چُھپکے مانگنا مرگِ معلم کی دُعا

ہائے اس بھولی ادا پر کیجیے سو آفریں   ماں سے یہ کہنا بصد منت باوازِ حزیں

اچھی اماں اب ہمیں مکتب نہ بھجوانا کہیں   دیکھ لو۔ کچھ بھی شرارت۔ اب تو ہم کرتے نہیں

خواب میں پڑھنے کے ڈر سے چونک اُٹھنا سہم کر

اور پھر رو رو کے کہنا یا الٰہی رحم کر

خواب بھی لایا ہے کیا کیا جانِ مسکیں پر بلا   پھر دیا بیرحم نے اس سوتے فتنے کو جگا

کر دیا رو رو کے اُس نے فتنۂ محشر بپا   سوتے سوتے دھیان کچھ مکتب کا جونہی آگیا

خواب میں بیٹھے ہیں ہم حافظ کے گویا روبرو

پڑھ رہے ہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا

ایک دن بازار میں کوئی جنازہ دیکھ کر   باپ سے پوچھا سبب اس نے کہا۔ جانِ پدر

کر گیا ہے آج کوئی شخص دُنیا سے سفر گاڑنے لیجاتے ہیں میت کو اسکی دوش پر
ہائے وُہ خوش ہو کے کہنا خیر اسکا ڈر نہیں
مَیں تو سمجھا تھا اسے لیجائینگے مکتب کہیں"

دُور آخر رفتہ رفتہ اپنی وحشت ہوگئی پڑھنے لکھنے سے غرض خوگر طبیعت ہوگئی
مدرسہ جانیکی پھر ہر روز عادت ہوگئی گرچہ مکتب تھا بلا لیکن محبت ہوگئی
ہوگیا خوکردہ آخر مرغِ وحشی دام سے
اس سوا چارہ نہ تھا کچھ گردشِ ایام سے

جب نتیجہ کچھ نہ نکلا شکوۂ بیداد سے جب ہوا حاصل نہ کچھ اس بے محل فریاد سے
روز جا کر سبق لینا پڑا استاد سے ہوگئی مشکل رہائی پنجۂ صیاد سے
دام میں تڑپا کئے۔ صیاد کو پیٹا کئے
رُستگاری کے لئے حیلے بہت سوچا کئے

یُوں مراحل طے ہوئے تھے عمر کے آغاز کے ہوگئی پابند آخر وضع ہم آواز کے
وائے قسمت آگئی پھندے میں اِس دمساز کے قید خانے میں نکلے بال و پر پرواز کے
گھر سے رشتہ توڑ کر ماں باپ سے مُنہ موڑ کر
مدتوں بھاگا کئے مکتب میں بستہ چھوڑ کر

گرچہ کی ماں باپ نے کوشش بہت کچھ بیشتر بھائی بھی پیٹا کئے کرتے رہے کوشش مگر
کچھ ہوئی انکی نہ جد و جہد آخر کارگر دُور ہوتا ہے کہیں وہ صحبتِ بد کا اثر
اب لبِ افسوس سے کہتا ہوں ہو ہو کر حزیں
کیسے قسمت پر پڑے پتھر کہ کچھ سیکھا نہیں

ہائے وُہ ایام اپنا روز جب نوروز تھا جب چراغِ خرمی سینے میں دل افروز تھا

شعلۂ آتش سراحسرت کا خرمن سوز تھا   فکر فردا کی تھی عادت نے سرا امروز تھا
بے سروبرگ تعلق سر میں دامنگیر تھا
نے غم معمار ۔ نے اندیشۂ تعمیر تھا
ہم سراسر بے خبر تھے ہستی سے انسان کی   غیر کا کیا غم کہ پروا تھی نہ اپنی جان کی
بات کرنی ہی نہ آتی تھی ہمیں اوسان کی   جب کسی نے کیفیت کی پوچھی کہی کھلیان کی
ہائے وہ دن جبکہ اپنا رنگ ہی کچھ اور تھا
باتیں ۔ زیباسی نرالی ڈھنگ ہی کچھ اور تھا
ہے کہاں او رعہد طفلی کے مزے ۔ فریاد کو   دے ذرا کچھ تو تسلی خاطر ناشاد کو
ہو وے تسکیں کس طرح مجھ خانماں برباد کو   ترک کر دیگا فلک کیا عادت بیداد کو
داغ ہیں تازہ بتازہ سینۂ صدچاک میں
مل گئی ہیں ۔ ہائے کیا کیا آرزوئیں خاک میں
ہوگیا گلشن سراافسوس پامال خزاں   ارغواں کی جائے اب اُگتی ہے اکثر زعفراں
اب لب خوش لہجہ ہیں مصروف تمہید فغاں   اب نہیں ہیں وہ اُمنگیں اب نہیں وہ گرمیاں
ہیں تشنج میں سب اعضا قلب کو ہے اختلاج
ہائے اس ناکامیِ قسمت کا کیا کیجے علاج
مٹ گئی ہیں آرزوئیں ۔ بجھ گیا جوش و خروش   اب نہیں سر میں دماغ جلوۂ تمکین و ہوش
کچھ امیدیں تازہ وارد ہیں سو وہ یکسر خموش   خانہ آرا ہے جنوں وہ بھی مگر حسرت فروش
ہائے وہ ایام جنکا لوٹ کر آنا محال
ہوگئے کوتاہی تقدیر سے خواب و خیال
مدتیں گذریں ہوا سر سے وداع آرزو   بے ثباتی کی کھنچی تصویر دل میں موبمو

ناگہانی مرگ سے رہتی ہے ہر دم گفتگو ہو گئی ہے خود ہمیں اپنی عزاداری کی خو

یاس نے نقشہ جمایا آگئی صبح اجل

الفراق اے ہم صفیرو کوچ ہے بس آجکل

(رنجی مرادی)

راقم ح۔م محمود خوش

جنتی بندے

کون ہیں جنت پانے والے ؟ اللہ والے اللہ والے

حکمِ خدا پر گردنِ طاعت سچے دِل سے جھکانے والے

قولِ نبی کا اہلُ الجنّتہ "بُلہ" یاد دلانے والے

ان کے لئے کل دُنیا یکساں گورے ہوں یا کالے کالے

شرم و حیا کی بولتی مورت سر کو جھکاکر چلنے والے

کام سے ہے کام انکو اپنے کہیں جو چاہیں کہنے والے

اپنی بات کے ایسے سچے کہکر پھر نہ مکرنے والے

بیباک اتنے حق کی خاطر شیروں سے بھڑ جانیوالے

آپا دھاپی کے وقتوں میں غیروں کا غم کھانیوالے

گمراہوں کو ہاتھ پکڑ کر ناک کی سیدھ چلانیوالے

مال و دولت ہیچ سمجھ کر عزت پر مٹ جانیوالے

کوئی ستالے جتنا چاہے اُف نہ زبان تک لانیوالے

رہبر ہو یا اسلم و خادم سب کے ناز اُٹھانیوالے

یہ سب ہیں اللہ کے پیارے سیدھے جنت جانیوالے

محمد معتقدی خان شیروانی بلونوی

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک دو روپے چھ آنے۔ قیمت فی پرچہ ۳؍



کارخانہ پیسہ اخبار کے خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی عبدالعزیز منیجر نے چھاپ کر شائع کیا

بچّوں کا اخبار

حیوانات درند و چرند کے حالات کا سلسلہ

۳۰- مُشک گاؤ

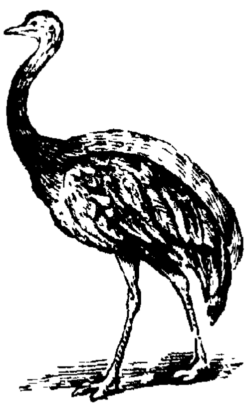


مشک گاؤ

مشک گاؤ کہ جسے انگریزی میں مسک اوکس کہتے ہیں۔ شمالی امریکہ کی غیر آباد زمینوں کا رہنے والا جانور ہے۔ اِن کا قد چھوٹا ہوتا ہے۔ گھاس اور کائی پر گذارہ کرتی ہیں اور دوڑتی بہت تیز ہیں یہ چٹانوں اور پہاڑیوں پر بڑی سہولیت سے چڑھ جاتی ہیں۔ اُن کے گوشت سے مشک یا کستوری کی خوشبو آتی ہے۔

حیوانات پرند کے حالات کا سلسلہ

۳۰ - ریّا



ریا

ریّا شترمرغ کی نسل سے ایک جانور ہوتا ہے جو جنوبی افریقہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ نہایت پھرتیلا ہوتا ہے۔ اور پروں کے ایک خاص قسم کے فراز و نشیب حرکت سے دوڑتا ہے۔ مادہ انڈے دیکر چھوڑ دیتی ہے اور نر بیٹھکر سیتا ہے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

پیٹر اعظم

رُوس ایک بڑا وسیع ملک ہے ۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک ایشیائی رُوس۔ دوسرا یورپی روس۔ وسعت کے لحاظ سے کوئی ملک اس کی برابری نہیں کرسکتا ۔ اس ملک کے بادشاہ کو زار کہتے ہیں ۔ آجکل اس بادشاہ کی شاہ جاپان کے ساتھ لڑائی ہورہی ہے ۔ اور زار روس کو بہت سی شکستیں مل چکی ہیں ۔ مگر تاہم رُوس کی سلطنت دنیا کی طاقتور سلطنتوں میں شمار ہوتی ہے ۔ موجودہ زار روس کی پانچویں پشت میں ایک شہنشاہ پیٹر اعظم ہوگذرا ہے ۔ یہ ایک بڑا نامور اور جری بادشاہ تھا۔ اس کے حالات نہایت دلچسپ ہیں ۔ اُمید ہے کہ ناظرین شوق سے مطالعہ کرینگے

پیٹر اعظم ایک ایسا دانا شہنشاہ گذرا ہے ۔ کہ آج تک رُوس کے تخت پر ویسا کوئی نہیں بیٹھا ۔ اس سے پہلے رُوس کا ملک بالکل ایک غیر مہذب ملک تھا ۔ اور رُوسی دُنیا بھر میں گنوار اور ناشائستہ تصور کئے جاتے تھے سوائے معمولی غیر تربیت یافتہ فوج کے زار رُوس کے پاس نہ کوئی جنگی جہاز تھا اور نہ ہی اور سامانِ حرب موجود تھا۔ بلکہ اُسوقت رُوسی لوگ سمندر پار جانے کو قدیم اہل ہنود کی طرح ایک مذہبی گناہ تصوّر کرتے تھے ۔

بچپن کے حالات

پیٹر اعظم کو بچپن میں بہت سی تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ۱۷ سال کی عمر تک ایک برس بھی آرام کا نہ گذرا۔ اس کا باپ الکسیس ۱۶۷۶ء میں مرگیا۔ اس وقت پیٹر کی عمر صرف چار سال کی تھی۔ اس کے باپ کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی سے ۲ بیٹے اور ۴ لڑکیاں تھیں۔ اور دوسری



سے فقط ایک بیٹا پیٹر تھا۔ جو اپنے سوتیلے بھائی اور بہنوں سے عمر میں چھوٹا تھا۔ دستور کے موافق الکسیس کے مرنے پر بڑا بیٹا تخت نشین ہوا لیکن چھ سال سلطنت کرنے کے بعد مرگیا۔ اب اس کا دوسرا بھائی آیون تخت کا وارث تھا۔ مگر وہ بہت کمزور اور بزدل تھا۔ اسواسطے لوگ یہ چاہتے تھے کہ پیٹر تخت پر بیٹھے۔ اس زمانے میں شاہی خاندان کی لڑکیاں شاہی محل

میں رہ کر اپنی عمر گذار دیتی تھیں - مگر الکسیس کی تیسری لڑکی صوفیا بہت دلیر ثابت ہوئی - اُس نے خود تخت حاصل کرنے کے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے پیٹر کی جان پر حملہ کیا - مگر جس کو رب رکھے - اُسے کون چکھے - صوفیا گرفتار ہو کر تمام عمر قید خانہ میں بھیجی گئی - ایون بھی مر گیا تھا - اسواسطے پیٹر تخت نشین ہوا - اس کے بچپن کا زمانہ بہت ہی عجیب گذرا ہے صوفیا نے وزرا پر دباؤ ڈال کر پیٹر کو ماسکو سے باہر بھیجدیا - جہاں وُہ بہت تاریکی کی حالت میں نشوونما پاتا رہا - اور اس کی تعلیم و تربیت میں بہت غفلت کی گئی - پیٹر اعظم کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کاپیاں اب تک موجود ہیں - جن سے پایا جاتا ہے کہ اس کا دستخط بہت خراب تھا - جب شہنشاہ کی تعلیم کا یہ حال تھا - تو عام لوگوں کی کیا حالت ہوگی - سچ تو یہ ہے کہ اُسوقت رُوسی تہذیب و ترقی سے کوسوں دُور تھے -

پیٹر کے اُستاد کون تھے ؟

اگرچہ پیٹر کو تحصیلِ علم کا اچھا موقع نہ ملا - مگر پھر بھی اُس نے اپنے ایک اُستاد تمرمین سے جو ہالینڈ کا رہنے والا تھا - بہت کچھ حاصل کیا - اُس نے پیٹر کو معمولی نوشت وخواند کے علاوہ حساب سکھایا - اور چند مہینے میں پیٹر کو اس قدر مشق ہو گئی - کہ وُہ حساب کے مشکل سے مشکل سوالات بھی بلا مددِ اُستاد حل کر لیتا تھا - دُوسرا اُستاد لیفورٹ نامی تھا - جو ایک بڑا کاریگر تھا - اُسی نے پیٹر اعظم کو بڑھئی اور لوہار کا کام سکھایا - پیٹر اپنے دونوں اُستادوں کی بہت قدر کرتا تھا - اور مرتے دم تک اُنکو اپنے ساتھ رکھا - اور ایک منٹ کے واسطے

جُدا نہ کیا۔ علاوہ ان کے ایک شخص نیزی کاف جو پہلے ماسکو کے بازار میں خوانچہ اُٹھاتا تھا۔ پیٹر کے زُمرہ احباب میں داخل ہُوا۔ اس شخص نے بڑا نام پایا۔ اور کئی دفعہ پیٹر کی جان بچائی۔

تخت نشینی

پیٹر سترہ سال کی عمر میں خود مختار شہنشاہ تسلیم کیا گیا۔ اس کے اُستاد لیفورٹ نے پیشینگوئی کی تھی۔ کہ پیٹر اپنے ملک میں بڑی بڑی اصلاحیں کریگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ صوفیا کے غدر کے زمانہ میں پیٹر کو کشتی میں سوار ہونے کا اتفاق ہُوا تھا۔ اور اسے کشتیوں سے بہت محبت ہو گئی تھی۔

جہازوں کا شوق

ایک دفعہ کسی جھیل کے کنارے سیر کر رہا تھا۔ کہ اُس نے ایک عجیب و غریب کشتی دیکھی۔ جو اس سے پہلے اس کے دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ اُس نے جب اپنے اُستاد تمرمین سے پُوچھا۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ یہ انگریزی کشتی ہے اور کھینے اور چپو چلانے دونو کا کام دیتی ہے۔ اسپر پیٹر نے اپنا بہت شوق ظاہر کیا کہ کسی طرح اس کے چلانے کا طریقہ سیکھا جاوے۔ اس کام کے واسطے برینڈ منتخب ہُوا۔ جو ہالینڈ کا رہنے والا تھا۔ اور پہلے ایک جہاز پر بڑھئی کا کام کیا کرتا تھا۔ الغرض برینڈ نے بہت جلد کام سیکھ لیا۔ اور ایک کشتی کو انگریزی طرز پر درست کیا گیا۔ پیٹر اس پر سوار ہو کر نہایت لُطف اُٹھاتا تھا۔ اُس نے برینڈ سے تمام کام سیکھ لیا اور اس قدر ماہر ہو گیا۔ کہ برینڈ حیران رہ گیا۔ انہی دنوں میں اس نے برینڈ

کی مدد سے ایک کشتی خود تیار کی۔ جو اب تک سینٹ پیٹرز برگ کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ یہ کشتی ۳۰ فٹ لمبی ۸ فٹ چوڑی ہے۔ اور تین بادبان پھیلا سکتی ہے یہی پہلی کشتی تھی۔ جو روس میں بنائی گئی۔ اس کے بعد کئی جنگی جہاز اور بیڑے تیار ہوئے۔ پیٹر اعظم ایک دانا آدمی تھا۔ اُس نے خیال کیا۔ کہ جب تک غیر ممالک سے آمد و رفت کے ذریعے کشادہ نہ ہونگے۔ اور تجارت کا سلسلہ شروع نہ ہوگا۔ ہرگز میرا ملک ترقی نہیں کرسکتا اور نہ ہی رعایا شائستہ ہوسکتی ہے۔ ان دنوں رُوس کا صرف ایک چھوٹا سا بندرگاہ ارکینجل بحیرہ ابیض کے کنارہ تھا۔ یہ بحیرہ پورے ۹ ماہ برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ اسواسطے اُسے ابیض (بہت سفید) کہتے ہیں۔

پیٹر کا جہاز پر کام کرنا

سنہ ۱۶۹۴ء میں پیٹر ارکینجل پہنچا اور وُہ سمندر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ اُسے سمندر دیکھنے کا یہ پہلا موقع ملا تھا۔ ارکینجل پہنچ کر اُس نے ہالینڈ کا ایک جہاز خرید کیا۔ اور سفر کا ضروری سامان لیکر لیپ لینڈ پہنچا۔ یہ رُوس کا پہلا بادشاہ ہے جس نے شمالی سمندر کو عبور کیا۔ آرکینجل میں اُس نے ملاحی کا کام سیکھنا شروع کیا۔ معمولی مزدوروں کی طرح خود جہاز کے تختوں کو دھوتا۔ خود ہی بادبان کھولتا اور خود ہی لپیٹتا۔ مانجھی کا کام کرتا۔ اور خود ہی چلاتا تھا۔ کئی دفعہ اُسے مستول پر معمولی ملاح کی طرح چڑھنے کا اتفاق ہوا۔ مگر وُہ ہرگز نہ شرماتا۔ بلکہ نہایت شوق سے یہ سب کام کرتا تھا۔ الغرض جب ماسکو کو لوٹا۔ تو وُہ ملاح کے ہر ایک کام سے بخوبی واقف تھا۔ پیٹر کو پہلی لڑائی

ترکوں سے پیش آئی۔ اور اُس نے سوچا۔ کہ جب تک بحیرہ اسود پر کوئی رُوسی بندرگاہ نہ ہو۔ اور جنگی جہازوں کا بیڑا تیار نہ کیا جاوے۔ پوری پوری کامیابی نہیں ہوسکتی۔ پس اُس نے دریائے ڈان کے کنارے ایک بیڑہ تیار کرانا شروع کیا۔ اور نہایت مستوری سے اس کام میں مدد دینے لگا۔ عام مزدوروں کی طرح وُہ صبح سے لیکر شام تک کام کرتا۔ بھیڑ کے چمڑے کا ایک چھوٹا سا کوٹ پہن لیا اور معمولی پوستین کی ایک ٹوپی سر پر رکھے ہُوئے تمام روز کام میں لگا رہتا۔ شام کو تکان دُور کرنے کے واسطے گانے بجانے کی مجلس منعقد ہوتی۔ اور پیٹر اپنے ہاتھ سے سُوکھی روٹی اور معمولی شراب تقسیم کرتا۔ اس طرح سے تیس جنگی جہاز تیار کیے گئے۔ جو دریا ڈان سے ہوکر بحیرہ ازاف میں پہنچے۔ پیٹر نے ترکی بیڑے کو شکست دی۔ اور فتح ظفر کے ساتھ ماسکو لوٹ آیا۔ اور ایک بڑا جشن کیا۔ اس موقع پر پیٹر اعظم کی جان پر حملہ کیا گیا۔ مگر وُہ بال بال بچا۔ باغی گرفتار کیے گئے اور انکو نہایت سخت سزائیں دی گئیں۔

روسیوں کو غیر ممالک میں بھیجنا

اس ہنگامہ کے بعد کچھ مدت پیٹر اعظم ملک کے انتظام میں مصروف رہا۔ جب اس کام سے فراغت پائی تو بہت سے نوجوان غیر ممالک کو روانہ کیے۔ چند آدمی ہالینڈ میں جہاز سازی کا کام سیکھنے کے لئے بھیجے۔ چند آدمی جرمنی میں فوجی کام کے واسطے روانہ کیے۔ چند اٹلی اور انگلستان میں مختلف ہنر سیکھنے کے لئے منتخب ہُوئے جب پیٹر کی عمر پچیس سال کی ہُوئی۔ تو اُسے خود بھی جہازرانی کے سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور اگرچہ پادریوں اور دیگر اشخاص نے بہت مخالفت کی۔ مگر

وُہ اپنے ارادہ پر قایم رہا۔

سفر

مُلک کا انتظام وزرا کے سپُرد کیا۔ ہر ایک صوبے میں ایک ایک گورنر اور اُس کے ماتحت کئی افسر مقرر کیے۔ اور بہت سا روپیہ لیکر فنِ جہاز رانی و آہنگری میں کمال حاصل کرنے کے لیئے ہالینڈ کو کُوچ کیا۔ اپنے دونوں استاد اور چند ہمراہی ساتھ لیئے۔ جب وُہ کونگز برگ میں پہنچا۔ تو پروشیا کے بادشاہ نے تعظیم و تکریم ر اسکا استقبال کیا۔ اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر ہالینڈ پہنچا اور صرف چند روز قیام کرکے سار ڈم کی طرف کوچ کیا۔ اس شہر میں اندنوں ہالینڈ کے کل جنگی تیار ہوتے تھے۔ سار ڈم پہنچ کر پیٹر نے ایک مکان کرائے پر لیا۔ جس میں فقط دو کوٹھریاں اور ایک سائبان تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ مکان اب تک موجُود ہے۔ پیٹر اعظم نے فوراً اپنا شاہی لباس اُتارا۔ اور مزدوروں کا لباس منگایا۔ سُرخ رنگ کا ایک سُوتی پاجامہ پہنا اور ملاّحوں کی ٹوپی اوڑھی۔ ایک دکان سے ضروری اوزار خرید کیئے۔ اور معمُولی مزدوروں کی طرح جہاز سازی کا کام سیکھنے لگا۔ صبح کو بہت سویرے اُٹھتا۔ ضروریاتِ انسانی سے فارغ ہوکر خود آگ جلاتا۔ اور خود ہی کھانا پکاتا۔ اور پھر ٹھیک وقت اور مزدوروں کی طرح کام کاج میں مصروف ہوجاتا۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ مزدوروں کی ایک جماعت ایک بڑا بھاری لکڑی کا شہتیر اُٹھائے آرہی تھی۔ مگر پیٹر بیکار بیٹھا تھا۔ اس کے آقا نے پکار کر کہا "پیٹر تمرمین (اس نے اپنا نام یہی بتایا تھا) تو بالکل بیکار بیٹھا ہے۔ اور ان لوگوں کی کیوں مدد نہیں کرتا"۔ پیٹر اعظم شہنشاہِ رُوس فوراً اُٹھا۔ اور مزدورو ں

کے گروہ میں شامل ہؤا۔ اپنا کندھا اس شہتیر کے نیچے رکھا۔ اور اُٹھا کر لیجاتا پیشہ ہر ایک کام کو بہت خوشی سے کرتا تھا۔ وُہ ملاحوں کی طرح رسیاں بٹتا۔ جہاز کو دھوتا۔ اس کی زنجیر پکڑ کر لے جاتا۔ اور اسی قسم کے تمام کام پورے کرتا تھا۔ اُس نے بہت سے لوہے کے ٹکڑے خود پگھلائے۔ اور اُن پر اپنے نشان لگائے۔ وُہ نینری کوف کے ساتھ کوٹنے اُٹھاتا۔ دھونکنی دھونکتا اور تمام کام لوہار کے کیا کرتا تھا۔ جب یہ کام اچھی طرح سیکھ چکا تو اس نے ایک بڑا جنگی جہاز خرید کیا۔ جس کے بنانے میں وُہ خود بھی شامل تھا۔



پیٹر اعظم لوہار کا کام کرتا ہے

مُلک کا انتظام کرنا

واضح رہے کہ اگرچہ پیٹر اعظم خود جہاز سازی کا کام سیکھتا تھا۔ مگر اس سے یہ سمجھنا

چاہیئے۔ کہ وُہ اپنے ملک سے بیخبر تھا۔ نہیں! وُہ مزدور بھی تھا۔ اور حکمران بھی۔ رُوس سے برابر اس کے پاس قاصد چلے آتے تھے۔ اور وُہ ضروری احکام صادر کرتا۔ اور اپنے ملک کی ہر ایک بات کا پُورا خیال رکھتا۔ جب پیٹر اعظم ہالینڈ میں آیا تو اُس نے ملک کے ہر ایک کارخانہ ہسپتال۔ کالج۔ بازار۔ منڈی کو نہایت غور سے معائنہ کیا۔ میڈیکل کالج میں جا کر خود فصد نکالنے۔ دانت بنانے کا ہنر سیکھا۔ اُس نے غلّہ کی چکّیاں۔ لکڑیاں چیرنے کا انجن۔ کاغذ بنانے کے کارخانے۔ تیل نکالنے کی فیکٹریاں سب دیکھ ڈالیں۔ اور اپنی کتاب میں نوٹ کرتا گیا۔ ہالینڈ کے باشندے اس محنتی اور جفاکش بادشاہ کو دیکھ کر نہایت تعجّب کرتے تھے۔ اور اس کی سادگی اور خوبصُورتی کی ہر جگہ تعریفیں ہوتی تھیں۔ ۹ ماہ کے قریب پیٹر اعظم ہالینڈ میں رہا۔ اور پھر وہاں سے انگلستان کو روانہ ہُوا۔

اِستقبال

جس وقت لندن میں پیٹر اعظم کے آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ تو شہنشاہ ولیم سوم نے اپنی سیر کرنے کی کشتی اور دو جنگی جہاز اپنے ہمعصر بادشاہ کے استقبال کے واسطے بھیجے۔ اور لنڈن والوں نے نہایت فرحت وخوشی سے شاہزادہ کا خیر مقدم کیا۔ پیٹر اعظم شہر لندن کو دیکھ کر بہت محظوظ ہُوا۔ مگر لوگوں کی بھیڑ سے بہت تنگ ہوتا تھا۔ کیونکہ جس وقت سیر کو یا کسی کارخانہ کے ملاحظہ کے واسطے جاتا۔ ہزاروں لوگ اُس کے دیکھنے کے لئے آتے۔ اور خوشی کے نعرے مارتے۔ اور خُوب گھور گھور کر دیکھتے جس طرح

اُس نے ہالینڈ میں سب کارخانوں - دفتروں - فیکٹریوں کو دیکھا تھا۔ یہاں بھی ایک ایک کا معائینہ کیا - دریائے ٹیمز پر تو عاشق ہوگیا - اکثر اوقات اُس کی سیر سے دل بہلاتا - خود ہی کشتی کو چلاتا - اور ساتھ چند روسی بیٹھے ہوتے -



پیٹر اعظم اپنے ہاتھ سے کشتی چلاتا ہے

لنڈن میں اُس نے گھڑی سازی کا کام سیکھا - یہاں تک کہ گھڑی کے پُرزے علیحدہ علیحدہ کرکے پھر تیار کر لیتا تھا - چونکہ پیٹر اعظم کا منشا تھا - کہ کسی طرح دریائے والگا اور دریائے ڈان کو نہروں کے ذریعے آپس میں ملا دیا جائے - تاکہ جھیل کیسپین سی تجارت میں سہولت ہو اسواسطے جب لنڈن سے رخصت ہوا تو اپنے ساتھ بہت سے انگریز انجنیر لے گیا - لنڈن میں اس کے قیام کے متعلق ایک بڑا دلچسپ واقعہ ہے - وُہ یہ ہے - کہ ایک دن پیٹر اعظم وسٹ منسٹر ہال میں جا نکلا - جہاں اعلیٰ عدالت تھی - جس وقت شہنشاہ وہاں پہنچا - تو اُسے

بہت سے لوگ دکھائی دیئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سب وکیل ہیں۔ حیران ہوکر کہنے لگا۔

"اس قدر وکیل۔ غضب خدا کا۔ میرے تمام ملک میں تو صرف دو وکیل ہیں اور جب میں گھر ہوتا ہوں تو روزمرہ یہی ارادہ کرتا ہوں کہ آج ایک وکیل کو پھانسی چڑھا دونگا"۔ پیٹر اعظم نے اپنی روانگی کے وقت ایک لاکھ روپیہ شہنشاہ ولیم کی نذر کیا۔ اور پندرہ مہینے انگلستان میں مقیم رہ کر۔ مئی ۱۶۹۸ء میں وہاں سے رخصت ہوا۔ بہت سے جنگجو آدمی اس کے ساتھ آئے۔

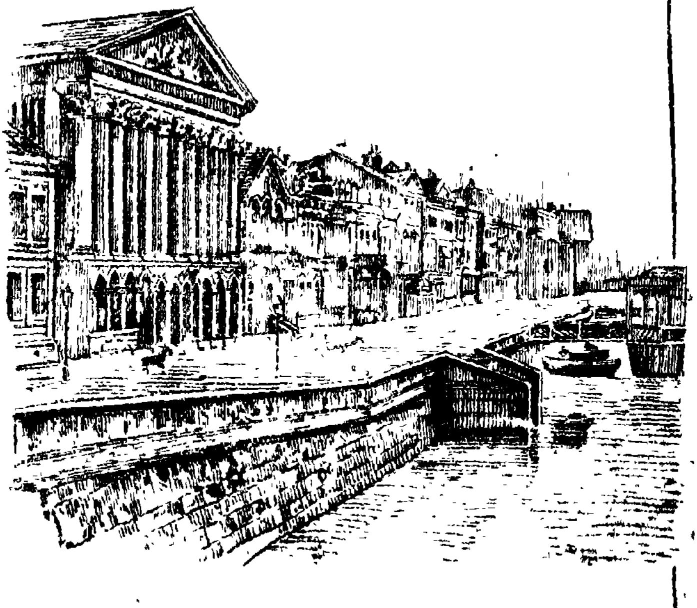


پیٹر اعظم قاصد سے خط لے رہا ہے (متعلقہ صفحہ ۱۱)

سینٹ پیٹرز برگ کی بنیاد

ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ پیٹر اعظم سے پہلے روس کا صرف ایک بندرگاہ ارکینجل تھا۔ وہ بھی جہازرانی اور تجارت کے واسطے کوئی بہت موزون نہ تھا۔

کیونکہ بحیرۂ ابیض جس کے کنارے پر یہ بندرگاہ ہے۔ وُہ نو مہینے برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ اور اس سبب سے وہاں جہازرانی نہیں ہوسکتی۔ پیٹر اعظم نے سوچا۔ کہ جب تک کوئی عمدہ بندرگاہ نہ بنایا جاوے۔ ملک کی ترقی غیر ممکن ہے۔ پس اس نے ارادہ کیا کہ نیا شہر آباد کیا جاوے۔ جو سمندر کے قریب ہو اور اُسے دارالخلافہ بنایا جاوے۔ واضح رہے کہ اسوقت تک رُوس کا دارالخلافہ ماسکو تھا جو رُوس کے وسط میں ایک پُرانا شہر ہے۔ بہت دنوں تک وُہ موقع کی تلاش میں رہا۔ آخر دریائے نیوا کے کنارے شہر کی بنیاد ڈالنے کا ارادہ کیا۔ مگر اس سے پہلے شاہ سویڈن سے لڑائی کرنی پڑی۔ اور اوّل تو پیٹر اعظم کی فوج کو شکست ہوئی۔ کیونکہ شاہ سویڈن کی فوج بہت زیادہ تھی۔ مگر آخر پیٹر اعظم نے اُسے شکست



شہر سینٹ پیٹرز برگ کا نظارہ

فاش دی۔ اس کے بعد شہر نیوا کے کنارے شہر سینٹ پیٹرز برگ کی بنیاد ڈالی اور اسے اپنا صدر مقام بنایا۔ یہ دارالخلافہ یورپ کے دیگر دارالخلافوں سے عمر میں سب سے چھوٹا ہے۔ پہلے تو لوگ حیران تھے۔ کہ وہاں سامان کیونکر لایا جاویگا۔ کیونکہ نہ تو وہاں لکڑی تھی۔ نہ اینٹ پتھر۔ مگر پیٹر اعظم کے ارادے کو کون روک سکتا تھا۔ پانچ ماہ کے عرصہ میں ایک قلعہ شاہی محل۔ ایک نہر اور پینتیس ہزار مکان تیار ہو گئے۔ یہ شہر بالکل ایمسٹرڈم (دارالخلافہ ہالینڈ) کے نمونے پر بنایا گیا ہے اور کاریگر بھی ہالینڈ ہی کے تھے۔ جب شہر تیار ہو گیا۔ تو ایک عالیشان گرجا بنایا گیا۔ اس کے بعد شہر ماسکو کے باشندوں کو حکم ہوا۔ کہ نئے شہر میں جا کر بسیں۔ الغرض پیٹر اعظم کی مراد بر آئی۔ بحیرہ بالٹک۔ جہازوں کی آمد و رفت کے واسطے بہت موزوں تھا۔ یورپ کے دیگر ممالک سے تجارت شروع ہو گئی۔

پہلا تجارتی جہاز

سینٹ پیٹرز برگ میں جو پہلا تجارتی جہاز پہنچا۔ وُہ ہالینڈ کا تھا۔ پیٹر اعظم اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور خود اس کے دیکھنے کے واسطے گیا۔ اور یہ معلوم کر کے اَور بھی خوش ہوا۔ کہ وُہ جہاز شہر سارڈم سے آیا تھا۔ اور اس کے ایک دوست کی ملکیت تھا۔ اس کے بعد انگریزی جہازات بھی اس نئی بندرگاہ پر آنے لگے۔ اور تجارت کا بازار گرم ہو گیا۔ پیٹر اعظم کو شاہ سویڈن اور سلطان ٹرکی سے جنگ کا بھی اتفاق ہوا۔ مگر عام طور پر اس کے ملک میں امن رہا۔

پیٹر اعظم کا دوسرا سفر

۱۷۱۶ء میں اُسنے پھر یورپ کا سفر کیا۔ پہلے کوپن ہیگن گیا۔ جو ڈنمارک کا
پایۂ تخت ہے۔ وہاں سے ہالینڈ آیا۔ اور اپنے پیارے شہر یعنی سائرڈم میں گیا۔
اور اپنی ان جھونپڑیوں کا مشاہدہ کیا جہاں وُہ بڑے شوق سے جہاز سازی اور
آہنگری کا کام سیکھتا تھا۔ وہاں کے لوگوں نے اپنے پُرانے دوست کے
آنے پر بہت خوشی منائی۔ اور انہوں نے اس میں وہی سادگی اور شرافت پائی۔
جو اب سے ۱۹ برس پہلے اُنہوں نے دیکھی تھی۔ جس وقت پیٹر اعظم اس شہر سے روانہ
ہوا تو ہزاروں آدمی اُس کے جہاز کے ساتھ تھے۔ خوشی کے نعرے مارتے
تھے۔ اور ہُرا ہُرا سے تمام سمندر میں ایک عجب لُطف آرہا تھا۔ اس کے بعد
پیٹر اعظم فرانس گیا۔ جہاں اُس کے قیام کے واسطے ایک عالیشان محل تیار کیا گیا تھا۔
لیکن وُہ ہوٹل میں جا رہا۔ واپسی پر یہاں سے بھی لائق لائق آدمی چُن کر لیگیا۔
رُوسی افسروں میں بڑا نقص یہ ہے۔ کہ وُہ رشوت لیتے ہیں۔ پیٹر اعظم نے اسکا انسداد
کیا۔ ماسکو میں اعلیٰ عدالت قایم کی۔ ایک جج پر رشوت کا الزام ثابت ہو گیا۔ جب پیٹر اعظم
نے اس سے اصل سبب پُوچھا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ حضور! تنخواہ تھوڑی ہے۔ اور اخراجات
کو غیر مکتفی ہے۔ پیٹر اعظم نے کہا! بتاؤ اس طرح تم کس قدر کماتے ہو۔ اُس نے جواب دیا۔
"حضور تنخواہ سے دُگنا روپیہ کما لیتے ہیں۔"
شہنشاہ نے جواب دیا۔ کہ اچھا! ہم تمہاری تنخواہ دوگنی بلکہ اڑھائی گُنی کر دیتے
ہیں۔ مگر خبردار پھر رشوت لو گے۔ تو پھانسی دیدونگا۔ جج نے قسم کھائی۔ اور چند سا[ل]
نہائت ایمانداری سے کام کرتا رہا۔ لیکن ع خوئے بد در طبیعتے کہ نشست

آخر رشوت لی - شہنشاہ کو معلوم ہو گیا - جب تحقیقات سے کافی ثبوت مل گیا - تو پیٹر اعظم نے اُسے پھانسی دے دی -

اخیر عمر میں اگرچہ پیٹر اعظم کو اپنے نالائق بیٹے کی وجہ سے جو باغی ہو گیا تھا - کسی قدر تکلیفوں کا سامنا ہوا - مگر اس نے مُلک کی بہبودی کے واسطے نہایت کوشش کی - سینکڑوں مدارس قائم کئے - کالج کھولے - لائبریری - عجائب خانہ کی بنیاد ڈالی - اور غیر مہذب روس کو مہذب ممالک کے برابر بلکہ اُن سے چند درجے اُوپر کر دکھایا - اگرچہ چھاپہ سولھویں صدی کے وسط میں رُوس میں جاری ہو گیا تھا - مگر عام نہ تھا - پیٹر اعظم نے اُسے خُوب رواج دیا - اور اس طرح نہایت کامرانی سے ۴۳ سال سلطنت کر کے ۲۸ - جنوری ۱۷۲۵ء کو سینٹ پیٹرز برگ میں انتقال کر گیا - اسکی یادگار میں سنگِ مرمر کا بُت بنایا گیا - جو اب تک سینٹ پیٹرز برگ میں موجود ہے - جس میں وُہ ایک گھوڑے پر سوار ہے -

عزیز بچو ! پیٹر اعظم کی زندگی پر غور کرو - کیسا روشن خیال بادشاہ تھا - اپنے ملک کی خاطر کیسی کیسی تکلیف اُٹھائی - انسان کو محنت سے کبھی نہ شرمانا چاہئے - اور کام کرنے سے جی نہ چُرانا چاہئے - اگر تم غور کرو گے - تو اور بھی عجیب باتیں معلوم ہونگی +



پیٹر اعظم کا بُت

اخلاق و آداب

خیالات کی حفاظت

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ بُرے اور ناپاک خیالات کو دل میں جگہ دینا کوئی عیب کی بات نہیں کیونکہ جب تک خیالات عملی صُورت اختیار نہ کریں اُن سے اپنی یا کسی غیر کی ذات کو نفع یا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم کسی کو دل میں بُرا سمجھیں لیکن اپنے اقوال یا افعال کے ذریعہ سے ایسا ثابت نہ ہونے دیں تو اس سے اسکا کچھ نہیں بگڑتا۔ پیارے اور عزیز بچّو! جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں تم ہرگز اُن کے ہمخیال نہ ہونا۔ ہمارے خیالات ہی گویا ہمارا وجود ہیں۔ ہر شخص کے اخلاق کی عمارت کے خاموش معمار یہ خیالات ہی ہیں۔ انسان جیسا دل میں سوچتا ہو ویسا ہی اس سے ظہور میں آتا ہے۔ اقوال و افعال خیالات کا عکس ہیں۔ اس لئے خیالات کی حفاظت ضروری ہے۔ لیکن یہ کام جس قدر ضروری ہو۔ اسقدر آسان ہو۔ خیالات تصوّرات اور جذبات ہمارے دل میں دریا کی طرح موج مارتے ہیں۔ ہمارا فرض ہو کہ ان خیالات اور جذبات میں جو بُرے ہوں اُن کو اپنے دل سے نکال دیں۔ دل میں خیالات کو جگہ دیئے بغیر ناممکن ہے کہ کوئی شخص زندہ رہ سکے۔ نہ یہ ممکن ہے کہ ہم بُرے خیالات کو اپنے میں نہ آنے دیں۔ لیکن یہ بالکل ممکن اور آسان ہو کہ بُرے اور گندے خیالات کو ہم دل کی کوٹھڑی کے دروازہ

سے ہی لوٹا دیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ راستہ میں چلتے چلتے ہماری نگاہ کسی ایسی چیز پر پڑ جاتی ہے جس سے دل میں ناپاک خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ ہم کو چاہئے کہ جب کبھی ہماری آنکھ کسی ایسی چیز پر پڑے تو اُس کو فوراً اس چیز سے ہٹا لیں اور اُس سے جو بُرے خیالات دل میں پیدا ہوئے ہوں انکو بھی بھُلا دیں۔ اگر تمہارا کوئی ساتھی تم کو کوئی ایسی چیز دکھائے جس سے خیالات پر بُرا اثر پڑنے کا احتمال ہو تو اسکو ہرگز نہ دیکھو۔ بلکہ اپنے ساتھی کو سمجھادو کہ کبھی آئندہ ایسی ناشائستہ حرکت کرنے کی جرأت نہ کرے۔ صرف اچھے خیالات کو دل میں جاگزین رکھنے سے بُرے خیالات خود بخود دُور رہیں گے۔ چنانچہ ایک بہت بڑے عالم کی بھی یہی رائے ہے۔ اسکی مثال اُس نے یہ دی ہے کہ خاردار اور ناکارہ درختوں کو باغبان باغ سے علیحدہ رکھنے کے لئے ہمیشہ یہ کرتا ہے کہ کوئی جگہ عمدہ اور خوشبودار درختوں سے خالی نہیں چھوڑتا۔ جس گھر کے رہنے والے بُرے ہوتے ہیں وُہ ہمیشہ پڑوسیوں کے لئے پُرخطر ہوتا ہے۔ اِس لئے چھوٹے بچّو! اگر تم اپنی اس دُنیا کی زندگی کو خوشگوار بنانا اور آخرت میں اعلیٰ درجہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے ننھے دلوں کو بُرے خیالات کی آلودگی سے پاک صاف رکھو اور ہمیشہ خدا کے فضل کے اُمیدوار رہو۔

راقم

محمد مقتدیٰ خاں شروانی بلونوی

بادشاہی محل فقیر کی سرائے ہے

ایک فقیر سفر کا مارا ہوا شہر میں آیا اور رات کو آرام کرنے کے لئے غلطی سے سرائے کے عوض بادشاہی محل میں جا پہنچا اور ایک کونے میں بستر لگا کر آرام کرنا چاہتا تھا کہ بادشاہی چوبدار سر پر آنازل ہوئے۔ اور بیچارے کو سخت سُست کہنے لگے کہ تو بادشاہی ڈیوڑھی میں کیسے چلا آیا۔ فقیر نے کہا کہ میں تو سرائے سمجھ کر آیا تھا۔ اتفاق سے یہ باتیں خود بادشاہ سُن رہا تھا۔ اُس نے فقیر سے ہنسکر کہا کہ ارے احمق تجھ کو اتنی سمجھ بھی نہیں کہ شاہی مکان اور سرائے میں تمیز کر سکے۔ فقیر نے کہا جہاں پناہ! آپ مجھے دو تین باتوں کا جواب دیں۔ کہ یہ مکان جب بنا تھا تو اس میں کون رہتا تھا۔

بادشاہ:۔ "میرے بزرگ یعنی میرے باپ دادا"

فقیر:۔ "اور اب اس میں کون رہتا ہے"؟

بادشاہ:۔ "میں خود رہتا ہوں"

فقیر:۔ "اور آپ کے بعد اس میں کون رہیگا"؟

بادشاہ:۔ "میری اولاد اور میرے وارث"

یہ سُنکر فقیر بولا کہ اے بادشاہ اس مکان میں اور سرائے میں پھر فرق کیا ہوا جبکہ اس محل میں ہمیشہ ایک ہی شخص نہیں رہ سکتا۔ سرائے کی طرح ایک مسافر آتا ہے اور کچھ دیر رہ کر اسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے +

راقم

سید محمد فاروق از حیدرآباد دکن

غریبوں کی خدمت کرو

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جو آنحضرت صلعم کے بعد خلیفہ ہُوئے۔ ان کے عہد میں ایک بڑھیا نہائت ضعیف اور مفلس آنکھوں سے نابینا تھی۔ حضرت ابوبکر باوجود اس کے کہ خلیفۂ وقت تھے۔ اور دینی و دنیاوی حکومت کا تاج سر پر تھا۔ روزمرّہ اُس بُڑھیا کے پاس جاتے۔ اور جو کام وُہ بتاتی۔ نہائت خوشی سے اُس کی تعمیل کرتے۔ اور ہر روز اُسے حلوہ کھلاتے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وُہ بڑھیا رونے لگی۔ اور کہا حضرت ابوبکر فوت ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ تمہیں کس نے بتایا۔ اس نے جواب دیا۔ وُہ ہر روز مجھے حلوہ کھلانے آتے تھے۔ آج نہیں آئے۔ وُہ ایسے آدمی نہ تھے۔ جو اپنے وعدہ میں تخالف کرتے۔ ضرور آج وُہ انتقال کر گئے۔ ورنہ کب کے آئے ہوتے۔ خُدا کی قدرت حضرت ابوبکر کا اُسوقت انتقال ہو چکا تھا۔ اللہ اکبر کیسے باکمال لوگ تھے۔ عزیزو! ع ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ کا خیال کرکے غریبوں بیکسوں کی امداد کرو +

اتّفاق

کسی جنگل میں ایک ہی جگہ چند درخت تھے۔ جو روز بروز بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ اُنکا خاصہ ذخیرہ ہو گیا۔ ان کی چھاؤں گھنی ہو گئی۔ آنے جانے والے مسافر چھاؤں میں آرام کرنے لگے۔ مالک معقول فائدہ اُٹھانے لگے۔ پرندوں نے اپنے

گھونسلے بنائے۔ ساری زمین سبزہ زار ہوگئی۔ جنگل میں منگل ہوگیا۔ صحرا میں آبادی کا سماں نظر آنے لگا۔

(۲) ایک محل بہت عالیشان تھا۔ دیکھنے والے کے دل پر اُس کی قدر و منزلت بیٹھتی۔ لوگ اسکی دیواروں کے سایہ میں آرام پکڑتے۔ بسنے والوں کے لئے باعث عزت تھا۔ نچلی اینٹوں نے کہا۔ کہ اوپر والیوں کو کونسا سُرخاب کا پر لگا ہے۔ ہماری تمام زندگی شاید نیچے ہی اب گذریگی۔ بہتر ہے کہ ان سے نجات حاصل کر کے خود کہیں بلند ٹھکانہ کی تلاش کریں۔ بس پھر کیا تھا۔ ادبار و بدبختی نے اُن کو آ گھیرا۔ تفرقہ اُن میں آ پڑا۔ اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ تھوڑے دنوں میں وہ رفیع الشان محل منہدم ہوگیا۔ کھنڈرات نظر آنے لگے۔ کُتے وہاں پر موتنے لگے۔ اور وہی مقام جو کل باعث فخر تھا۔ آج نظروں میں حقیر ہوگیا۔

(۳) چند بھینسیں ایک جنگل میں چر رہی تھیں۔ شیر اُن پر حملہ آور ہوا۔ سب نے مشورہ کیا۔ کہ اگر اپنے اپنے بچاؤ کی تلاش میں بھاگیں۔ تو ایک کو بھی زندہ رہنا نصیب نہ ہوگا۔ ایک ایک کو بہادر شیر چیر پھاڑ کر لقمۂ اجل بنائیگا۔ سب نے مجموعی قوت سے اسکا مقابلہ کیا۔ اور اُسے ہزیمت فاش دی۔

اتفاق کی برکت سے ایک مہلک حملہ کو اس طرح آسانی سے ٹالدیا گیا۔ تنکوں کے مجموعہ سے جاروب بنتی ہے۔ اور علیحدہ علیحدہ تنکے جو بالکل نکمے اور حقیر سمجھے جاتے ہیں۔ ایک کارآمد چیز بن جاتے ہیں۔ مکھیوں کے اتفاق سے شہد شیریں بنتا ہے۔ سبحان اللہ اتفاق میں کیا کیا برکات و فیوض بھرے ہوئے ہیں۔ دیکھنے کو چھوٹا سا لفظ ہے۔ مگر جس خاندان میں

اتفاق ہو۔ ذی عزت سمجھا جاتا ہے۔ قوم کے اتفاق سے قوم کی قدر ومنزلت بڑھتی ہے وہ ہمسایہ اقوام پر سبقت حاصل کر لیتی ہے۔ اس کا سکہ خویش واغیار پر یکساں بیٹھ جاتا ہے۔ سکندر اعظم نے اپنے ملکی نوجوانوں کے اتفاق سے اپنی حکمران سلطنتِ فارس کو مغلوب کیا۔ بلکہ دنیا کو زیر وزبر کر ڈالا۔ نپولین بوناپارٹ کے زیر فرمان اس کے ملک نے یورپ کو تہ وبالا کر ڈالا۔ اہل ملک ناموری وشہرت میں سب ہمعصر اقوام پر سبقت لیگئے۔ مسلمانوں نے اپنے اتحاد سے چین سے جبل الطارق تک حکومت قائم کرلی۔ اور سلطنت کے گلچھرے اڑاتے رہے۔ جاپانی اتفاق کی برکت سے روس سے گتھ گئے۔ اور کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔

بچو! خوب ذہن نشین کر لو کہ اتفاق نہایت ضروری چیز ہے۔ اس سے عزت وترقی ہے اور اس کے بغیر ذلت وخواری +

راقم غلام قاسم

ہمیشہ سچ بولو

سچ بولنا زمانہ میں جس کا شعار ہے — سچ پوچھئے اگر تو وہی باوقار ہے
ہندی مثل ہے یہ کہ نہیں آنچ سانچ کو — کاذب کلام پاک سے درخورد نار ہے
ہے موجب رضائے خدا راہِ راستی — سعدی کے قول سے یہ سخن آشکار ہے
ہے حسن راستی سے تو آراستہ اگر — تجھ سا نہیں جہاں میں کوئی ضعدار ہے
خنگوئی جسکو کہتے ہیں وہ حق کو ہے پسند — ناحق پسند سفلہ ہے ابتر ہے خوار ہے
بے آبرو ہے دونوں جہاں میں دروغگو — اور رست گو مثالِ دُرِ آبدار ہے

جس دل میں راستی ہے وہی پُر بہار ہے
جس میں کہ راستی نہیں ویراں ہے سر بسر
ہے روسیہ وہاں تو یہاں شرمسار ہے
سچ ہے دروغ کو نہیں کونین میں فروغ

تو بھی کر اے شفق عمل راستی قبول
توقیر کا جہاں میں اگر خواستگار ہے

راقم محمد عبد الرزاق شفق از ڈیرہ دون

راست گفتاری

راستی باعثِ نزولِ رحمت اور روشنی ضمیر ہے۔ یہ بڑی عمدہ چیز ہے۔ اسی پر ہر شَے کا انحصار ہے۔ اس لئے اس کا رُتبہ سب سے اعلیٰ ہے۔ پس جب یہ ظاہر ہے کہ یہ سب سے اعلیٰ چیز ہے تو ہمیں یہ ضرور اختیار کرنی چاہئے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم سب ہمیشہ سچ بولتے ہیں؟ بعض ہم میں سے ایسے ہیں جو بجائے سچ کے مصلحتاً جھوٹ بولتے ہیں۔ اور اس بات کا مطلق خیال نہیں کرتے کہ جھوٹ سے اُن کی رُوح کو کس قدر ضرر پہونچیگا۔ کذب اُس ناقص زخم کی طرح ہے جو اچھے گوشت کو بھی ناقص بنا دیتا ہے۔ اس طرح کے زخم سے ہم بجائے اہل اللہ ہونے کے بندۂ شیطان ہو جاتے ہیں۔ اِس کا کیا باعث؟ فی الواقع اس کا جواب تم بھی یہی دوگے جو ایک لڑکے نے دیا تھا۔ لیکن ہماری دانست میں وُہ جواب معقول نہ تھا وُہ یہ ہے:۔ کہ اگر ہم کو جھُوٹ بولنے سے بجائے ضرر کے نفع ہو اور کسی دوسرے کو نقصان بھی نہ ہو تو اِس قسم کا جھُوٹ جائز ہے۔ کیا ہم اپنی بدنامی بچانے کے لئے بھی جھُوٹ نہ بولیں؟ پیارے بچّو! اگر تم نے بھی ایسا ہی جواب دیا تو؟

خود اپنی بربادی کے باعث ہوگے۔ اس قسم کا جھوٹ تمہارے اعلیٰ درجہ کی خوبی زائل کرنے کے لئے بہ نسبت اور برائیوں کے بہت زیادہ ہے۔ گو تم بظاہر پھولتے پھلتے معلوم ہوتے ہو مگر اندر اندر تمہاری بیخ کنی ہو رہی ہے۔ جھوٹ جو زبان پر آتا ہے اُس روحانی زخم کے مثل ہے۔ جو روح کو تحلیل کرتا ہے۔ تحلیلِ روح سے یہ مراد ہے کہ ہمارے اُس نورانی حصّہ کو جو خدا سے ملنے کا وسیلہ ہے۔ ایسا کثیف اور مکدر کر دیتا ہے کہ اُس میں خدا کا جلوہ نہیں نظر آتا۔ اور اُس نور سے جو ہمارے روح کی سلامتی اور جان ہے ہم کو جدا کر دیتا ہے۔ خدا سچا ہے۔ اگر ہم کسی بات میں سچ سے انحراف کریں تو گویا خدا سے منحرف ہوئے اور اس سے منحرف ہونا گویا ان سب سے منحرف ہونا ہے جو بیش بہا۔ عمدہ اور رکھنے کے قابل ہیں۔ اب تم ہی سوچو کہ جھوٹ بولنا کیسی بات ہے۔ اور کس قدر برائی ہم سر پر لیتے ہیں۔ جب کسی تھوڑے سے دنیوی فایدہ کے لئے (مثلاً روپیہ حاصل کرنے کے لئے یا سزا سے بچنے کے لئے) ہم دیدہ و دانستہ خدا سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ عزیزانِ من! راستی صفاتِ ربانی میں سے ایک ہے۔ اس لئے ہم جس قدر راستی سے اپنا تعلق علیحدہ کرتے ہیں۔ اسی قدر خدا سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ اور اپنے دلوں میں اُس کے نور کا جلوہ نہیں پاتے۔

چونکہ ہم سب کو اپنے لئے خدا کا بندہ کہنا زیادہ مستحسن اور انسب ہے۔ اس لئے سچ بولنا ہمارا سب سے اوّل فرض ہے۔ سچ کا خیال رکھنے سے ہم اس کی قربت میں رہ سکتے ہیں جو سراپا سچ ہے اور جس کے پاس جھوٹ کا سایہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ شخص جو سچ کو پسند کرتا ہے خدا سے محبّت کرتا ہے۔ خدا کو مانتا ہے اور خدا اُسکو پہچانتا ہے۔

سچ کا ایک تعلق انسان کی ذات سے ہے۔ یعنی اپنے ہمسایوں کے ساتھ (تمام علما۔ حکما اور صاحب اخلاق کا یہ قول ہے) سچ کے بغیر دُنیا نہیں قائم رہ سکتی۔ خلایق کے تمام کاروبار قائم نہیں رہ سکتے۔ تاوقتیکہ باہمی راستی نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک شایستہ ملک میں گورنمنٹ نے قوانین مقرر کر دیے ہیں جن سے ہر شخص پر اپنے عہد کی پابندی فرض ہے۔ آئین شاہی اور دیگر قوانین معاہدہ و تجارت اس قسم کے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے معاہدہ کو دیدہ و دانستہ پورا نہ کرے تو گویا وُہ مرتکب جُرم ہوا۔ کیا یہ بات کسی حالت میں ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ کہ ہم بعض صُورتوں میں اس کے خلاف عمل کریں۔ اور کسی مقصد کے لئے جھوٹ بولیں؟ کیا ہماری نیک نیتی سے جھُوٹ بولنا ایک اچھا نتیجہ پیدا کریگا؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے۔ یعنی جو سچ نہیں ہر وُہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو بات سچ نہیں ہے وُہ خدا کی مرضی کے خلاف ہے ہر وقت اور ہر حالت میں سچ بولنا سب سے عمدہ ہے۔ گو اس کے نتایج ہمیں خراب معلوم ہوں۔ لیکن اُنکو سپرد خدا کرنا چاہیئے۔ ہمیشہ سچ بولنے سے ہمیں خُدا کا قرب حاصل ہوگا۔ اور ہم اپنے ہم جنسوں کو فائدہ پہنچا دینگے۔ یہی راہ ہے جس سے ہم کو اس ناپائدار دنیا میں عزت حاصل ہوگی۔ سے

راستی موجب رضائے خداست ‌ ‌ ‌ کس ندیدم کہ گُم شد از رہِ راست (سعدی)

(سچ خدا کی خوشنودی کا باعث ہے۔ میں نے کسی شخص کو سیدھے راستے سے گمراہ ہوتے ہوئے نہیں پایا) یہی راستہ ہے جس سے گذر کر ہم بہشت میں پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس دُنیا کی اور سب چیزیں نیست و نابود ہو جائینگی لیکن سچ ہمیشہ قائم رہیگا۔

راقم محمد اسمعیل میرٹھی از علی گڑھ۔۔

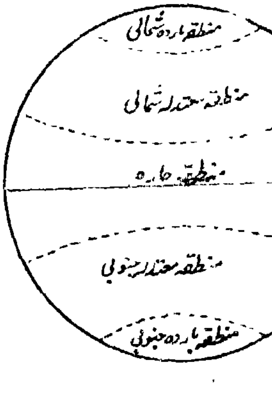
نوشت و خواند

جغرافیہ

زمین کی شکل گول ہے

(۱)

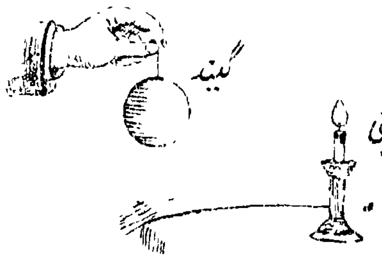
کرہ ارض



یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں ۔ درحقیقت اس سے بہت بڑی ہے جس قدر کہ دکھائی دیتی ہے۔ ہر ایک شخص جانتا ہے ۔ کہ جہاں تک ہماری نظر کام کرتی ہے ۔ وہاں تک زمین نظر آتی ہے ۔ لیکن اس کے بعد زمین اور آسمان آپس میں ملے نظر آتے ہیں ۔ لیکن یہ اصل میں نظر کا قصور ہے ۔ بچپن میں سنا کرتے تھے ۔ کہ کلکتہ دنیا کے اختتام پر واقع ہے ۔ لیکن اب تعلیم نے یہ بات غلط ثابت کردی ہے ۔ آج

تک سینکڑوں جہاز گئے اور واپس آئے۔ کہ زمین میز یا سلیٹ کی طرح مسطح نہیں ہے۔ بلکہ وُہ گیند کی طرح گول ہے۔ اس کی گولائی کے متعلق بیسیوں دلائل موجود ہیں۔ لیکن ذیل میں چند ایسی عام فہم دلیلیں لکھی جاتی ہیں۔ جنکو چھوٹے بچّے بھی بخوبی سمجھ لیں۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ اگر کوئی جہاز سمندر میں سیدھا ایک ہی رُخ کو روانہ ہووے۔ اور وُہ اپنا رُخ نہ بدلے۔ تو یقیناً اپنی جگہ پر واپس آئیگا۔ سوائے گول چیز کے ایسا ہونا کسی صورت میں ممکن نہیں ہے۔ اس تجربہ کے واسطے صرف ایک آدھ جہاز ہی نہیں گیا۔ بلکہ کئی جہاز اور کئی آدمی گئے۔ اور وُہ سیدھا مشرق یا مغرب کو روانہ ہُوئے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد اسی جگہ پر گھوم کر آ گئے۔ دوسری دلیل۔ اگر زمین گول نہ ہوتی۔ تو ہر ایک جگہ یا تو دن ہوتا یا رات۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ جس وقت یہاں دن ہوتا ہے اُسوقت امریکہ میں رات ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ سُورج بمنزلہ ایک چراغ کے ہے۔ اور وُہ گول کُرہ کے صرف نصف حصّہ کو ہی روشن کرتا ہے۔ اور دُوسرا نصف تاریکی میں رہتا ہے۔ ایک گول گھڑے یا کسی اَور گول چیز کے سامنے چراغ روشن کرنے سے اس بات کا مشاہدہ ہوسکتا ہے۔ کہ گول چیز کا ہمیشہ نصف حصّہ ہی منوّر رہتا ہے۔ دیکھو اگلے صفحہ پر ایک تصویر موم بتّی کی ہے اور اس کے سامنے ایک گیند ہے۔ جو دھاگے سے لٹکائی گئی ہے۔ گیند کا صرف نصف حصّہ ہی روشن ہے۔ جو کہ بتّی کے سامنے ہے + تیسری دلیل ان سب سے زیادہ زبردست ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب ہم دُور سے کسی درخت کو دیکھتے ہیں۔ تو پہلے اس کی چوٹی دکھائی دیتی ہے۔ پھر جُوں جُوں اس کے قریب آتے جاتے ہیں۔ اس کے باقی حصّے بھی آہستہ آہستہ نظر آنے

لگتے ہیں۔ اگر زمین کی سطح میز کی طرح سپاٹ ہوتی۔ تو تمام درخت ایک ہی دفعہ نظر آتا۔ درخت کی صرف چوٹی دکھائی دینے کی یہ وجہ ہے کہ اس کا باقی حصّہ زمین کی گولائی کے سبب نظر سے اوجھل ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ جس جگہ سے ہم درخت کو دیکھتے تھے۔ شاید اُس کی سطح بہت نیچے ہو۔ اسواسطے درخت کی چوٹی دکھائی دیتی تھی۔ پھر جوں جوں اُن کے پاس آئے۔ اُس کی



شاخیں اور تنہ بھی دکھائی دینے لگا۔ اِس کا جواب یہ ہو کہ پانی کی سطح تو بالکل ہموار ہوتی ہے۔ جو حال درخت کا ہے۔ بعینہٖ وہی حال جہاز کا ہے۔ جب کوئی جہاز دُور سے سطح آب پر دکھائی دیتا ہے۔ تو سب سے پہلے اس کا مستول نظر آتا ہے۔ اور جب قریب آتا ہے۔ تو اُس کے باقی حصّے بھی دکھائی دینے لگتے ہیں۔ نیچے کی تصویر سے اس مثال کی بخوبی توضیح ہوتی ہے۔



پس اس بحث سے یہی نتیجہ نکلا۔ کہ زمین گول ہے۔ لیکن یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ سب جگہ زمین کا ایسا ہی حال ہے۔ جو تمہارے شہر یا گاؤں کے پاس ہے۔ نہیں! بلکہ کہیں تو اونچے پہاڑ ہیں۔ جو آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ کہیں بڑے بڑے جنگل ہیں۔ جن میں انسان کا گذر نہیں۔ ان میں درندے رہتے ہیں۔ کہیں دریا بہتے ہیں۔ کہیں سمندر ہیں جو ہزاروں میل لمبے اور ہزاروں میل چوڑے ہیں۔ جغرافیہ دانوں نے بعد تحقیقاتِ کامل یہ بات ثابت کی ہے کہ کل دُنیا میں $\frac{1}{4}$ حصہ تو خشکی ہے اور $\frac{3}{4}$ حصہ پانی ہے۔ اب ہم آیندہ یہ بیان کرینگے کہ کرۂ ارض کی قدرتی تقسیم کیا ہے اور اس میں کیا خصوصیت ہے +

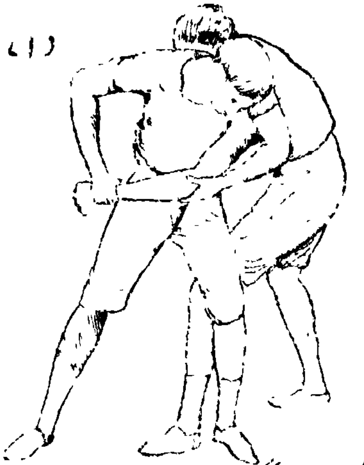
ورزش اور کھیل

کُشتی

دُنیا کے اکثر حصوں میں بچوں اور نوعمر لڑکوں کو کشتی کا بہت زیادہ شوق ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اُن کی تفریح کا سب سے بڑا مشغلہ یہی ہے۔ انگلستان کے اضلاع کمبرلینڈ اور ویسٹمورلینڈ میں دس سال کی عمر سے لیکر بیس برس تک کے طلبا نہایت ذوق وشوق سے کُشتیاں لڑا کرتے ہیں۔ اس فن کا وہاں اس قدر زیادہ رواج ہے کہ اکثر چودہ سال کی عمر کے لڑکے بھی کشتی کی

عمدہ عمدہ داؤ پیچ جان جاتے ہیں۔ اگر انگلستان کے ان مذکورہ بالا مقامات پر فن کشتی کی جانب نئی نسلوں کا اسی قدر رجحان رہا تو کیا عجب ہے کہ کچھ دنوں میں وہاں کے اس فن میں یکتا ہو جاویں اور اُن کے داؤ پیچوں کی وجہ سے بہرہ ور لوگ اُن پر غالب نہ آسکیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر تم کو صرف اس قدر معلوم ہو جائے کہ کشتی کس طرح سیکھی جاتی ہے۔ ابتدائی پکڑ کا طریقہ معلوم ہو جائے اور کچھ داؤ پیچ اور اُن کے اُتار چڑھاؤ معلوم ہو جائیں تو تم کو ضرور اس سے دلچسپی پیدا ہو جائیگی اور فوراً اس کے سیکھنے اور اکھاڑہ میں اُترنے کو آمادہ ہو جاؤ گے۔ یہ فن کچھ ایسا نہیں جس کے سیکھنے میں کسی قسم کی زیادہ دقت ہو۔ بلکہ اُس کے قواعد اور تصاویر کو دیکھ کر جن میں ہر ایک انداز نہایت صفائی سے دکھایا گیا ہے۔ سب باتیں بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔ اور جب تم کو اس فن سے تھوڑی سی بھی واقفیت ہو جائیگی تو پھر اپنے کام دیکھ دیکھ کر خود تمہیں تعجب ہونے لگیگا۔

(۱)



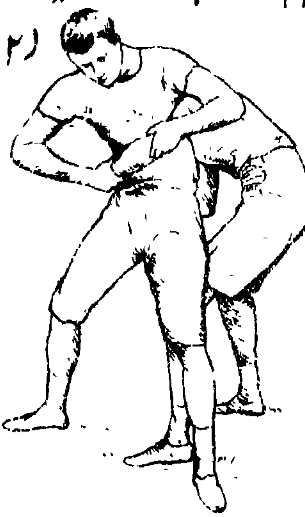
(وہ گرا)

کشتی کے واسطے سب سے اچھی جگہ شہر سے باہر جنگل میں ہے۔ وہاں یا تو اکھاڑے کھدے ہوں یا ہموار زمین پر خشک اور نرم گھاس بچھا دی گئی ہو۔ ہندوستان میں جس طرح پہلوان صرف ایک لنگوٹ باندھ کر لڑتے ہیں یہ کسی قدر برا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا تمام جسم کھلا رہتا ہے۔ اس لئے ایک

بنیان اور گھٹنوں تک کا جانگیا پہنکر کشتی لڑنی چاہئے اور اکھاڑہ میں چونکہ کپڑے مٹی سے خراب ہونگے اسواسطے گھاس پر ہی لڑنا زیادہ مناسب ہے۔ جو داؤ پیچ اب تم کو بتائے جاوینگے اُن میں ٹانگوں سے بالعموم زیادہ کام لیا جاویگا ایک داؤ تو یہ ہے کہ کوئی ایک دوسرے کے جس جگہ چاہے سر۔ ہاتھ بازو یا ٹانگیں وغیرہ پکڑ کر زمین پر آوے لیکن نیچے آنیوالا اُسوقت تک مغلوب نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ اُس کے دونوں کندھے زمین سے نہ لگ جاویں۔ اسی لئے نیچے گرا ہوا شخص اس بات کی کوشش کیا کرتا ہے کہ میں چت نہ ہونے پاؤں۔ لیکن وہ کُشتیاں بہت اچھی ہیں جن کے تمام داؤ پیچ ٹانگوں پر ہی ہوں۔ کُشتی کے آغاز کے وقت سوائے اس کے اور کچھ خیال دل میں نہیں ہوتا کہ جہانتک ہو سکے اپنا داؤ چلنے اور دوسرے کا پیچ کاٹنے کی کوشش کیجاتی اور ایسا نہ ہو کہ اپنے مقابل کوئی سخت داؤ چل جائے جسکا اُتار اپنے قابو سے باہر ہو۔ کُشتی کے وقت ایک ٹانگ کو کچھ زیادہ آگے بڑھا کر رکھنا اچھا نہیں ورنہ بیرونی ٹھوکر سے جیسا کہ تصویر (۱) میں دکھایا گیا ہے۔ تم بے قابو ہوکر گر جاؤ گے۔ اگر بائیں پاؤں کو آگے بڑھایا گیا ہو تو داہنے ہاتھ سے بائیں کلائی پکڑ کر اور آگے کو بڑھی ہوئی ٹانگ میں اپنی بائیں ٹانگ کا پھندا ڈال کر گرایا جا سکتا ہے اور اگر دایاں پاؤں آگے کو بڑھا ہوا ہو تو اُس کے خلاف عمل کیا جاوے مگر تصویر (۱) کو دیکھو کہ بائیں کہنی کے قریب اپنے مخالف کا ہاتھ پکڑا جائے پھر اسکو بل دیکر اپنے پہلو پر گھماتے ہوئے آؤ وہ چاروں شانے چت گر جائیگا اس داؤ کا اُتار تصویر (۲) میں ہے کہ حملہ کرنے والے کو اپنی رانوں سہارے پر جھکا لیا جاتا۔ کیونکہ اگر تم اُسکو آگے کی طرف نہیں جھکا سکتے ت

اس میں ضرور کامیاب ہو گے۔

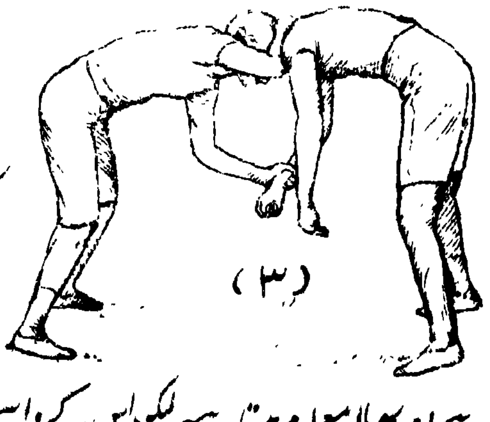
اپنے حریف کو اپنے پُٹھوں پر لیکر تم نہایت خوبی کے ساتھ نیچے لاسکتے



(۲)

ہو۔ اچھا تم اُس کو تصویر (۳) کے مطابق شروع کرو اور اس صورت سے نہایت صفائی کے ساتھ دونو پاؤں پر کود کر اس طرح سے مڑجاؤ کہ تم اپنے مقابل شخص کے بالکل نیچے آجاؤ۔ پھر اپنے اس ہاتھ کو جو دوسرا شخص پکڑے ہوئے ہے۔ اس کی کمر میں اور دوسرے ہاتھ کو بغل کے نیچے سے ڈال کر نکال لو

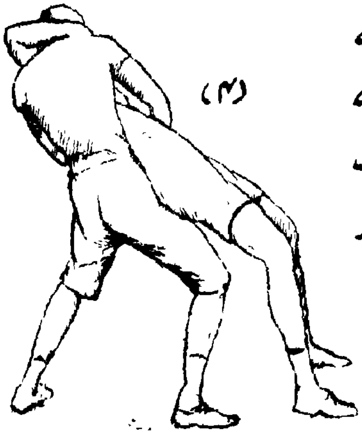
مگر جسوقت تم گھومو تو داہنا پاؤں آگے کو بڑھا کر اچھی طرح جھک جاؤ اور ساتھ ہی بائیں ہاتھ کو بھی جھکا لو۔ اس کے بعد اپنی ٹانگوں کو اس طرح سیدھا کر لو کہ اپنے حریف کے پاؤں زمین سے اُکھاڑ سکو۔ پھر بائیں طرف کو اپنے کندھے گھما کر اسے پیٹھ کے بل اپنی رانوں پر ڈال لو۔ یہ پیچ نہایت عمدہ



(۳)

ہے اور بھلا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس کے واسطے بڑی مشق کی ضرورت ہے اگر تم اس کو اچھی طرح سیکھ لو اور کوئی شخص اس کے اُتار کو جو تصویر (۴)

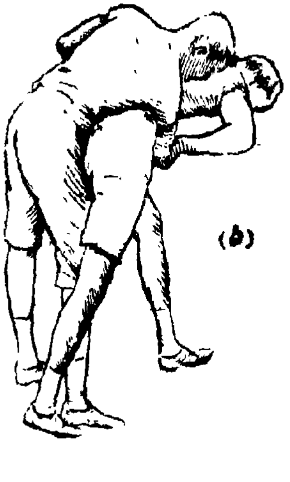
میں دکھایا گیا ہے نہ جانتا ہو تو یقیناً تم اُس شخص پر غالب آجاؤ گے۔
اگر تم اپنے مدمقابل کو اُٹھا سکتے ہو جو جھک کر تمہارے سامنے آگیا ہو تو



(۴)

اُسے اُوپر کو اُٹھا لو اور اُسے پیٹھ کے بل لٹا دو۔ مگر اس سے بچنے کے لئے وُہ تمہاری ٹانگ میں اپنے پاؤں سے پھندا ضرور ڈال لیگا۔

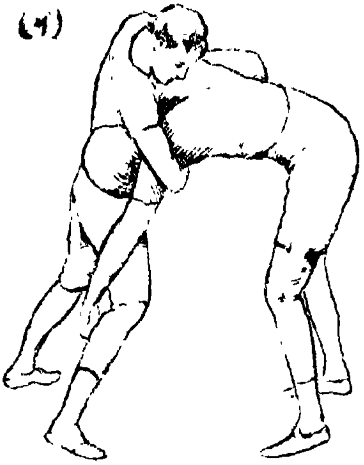
تصویر (۵) کے مطابق ہاتھ کو گھما کر داؤ چلنے سے حریف بہت جلد مغلوب ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں بہت پھرتی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اِس کے آغاز میں داہنی کلائی کو پہلے زور سے پکڑ لو اور جلدی سے اپنی پیٹھ اپنے مخالف کی طرف پھیر لو لیکن ساتھ ہی اس کے بازو کو اُوپر سے پکڑ کر زور سے گھما کر اپنے بائیں جانب لے آؤ۔ مگر اس داؤ کا اُتار اس طرح ہو سکتا ہے کہ جس وقت حملہ کرنے والا جھٹکا دیکر اپنے مخالف کو گھما دے تو وہ جلدی سے آگے کو قدم بڑھا کر چلا جائے۔ یا اُس کا جو ہاتھ خالی اور چھوٹا ہوا ہو اس سے حملہ کرنے والے کی کمر پکڑ لے



(۵)

اگر تم اپنے حریف کو اس طرح پکڑ لو جیسے کہ تصویر (۶) میں دکھایا گیا ہے۔ تو یقیناً تم اُسے نیچے گرا لو گے۔ اچھا ایک اور صورت ہے وہ جبکہ تم اپنے مدِمقابل کو تصویر (۳) کے مطابق پکڑ کر اُس کے سر کو اس طرح داہنی جانب کھینچو کہ اُسکا سر تمہارے پیٹھے کے ساتھ آجائے اس کے بعد اپنا داہنا ہاتھ اُس کے بائیں شانہ پر بڑھا کر اُس کے سینہ کے نیچے جھکا دو اور اپنے دونوں ہاتھ ملا کر اُسے گھماتے ہوئے اپنے داہنی جانب لے آو۔ اس پیچ کا بچاؤ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کو اپنی ران پر رکھ کر بائیں پاؤں کو آگے کو جھٹکا دیکر ایک طرف کو باہر کو نکال لو۔

(۶)



یاد کر لو

ایسٹ پورب ہے اس کو مشرق جان
ویسٹ پچھم ہے اس کو مغرب مان
ساؤتھ دکھن جنوب کو کہنا
نارتھ اتر شمال کو پہچان

ننھے بچوں کا صفحہ



سکاٹلینڈ کی ماں بچے کو لوری دیکر سُلا رہی ہے

اسکاٹ لینڈ کے بچوں کی لوری

(جسے بچوں کے اخبار کے لئے اصل سے ترجمہ کیا گیا ہے)

بابو بابو ۔ ننھے بچے ننھے ننھے ۔ پیارے بچے
بند کرو یہ آنکھیں جھپکتی چین سے آئے تجھ کو نینی
دُور بہت ہے باپ تمہارا ہے وُہ جہازی کام کا کھیوا
کیسی سمندر موجیں مارے پر نہ وُہ ہمت اپنی ہارے
آس لگی ہے آئے سلامت دیکھے میری تیری صورت
تیرا چہرہ سادا میٹھا حلم کی صُورت نقشا تیرا
جیسے ہے ہوتی شام بہاری جس سے ہو ظاہر پھُلکاری
تیری چمکدار آنکھ ہے کالی برف کا ڈھیلا گردن تیری
آہ جدائی باپ کی تیرے ڈر ہے نہ دل کو پھاڑ دے میرے

سو جا بچے سو جا بچے
نیند میں اپنی ہو جا بچے

دلچسپ کہانی

بھوت کو مار ڈالا

ملکِ ایران میں کسی شخص مسمّی امین بیگ کو اتفاقاً دُور دراز سفر پیش آیا جس

موسم میں اُسکو روانہ ہونا پڑا اُن دنوں ایران میں دُھوپ بہت تیز ہوا کرتی ہے۔
اسی وجہ سے اُس نے رات کے وقت سفر کرنیکا ارادہ کیا۔ آمین بیگ کوئی
دلیر اور طاقتور شخص تو تھا نہیں۔ مگر مکّار ضرور تھا اور اُسے وقت پر بات
خُوب سُوجھتی تھی۔ روانگی سفر سے پیشتر اُس نے اتّفاق سے اپنی جیب میں
ایک انڈا اور نمک کا ایک بڑا ڈلا رکھ لیا تھا۔ سفر کی پہلی رات میں اُس نے



امین بیگ حیران ہوکر بھوت کو دیکھتا ہے

بڑی احتیاط سے ایک تنگ و تاریک چشمہ کے کنارے چلنا شروع کیا۔ اُسوقت یکایک کسی شخص نے پکار کر کہا "امین بیگ بیراہ چل رہے ہو۔ میرے پیچھے ہو لو ورنہ رستہ بھول جاؤ گے۔ اور ان کھڈوں میں سے کسی خوفناک کھڈ میں جا پڑو گے۔" تھکے ہوئے امین نے جواب دیا۔ "تم کون ہو اور تم کو ایک تن تنہا مسافر کا اسقدر خیال کیوں ہے؟" اُس پکارنے والے شخص نے کہا۔ "یقیناً صرف اس لئے کہ مَیں تمہارا دوست کریم بیگ ہوں"۔ امین بیگ خوب دیکھ بھال کر بولا کہ تم اِدھر آؤ اور اپنی صُورت دکھلاؤ۔ نہیں تم میرے دوست ہرگز نہیں ہو۔ بلکہ تم کوئی خبیث بھوت ہو۔ مَیں صاف دیکھتا ہوں کہ تم غولِ بیابانی ہو۔ اور مَیں کہتا ہُوں کہ مجھ کو تم سے بلکہ بڑی خوشی حاصل ہُوئی ہے۔ مَیں نے تمام عالم کسی ایسے انسان یا حیوان کی تلاش میں بیفائدہ چھان مارا ہے جو زور میں میرے برابر ہو۔ اب میں بخوشی اپنا زور تم کو دکھلا سکونگا۔ بھوت نے جواب دیا۔ "اے آدم زاد تمہاری جھوٹی شیخیوں پر تم کو سخت سزا دیجاویگی"۔ امین نے حقارت سے کہا کہ "جھوٹی شیخیاں کیسی مَیں تم کو اپنا زور اسی دم دکھلائے دیتا ہُوں" یہ کہتے ہی نیچے جُھک کر گری ہُوئی چٹان کا ٹکڑا اُٹھا لیا۔ اور کہا کہ "اس پتھر میں ایک عرق ہے۔ تم نچوڑ کر دکھلاؤ۔ اگر نچوڑ سکتے ہو؟ اور شرط یہ ہے کہ وُہ عرق بہنے لگے"۔ بھوت نے پتھر اُٹھا لیا اور اُسکو خوب بھینچا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اس ناہموار ٹکڑے سے اُس کے ہاتھ مجروح ہو گئے۔ غول نے اُس پتھر کو زمین پر پھینک کر غصّہ میں کہا۔ "کوئی ایسا نہیں ہے جو اسکو نچوڑ سکے۔ اب مَیں دیکھتا ہوں کہ تم اِسے کیسے نچوڑتے ہو"۔ امین نے بے پروائی

سے جواب دیا۔ مجھے تو کچھ بھی دقت نہ ہو گی۔" وہ پتھر اُٹھانے کے لئے جھکا۔ اور چالاکی سے انڈے کو اپنے ہاتھ میں چھپا لیا۔ پس اُس نے انڈے کے اوپر اُس پتھر کو زور سے داب کر انڈے کو چور چور کر دیا۔

اور حقارت سے کہا " یہ تو بچوں کا کھیل ہے۔ اور اپنے ہاتھ غول کو دکھلا دیئے۔ جن پر انڈے کی رطوبت بہ رہی تھی۔

امین بیگ نے اس کی دلداری کر کے کہا۔ " اب ہمت کر کے پھر کوشش کرو۔ پتھر کے اس دوسرے ٹکڑے کی دمک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر نمک ہے۔ اگر تم اپنی انگلیوں سے زور کر کے اُسکا چورا کر دو گے تو تم کو میری بات کی سچائی معلوم ہو جاویگی۔ ایک دفعہ پھر کوشش کر لو۔"

بھوت نے پھر پتھر اُٹھایا۔ اور اپنا کل زور اُس کو انگلیوں میں دبا کر پیس ڈالنے میں صرف کر دیا۔ لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ وہ درد سے چلّا اُٹھا " اے آدم زاد اسکو لے لو۔ اگر تم اُس کو چور چور نہ کر سکو گے تو میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ میرے ہاتھوں میں اتنی طاقت ابھی باقی ہے کہ میں تم کو مسل کر ریت کے موافق کر دوں۔" امین بولا " میرے نیک دوست تامل کیجئے۔ آپ اس بات پر خفا نہ ہوں کہ آپ کے ہاتھوں سے خون ٹپک پڑا ہے اور درد کرتے ہیں"۔ غول اپنے بڑے بڑے ہاتھوں کو دیکھ کر دل میں جھنجھلایا۔ جو معمولی آدمی کے ہاتھوں سے تگنے تھے۔ مگر خون آلودہ ہو جانے کے سبب درد کرتے تھے۔ آخر اُس نے کہا " میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے چھوٹے سے حقیر جسم سے بھی اسی طرح خون نکلے اور تمہیں درد ہو"۔

جھوٹے اضطراب سے امین نے کہا "لاؤ پتھر مجھے دو"۔ بھوت غرایا۔ اور اپنے پیر سے ٹھوکر مار کر بولا "تم خود اُٹھا لو"۔ امین نے اُسکو اُٹھا لیا اور جو کچھ اُسے کرنا تھا کرنے لگا۔ اپنی طرف سے کوشش کی۔ اور ایک دو سکنڈ تک خوب زور لگایا۔ تاکہ بھوت کو اُس کے پتھر کو پیس ڈالنے کا یقین آجائے تب اندھیرے میں اُسکو زمین پر کھسکا کر پسا ہوا نمک غول کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور بڑی خوشی سے چلا کر کہا۔ "اُسے چکھ کر دیکھ لو۔ جو کچھ میں نے کہا تھا بالکل سچ ہے یا نہیں۔ بھوت نے اُس کے کہنے سے چکھا۔ اور امین بیگ کی طرف منہہ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ تعجب ہی تعجب ہے"! امین نے جھوٹی مشیخت سے کہا۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ بالکل معمولی سی بات ہے"۔ غول بولا۔ آؤ۔ اب ہم تم دوست ہو جاویں۔ اگر ہم تم دونو متفق ہو جاوینگے۔ تو تمام دُنیا میں کوئی ہمارا مقابلہ نہ کرسکیگا۔ امین نے بے پروائی سے کہا۔ "اچھا اگر تم چاہتے ہو تو دوست بنجاؤ۔ بھوت نے کہا اے نہایت زبردست اور بہادر آدمزاد۔ آج رات اپنے قیام سے میرے غریب خانہ کو رونق بخشیں۔ بڑی تکلف کا پلنگ اور عمدہ کھانا تمہارے لئے موجود ہے۔ اُس نے کہا۔ "اے دوست غول بہت اچھا۔ میں آپ کی دعوت قبول کرتا ہوں۔ لیکن اوّل میں جتلا دیتا ہوں کہ میرے مزاج میں جلدی اور غصہ بہت ہی۔ اگر تم مجھے ناراض کروگے تو میں تم کو سزا دونگا۔ اور امین نے ظاہرا اپنے ہاتھ ایک دوسرے پر مل کر کہا۔ کہ سزا کے بعد اگر تم میں تھوڑا بہت دم رہجاویگا تو معافی مانگ لینا"۔ غول نے زور سے کہا۔ اے میرے نیک دوست ایسا ہی ہوگا۔ لیکن دل میں کہتا تھا۔ "اے بیوقوف

گدھے! مَیں تم کو جلد مار ڈالونگا - اور تمہاری شیخی کا خاتمہ کردونگا - ذرا تم ایک دفعہ میرے مکان میں قدم رکھ لو - بس تمہاری موت ہے - امین نے کہا "مجھے دھوکا دینے کا خیال مت کرو - مَیں تمہارے ارادونکو پہلے تاڑ جاتا ہوں" "کیا مَیں دھوکا دیتا ہوں" ؟ میں تابعدار ہوں - مہمان داری کی رسوم تو ہمارے نزدیک بھی مقدس مانی جاتی ہیں - جس وقت تم ایک دفعہ میرے یہاں کھانا کھالوگے تو تم ہمیشہ کے لئے میرے بھائی بنجاؤگے - امین بولا - خبردار - مجھ کو تمہاری بدنیتی صاف دکھلائی دیتی ہے - لیکن مَیں اپنی طاقت کے زعم میں تم سے کچھ خوف نہیں کرتا - تم آگے - چلو مَیں تمہارے پیچھے پیچھے چلتا ہوں - ناہموار ٹوٹے پھوٹے راستوں پر خوفناک کراڑوں اور ناہموار ٹیلوں پر امین کانپتا لرزتا غول کے پیچھے ہولیا - وہ آخرکار ایک دھندلے سے غار میں پہنچے - غول بولا "میرا غریبخانہ یہی ہے - اے میرے دوست اندر چلو اور جو کچھ میرا ہے وہ اپنا ہی خیال کیجئے" - تب غول امین کو غار درغار لیگیا - ایک غار سے دوسرے میں راہنہ کرلیا - ہر ایک غار امیرانہ مال اور خزانہ سے بھرا ہوا تھا - بڑے بیش قیمت جواہرات تھے - سونے چاندی کا ڈھیر لگا تھا - نہایت عمدہ زربفت کی شال اور مختلف اقسام کا اسباب تجارت علاوہ غلہ اور میووں کے اکٹھا کیا گیا تھا - چاولوں کی ایک بڑی بوری اٹھاکر غول بولا "تمہارے رات کے کھانے کے واسطے یہ کافی ہے" - امین نے مسکرا کر کہا "ہاں - کیونکہ میں بھوکا نہیں ہوں - سفر میں چلنے سے پہلے میں ایسی دو بوری چاول اور ایک سالم بکرا کھا آیا ہوں لیکن اس خوف سے کہ مبادا دعوت نامنظور کرنے سے آپ کو رنج ہو - میں اس بوری کو اب کھالونگا" - غول بولا - مَیں تمہارے لئے اسے پکائے دیتا ہوں -

کیا تم انکو کچے نہ کھا سکتے۔ جیسے میں کھا لیتا ہوں۔" نہیں نہیں ضرور پکا لو۔ اور اس خیال میں خوش تھا کہ اتنا وقفہ بھی غنیمت ہے"۔ غول نے ایک بڑی مشک کی طرف اشارہ کر کے جو آٹھ بیلوں کی کھال سے بنی ہوئی تھی۔ کہا تم اس میں پانی بھر لاؤ۔ جب تک میں آگ جلانے کو لکڑیاں اکٹھی کرتا ہوں۔ بیچارہ امین جب تک غول باہر گیا وہیں ٹھہرا رہا۔ اور تب تک بمشکل تمام اس مشک کو کھینچ کر غار کے بیچ میں لایا۔ کیونکہ اسکو کسی طرح اٹھا نہیں سکتا تھا۔ اب امین نے اپنے دل میں سوچا کہ کونسا دھوکا اسوقت چل سکتا ہے۔ وُہ بیچارہ مارے گھبراہٹ کے کانپتا تھا۔ اور اس وحشت ناک مکان کے چاروں طرف تکتا تھا جس میں اُن مقتول مسافروں کا لوٹا ہوا مال بھرا پڑا تھا کہ جنکو وُہ بھوت دھوکا دیکر اپنی غار میں لے آیا کرتا تھا۔ وُہ اسی سوچ میں تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ موت کی بھیانک شکل اُس کی آنکھوں کے سامنے موجود تھی۔ بھوت نے ایک مٹکا لیا۔ اس میں پانی ڈال کر تمام چاول ڈالدیئے۔ اور بہت سی لکڑیاں جلا کر آگ کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک تو غار اس پر طرّہ یہ کہ گیلی من لکڑیاں جل رہی تھیں۔ دھوئیں سے دم بند ہوتا تھا۔ امین بیگ نے سمجھا۔ کہ اگر یہ بھوت جو مجھے اپنی ایک انگلی میں دبا سکتا ہے۔ چھوڑ دیوے۔ تو بھی میں اس تیرہ و تاریک غار سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اور دھواں تو ضرور میرا کام تمام کر دیگا۔ اب وُہ اُٹھا۔ اور دریافت کرنے لگا۔ کہ اے غول بیابانی کوئی مصالحہ وغیرہ بھی ڈالا ہے۔ یا یُوں ہی بے نمک کھائیگا۔ میرے خیال میں میٹھے چاول پکائیے۔ تو میں تیرا بہت مشکور ہونگا۔ وہاں کس چیز کی کمی تھی۔ ایک مٹکا مصری کا ایک مشکیزہ گھی کا چاولوں میں ڈالا گیا۔ اب امین بیگ کو اور بھی زیادہ خوف معلوم ہونے لگا۔ کہ چاول جب تیار ہو گئے۔

تو مَیں تمام کھا نہ سکونگا۔ اور پھر یہ بھوت مجھے مار ڈالیگا۔ اتنے میں دیکھا۔ کہ اس عفریت نے ایک مٹھی مٹی کی بھر کر اس میں ڈالدی۔ ابن بیگ اپنے غصہ کا تو پہلو ہی اظہار کر چکا تھا۔ دیو سے پوچھا۔ یہ کیا؟ ساتھ ہی ایک جلتی ہوئی لکڑی نکال کر دیو کے لمبے لمبے بالوں میں لگا دی۔ آگ اس کے بالوں میں آناً فاناً لگ گئی۔ ابن بیگ نے اس کے کپڑوں میں بھی آگ لگا دی۔ اور بھاگ گیا۔ چند دن کے بعد اپنے گاؤں کے ۳-۴ ادمی لے آیا۔ اور تمام زر و جواہر لے گیا۔ کیونکہ وُہ بھوت اُسی دن مر گیا تھا+

بچّوں کی مجلس

عجیب کھیل

ایک تھال یا کونڈی میں پانی بھرو۔ اس میں آٹے کا بنا ہوا ایک چراغ روشن کرو۔ بعدہٗ تھال کے اوپر ایک کوزا گھڑا رکھدو۔ تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوگا۔ کہ پانی میں سائیں سائیں کی آواز آتی ہے۔ گھڑے کو اُٹھانے سے معلوم ہوگا کہ اس میں پانی بھرا ہے۔ اب بتائیے؟ اس میں وُہ پانی کہاں سے آگیا+

راقم۔ اظہر محمد خاں از اٹاوہ۔ عمر ۱۰ سال ۹ ماہ

یہ بات بُری ہے؟

آجکل اکثر لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ بہت سی باتیں خواہ وُہ ان کے فایدے کی ہوں یا نقصان کی - چاہے جھُوٹ ہوں یا سچ وُہ بے تکلف سب پر ظاہر کر دیتے ہیں - مثلاً زید نے عمر سے کہا کہ مَیں نے بکر کے بارہ میں یہ سُنا ہے کہ اُس نے (بکر نے) کل شب کو چوری کی ہو اور مجسٹریٹ نے اُسکو سزا دی ہے - جب بکر کی عمر سے ملاقات ہوئی تو عمر نے بکر سے دریافت کیا اور بکر نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ یہ سب باتیں جھوٹ ہیں - عمر نے یہ حال دریافت کرتے وقت راوی کا بھی نام بیان کر دیا تھا - اگر اتفاقاً زید بھی اسی جگہ موجود ہوتا تو کیسا ذلیل ہوتا اور بکر اُس پر ضرور غصہ ہوتا - کیونکہ یہ بات ایسی بُری ہے جسکو ہر فرقے کے لوگ ناپسند کرتے ہیں - اسی طرح کی بہت سی باتیں آئیندہ اس سے سرزد ہوتی گئیں - تو سب لوگ یہی خواہش کرینگے کہ اس کے سامنے کوئی بات نہ کی جاوے - کیونکہ اُس میں بُری عادت ہی کہ جو سُنتا ہی وہ سب سے بے سمجھے بوجھے کہدیتا ہی - اسی واسطے ہم سب کو لازم ہے کہ جب کبھی کسی کی بات سُنیں خواہ وُہ نفع کی ہو یا نقصان کی - جھُوٹ ہو یا سچ - چُپ چاپ سنتے رہیں - اور سُنکر اپنے دماغ کے خزانہ میں پوشیدہ رکھیں - اور اُس کو سوچیں اور کسی پر ظاہر نہ کریں - اور اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو دُوسرے پیرائے میں بیان کر دیا کریں - مگر اصل بات کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں - یہانتک کہ دوست صادق سے بھی ظاہر نہ کریں - کیونکہ اس کے بارہ میں حضرت سعدیؒ بھی یُوں منع کرتے ہیں :-

"ہر آں سریکہ داری با دوست درمیان منہ اگرچہ دوست مخلص باشد
جو بھید تم رکھتے ہو اسکو کسی دوست پر مت ظاہر کرو اگرچہ گاڑھا دوست کیوں نہ ہو
چہ دانی کہ وقتے دشمن گردد"۔
تم کیا جانتے ہو شاید یہ کسی وقت دشمن ہو جائے۔
"رازیکہ نہاں خواہی باکس دیگر درمیان منہ اگرچہ دوست باشد۔
جو بھید تم چھپا رکھنا چاہتے ہو وہ دوست سے بھی مت کہو
کہ مر آں دوست را دوستاں باشند وہمچنیں مسلسل"۔
کیونکہ اس دوست کے بھی کئی دوست ہیں اور اسی طرح لگاتار سلسلہ ہوگا۔

خاموشی بہ کہ ضمیر دل خویش باکسے گفتن وگفتن کہ مگوے
اس سے چپ رہنا بہتر ہے کہ اپنے دل کا بھید کسی سے کہنا۔ اُسے کہنا کہ کسی پر ظاہر مت ہو

مَیں نے بہت سے لوگوں کو ایسا بھی دیکھا ہے کہ وہ ایسی ایسی باتیں پوشیدہ رکھتے ہیں جو پوشیدہ رکھنے کے قابل نہیں ہیں مگر وہ اُن باتوں کو ایسا پوشیدہ رکھے ہوئے ہیں کہ آجتک اُن نے کسی پر وہ باتیں خود نہیں ظاہر کی ہیں حالانکہ دوسرے لوگوں نے سب سے کہدیا ہے اور ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ وے اپنی وہ سب باتیں جسکو ظاہر کرنے سے خود انکا سخت نقصان ہو سب سے کہہ دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ بہت برا ہے۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ آپ میں سے جس شخص کو ایسی عادت ہو وُہ فوراً عبرت حاصل کرکے سکوت اور خاموشی اختیار کریں اور وقتاً فوقتاً جب ضرورت پڑے تو بولا کریں۔ سعہ

سُنو تم کسی بات کو گر کسی سے نہ ظاہر کرو اُن کو ہرگز کسی سے
محافظ جو ہو یا ایں جو کہ ہووے سب ہی کا دلارا پیارا وہ ہووے

اسیواسطے ہم کو اب ہے یہ لازم
خموشی میں مشہور ہوں مثل حاتم
کبھی جبکہ موقع پڑے آکے بھائی
وہی بات بولیں جو ہو پیش آئی
یہ جو کچھ نصیحت کہ آطہ نے کی ہے
بزرگوں کے اقوال سے اُس نے پائی

راقم

تمہارا ایک مسلمان بھائی خریدار بچوں کا اخبار ۶۲ از بہار (ضلع پٹنہ)

ابتدا

ابتدا ایک ایسی چیز ہے کہ اس موقعہ پر جس نے جو کام شروع کیا وُہ تمام عمر اُسی کا بندہ ہو جاتا ہے - خواہ اچھا ہو یا بُرا - جو ایک دو بار شراب پی لیتا ہے - جو ایک دو مرتبہ جُوا کھیل لیتا ہے - جو ایک دو دفعہ خفیف سی چوری کر لیتا ہے - جو جھوٹ بول لیتا ہو - جو بُری صحبت میں حصہ لیتا ہے - جو بزرگوں کا ادب چھوڑ دیتا ہے - جو بے ساختہ گُستاخانہ ہنستا ہے - جو کسی کی بدی کرتا ہے جو والدین اور دوسرے بزرگوں کو سخت اور گستاخانہ جواب دیتا ہے - اے میرے پیارے بھائیو - وُہ تمام عمر اسی طریقہ سے ختم کر دیتا ہے اور مجبور ہوتا ہو کیونکہ ابتدائی عادت نہیں چھوٹ سکتی - تمام دُنیا کی نظروں میں بے وقعت - اور تمام بزرگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے -

اِسی طرح جسکی طبیعت اور عادت اِس کے برخلاف ہو - ہمیشہ سچ بولتا ہو - بُری صُحبت سے پرہیز کرتا ہے - بزرگوں کا کہنا مانتا ہے - بڑوں کا ادب اور چھوٹوں کا لحاظ کرتا ہے - کسی کی بدی نہیں کرتا - کسی کو گالی نہیں دیتا

اَے میرے ہم عُمر بھائیو وُہ سب کی نظروں میں باعزت اور باوقار رہتا ہے۔ اور اپنی تمام عمر اسی عزت اور وقعت کے ساتھ گذار دیتا ہے۔ لیکن یہ دونوں باتیں اچھی ہوں خواہ بُری۔ اوّل اوّل معمولی سی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر در اصل معمولی نہیں۔ بلکہ اُن کے اوپر ہر شخص کی زندگی اچھی یا بُری ہونیکا دار و مدار ہے۔ ذیل کی نظم سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں ہر ایک بات کیسی ذرا سی نظر آتی ہے۔ لیکن اسکا انجام کیسا ہوتا ہے —

ایک بچّہ کہ ابھی کچھ اُسے تمیز نہ تھی — لہو باز سے پسندیدہ کوئی چیز نہ تھی
کھیلنا کودنا کھانا بھی معمول تھا بس — انہی طفلانہ تمناؤں میں مشغول تھا بس
ایک تالاب تھا دو چار قدم گھر سے پرے — دل میں لہر آئی لبِ آب ذرا سیر کرے
صاف پانی سے جو تالاب کو پایا لبریز — کھیل کا شوق طبیعت میں ہوا اور بھی تیز
آس پاس اپنے جو پایا کوئی کنکر پتھر — پھینک مارا اُسے پانی میں بہت خوش ہوکر
کھیل تھا پہلے تو اب طرفہ تماشا دیکھا — دل ہی دل میں متحیر تھا کہ کیا دیکھا
دائرہ ایک بنا ایسا کہ بڑھتا ہے محیط — گھیر لی جس نے کہ تالاب کے سب سطحِ بسیط
پھر تو کھیل اسکا اسی شغل پہ موقوف رہا — اسی نظارہ میں تا دیر وُہ مصروف رہا۔
اسی اثنا میں ہوا بچّہ کی ماں کا بھی گذر — بولا امّاں مجھے آئی ہے عجب چیز نظر
جو نہ دیکھی نہ سُنی تھی کبھی اب سے پہلے — شاید آئی ہے نظر مجھ کو ہی سب سے پہلے
اِک ذرا سی حرکت اور یہ تاثیر عجیب — دائرہ بن کے پہنچتا ہے کنارے کے قریب
بسکہ جی جان سے اس شعبدہ پر تھا شیدا — وسعتِ دائرہ کے اپنے عمل سے پیدا
وُہ جو تھی اہلِ صفا نیک منش نیک نہاد — ہنس کے فرمایا میری جان یہ نصیحت رکھ یاد
یُونہی ہر کام کا ہو جاتا ہے انجام بڑا — گو کہ آغاز میں ہوتا نہیں وہ کام بڑا
کبھی ادنیٰ حرکت زلزلہ بنجاتی ہے — کبھی ناچیز سی اِک بات غضب ڈھاتی ہے
یہی انداز نکوکاری و بدکاری ہے — اوّل خاص تھی اب عام میں بھی جاری ہے

راقم

سیّد مہدی حسن عرف جی میاں عمر ۱۳ سال خلف سیّد احمد علی صاحب تحصیلدار پرگنہ چھبڑا دہ ریاست ٹونک

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک دو روپیے چھ آنے ۔ قیمت فی پرچہ ۳ر

بچوں کا اخبار

نمبر ۳۶

بابت ماہ اپریل ۱۹۰۵ء

مرتبہ منشی محبوب عالم

ایڈیٹر پیسہ اخبار

لاہور

کارخانہ پیسہ اخبار کے [illegible]التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی عبدالعزیز منیجر نے چھاپکر شائع کیا

بچوں کا اخبار

حیوانات درند و چرند کے حالات کا سلسلہ

۱۳۱ - ابکس



یہ بکری کی قسم کا ایک جانور ہے اور یورپ کے پہاڑ کا مکین - پائرینیز اور الپس کے بعض حصوں میں پایا جاتا ہے - چونکہ اسکا شکار کثرت سے ہوتا ہے - اسوجہ ابکس اب کسی قدر کمیاب ہے - اور اچھلنے کودنے میں یہ جانور بڑا ہی تیز ہوتا ہے

حیوانات پرند کے حالات کا سلسلہ

۳۱۔ مقدس ابس



قدیم زمانہ میں مصری اس پرند کو بڑا مقدس سمجھتے تھے۔ اور ان کے مصالحہ لگے ہوئے مُردہ جسم مصر میں ابتک ملتے ہیں۔ یہ پرند افریقہ کا رہنے والا ہے۔ اور اپنا گھونسلا دلدلوں میں اس طرح بناتا ہے۔ کہ آدھا تو پانی کے اندر اور آدھا باہر رہتا ہے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

سُلطان عبدالحمید خان

(دنیا میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا مالک)

جن لڑکوں کو کچھ بھی تواریخ وجغرافیہ سے دلچسپی ہے۔ وہ سلطان عبدالحمید کے نام نامی سے ناواقف نہ ہونگے۔ جو رُوم و عرب کے خودمختار سلطان ہونے کے علاوہ کُل دنیا کے امیر المؤمنین وخلیفۃ المسلمین ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج انکے حالات درج کئے جاویں۔

سلطان عبدالحمید خاندان عثمانیہ کے ایک بڑے دانا اور روشن خیال بادشاہ ہیں آپ ۲۲ ستمبر ۱۸۴۲ء مطابق ۸ محرم ۱۲۵۸ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سلطان عبدالمجید خان تھا۔ اور آپ اُن کے دوسرے فرزند ہیں۔ آپ ابھی صرف ۱۰ برس سال کے تھے کہ ماں کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اور آپ کی سوتیلی ماں نے جو لاولد تھیں نہایت محبت وشفقت سے پرورش کی۔ جب سمجھدار ہوئے تو پہلا اُستاد مصطفےٰ آفندی ہوا۔ اُس کے بعد کمال آفندی مقرر ہوئے۔ جو مشرقی اور مغربی علوم اور اُن کی تعلیم سے پورے طور پر آگاہ تھے۔ چونکہ عبدالحمید کی طبیعت ماشاءاللہ ذکی تھی اِس واسطے دنیا کے مختلف علوم اور بہت سی زبانوں میں کم وبیش مہارت پیدا کرلی۔ آپ بچپن میں اور لڑکوں کی طرح کھیل کود میں شریک نہ ہوتے تھے۔ اور ابتدا ہی سے طبیعت خلوت پسند واقع ہوئی تھی۔ زبان سے کم گوئی۔ آنکھوں سے حیاداری۔ چہرہ سے غور وخوض کی عادت اور دماغ سے ذی عقلی کے آثار بخوبی نمایاں تھے۔

بالائے سرش زہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

زمانہ شباب میں بھی سیر و تماشہ سے متنفر اور اپنی ذاتی آمدنی کے خرچ میں کفایت شعار رہے۔

آپ کے چچا سلطان عبدالعزیز اپنے بیٹے کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ اور اُنہیں بھتیجوں کی طرف سے خواہ مخواہ بدگمانی پیدا ہوئی۔ ایک روز عبدالحمید سے مخاطب ہو کر فرمایا "کیا تم اور تمہارے بھائی میری معزولی کی فکر میں ہیں؟ اگر یہ ثابت ہوگا۔ تو مَیں تمکو قتل کر دونگا" نوجوان عبدالحمید نے چچا کے سامنے گردن جھکا دی اور عرض کیا۔ کہ "بسم اللہ مَیں حاضر ہوں" سلطان عبدالعزیز بھتیجے کی اس بیساختہ حرکت سے بہت متاثر ہوئے۔ اور اُس روز سے خاصکر اِن سے زیادہ محبت کرنے لگے ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ وہ اپنے والد ماجد سلطان عبدالمجید مرحوم کے حضور میں تھے۔



اور وہاں ایک بوڑھا انگریز بھی کرسی پر بیٹھا تھا۔ والد نے فرمایا کہ "حمید! اِس بزرگ کے ہاتھ کا بوسہ لو" غیرت مند شاہزادہ حیران ہو گیا۔ اور چند قدم آگے بڑھا مگر آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ سلطان نے فرمایا کہ یہ ہمارے خیر خواہ فلاں صاحب ہیں۔ اگرچہ وہ اُن دنوں انگریزوں کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ مگر فوراً والد کے حکم کی تعمیل کی۔ اُس دن کے بعد پھر کبھی سلطان کو انگریزوں سے بدگمان ہونے کا موقع نہیں ملا اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ گورنمنٹ عثمانیہ اور گورنمنٹ انگریزی کے تعلقات دوستانہ ہیں۔

سفر

۱۸۶۷ء میں سلطان عبدالعزیز نے یورپ کا سفر کیا۔ اور انہوں نے اپنے ہونہار بھتیجے کو جسے وہ دل سے چاہتے تھے۔ ساتھ لیا۔ اور پیرس۔ وائنا۔ لندن کی سیر کی۔ اسی دوران میں لندن کے انڈیا آفس میں سلطان عبدالحمید کی جو ابھی شاہزادہ ہی تھے۔ ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمانوں کی طرف سے پُرتکلف دعوت ہوئی۔ جب آپ وطن میں واپس تشریف لائے۔ تو چند سال بعد سلطان مراد اُن کے بڑے بھائی تخت نشین ہوئے۔ مگر عام لوگ اور خاصکر مدحت پاشا وزیر اعظم یہ چاہتے تھے۔ کہ سلطان عبدالحمید سریر آرائے سلطنت ہوں۔ کیونکہ آپکی دانائی اور ہوشمندی کی گھر گھر تعریفیں ہوتی تھیں۔

الغرض وزیر اعظم اِن کے پاس آئے۔ اور کہا کہ "آپ تخت سلطنت پر جلوس فرماویں۔ کیونکہ سلطان مراد بیمار ہیں اور اون کے جانبر ہونے کی کوئی امید نہیں ہے" اگر کوئی اور ہوتا تو خوشی کے شادیانے بجاتا۔ مگر شریف الطبع۔ عالی فطرت نوجوان نے جواب میں کہا "برادر مکرم سلطان مراد کی علالت میں مجھے

اشتباہ ہے۔ بہتر ہے کہ اُن کی معزولی میں عجلت سے کام نہ لیا جاوے "

مدحت پاشا نے کہا کہ اگر قبول نہیں کرتے تو آپ کا چھوٹا بھائی عبدالرشید باضابطہ سلطان مشہور کر دیا جاویگا۔ لیکن یہ دھمکی بھی کارگر نہ ہوئی۔ اور آخر مدحت پاشا نے عاجزانہ التماس کی اور ملک وملت کا واسطہ دیا۔ الغرض ۳۱ اگست ۱۸۷۶ء کو پنجشنبہ کے دن سلطان عبدالحمید شہنشاہ ٹرکی تسلیم کئے گئے۔ یہ وقت ترکوں کے واسطے بہت نازک تھا۔ کیونکہ بہت سی ریاستیں رومانیہ۔ سرویا۔ بلغاریہ میں بغاوت برپا تھی۔ اور روس بھی بہت دنوں سے تاک لگائے بیٹھا تھا۔ اسواسطے سلطان کو بڑی دقت پیش آئی۔ روس کے ساتھ کئی معرکے ہوئے۔ جنمیں ترکی فوج کو فتح حاصل ہوئی۔ خاصکر پلونا کے میدان پر چار بڑی بڑی لڑائیوں میں ترکوں کو فتح ہوئی۔ مگر آخر روس نے رشوت دے دے کر ترکی افسروں کو گانٹھ لیا اور بہت سے حصہ ملک پر قبضہ کر لیا۔



کہتے ہیں کہ ترکی وزیر جنگ ایک دن سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ رُوس اب صلح پر راضی ہے۔ کہ ترکی جنگی بیڑہ اُس کے حوالہ کیا جائے۔ سلطان نے غضب ناک ہو کر جواب دیا کہ اس سے بہتر ہے کہ مَیں بیڑہ پر سوار ہوں اور اُسے گولہ بارود کے ساتھ سمندر میں غرق کر دیا جاوے۔ مَیں ہرگز یہ بے غیرتی گوارا نہیں کر سکتا کہ جنگی بیڑہ رُوس کے حوالہ کروں۔ ایک اور موقع پر جبکہ روسی فوج قسطنطنیہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر پہنچ گئی تھی۔ سلطان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ بروسا کو جو قدیم دارالسلطنت ہے تشریف لے جائیں کیونکہ رُوسی آیا چاہتے ہیں تو آپ نے بڑے استقلال سے جواب دیا۔

"مَیں اُس شہر کی قسمت کا جو ۵۰۰ برس سے میرے بزرگوں کا پایہ تخت ہے اور اُس ہلال کی عظمت کا جو سینٹ صوفیا کے گنبد پر نصب ہے۔ آخر وقت تک شریک حال رہونگا"

آخر کار گورنمنٹ برطانیہ اور دیگر دول یورپ نے صلح کرا دی۔ سلطان عبدالحمید نے اس لڑائی سے بہت فائدہ حاصل کیا۔ اُنھوں نے ترکی فوج کی اصلاح کی جنگی بیڑہ کو اعلےٰ پیمانہ پر تیار کیا۔ شورشوں اور بغاوتوں کا انسداد کیا۔ ہر ایک محکمہ کی مناسب اصلاح کی ۱۸۹۷ء میں جب شاہ یونان سے جنگ درپیش آئی۔ تو اُسے زبردست شکست دی۔ اب تمام سلطنتیں ٹرکی کو ایک زبردست سلطنت تصور کرتی ہیں۔ اور یہہ سب کچھہ سلطان عبدالحمید کے عہد مبارک کا نتیجہ ہے۔

سلطان بہت شریف منکسر المزاج ہیں۔ موسیقی سے بہت اُنس ہے۔ پروفیسر ویمبری جو ایک جہاں نورد سیاح ہے۔ لکھتا ہے کہ ایک دن مَیں سلطان کے حضور بیٹھا تھا۔ کہ آپ کو پیاس محسوس ہوئی۔ اور نوکر کو ۳ دفعہ آواز دی۔ مگر کوئی بھی نہ آیا بہت دیر کے بعد ایک نوکر آیا۔ تو آپ نے نہایت متانت سے فرمایا کہ مَیں سخت

پیاسا ہوں اور تین دفعہ پانی طلب کر چکا ہوں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ آپ کیسے حلیم و منکسر المزاج ہیں۔

دشمنوں نے سلطان المعظم کی جان پر بھی کئی دفعہ حملے کئے ہیں۔ چنانچہ ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ آپ نماز جمعہ کیواسطے شاہی جلوس کے ساتھ جا رہے تھے کہ کسی بدخواہ نے بم کا گولہ پھینکا۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ مگر حضور صحیح و سلامت رہے۔ خداوند کریم انکو دیر تک سلامت رکھے۔ آمین

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

اخلاق و آداب

قطرہ قطرہ شود بہم بسیار

اگر ہم تھوڑا سا علم روزمرہ پڑھتے رہیں تو چند سال بعد علم کا خاصہ ذخیرہ حاصل ہو جائیگا۔ مثال کے طور پر ایک طالب علم کو لیجئے۔ جو حساب کا ایک سوال روزانہ حل کرتا ہے۔ دس سال گذرنے پر اس کے پاس ۳۶۵۰ حل کئے ہوئے سوالات کا ذخیرہ ہو جائیگا جسسے ایک بڑی ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔ اگر ہم روزمرہ ایک چھوٹا سا نیکی کا کام کرتے رہیں۔ تو دیکھئے کس قدر نیکی کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔ داناؤں کا قول ہے کہ سچی اور اعلیٰ زندگی اُس شخص کی ہے جو لوگوں کی بہتری اور بہبودی میں خرچ کرتا ہے۔ ایک شخص نے لکھا ہے۔ کہ میں ہر روز ایک روپیہ مٹھائیوں اور کھیل تماشہ میں ضائع کر دیتا تھا

ایک دن دیکھا کہ پولیس کے سپاہی ایک غریب بیکس آدمی کو چھ روپے قرض کے واسطے گرفتار کر کے کوتوالی لئے جاتے تھے۔ میں نے اُس کا قرض ادا کر کے اُسے رہائی دلائی۔ اور جسقدر خوشی مجھے اِس کام سے حاصل ہوئی۔ ایسی خوشی نہ کسی تماشے سے حاصل ہوئی۔ اور نہ اور کسی کام سے۔

عزیز بچو! گھر ہو یا مکتب۔ بازار ہو یا سڑک ہر جگہ نیکی کے سینکڑوں موقع مل سکتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ بچے۔ جنکو بچپن سے نیکی کا شوق ہے۔ اُن کی زندگی بہت مبارک ہے۔ وہ اپنا اور اپنے ماں باپ کا نام روشن کرتے ہیں۔

سحر خیزی

رات کو سونا سویرے۔ صبح کو اُٹھنا شتاب
صحت و دولت بڑھائے۔ عقل کو دے آب و تاب

سحر خیزی نہ صرف اسواسطے بہت ضروری ہے۔ کہ انسان میں چستی و چالاکی پیدا ہوتی ہے۔ اور تمام دن کے کام کاج مناسب خوبی و خوش اسلوبی سے طے ہوتے ہیں۔ بلکہ اِس لحاظ سے بھی بہت مفید ہے کہ ہماری صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے اور دل میں ایک فرحت اور راحت پیدا ہوتی ہے۔ آپ نے بھی کئی دفعہ تجربہ کیا ہوگا۔ کہ سویرے اُٹھنے سے جو لطف حاصل ہوتا ہے۔ اُسکا بیان الفاظ کے ذریعے نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر آپ کو کبھی یہ موقع نہیں ملا۔ تو ایک دن بہت سویرے اُٹھئے۔ پھر دیکھئے کہ تمام روز آپ کیسے خوش رہتے ہیں۔ اور آپ کا سبق کیسا جلد یاد ہو جاتا ہے۔ لیکن سحر خیزی کا اصلی لطف کچھ گھر بیٹھے نہیں آتا۔ ذرا باغ کی سیر کیجئے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے دل خوش کیجئے۔ اِس سے دماغ کو تر و تازگی

ہوگی۔ پرندوں کے دلفریب چہچہے سے جی بہلائیے۔ پھر البتہ سحر خیزی کی آپ بھی قدر کریں گے "سویرے اٹھنا" والی نظم بھلا کس کو یاد نہ ہوگی۔ ؎

سویرے جو کل آنکھ میری کھلی عجب تھی بہار اور عجب سیر تھی
خوشی کا تھا وقت اور ٹھنڈی ہوا پرندوں کا تھا ہر طرف چہچہا الخ

حکما نے لکھا ہے کہ سحر خیزی بیسیوں بیماریوں کی دوا ہے۔ بلکہ کوئی بیماری پاس بھی نہیں پھٹکنی۔ جو لوگ بڑی عمر والے ہیں۔ اگر تم اُن سے دریافت کرو۔ یا اب اُن کے معمول کو دیکھو۔ تو معلوم ہوگا کہ وہ ہمیشہ سویرے اُٹھنے کے عادی ہیں۔ سبحان اللہ! اُس وقت کا سماں کیسا دلفریب و دلکش ہوتا ہے۔ افسوس کہ مرغ اذان دیتا ہے۔ پرندے خدا کی یاد میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ؎

حیف تو سوتا رہے غافل ہو (وقت اذان) مرغ و ماہی سب اُٹھیں یادِ خدا کیواسطے

مگر بہت سے نوجوان خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے انگڑائیاں لیتے ہیں۔ آنکھ کھولتے ہیں۔ مگر پھر سو جاتے ہیں۔ سویرے اُٹھو۔ باغ کی سیر کرو۔ روزمرہ نہاؤ۔ صاف ستھرے رہو۔ خدا کے فضل سے ہمیشہ تندرست رہوگے۔ تعجب ہے۔ کہ بہت سے لوگ سحر خیزی کے فائدہ کو جانتے بھی ہیں۔ اور پھر عمل نہیں کرتے۔ یہ وہ نعمتِ عظمےٰ ہے جس پر ایک پیسہ تک صَرف نہیں ہوتا۔ یہ وہ قدرتی راحت ہے جس سے انسان کا دل تر و تازہ رہتا ہے۔ مبارک ہیں وہ بچے جو سویرے اُٹھتے ہیں اور پاک صاف ہو کر اپنے خالق کی یاد میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

استقلال

بہادری اور اوسان خطا ہونے میں فرق ہے۔ ایک مضمون نگار جیمبرس جرنل

میں لکھتا ہے۔ کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں جو بہت بزدل تھا۔ مگر ایک موقع پر اُس نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا۔ وہ آرگن باجا بجانے میں ماہر ہے۔ اور ٹڈلینڈ کے ایک قصبہ میں رہتا ہے۔ ایک روز رات کے وقت وہ اپنے گھر کو واپس آرہا تھا۔ اُس وقت بہت تھوڑے آدمی بازار میں پائے جاتے تھے۔ جس وقت وہ بازار میں جارہا تھا۔ اُس نے کچھ فاصلہ پر اپنے آگے ایک عورت اور ایک مرد کو جاتے ہوئے دیکھا۔ مرد نے اپنا بازو عورت کی گردن میں ڈال رکھا تھا۔ ایک لیمپ کے نیچے جاکر دونوں ٹھہر گئے۔ اُس نے ایک عورت کو زور سے چیختے ہوئے سنا۔ اور اُس کو فرش پر آہستہ سے گرتے ہوئے دیکھا۔ وہ ابھی زمین پر گری بھی نہ تھی۔ کہ مرد بھاگ کے آگے نکل گیا۔ یہ آرگن نواز سرپٹ بھاگ کر عورت کے پاس پہونچا۔ اور اُس کو خون میں لتھڑا دیکھکر ایک لحظہ کے لئے بدحواس ہوگیا۔ پہلے اُس نے یہ خیال کیا۔ کہ وہاں سے بھاگ جائے۔ مگر پھر اُس کے دل میں کچھ رحم آیا۔ وہ عورت کے پاس ہی زمین پر دوزانو ہوگیا۔ تاکہ دیکھے کہ اس کے لئے کچھ ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اس نے اس کا سر اٹھایا تو اُس کو بالکل مُردہ پایا۔ اُس کا گلا بالکل کٹا ہوا تھا۔ اور وہیں فرش پر ایک خون آلودہ اُسترا پایا گیا۔

اس خوفناک سین کو دیکھکر آرگن نواز بہت ہراسان ہوا۔ ابھی ہوش وحواس درست ہونے بھی نہ پائے تھے۔ کہ ارد گرد سے چند آدمی جمع ہوگئے۔ اور دیکھکر کہنے لگے "وہ اسی نے کیا ہے!" دوسرا "میں نے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھا" تیسرا "یہ اچھی استرا ابھی یہ پڑا ہے۔ اسی نے اس کا گلا کاٹ ڈالا" چوتھا "لے مردود تجھ پر خدا کی مار! اس کو پکڑ لو!"

آرگن نواز کی حالت درحقیقت بہت نازک تھی۔ گنوار لوگ ایسے موقع پر قانون اپنے ہی ہاتھ میں لیکر اس کا بہت برا استعمال کرتے ہیں۔ ایک پولیس کا سپاہی بھی اتنے

میں آپہونچا۔ جس کی موجودگی نے آرگن نواز کو کچھ تسلی دی۔ اور ساتھ ہی اُس کے دل میں ایک خیال گذرا۔ جس کو اوسان بجا رہنے کا ثبوت کہا جا سکتا ہے۔ اُس نے فی الفور مُردہ عورت کی کلائی پکڑی اور گھڑی نکالکر نبض دیکھنے لگا۔ اِس کے بعد اُس نے عورت کے دل پر ہاتھ رکھا۔ اُس نے پولیس مین کی طرف دیکھ کر کہا " مجھکو افسوس ہے۔ مَیں اِس کو نہیں بچا سکتا۔ وہ بالکل مرگئی ہے۔ دل کی حرکت بالکل بند ہوگئی ہے "
اتنے میں لوگ سرگوشیاں کرنے لگے " ارے یہ تو ڈاکٹر ہے! "

چنانچہ آرگن نواز بڑی آہستگی سے وہاں سے اُٹھا۔ اور آہستہ آہستہ چلدیا۔ جب دور نکل گیا تو سر پر پاؤں رکھکر بھاگ نکلا۔ وہ بزدل آدمی آخر کار صرف اوسان بجا رہنے ہی کی مدد سے بچگیا۔ اُس کو دوسرے روز معلوم ہوا کہ قاتل نے اقبال کر کے خود کو پولیس کے حوالہ کر دیا ہے۔

خوش مزاجی

خوش مزاجی سے رہے دلکو مسرت ہر دم　　شاد و بشاش رہے اور طبیعت ہر دم
بدمزاجوں کی نہ کچھ پوچھئے کیا درگت ہو　　اُنپہ ہوتی ہے مگر ملک کی لعنت ہر دم
جو کہ دنیا میں ہیں خوش باش شریف و لایق　　اُنکی ہوتی ہے ہر اک ملک میں عزت ہر دم
خوش مزاجی سے ہر اک کام ہو پورا تیرا　　تازگی دل کو ملے اور ہو طاقت ہر دم
خوش مزاجوں کی تو دنیا میں ہے تعریف سدا　　بدمزاجوں پہ ہو۔ نفرین و ملامت ہر دم
بدمزاجی سے رہو دور خدارا بچو　　یاد رکھو یہ ہے خادم کی نصیحت ہر دم

ا۔ب بلوچ

تم بھی ایسا ہی کرو

مارک گائے پیرس جن دنوں اسکول میں پڑھتا تھا۔ اُسے چھٹی ہوئی۔ جب گھر کی طرف روانہ ہوا۔ تو کشتی کے ذریعے سفر کرنا پڑا۔ چنانچہ اُس نے کرایہ کشتی کا ادا کردیا اس کے بعد اُس کے پاس ایک پائی بھی نہ بچی۔ کشتی میں سوار ہوگیا۔ کھانے کا جب وقت ہوا۔ تو گھنٹی بجی۔ مارک اپنی کوٹھری سے نکلکر کھانے کے کمرہ میں گیا۔ یہ سمجھکر کہ کرایہ کشتی میں خرچ خوراک بھی وضع کرلیا گیا ہے۔ جیسے سمندری سفر میں ہوتا ہے چنانچہ اسی مغالطہ میں پڑکر میز کے پاس جا بیٹھا۔ اور خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر اپنی کوٹھری میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد خانساماں کھانے کے دام مانگنے آیا۔ مگر مارک مفلس قلاش تھا۔ اسوقت اُس کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ جو اُسے دیتا۔ بہت رنجیدہ اور دلگیر ہوا۔ اور خانساماں سے کہا کہ میں نے غلطی سے کھایا ہے۔ مگر میرے پاس ایک پائی بھی نہیں ہے جو تمہیں دوں۔

خانساماں نے پوچھا "تمہارا کیا نام ہے؟" اُس نے جواب دیا "مارک گائے پیرس" یہ سنتے ہی خانساماں نے اپنی ٹوپی اُتاری۔ اور مارک سے پرشوق مصافحہ کیا۔ اور کہنے لگا "تمہارے والد ہمیشہ میرے والد پر مہربان رہے ہیں۔ مرتے وقت میرے والد مجھ سے فرما گئے تھے۔ کہ اگر موقع ملے تو اُس نوازش کا عوض دیئے بغیر کبھی مت رہنا" مارک گھر پہونچ گیا۔ اور کھانے کے دام خانساماں نے ادا کردیئے اور مارک نے اپنے والد سے کہا "نیک کردار والد باعث فخر و ناز ہے" اُس کے والد نے پوچھا "اس کے کیا معنی!" مارک نے تمام حال کہہ سنایا۔ باپ نے کہا "بہت خوب! میرے بیٹے! تم بھی ایسے ہی بنو"

نصیحت نامہ

(جناب مولوی عبدالمتین صاحب متین نے بچّوں کا اخبار کیواسطے لکھا)

اے ننھّے ننھّے بچو!! کونپل ہو کس شجر کی؟ — کلیاں ہو کس چمن کی۔ کرنیں ہو کس قمر کی؟
ہو کس کے دست و بازو؟ ہو کس کے دل کی ٹھنڈک؟ — کس ہاتھ کی عصا ہو؟ کس آنکھ کی ہو عینک؟
کس بزم کی ہو رونق؟ ہو کس کے دل کی فرحت؟ — ہو کس چراغ کی لو؟ ہو کس کا جوش الفت ہو؟
کس آنکھ کی ہو پتلی؟ کس دل کی روشنی ہو؟ — کس تیغ کے ہو جوہر؟ کس قاف کی پری ہو؟
تارے ہو کس فلک کے؟ پتلے ہو کس اثر کے؟ — کس شام کی شفق ہو؟ ہو نور کس سحر کے؟
نور نظر ہو کس کے؟ لخت جگر ہو کس کے؟ — تم بال و پر ہو کس کے؟ اور مال و زر ہو کس کے؟

ہو اُس شجر کی کونپل۔ ہیں جسمیں بار اور گل — ہو اُس چمن کے غنچے سر سبز ہے جو بالکل
ہو اُس قمر کی کرنیں۔ جو آسمان پر ہے — ہو اُس کے دست و بازو۔ جو لامکان پر ہے
ہو اُس کے دل کی ٹھنڈک۔ جو علم کا ہے مصدر — اُس ہاتھ کی عصا ہو۔ جو ہے سبھوں کے اوپر
اُس آنکھ کی ہو عینک۔ جو سب کو دیکھتی ہے — اُس بزم کی ہو رونق جلووں سے جو بھری ہے
ہو اُس کے دل کی فرحت۔ جو ہے سبھوں کا مالا — ہو اُس چراغ کی لو۔ جس کا ہے سب اُجالا
اُس آنکھ کی ہو پتلی۔ جو ہر طرف ہے نگراں — اُس دل کی روشنی ہو۔ جو دل ہے شاد و فرحاں
اُس تیغ کے ہو جوہر۔ ہے جسکا کاٹ پورا — اُس قاف کی پری ہو جو ہے نجانے کس جا
ہو اُس فلک کے تارے جو ہے حد لامکاں ہے — پتلے ہو اُس اثر کے جو آرزوے جاں ہے
اُس شام کی شفق ہو۔ جس کی سحر نہیں ہے — ہو نور اُس سحر کے جس کی خبر نہیں ہے
ہو نور اُس نظر کے۔ جو سب پہ پڑ رہی ہے — ٹکڑے ہو اُس جگر کے جو شیر سے قوی ہے
تم بال و پر ہو اُس کے جو عرش پر مکین ہے — تم مال و زر ہو اُس کے جو صاحب نگیں ہے

وہ کون جسکا جلوہ ساری جہان میں ہے ہاں ہاں وہ جسکا چرچا کون و مکاں میں ہے
آنکھوں سے وہ نہاں ہے۔ ہر چیز سے عیاں ہے وہ ہر جگہ ہے لیکن کیا جانئے کہاں ہے
مٹی میں اسکا جلوہ۔ پتھر میں اس کا جلوہ پانی میں اسکا جلوہ۔ اخگر میں اسکا جلوہ
ہر چیز سے وہ پُر ہے۔ ہر چیز سے وہ خالی میں کیا کہوں کہ کیسا رتبہ ہے اسکا عالی
وہ کون ہے خدا ہے وہ جسکے سب ہیں بندے چھوٹے ہیں اس کے آگے سارے جہاں کے دھندے
تم اس کے ہو کھلونے جو سب کا ہے مربّی تم اس کے ہو تجلّی جو سب کی ہے تجلّی
جو سب کا ہے مصوّر تصویر ہو تم اس کی کہتے ہیں جس کے یہ سب تحریر ہو تم اسکی
جلوہ ہے تم میں اسکا۔ تم اسکی روشنی ہو تم کیا ہو محض لاشئے۔ تم کیا ہو بس وہی ہو
گھر کی تم سے رونق ہر جا کی تم سے رونق دنیا کی تم سے رونق عقبیٰ کی تم سے رونق
تم چرخ قدس کے ہو واللہ چاند تارے قدسیوں کے ہو تم چشم و چراغ سارے

تم جانتے ہو تم کو بھیجا ہے کیوں جہاں میں منظور ہے کہ ڈالے وہ تمکو امتحاں میں
دیکھو سنبھلکے چلنا دنیا میں تم نہ پھنسنا گر بزم قدس میں پھر تم چاہتے ہو جانا
تم امتحان دینے آئے ہو جب یہیں پر لازم ہے پاس لیکر تم سالماً لوٹو پر
وہ پاس قدر جس کی دونو جہان میں ہے جس کی بڑھائی ہر جا اور ہر زبان میں ہے
وہ کیا ہے؟ معرفت ہے وہ کیا ہے اسکا عرفاں وہ کیا صداقتِ دل وہ کیا خلوص ایماں۔
انصاف۔ عمل۔ نیکی۔ اللہ کی عبادت تحصیلِ علم و حکمت۔ صبر و غنا۔ قناعت
تقوے۔ خداپرستی۔ زہد اور نیکو کاری۔ اکلِ حلال و عصمت۔ حلم اور بردباری
باپ کا ادب ہو۔ استاد کا ادب ہو لب پر ہو حق کا کلمہ۔ ہر وقت یاد رب ہو۔

ہر چیز میں ڈھونڈو قدرت کے راز کو تم　　ہاں چھیڑتے ہی رہنا فطرت کے ساز کو تم
ہر چیز میں خدا ہے۔ ہر چیز میں خودی ہے　　ہر چیز میں ہے نیکی ہر چیز میں بدی ہے
ہر بات میں بُرائی۔ ہر بات میں بھلائی　　ہجراں میں وصل اُسکا اور وصل میں جدائی
ہر چیز یاد اُس کی سب کو دلا رہی ہے　　ہر چیز یاد اُس کی دل سے بھلا رہی ہے
معبد کی قید کیا ہے ہر جا ہے اُسکا جلوہ　　مَیں کیا بتاؤں تمکو کیسا ہے اُسکا جلوہ

کہتے ہیں جسکو دنیا۔ وہ خواب ہے طلسمی　　آنکھیں کھلیں تو آیا ہمکو نظر نہ کچھ بھی
جو چیز ہے یہاں کی وہ کام کی نہیں ہے　　امید صبح کی ہے تو شام کی نہیں ہے
جو کچھ کہ ہے یہاں پر وہ سب ہے اعتباری　　ہستی میں نیستی ہے اور نیستی میں ہستی
شادی ہو یا غمی ہو۔ سب کا خیال جھوٹا　　گھر بار کیا ہے؟ دھوکا۔ اور جاہ و مال جھوٹا
جو چیز ہے یہاں کی حادث ہے فی الحقیقت　　اُس کے سوا کسی کو ہرگز نہیں قدامت

اے چھوٹے چھوٹے بچّو! اے بھولی بھالی بچّو!　　اے پیارے پیاری بچّو! اے رونیوالے بچّو!
دنیا میں آئے ہو تم۔ دنیا سے جاؤ گے تم　　دیکھو اُسی کو جا کر پھر منہ دکھاؤ گے تم۔
تم سو کے اُٹھ رہے ہو۔ اور اُٹھ کے سوؤ گے پھر　　تم رو کے ہنس رہے ہو۔ اور ہنس کے روؤ گے پھر
رونے کی یہ جگہ ہے ہنسنا نہ تم یہاں پر　　جانا ہے تم کو دیکھو پھر اُس کی آستاں پر
دنیا سے دل لگایا تو بہتر نہیں ہوگی　　توبہ۔ کہیں کے ہرگز پھر تم نہیں رہو گے
گر تم رہو زمیں پر۔ تو جاؤ آسماں پر　　رہتے ہو گر مکاں میں تو جاؤ لامکاں پر
اُس کو ہی تم نہ ڈھونڈو ماوا ہے جو سبھوں کا　　ہاں تم اُسی کو پوجو ملجا ہے جو سبھوں کا
تم دَیر میں نہ بھٹکو۔ گرجا میں تم نہ جاؤ　　لیکن جہاں رہو تم بس اُس سے دل لگاؤ
ہاں ہاں اُسی کو پوجو۔ ہاں ہاں اُسی کو دیکھو　　ہاں ہاں اُسی کو تم سب خالق سبھوں کا جانو

یہ مدعا نہیں ہے دنیا کو چھوڑ دو تم۔ جلوت میں بھی ہو خلوت یہ آرزو کرو تم
مشغول غیر ہو کر تم حق کے پاس جاؤ کہ اُٹھے وہ بھی تم سے اے پیارے بچو آؤ
اے پیارے بچو! دیکھو تم یاد اُسکو رکھنا اپنی طرف سے پیارو اُس تم شاد اُسکو رکھنا
ایسا کرو کہ تمکو وہ گود میں بٹھالے جھولا تمہیں جھلائے ہاتھوں پہ وہ اُچھالے

نوشت و خواند

اشیا کے سبق

اگرچہ پنجاب کے مدارس میں اشیا کے سبقوں کا کئی سال سے رواج ہے۔ مگر آجکل ان سبقوں پر معمولی سے زیادہ توجہ کی جاتی ہے۔ اور سچ پوچھو تو اشیا کے سبق بچوں کے واسطے بہت مفید ہیں۔ اُن سے انکی قوت مدرکہ کی ترقی ہوتی ہے۔ ان میں اشیا کے خواص دریافت کرنیکا خود بخود شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور چونکہ ایسے سبقوں میں جس چیز کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ وہ طلبہ کی نظر کے سامنے ہوتی ہے۔ اور وہ اُسے دیکھتے بھالتے ٹٹولتے ہیں۔ اس واسطے جو کچھ علم اِن کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ عینی اور یقینی ہوتا ہے۔ قیاسی بات کو دخل نہیں۔ فرض کیجئے کہ ایک طالب علم جس نے پہاڑ نہیں دیکھا۔ اُس کا کس طرح سے تصوّر دل میں بٹھا سکتا ہے۔ ماسوائے اس کے کہ اُسے ایک بڑے ٹیلے سے تشبیہ دی جاوے اور سمجھایا جاوے۔ کہ پہاڑ پتھروں کے ایک اونچے سے اونچے ٹیلہ کا نام ہے۔ جس میں ریت۔ سنگریزے پتھر اور مٹی کی

ڈھیر ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس لڑکے کی واقفیت محض خیالی ہوگی۔

اشیا کے سبقوں میں بڑی خوبی یہی ہے۔ کہ طلبہ میں مشاہدہ اور مطالعہ کی عادت پیدا ہوتی ہے نیچے کی تصویر کو غور سے دیکھئے۔ ماسٹر صاحب اپنی جماعت کو گھوڑے کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ گھوڑا منگایا گیا ہے۔ جو ایک اصیل اور فرمانبردار ہے۔ لڑکے سامنے کھڑے ہیں۔ ماسٹر صاحب مشاہدہ سے انہیں سبق پڑھا رہے ہیں۔ ذرا دیکھئے! طلبہ کس طرح متوجہ ہیں۔ بھلا وہ گھوڑے کے مشاہدہ سے جو واقفیت حاصل کرینگے۔ وہ کبھی فراموش ہو جائیگی؟ ہرگز نہیں۔



(اُستاد اپنے شاگردوں کو گھوڑے کے دانت دکھا رہے ہیں)

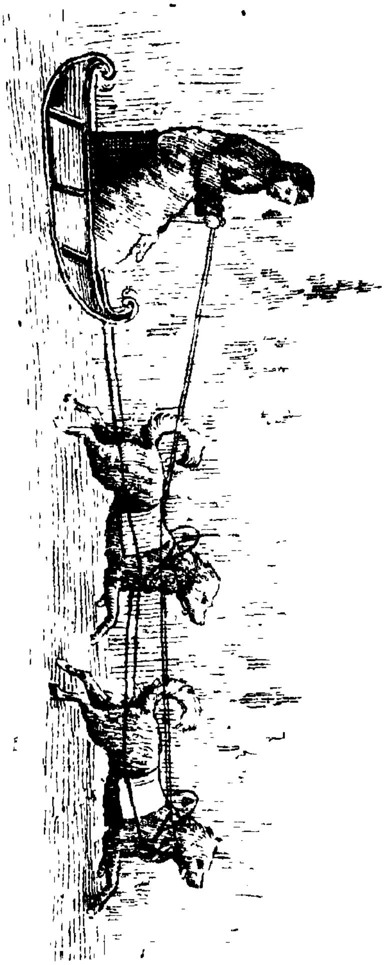
اے عزیز بچو! ہر ایک بات کو غور سے دیکھو۔ جو پڑھو سمجھو۔ طوطے کی طرح سے یاد کرنا کچھ فائدہ نہیں۔

روئے زمین کے باشندے

منطقۂ باردۂ شمالی کے باشندے

اسکیمو ایک ایسی قوم ہے۔ جو منطقہ باردہ شمالی کے برفانی علاقہ میں آرام وچین سے بسر کرتی ہے۔ یہ لوگ پرلے درجہ کے جفاکش اور دلاور ہوتے ہیں سموردار جانوروں کی پشم ان کا لباس ہے۔ یہ لوگ گرین لینڈ۔ آئس لینڈ اور دیگر جزائر میں سکونت پذیر ہیں۔ اور ہمکو بہت خوش نصیب سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ جس جگہ زندگی کے دن گذارتے ہیں۔ وہاں چھ چھ ماہ سورج دیوتا کے درشن نہیں ہوتے۔ یہ لوگ ہلکی گاڑیوں میں سوار ہوتے ہیں۔ جسے سلیج کہتے ہیں۔ انہیں کتے کھینچتے ہیں۔ بعض اوقات ہرنوں سے بھی کام لیا جاتا ہے یہ گاڑیاں برف پر بہت تیزی سے چلتی ہیں۔ اسکیمو جفاکش ہونے کے علاوہ بہت حلیم۔ ملنسار۔ صابر۔ خوشباش آدمی ہیں۔ ایک خاص قسم کی مچھلی سوس نام ہوتی ہے۔ یہ لوگ بہت شوق سے اُس کا شکار کرتے ہیں۔ یہ مچھلیاں برف کے کنارے پر بہت کثرت سے جمع ہو جاتی ہیں۔ شکاری جب ان کے پاس جاتے ہیں تو اُنکے سر پر ایک ضرب لگاتے ہیں جس سے مچھلیاں فوراً قابو میں آجاتی ہیں۔

تصویر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اسکیمو سلیج پر سوار ہے۔ جس میں دو کتے جوتے گئے ہیں۔



بارہ سنگا کا شکار بھی بڑے تماشہ کا ہوتا ہے۔ لیکن اسکا پکڑنا آسان نہیں۔ بعض اوقات ایک بارہ سنگا ۱۲۰۰ پونڈ وزن رکھتا ہے۔
اِن لوگوں کے مکان برف کے بنے ہوتے ہیں ہر ایک اسکیمو کے پاس ایک لمبی چھڑی ہوتی ہے جسمیں لوہے کی شام لگی ہوتی ہے۔ اِن کے بال بڑے اور چہرے خوفناک ہوتے ہیں۔

ننھے بچوں کا صفحہ

ننھے بچوں کی ابجد

الہام الف سے ہوا اللہ ہی بس ایک — اور ب سے کرو بندگی اے بندو! بنو نیک
تحقیق ہوا ت سے بُری خُو ہے تکبر — اور ث سے دور وزہ کرو ثروت کو تقوٰی
تم ج سے بدجانو سدا جبر و جہالت — حاصل ہوا ح سے حسد و حرص ہے آفت
خدمت کرو ماں باپ کی تم خ سے خدارا — ہے د سے درویشوں کی دعوت کا اشارا
ذاکر ہے یہی ذ کرو ترک ذ مائم۔ — روشن ہوا ر سے رہِ حق پہ رہو قائم
ہے فرض عیاں ز سے زکوٰۃ زر و دولت — اور س سے سائل کی کرو ساتھ سخاوت
شاباں ہی تمہیں ش سے ہر دم رہو شاکر — کر صبر صعوبت میں بنو ص سے صابر
ہے ض سے اظہر ضرر ضد و ضمانت — اور ط سے سمجھلو طلب و طمع میں ذلت
ظاہر یہ ہوا ظ سے کہ ہے ظلم ضلالت — اور عدل عیاں ع سے ہی عین عبادت
ہے غلغلہ غ کہ اچھی نہیں غفلت — فرماں ہی یہ ف کا کہ کر فکر معیشت
ہے ق کا یہ قول قسم سچی بھی کھاؤ مت — اور ک یہ کہتا ہے کہ کر کذب سے نفرت
سب لہو و لعب چھوڑو یہ ہی ل سے لازم — اور م سے بس مشق کتابت کرو دائم
ناداں نہ بنو ن سے سب مانو نصائح — وعدے ہوں وفا پوری یہ ہے و سے واضح
ہے ہ سے ہویدا کہ ہوس کرتی ہے برباد — یزداں کو یقیناً کرو تم ی سے سدا یاد

گوری شنکر نیر، سٹوڈنٹ سوئم مڈل آریا سکول۔ لدھیانہ

بڑھاپا اور جوانی

چھوٹے بچے بعض اوقات بھولے پن سے ایسی بے ساختہ باتیں کہدیتے ہیں کہ سُنکر خواہ مخواہ ہنسی آتی ہے۔ حالانکہ جب ہم بچے ہوں گے۔ تو ہم خود بھی ضرور ایسی کئی دلچسپ غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہوں گے۔

ایک چھوٹے بچّے کا ذکر ہے کہ اُس کی عمر کا پانچواں سال ختم ہوا۔ یہ واقعہ انگلستان کا ہے۔ جہاں لوگ اپنی سالگرہ کے دن خاص طور پر خوشیاں مناتے۔ اور دوستوں کو تحفہ تحایف دیتے اور لیتے ہیں۔ اس ملک میں چھوٹے بچّوں کو بھی اپنی سالگرہ پر خوشی منانے کا ویسا ہی حق حاصل ہے۔ اور اُن کے والدین اُس روز اُنہیں نیک بننے اور خدا سے دعا مانگنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ چنانچہ اِس چھوٹے لڑکے کی والدہ نے بڑے محبّت آمیز لہجہ میں اُس سے کہا "میرے پیارے بچّے! تمہیں خدا سے دعا مانگنی چاہئے کہ وہ تمہاری دادی کو برکت دے اور وہ بوڑھی ہوکر کئی سال تک اور زندہ رہے"

(۲) اِس ہدایت کے جواب میں چھوٹے بچّے نے بڑے غور سے اپنی معزز ماں کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ گویا اُس کے خیال میں وہ غلطی پر تھی۔ ماں نے اپنے بچّے کا استعجاب دیکھ کر پوچھا یہ کیوں۔ پیارے جان! کیا تم خدا سے اپنی دادی کے لئے بُوڑھی ہونے کی دعا نہیں مانگو گے؟" چھوٹے بچّے نے بے ساختہ جواب دیا "بوڑھی تو وہ پہلے ہی بہت زیادہ ہے۔ مگر مَیں خدا سے دعا مانگوں گا۔ کہ وہ اب جوان ہو جائے"

(دینا ناتھ)

ایک رحمدل لڑکا

۶ بجے صبح کے ایک نوسال کا رحمدل بچہ اپنے پائیں باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ بڑی دیر تک ادھر ادھر پھرتا رہا۔ جب خوب تروتازہ ہوگیا۔ گھر کی طرف واپس جانے کا ارادہ کیا۔ سردی کا موسم تھا اور بلا کی سردی پڑ رہی تھی۔ ہونہار بچے کی انگلیاں سکڑ گئیں۔ جب باغ کے دوسرے سرے پر پہونچا۔ تو اُسکو ایک سفید سی چیز دکھائی دی۔ راز جو طبیعت لئے ہے دیکھے آگے بڑھنا پسند نہ کیا۔ آخر جلدی جلدی اُس چیز کی طرف قدم بڑھایا۔ ایک خوبصورت بلّی کا بچہ بالکل بے حس و حرکت پڑا پایا۔ وہ سردی سے بالکل اکڑ گیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اُس میں جان نہیں۔ مگر در اصل وہ زندہ تھا۔ رحمدل بچے کے دل نے اُسے ایسی حالت میں وہاں اکیلا چھوڑنا پسند نہ کیا۔ جھٹ جیب سے رومال نکالکر اُس کو لپیٹا اور بغل میں اُٹھا کر لے گیا۔ انگیٹھی کے پاس رکھا۔ اور گرم روئی میں لپیٹا۔ بچہ بالکل چھوٹا تھا۔ مشکل سے ایک ماہ کا ہوگا۔ موٹی موٹی آنکھیں نکالکر اپنے مہربان کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ مگر پھر غش آگیا۔ نیکدل بچہ کا دل ڈوب گیا۔ کہ محنت اکارت گئی۔ اور یہ بچ بھی نہیں سکتا۔ خیر جلدی سے اُس کے دوبارہ ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا۔ اُس لڑکے کی ایک بڑی بہن بھی تھی زبیدہ نامی۔ وہ دوڑتی ہوئی آئی۔ اور بلی کے غریب بچے کو دیکھکر بجائے رحم کے نہایت کراہت کے ساتھ بولی "اے ہے۔ یہ مُردہ کہاں سے اُٹھا لائے؟ بشیر! تم بڑے گندے ہو۔ نہ معلوم ہر روز نئی نئی چیزیں کہاں سے اُٹھا لاتے ہو۔ ایکدن کوّا لے آئے تھے۔ پرسوں ایک لنگڑی فقیرنی کو ساتھ لے آئے تھے۔ آج ایک بلّی کو اٹھا لائے ہو۔ بھلا اِس سے تمہارا کیا فائدہ ہوگا۔ فوراً باہر پھینکدو تمہیں اپنی عزت کا بھی خیال نہیں کرتے۔ بلیوں سے ہاتھ آلودہ کرتے ہو"

بشیر: آپا جان - آپ ناحق خفا ہوتی ہیں - یہ باہر بالکل بے حس و حرکت پڑا تھا مجھ کو رحم آیا اس کو اٹھا لایا - میری دانست میں تو میری شان میں فرق نہیں آیا - بلکہ امید ہے کہ خداوند کریم خوش ہونگے - اور کیا عجب ہے کہ مجھ پر زیادہ مہربانی فرماویں"

زبیدہ: (ناک بھویں چڑھا کر) تمہاری حرکتیں سخت بدنما ہیں - پھینکو باہر" بہن نے زبردستی نوکرانی سے اٹھوا کر باہر پھکوا دیا -

بشیر کو اس بات کا سخت صدمہ ہوا - کچھ تو بلی کی تکلیف دیکھ کر اور کچھ بہن کی سختی برتاؤ کے سبب آنسو نکل آئے -

یہ تمام ماجرا اس کی ماں نے غور سے دیکھا - اس کو بشیر کی حالت پر رحم آیا - اور وہ جھٹ اس کے باپ کے پاس گئی اور سب باتوں سے اس کو مطلع کیا - باپ سوچ کر اٹھا اور پژمردہ دل بشیر سے پوچھا "بیٹا کیا بات ہے - اداس کیوں ہو؟" سعادتمند لڑکے کو کیا خبر تھی کہ میرے والد کو تمام باتوں کا پتہ مل چکا ہے - اس نے بڑی بہن کی چغلی کھانا عیب جانا اور کہا کہ کوئی بات نہیں آپا سے پوچھ لو" باپ تو سب داستان سن ہی چکا تھا - اسی وقت زبیدہ کو بلایا - (جس کو اس بات کا شان و گمان بھی نہ تھا) اور بڑی لعنت و ملامت کی اور سخت و سست کہا اور اس نوکرانی کو بھیج کر بچہ کو منگوایا -

مگر افسوس کہ بلی کا بچہ ایک تو سردی کی تکلیف دوسرے چوٹوں سے بیتاب ہو کر جانبر نہ ہو سکا - بشیر کو اس بات کا بڑا صدمہ ہوا اور اس کی ڈبڈبائی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے - وہ اس کی تکلیف دیکھ کر نہ رہ سکا تھا - تو اب اُسے مُردہ دیکھ کر کتنا رنج ہوا ہوگا اس کے والد نے اپنے رحمدل بچے کے حالات معلوم کر کے اس کی آیندہ زندگی پر اپنے دل میں بڑی خوشی ظاہر کی اور اپنی الماری میں سے ایک خوبصورت تصویروں والی کتاب نکال کر بشیر کو دی - اور اس پر لکھ دیا "یہ کتاب بشیر کو انعام دی گئی" (دستخط)

اس کی بہن بھی اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئی - بشیر کو کئی دن اس بلی کی یاد

نہ گئی - بڑا ہو کر جب جج بنا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ اس کام کے لائق نہیں ہیں -
۲ ماہ اُس نے یہ کام کیا - مگر جب کسی آدمی کو پھانسی دی جاتی تو اُسے سخت صدمہ ہوتا
اس لئے اُس نے اس نوکری کو چھوڑ دیا - خدا کرے سب بچوں کو نیک ہدایت ہو - اور
سب کے دلوں میں رحم کا بیج بو یا جاوے - آمین -

راقمہ ف -

بچوں کی مجلس

بُری صحبت

سعید کو بُرے لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کی عادت تھی - اس میں اُسکا بھی کچھ قصور نہیں تھا - کیونکہ اُس کے محلے میں اچھے لڑکے ہی نہیں تھے - مگر اُس کے باپ کو اس بات کا بڑا فکر تھا کہ سعید کہیں بگڑ نہ جائے - بُری صحبت کا اثر بھی جلدی ہوتا ہے - کچھ عرصہ گذر گیا - سعید میں چند ایک بُری عادتیں پیدا ہو چلیں - اُس کا پہلا مزاج بدل گیا - مگر اُس کے باپ نے ایسی عمدہ چال چلی - جو ایک دلچسپ کہانی ہے - یعنی ایک دن وہ باغ میں گیا اور کچھ مگر خوبصورت سیب اُتار کر سعید کو بطور تحفہ دیئے اور کہا کہ ان کو رکھ دو - کچھ دنوں کے بعد پک جائیں گے - سعید نے مسکراتے ہوئے باپ کا شکریہ ادا کیا اور پلیٹ میں لے کر اپنے کمرے میں رکھ آیا - اتنے میں اُس کے باپ نے اُس کو ایک گندہ اور سڑا ہوا سیب دیا - اور کہا کہ اس ساتویں کو بھی ان کے پاس رکھ آؤ - سعید نے حیرانی سے کہا "ابا! یہ تو دوسروں کو بھی خراب کر دیگا" باپ نے کہا نہیں سعید

وہ چھ بھی اِس کو اچھا بنا دینگے۔ خیر اُس وقت یہ بات رفت گذشت ہوگئی۔ ایک ہفتہ کے بعد باپ نے سعید سے کہا۔ کہ آؤ سعید! آج سیب کھائیں۔ دیکھیں ابھی تک پکے ہیں یا نہیں۔ جسوقت سیبوں کو نکالا۔ تو ساتوں ہی سڑے گلے ہوئے تھے۔ اور اُن سے سخت بدبُو آتی تھی۔

سعید نے کہا کیوں ابا جی! مَیں نے نہیں کہا تھا۔ کہ سڑا ہوا سیب دوسروں کو بھی خراب کردیگا۔

باپ (تیزی سے) اور مَیں نے تم کو نہیں کہا تھا۔ کہ بُرے لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلا کرو اُن کی عادتیں سیکھ جاؤ گے۔

سعید باپ کی بات سُنکر نادم سا ہوا۔ اور کہا اب مَیں کبھی بُرے لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلونگا۔ اِس کے بعد جب اُس کو لڑکے کہتے آؤ سعید کھیلیں۔ جھٹ اُس کو سیبوں والا قصہ یاد آجاتا۔ اور وہ گھر دوڑ جاتا یا کہتا بھائی ہم نہیں کھیلتے۔ اُس کے باپ نے اُس کو بہت عمدہ عمدہ نصیحتیں کیں۔ اور کہا کہ بیٹا جب بے جان چیز بُری صحبت میں خراب ہوگئی۔ تو تم تو انسان ہو۔ تم کو چاہئے ہمیشہ اچھی صحبت اختیار کرو۔ کیونکہ ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

(تدبیر از لاہور)

پاسِ امانت

عرب کا مشہور شاعر امرؤالقیس مرنے سے پیشتر ایک شخص سموال بن عادیا کے پاس اپنا سامانِ حرب وغیرہ امانتاً رکھکر مرگیا۔ اُس کی موت کے بعد شاہِ کندا

نے امرءالقیس کے ہتھیار سمؤل سے طلب کئے۔ مگر سمؤل نے صاف جواب دیدیا۔ اور کہا کہ میں کسی کی امانت میں خیانت نہیں کرسکتا۔ اور اپنے کئے ہوئے وعدے کو توڑکر عہد شکن نہیں بن سکتا۔ اس پر شاہِ کندا نے کہا کہ اگر تو ہتھیار دیدے تو بہتر ہے۔ ورنہ میں تجھ پر اپنے لشکر جرّار کے ساتھ چڑھائی کرونگا اور تیری ہستی کو نیست و نابود کرڈالونگا۔

سمؤل نے شاہِ کندا کی یہ بات نہ مانی اور اُس سے بچاؤ کے لئے قلعہ میں پناہ لی۔ جب شاہ کندا اپنی فوج اور لشکر سمیت حملہ کرنے کے لئے آیا۔ تو سمؤل پر قابو نہ پاسکا۔ آخرکار شاہ کندا اُس قلعہ کے اردگرد پھرا۔ اس خیال سے کہ شاید کوئی اندر جانے کا راستہ مل سکے۔ راستہ تو کوئی نہ ملا۔ مگر سمؤل کا ایک بیٹا غلطی سے قلعہ کے باہر رہ گیا تھا۔ شاہ کندا نے اُسے پکڑلیا۔ اور قلعہ کے باہر ہی سے سمؤل کو بلند آواز سے للکارا اور اُسے مخاطب کرکے کہا "میں نے تیرا یہ بیٹا پکڑلیا ہے۔ پس تو مجھ سے اپنا بیٹا لے لے اور وہ ہتھیار مجھے دیدے۔ اور اگر تو مجھے وہ ہتھیار نہ دیگا۔ تو میں تیرے اس بیٹے کو اسی وقت تیرے سامنے ذبح کرڈالونگا۔ پس ان دونوں باتوں میں سے جونسی بات تجھے منظور ہو پسند کرلے"

پس سمؤل نے قلعہ کے اوپر چڑھ کر شاہ کندا کی یہ بات سنی اور اپنے بیٹے کو جلادوں کے ہاتھ میں اسیر دیکھکر بھی یہی کہا کہ "میں کسی کی امانت میں خیانت کرکے خائن نہ بنونگا۔ اور کسی سے وعدہ کرکے عہد شکنی نہیں کرونگا۔ خواہ تو میرے بیٹے کو قتل کر اور خواہ چھوڑ دے"

یہ سنکر شاہِ کندا نے سمؤل کے بیٹے کو اس کے سامنے قتل کرڈالا۔ اور اپنا لشکر لیکر واپس چلا گیا۔

جب امرءالقیس کے وارث موسم تجارت میں سمؤل کے شہر میں آئے۔ تو اُنھیں

وہ ہتھیار اُنہیں دے کر اِس بات کی خوشی ظاہر کی اور کہا کہ میں نے بہت اچھا کیا کہ اپنے پیارے بیٹے کی خاطر تمہارے مال میں خیانت نہیں کی۔"

راقم۔ علیم الدین خوشنویس امرتسری

وعدہ وفائی

تم جس سے وعدہ کرو۔ اُس کو پورا کرو۔ کیونکہ اِس سے ایشور راضی ہوتا ہے۔ ایفائے وعدہ کے متعلق ایک کہانی لکھی جاتی ہے۔ امید ہے کہ میرے بھائی دلچسپی سے مطالعہ کرینگے۔

سر ولیم نیپئر نام ایک شخص تھا۔ ایک دن کسی کھیت میں سے گذرا۔ تو ایک لڑکی رو رہی تھی۔ اور سسک رہی تھی۔ وہ پانچ برس سے زیادہ کی نہ تھی۔ لڑکی اپنے باپ کے لئے کھانا لے گئی اور واپس آرہی تھی۔ کہ ایک برتن ٹوٹ پڑا۔ جہاں کہ وہ کام کر رہا تھا۔ وہ ڈری کہ گھر جانے سے مجھ پر مار پڑیگی۔ اتنے میں اُس نے یہ تمام باتیں سن لیں۔ اسپر اس لڑکی کو خیال آیا کہ یہ میری اس چیز کی مرمّت کر دیگا۔ پھر اس اثنا میں اس لڑکی نے سادہ لفظوں میں کہا کہ یہ تم اسکی مرمّت کر سکتے ہو۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ میں مرمّت تو نہیں کر سکتا۔ البتہ اس کی قیمت دے سکتا ہوں۔ یہ کہکر اُس نے جیب کو ٹٹولا۔ لیکن جیب میں کچھ نہ ملا۔ پھر اُس نے دوسرے دن ایک چونی کے لانے کا اسی جگہ اسی وقت وعدہ کیا۔ اور اُس لڑکی کو کہا۔ کہ تم نے یہ بات سمجھی۔ جسکا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ پھر لڑکی نے یقین کیا اور گھر آرام سے چلی گئی۔ اور سر ولیم نیپئر بھی گھر چلا گیا۔ اور گھر جانے پر ایک خط پایا جس میں کہ یہ لکھا تھا۔ کہ "یہ باتھ میں چلے آؤ"۔ جہاں کہ ایک ضیافت تھی۔ اور وہاں ایک ایسا شخص بھی تھا جس کے ساتھ ملنا بہت ضروری تھا

ولیم نے چند لمحے کے بعد معلوم کیا - کہ مجھے جانے کے لئے فرصت ہے یا نہیں اور مقررہ وقت پر اُس لڑکی سے ملنے کے لئے بھی ہے یا نہیں - اس پر اُس نے معلوم کیا کہ نہیں ہے - پس وہ بیٹھ گیا - اور ضیافت کے لئے انکار کردیا اور دعوتی کارڈ پر لکھدیا کہ "میں اُس لڑکی کو مایوس نہیں کرسکتا - جس نے مجھ پر اعتبار کیا تھا"

اے لڑکو! تم کو بھی چاہئے کہ سر ولیم نیپر بنو -

راقم گوبندرام از شاہ پور

نصیحت

اُستاد کا ادب جو بجا لائے ہے فہیم

فارس کا بادشاہ تھا اک عاقل و علیم
اور اُس کا ایک لڑکا تھا شہزادہ سلیم
شہزادے کو تو شاہ نے مکتب دیا بٹھا
اور اُس کی تختی سنو کیا تھی اُس پہ یہ لکھا
اُستاد کا ادب جو بجا لائے ہے فہیم
اور کہا جو نہ مانے وہ مردود ہے لئیم
اُستاد جو کہ ظلم کرے اُس کو مانئے
ماں باپ بھائی بہن کا وہ مہر جانئے

فالنامہ خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

پیارے بچو! میں تمہارا بھائی ہوں - اور میں اس اخبار کے ذریعے سے تمہیں اپنا سلام کہتا ہوں - اور اسی اخبار کے ذریعے تمہارے پاس ایک عمدہ چیز یعنی خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا فالنامہ بھیجتا ہوں - اسے منظور فرماؤ اور مجھ سے

خوش ہو۔ اپنے دیگر دوستوں کو بھی یہ دکھاؤ۔ تاکہ وہ بھی اس سے فائدہ اٹھاسکیں اور بچوں کے اخبار کی خریداری میں انکا نام بھی درج ہو۔ اور اسی اخبار کے ذریعے اپنے طرز کلام سے مجھے واقف کرو۔

تمہارا دوست

خاکسار حافظ فیاض احمد انصاری پانی پتی طالبعلم ایم بی سکول بکودر

جو شخص اپنے مطلب کی فال دیکھنا چاہے۔ وہ بصدق دل پہلے یہ رباعی پڑھے۔

آنچہ از سر غیب گوید راز　　　هست دیوان خواجۂ شیراز
حسب حال من شکستہ وزار　　　آنچہ دانی بروئے کار برآر

اس کے بعد خدا کا نام لیکر ذیل کے کسی خانہ پر انگلی رکھے۔ اس کا نمبر اور حرف علیحدہ لکھے۔ پھر اس خانہ سے تین خانہ گن کر چھوڑ دے۔ اور چوتھے کا حرف لکھ لے۔ اسی طرح پھر تین خانہ گن کر چھوڑ دے۔ اور چوتھا حرف لکھ لے۔ آخر تک ایسا ہی کرتا جائے۔ جب نقش ختم ہوجائے۔ تو اول خانہ سے اس خانہ تک یعنی جسپر انگلی رکھی تھی۔ بدستور تین تین خانہ چھوڑکر چوتھا حرف لکھتا جائے۔ جو حروف کہ حاصل ہوں اُن کو حرف سابق کے آگے لکھکر جوڑے جو مصرعہ حاصل ہو اُس کو فال غیبی سمجھے۔

مثلاً ہم نے خانہ نمبرہ پر انگلی رکھی اور ترکیب بالا کے مطابق حروف مفردہ کو جوڑ کر دیکھا۔ تو یہ مصرعہ موزوں ہوا (برآید دریں فال البتہ کام) پس یہی فال غیبی ہے۔ اسی طرح خانہ نمبر ۲۶ پر انگلی جا پڑی۔ تو یہ مصرعہ بنا۔ (کہ بیشک مطالب ترا بہ شود) یہی سوال کا جواب ہے۔ پھر خانہ نمبر ۳۶ پر انگلی جا پڑی تو یہ مصرعہ پیدا ہوا (دریں فال بیشک شوی کامیاب) پس یہی حصول مقصد ہے۔

نقشہ خانہ جات

۱ م	۲ د	۳ ب	۴ د	۵ ع	۶ ت	۷ ج	۸ ر	۹ ر	۱۰
۱۱ و	۱۲ ی	۱۳ ا	۱۴ ش	۱۵ ا	۱۶ ن	۱۷ ی	۱۸ ا	۱۹ ب	۲۰ ف
۲۱ د	۲۲ ی	۲۳ ہ	۲۴ ا	۲۵ ک	۲۶ د	۲۷ م	۲۸ ل	۲۹ ر	۳۰ م
۳۱ ی	۳۲ پ	۳۳ ی	۳۴ ط	۳۵ ت	۳۶ ی	۳۷ ن	۳۸ ا	۳۹ ب	۴۰ ش
۴۱ ف	۴۲ ل	۴۳ ھ	۴۴ ک	۴۵ ط	۴۶ پ	۴۷ ت	۴۸ ش	۴۹ ل	۵۰ ت
۵۱ و	۵۲ و	۵۳ ا	۵۴ ر	۵۵ گ	۵۶ ی	۵۷ ل	۵۸ ا	۵۹ و	۶۰ پ
۶۱ ب	۶۲ ب	۶۳ ی	۶۴ ہ	۶۵ ت	۶۶ ہ	۶۷ م	۶۸ د	۶۹ ہ	۷۰ ش
۷۱ ج	۷۲ ہ	۷۳ ت	۷۴ و	۷۵ و	۷۶ و	۷۷ ا	۷۸ ن	۷۹ ا	۸۰ ر

تواریخ کا مطالعہ

خداوند کریم کا شکر ہے کہ اُس نے ہم کو ایک بادشاہِ عادل کے زمانہ میں پیدا کیا۔ جس کے دورِ حکومت میں ہر مذہب و ملت کا آدمی اپنی معلومات آزادانہ طور پر وسیع کر سکتا ہے۔ اور جس کی حکومت میں علمی سر چشمے ہر جگہ جاری ہیں۔ اور ہر فرقہ و قوم کے لوگ اُن چشموں سے سیراب ہو رہے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری قوم کے بہت تھوڑے آدمی اِن چشموں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اِن چشموں کی طرف پہنچنے کے لئے چند منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں۔ اسکا ارادہ تو بہت لوگ کرتے ہیں۔ مگر چشمہ تک پہونچنے نہیں پاتے۔ حالانکہ اِن کے آباواجداد ایسے کاہل اور

سُست نہ تھے۔ اُن کے کارنامے موجود ہیں۔ جو صرف علم تاریخ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ علم تاریخ نہایت ہی دلچسپ علم ہے۔ جیسے بطور قصہ کے پڑھنے سے بہت کچھ فائدے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سے ہم لوگ اپنے بزرگان سلف کے کارنامے اور دوسری قوموں کے حالات کے علاوہ قیمتی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی ایک علم ہے جس کے ذریعے ہم لوگ مختلف ممالک کے اصول تمدن و معاشرت و تجارت وغیرہ سے واقفیت پیدا کر سکتے ہیں۔

یہی علم بتاتا ہے کہ روما جو کسی زمانہ میں سات پہاڑیوں پر باغیوں سے آباد تھا۔ اُس کے باشندے کس طرح تعلیم یافتہ اور فاتح جہاں ہوئے۔ اور کس طرح ڈیریس اور زیرکسیس نے یونانیوں کو اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جہاز بنانے کی ترغیب دی۔ اور کیونکر اُس ادنیٰ حالت سے ترقی پاکر فاتح۔ مہذب۔ روشنخیال اور تعلیمیافتہ کہلائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انگریز جو اسوقت ہمارے ملک کے بادشاہ ہیں۔ کسی زمانہ میں ان کے آباؤاجداد اپنے بدن خوبصورتی کے لئے رنگتے تھے۔ کچا گوشت کھاتے تھے۔ جانوروں کے چمڑوں سے اپنا ستر ڈھانکتے تھے۔ اور زمین کے گڑھوں میں اوقات بسر کرتے۔ کیونکہ مکانات وغیرہ بنانا نہیں جانتے تھے۔

اِس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ کسی وقت اہل ہند بھی اپنی علمی لیاقت۔ عقل و فراست کے سبب ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ اور اُنکی یہانتک قدر تھی کہ اکثر شاہانِ اسلام نے حکمائے ہند کو اپنے دربار میں نہایت آرزو سے طلب کیا۔ ان کے کارناموں کا پتہ بجز تواریخ کے اور کسی ذریعہ سے ملنا غیر ممکن ہے۔ زبان سنسکرت جو اب محض کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ ایک وقت یہ بھی عروج پر تھی۔ اس میں فلسفہ اور حکمت کی کتابیں بے شمار موجود تھیں۔ جنمیں سے بعض کو ہمارے علم دوست

خلیفہ ہارون رشید اور اکبر نے اپنی زبان میں ترجمہ کرایا۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہانِ سلف کو علم کا کس قدر شوق تھا۔ کہ غیر ممالک کے لوگوں کو بلا کر اُن کی کتابوں کا ترجمہ اپنی زبان میں کرا کر اُن کو شایع کرتے تھے۔ تواریخ سے یہ بھی روشن ہے۔ کہ ہماری اسلامی سلطنت کس طرح ایشیا یورپ اور افریقہ تک پھیل گئی۔ ہمارے اسلاف انجنیری کے فن میں کیسے کامل تھے جن کا اظہار اُن عالی شان اور مضبوط عمارتوں سے ہوتا ہے۔ جو باوجود گذرنے کئی صدیوں کے بدستور قایم ہیں۔

مسلمانو! اگر آپ تواریخ کو مذہبی علم خیال کریں۔ تو کچھ بیجا نہیں۔ کیونکہ فقہ اور حدیث بھی تو اسی سلسلہ میں ہیں۔

حدیث شریف جسکا درجہ ہم مسلمانوں میں قرآن شریف کے بعد ہے۔ اُس کی صحت کا حال بھی تواریخ ہی سے چلتا ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن مجید کو غور سے دیکھے۔ تو اُسے علم تاریخ کی روشنی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے انبیائے سابقہ علیہم السلام کے حالات ہم لوگوں کی ہدایت کے واسطے ظاہر فرمائے ہیں۔ اور جبتک کوئی محدث مورخ نہ ہو۔ وہ کیونکر اسلامی واقعات جو زمانہ نبوت یا خلفا سے راشدین کے وقت میں ہوئے صحت اور خوبی سے لکھ سکتا ہے۔ ماسوا اس کے ایک حدیث کے قول کے مطابق کہ "الحدیث وعلم التاریخ توامان" یعنی علم حدیث و علم تاریخ دو بھائی ہیں۔ جو ایک دوسرے کے بعد ایک ہی دفعہ پیدا ہوئے۔ اس لئے محدث کو اور ساتھ ہی علم حدیث کے پڑھانے والے کو تاریخ دان ضرور ہونا چاہئے۔ مگر افسوس کہ آج کل بہت کم علماء اس علم سے پورے طور پر واقف ہیں۔ یہاں تواریخ کی ناواقفیت کا یہ حال ہے جو آپ کو ذیل کی حکایت سے معلوم ہوگا۔

عرصہ ہوا کہ ایک واعظ صاحب نے فتوحات اسلام کے سلسلہ میں یہ

فرمایا کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی سرحد ہندوستان تک جہاد فرمایا تھا۔ یعنی درہ خیبر تک آئے۔ اور اُسے فتح کیا" حالانکہ خیبر سے مراد قلعہ خیبر ہے۔ جو مدینہ منورہ کے قریب واقع ہے۔ اور واعظ صاحب نے درۂ خیبر ہمارا یہ مغربی افغانستان کا درہ سمجھا۔ یہ ہے آجکل کی تاریخ دانی۔

ناظرین! علم تواریخ کے موجد اور ترقی دینے والے مسلمان ہی تھے۔ لیکن افسوس آج وہ زمانہ ہے کہ اُن کی اولاد اس علم سے بالکل بے بہرہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسی مذہب وملت کا آدمی کیوں نہو۔ اُس کے واسطے ضروری ہے کہ وہ تواریخ پڑھے۔ جس سے چال چلن بھی اچھا ہوتا ہے۔ علمی شوق بھی بڑھتا ہے اور معلومات بھی وسیع ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

مگر آجکل وہ بوڑھے۔ نوجوان اور لڑکے سخت غلطی پر ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ علم تواریخ میں صرف لڑائی جھگڑوں کے افسانے درج ہیں۔ اور کچھ نہیں۔

میں اپنے دوستوں سے سفارش کرتا ہوں کہ جس وقت اُنہیں فرصت ملے وہ ضرور اپنا وقت بجائے قصہ کہانی۔ ناولوں۔ دیوانوں میں ضایع کرنے کے علم تاریخ کا مطالعہ کیا کریں۔ اِس سے بہت مفید نتایج پیدا ہونگے۔

الراقم۔ سید محمد طٰہٰ جعفری از بہار۔

قیمتی باتیں

(۱) چونکہ ہمارے کان دو ہیں۔ اور زبان صرف ایک ہے۔ پس ہمیں سننا بہت چاہیئے اور بولنا کم۔

(۲) ہماری دو آنکھیں ہیں اور صرف ایک زبان ہے۔ ہمکو کم بات کرنی

چاہیئے اور زیادہ نظر کرنی چاہیئے۔ یعنی غور و توجہ۔

(۳) ہماری کام کے لئے دو ہاتھ اور دو پاؤں ہیں اور کھانے کے لئے صرف ایک منہ ہے۔ اسواسطے جتنا کھاتے ہیں۔ اُس سے بڑھکر ہمکو کام کرنا چاہیئے۔

الراقم سید محمد طٰہٰ از بہار

بُری صحبت سے بچو

شریروں کی صحبت میں جاؤ نہ ہرگز
یونہی اپنی عزت گنواؤ نہ ہرگز

بُری صحبتیں زہر قاتل ہیں بھائی
بُروں میں نہیں کچھ سوائے بُرائی

اگر آگ کے پاس بیٹھوگے جاکر
تو اٹھوگے اک روز کپڑے جلاکر

چلو خیر کپڑے بچاتے رہے تم
مگر سینک تو روز کھاتے رہے تم

جہاں عطر کھنچتا ہو جاؤ وہاں گر
تو ہو جائیگی تم میں خوشبو سراسر

غرض نیک و بد کے اثر بیش یا کم
ہوا کرتے ہیں ہمنشینی سے ہردم

بُری صحبتیں ہیں بد اطوار کرتیں
بد اطوار کرکے ہیں پھر خوار کرتیں

خدانے بنائی یہ انسان کی نیچر
کہ جو کام یہ دیکھتا ہے برابر

اثر اُس کے ہی اس میں ہوتے ہیں پیدا
بُرائی بھلائی یہ ہوتا ہے شیدا

رہا نیک لوگوں میں تو نیک ہے یہ
نہیں سو شریروں کا بس ایک ہی یہ

کسی کا کوئی چور گر ہمنشیں ہو
تو چوری کا اُسپہ یقیں بالیقیں ہو

اگر ایک نیک آدمی سے ہو ملنا
تو نیکی کا لیگی اثر کچھ طبیعت

بکو کار گر مشفق و مہرباں ہو
تو نیکی کا تم پہ ہر اک کو گماں ہو

جواری سے رکھوگے گر دوستانہ جواری سمجھ لیگا تم کو زمانہ۔

غضب کا یہ مضمون نکالا کسی نے بڑے شوخ لفظوں میں ڈھالا کسی نے
کہ کوئی ذرا مجھکو اتنا بتاؤ۔ کہ کن لوگوں میں اسکی ہے آؤ۔ جاؤ
پھر اب میں بتاؤں وہ ہے شخص کیسا
وہ ایسا۔ وہ ایسا۔ وہ ایسا۔ وہ ایسا۔

(محمد اسمٰعیل) موڈل سکول۔ لاہور۔ عمر ۱۳½ سال

حفظِ صحت

معدہ کی کمزوری

جن لوگوں کو دماغی کام کرنا پڑتا ہے۔ اور اُن کے وقت کا بڑا حصہ سر جھکائے ہوئے لکھنے یا مطالعہ کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ بالعموم اُن کو کمزوری معدہ کی شکایت ہوا کرتی ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ کھانا کھانے کے ساتھ ہی فی الفور مطالعہ یا کسی اور دماغی کام میں مصروف ہو جانا بڑی غلطی ہے۔ اعضائے رئیسہ دل و دماغ جگر۔ معدہ میں سب سے پہلے غذا معدہ میں جاتی ہے۔ جب معدہ ہی کمزور ہوگیا۔ تو صاف ظاہر ہے کہ باقی اعضائے رئیسہ جن کا دار و مدار معدہ پر ہے۔ کیونکر کمزور نہ ہونگے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا کوئی ایسی تجویز بھی ہے۔ کہ یہ شکایت رفع ہو جاوے۔ یا سرے

سے یہ عارضہ نہ ہونے پاوے۔ بیشک اگر احتیاط کی جاوے۔ تو معدہ کی کمزوری کی شکایت کبھی نہ پیدا ہو۔ قدرت نے ہر ایک جاندار کے واسطے ریاضت جسمانی کو اُس کی زندگی و تندرستی کا جزو اعظم قرار دیا ہے۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے۔ کہ شیرخوارگی میں جب بچہ اس قابل نہیں ہوتا۔ کہ وہ چل پھر سکے۔ تو وہ ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار کر جنبش کرتا رہتا ہے۔ اُس کی ذاتی طبیعت اُسے مجبور کرتی ہے۔ اور وہ نچلا نہیں بیٹھتا۔ بچہ ہاتھ پاؤں بغیر کسی کے اشارہ کے خودبخود ہلاتا رہتا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ قدرتی طور پر ایسا کرنے کے لئے مجبور ہے۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ریاضت جسمانی ہر ایک فرد بشر کے واسطے ضروری اور لازمی ہے۔ اسواسطے جو لوگ دماغی کام کرتے رہتے ہیں انکو چاہئے کہ کوئی نہ کوئی وقت ورزش کے واسطے مقرر کریں۔ کیونکہ صحت وتندرستی کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مثل مشہور ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ ہمارے نزدیک ایسے لوگوں کو صبح کی ہوا خوری بہت مفید ہوگی۔ ڈمبل کی ورزش یا فٹ بال کی ورزش میں حصہ لینا چاہئے۔ آخرالذکر ورزش بہت مفید ہے۔ تھوڑی سی دیر میں خاصی ورزش ہو جاتی ہے۔ اور طبیعت کو مسرت اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اگر پہلے سے حفظ ماتقدم کے طور پر احتیاط عمل میں لائی جائے۔ تو پھر معدہ کی شکایت کبھی ہرگز نہ ہوگی۔ اگر خدانخواستہ معدہ کمزور ہو چکا ہے۔ اور پہلے اُسکا لحاظ اور احتیاط نہیں کی گئی۔ تو چاہئے کہ آہستہ آہستہ طبیعت کو ورزش کی طرف مائل کریں۔ ثقیل اغذیہ مثل گوشت۔ میٹھے چاول۔ خالی آلو۔ کچالو۔ اور کچے پھلوں سے پرہیز چاہئے۔ اور آہستہ آہستہ پہلے غذا کو کم کرنا چاہئے۔ جب معدہ کچھ غذا کو قبول کرنے لگے۔ تو ساتھ ساتھ غذا کو بڑھانا چاہئے۔ مگر ورزش کی عادت جب تک نہیں ہوگی۔ معدہ کی کمزوری رفع نہ ہوگی۔ اگر سوء ہضمی کی شکایت ہو۔ تو

پہلے مسہل لینا چاہیئے۔ اس کے بعد حسب طریقۂ بالا عمل کیا جائے۔ پھر اِن شاء اللہ تمام شکایت رفع ہوجاویگی۔

کمزوری نگاہ کے اسباب

طلباء کی نگاہ پر بے احتیاطی سے پڑھنے کا اثر ہمیشہ مضر پڑا کرتا ہے۔ اور اس خرابی پر ہمیشہ اُن لوگوں کی توجہ مبذول رہتی ہے۔ جو تربیت اطفال اور طلباء کی ہر طرح کی بہبودی سے دلچسپی لیتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً اس امر کی تحقیقات ہوتی رہتی ہے۔ کہ وہ کون کون سے طریقے ہیں۔ جنہیں طلباء اکثر برتا کرتے ہیں۔ اور جو اُن کی بینائی کے لئے مضر ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ امور بار بار پایۂ ثبوت کو پہنچ گئے ہیں۔ کہ

(۱) بچّوں کو عموماً گرم جگہ میں بٹھا کر تعلیم دیجاتی ہے۔ حالانکہ اس کا اثر بینائی پر مضر پڑتا ہے۔ خصوصاً ہندوستان کی گرمیوں میں جس موسم میں کہ بغیر پڑھے ہی بعض کمزور نگاہ والے لڑکوں کی آنکھیں دُکھنے لگتی ہیں۔

(۲) محنتی لڑکے جب مطالعہ میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو عرصہ تک اپنی کتاب ہی پر نگاہ جمائے رہتے ہیں۔ جس سے بینائی روز بروز کمزور ہوتی جاتی ہے۔ انہیں چاہیئے کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ نظر اوٹھا کر کسی دور کی چیز پر ذرا دیر کے لئے جما لیا کریں۔ اس سے آنکھ کا تکان دور ہوجایا کریگا۔ آنکھ سے محنت لیکر اُسے ضرور تھوڑا وقفہ دیدینا چاہیئے۔ ورنہ وہ جلد کمزور ہوجائیگی۔

(۳) خراب روشنی میں جھک کر لکھنے یا پڑھنے سے نہ صرف بینائی کو نقصان پہنچتا ہے۔ بلکہ دماغ بھی کمزور ہوجاتا ہے۔ ہندوستان میں اکثر

اسکولوں کے کمروں میں کافی دروازے کھڑکیاں اور روشندان نہیں ہوتے اور روشنی کا کافی گذر نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں رات کو لڑکے اپنے مکانوں پر بھی روشنی کا معقول انتظام نہیں کرتے۔ کم قیمت اور خراب روشنی والے لمپوں سے پڑھتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ عمدہ روشنی کا لمپ خریدنے میں جو دام خرچ ہونگے۔ وہ آنکھ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

(۴) آفتاب یا لمپ کی چمک کا آنکھوں کے سامنے ہونا بھی مضر ہے۔ دن کے وقت کھڑکی یا دروازہ کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھنا چاہئے۔ تاکہ دھوپ کی طرف منہ نہ ہو۔ اور کتاب پر روشنی پڑے۔ اور رات کو لمپ گلوب دار استعمال کرنا چاہئے تاکہ آنکھ پر چمک نہ پڑے۔ اور کتاب پر خوب روشنی ہو۔

(۵) حتی الوسع اپنے کام کے بڑے حصے کو دن میں کرلینا چاہئے۔ تاکہ رات میں بہت تھوڑا سا کام رہجائے۔ رات کی محنت دن کی محنت سے زیادہ مضر ثابت ہوتی ہے۔

(۶) صبح شام تفریح کرنی چاہئے۔ اور صحت کا خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ اِن باتوں کا بینائی پر بہت اثر پڑتا ہے۔

مسٹر رینجر انگلستان کے ایک عالم ہیں جنہوں نے ان باتوں کی طرف بہت توجہ کی ہے اور اُن کی رائے ہے کہ دس برس سے کم لڑکوں کو رات کو نہ پڑھنے دیا جائے۔ لمپ کی روشنی کو ترقی دینے کی کوشش کی جائے۔ لڑکوں کے رہنے کے کمرے اور مدرسے کی عمارت میں روشنی کا بہت خیال رکھا جائے اور لڑکوں کو ورزش کا پورا پورا شوق دلایا جائے۔

سخت غلطی ہے

بہت سے طالب علموں کی عادت ہے۔ کہ وہ کھانا کھاتے ہی کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک سخت غلطی ہے۔ کیونکہ نامی ڈاکٹروں کی رائے ہے۔ کہ کھانا کھانے کے بعد کم سے کم دو گھنٹہ یا بشرط ضرورت ایک گھنٹہ تک کوئی دماغی کام نہ کرنا چاہئے۔ میرے ایک عنایت فرما جنہیں دن رات دماغی کام کرنا پڑتا تھا۔ ہمیشہ یہ نصیحت کیا کرتے۔ کہ تَغَدَّ تَمَدَّ تَعَشَّ تَمَشَّ یعنی صبح کا کھانا کھاؤ تو کچھ دیر لیٹو۔ اور شام کا کھانا تناول کرو۔ تو کچھ دور سیر کے لئے چلو۔ وجہ یہ ہے کہ ہمکو دن بھر کام کرنا پڑتا ہے۔ اور بہت سے آدمیوں کو چلنا اور پھرنا پڑتا ہے۔ لیکن رات کو چونکہ سب لوگ سو جاتے ہیں۔ اسواسطے شام کا کھانا کھانے کے بعد کچھ دور چلنا چاہئے۔ میرے وہ دوست باوجودیکہ ساٹھ سال کے تھے۔ مگر بہت ہی طاقتور تھے۔ اور کبھی وہ بیمار نہیں ہوئے۔ اُن کی صحت بہت اعلیٰ درجہ کی قابل رشک تھی۔ پس طلبہ کو چاہئے۔ کہ وہ کھانا کھاتے ہی مطالعہ نہ شروع کیا کریں۔ بلکہ تغدّ تمدّ تعشّ تمشّ پر عمل کریں۔ جو آدمی کھانا کھانے کے بعد ہی مطالعہ میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ انکا معدہ کمزور ہو جاتا ہے۔ بینائی میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔ طبیعت مضمحل اور پریشان رہتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہمارے نوجوان طالبعلم اس تجربہ سے فائدہ اُٹھائیں۔

الف۔ ب بلوچ

گلدستہ قوانینِ صحت

بابو نتھو لعل صاحب نے اپنا چھوٹا سا منظوم رسالہ گلدستہ قوانین صحت بچوں کے اخبار میں شایع ہونے کے لئے بھیجا ہے۔ جسے لڑکوں کے لیۓ مفید سمجھکر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

آؤ لڑکو! ہم تمہیں کچھ کہہ سنائیں قاعدے حفظانِ صحت کہ بتائیں
گر بنا لو اِن کو دستور العمل دخل کیا ہو تندرستی میں خلل
عادتِ پرہیز صحت میں نہ دو پر مضر چیزیں جو ہوں اُن سے بچو
عادتیں بد رفتہ رفتہ چھوڑ دو اعتدال اپنے کل امور میں رکھو
وقت کے پابند تم ہر دم رہو اور پسند اپنی صفائی کو کرو
زندگی کے طور اپنے اے عزیز مثل موسم کے رکھو سیکھو تمیز
چاہئے گھر میں تمہارے لازمی خوب آتی ہو ہوا اور روشنی
ہے نمی نقصان دہ اس سے بچو اور دھوئیں کو بھی مضر تم جان لو
گرم و سرد و بند و متعفن ہوا ہوائیں جو لینے سے بچو اے باصفا
ہووے جب سچی تمہیں بھوک و پیاس پس پیو کھاؤ - رہو موقع شناس
جو غذا ہووے لطیف و خوش مزا حسب قدرت اپنے تم کھاؤ سدا
لقمہ کو اچھی طرح سے تم چباؤ ہو کے آسودہ مگر ہرگز نہ کھاؤ
کھا کے دن کو تھوڑی [illegible] تم ساکن رہو رات کو کھا کر چہل قدمی کرو
صاف چشمے کا پیو پانی سدا تھوڑا تھوڑا تا ہو حاصل مدعا
مت پیو سونے سے اُٹھکر یا نہا بعد ورزش بھی پیو مت زینہار

مت پیو پانی کھڑے ہو کر کبھی
اور کثیر المار میوے کھا کے بھی

مختلف پانی کو ہرگز مت ملاؤ
برف کے پانی کو بھی مت منہ لگاؤ

مت پیو یا کھاؤ کوئی مسکرات
یا کہ ممسک اور محرک ادویات

روکو مت پیشاب و پاخانہ کبھی
اور نہ لو منضج و مسہل ہر گھڑی

غم و غصہ۔ فکر و دہشت اور خوشی
بد ہے افراط ان میں اور تفریط بھی

سو سویرے نرم بستر پر سدا
دن کے سونے کو اگر جانو بُرا

سو نہ شبنم میں یہ عادت ہے بُری
دھوپ میں مت سو نہیں ہے یہ بھلی

بیٹھ نو گھنٹوں سے یا پیٹ کے بل
یا کہ چت ہرگز نہ سو ہے بے محل

اُٹھ کے تڑکے جاؤ پاخانے سدا
ہاتھ منہ دھو کر نہانا ہے بھلا

کر کے ورزش چاہیئے کھالو غذا
پھر کرو تم اپنے فرضوں کو ادا

ہے ٹہلنا ورزش آسان و عام
اس کے عادی تم رہو ہر صبح شام

خیر خواہ خلق نتھو لعل نے
لکھدئے۔ یہ عام حفظ قاعدے

جزدان

والدین کا فرض کیا ہے ؟

اگر ہر ایک مرد یا عورت اپنے بچپن اور نوعمری کے زمانہ پر نظر ڈالے۔ تو وہ آسانی سے اس بات کا نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ آیا اُس کے والدین نے کما حقہ اُس کی تربیت کا خیال کیا۔ اور یہ کہ آیا اُس کے والدین دانا اور مآل

اندیش تھے۔ یا اُنہوں نے اس کی اس ضروری اور اہم زندگی میں غفلت اور بے توجہی سے کام لیا۔ اور آیا اُنہوں نے اس کی تربیت میں اپنی عادات اور اخلاق و مزاج کو عمدہ نمونہ بنا کر پیش کیا۔ یا اُسے یونہی چھوڑ دیا۔ کیونکہ بچوں کے اوضاع و اطوار پر والدین کی عادات کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ بالعموم بچے کا تمام وقت گھر میں گذرتا ہے۔ اور چھ سال کی عمر تک وہ کبھی گھر سے تنہا نہیں نکلتا۔

ہمارے نزدیک اس سوال کے جواب میں کوئی دقت نہیں ہے۔ مگر اس سے زیادہ اہم ترین سوال یہ ہے کہ ہم میں وہ کون سے مرد یا عورتیں ہیں۔ جو فرائض پدری و مادری سے بخوبی باخبر ہیں؟ اگر گہری نظر سے دیکھا جائے۔ تو بیشک چند ایسی عورتیں معلوم ہونگی۔ جن کو حقیقی ماں کے معزز خطاب سے مخاطب کر سکتے ہیں۔ جو کماحقہٗ اپنی اولاد کی نگہداشت کرتی ہیں۔ اور اُن کی اعلیٰ تربیت کے واسطے ہر ایک طرح کی ضروری نگرانی کے علاوہ خود ایک عمدہ نمونہ ہوتی ہیں۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ مردوں میں کتنے ایسے صاحب ہوش موجود ہیں جنکو حقیقی یا مبارک باپ کہہ سکیں۔ یہ امر قابل تسلیم ہے۔ کہ بہت سے جوان اپنی اولاد کی پرورش کے واسطے پرلے درجہ کی محنت و مشقت اُٹھاتے ہیں۔ ابعض مزدوری کرتے ہیں۔ بعض سوداگری۔ دکانداری۔ زراعت۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہم اُن مردوں کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ جنکو اپنی اولاد کی تربیت کا پورا پورا خیال ہے۔ اور جنہوں نے اپنے آپ کو ایک قابل تقلید مثال اور عمدہ نمونہ بنا رکھا ہے۔ اگر انصاف سے کام لیا جائے۔ تو ہم میں سے کوئی شخص اس سوال کا جواب اثبات میں نہ دیگا۔ جائے غور ہے۔ کہ ہمیں اپنی اولاد کی یہ نوبت بڑی فکر ہوتی ہے۔ کہ انکی شادی بیاہ دھوم دھام سے ہو جائے خواہ آباؤ اجداد کی میراث

کیوں نہ کھو بیٹھیں۔ مگر برات شان سے نکلے۔ اور آتشبازی اعلےٰ درجہ کی ناچ رنگ کی محفل بھی زور شور سے ہو۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ہم لوگ اپنی اولاد اخلاقی اور روحانی تربیت سے محض نابلد ہیں۔ بیشک آجکل بہت سے والدین ایسے ہیں۔ جو اپنے بچوں کی عقلی و دماغی قابلیت بڑھانے کے واسطے انہیں بڑے بڑے کالجوں میں بھیجتے ہیں۔ جہاں وہ علمی ترقی میں ضرور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ مگر اخلاقی و روحانی تربیت سے جسے در اصل حقیقی ترقی کہنا واجب ہے۔ بالکل کورے رہ جاتے ہیں۔ ایک بڑے فلاسفر کا مقولہ ہے کہ بچے کا مزاج بالکل سادہ و صاف تختی کے مانند ہے۔ اگر اسپر احتیاط سے لکھنے کی مشق نہ ہوگی۔ تو اُسپر ضرور دھبے پڑ جائیں گے۔

اس مثال کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر ہم بچے کی اخلاقی تربیت سے دست بردار ہو جاویں۔ تو اُسے ضرور بد اخلاقی کی تعلیم ہوگی۔ جو اُس کی تمام زندگی کے واسطے ایک وبال ہے۔

اس میں کلام نہیں۔ کہ بچے کی جسمانی تربیت بھی بہت ضروری ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اُس کی عقلی و روحانی ترقی کچھ کم ضروری نہیں۔ بہت سے لوگ اپنے بچوں کو بالکل غیر لوگوں مثلاً نوکروں یا کسی درسگاہ کے مہتمموں کی حفاظت میں چھوڑ دیتے ہیں لیکن جو حقیقی محبت والدین کو بچے سے ہوتی ہے۔ ویسے امید کسی سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ماں باپ کی محبت قدرتی اور طبعی محبت ہے۔ اس محبت کا اُن محافظین کی چند روزہ محبت بھلا کہاں مقابلہ کر سکتی ہے۔

والدین کا بچہ کی اخلاقی و عقلی و جسمانی تربیت کے سلسلہ میں یہ بھی فرض ہے۔ کہ وہ اُس کی حرکات و سکنات اور اُس کے شوق و رغبت سے اس بات کا نتیجہ نکالیں۔ کہ کونسی باتیں قابل اصلاح ہیں۔ چھوٹے بچے کی مثال بعینہ ایک

پودے کی ہے - ہوشیار باغبان خیال رکھتا ہے - کہ اُسکی فضول اور غیر موزوں شاخیں نہ ہونے پائیں - اِس واسطے وہ اُس کی ہر طرح نگہداشت کرتا ہے - جو والدین اپنے پودوں یعنی اولاد کی ہوشیار باغبان کی طرح پرورش کرتے ہیں - وہ بیشک قابل تعریف وتحسین ہیں -

بہت سے آدمی جنکو خدا نے صاحب اولاد بنایا ہے - ایسے بھی دیکھنے میں آتے ہیں - کہ وہ اپنے بچوں کو اُن کاموں یا پیشوں کے سیکھنے کے لئے مجبور کرتے ہیں - جن سے اُن کو بالکل رغبت نہیں ہوتی - وہ مجبور ہو کر سیکھتے ہیں - کیونکہ قدرت نے بموجب حکم "ہر ایک آدمی خاص کام کے واسطے بنایا گیا ہے" کل میسر لما خلق لہ - ہر ایک آدمی اُس کام میں بہت جلد استعداد پیدا کر لیتا ہے - جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے - اِس خلاف طبیعت اور بے شوق کام کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے - کہ سیکھنے والے کی عمر ضایع ہوتی ہے - فرض کیجئے - زید ایک لڑکا ہے جسے موسیقی کی طرف رغبت ہے - مگر اُس کا باپ اُسے ایک ڈاکٹر بنانا چاہتا ہے درحالیکہ اُسے ڈاکٹری سے سخت نفرت ہے - اب بتائیے - کہ وہ کیونکر ڈاکٹری میں اعلیٰ لیاقت حاصل کر سکتا ہے - اسواسطے جو لوگ اپنی مرضی کا کام کرتے ہیں - اور بیٹوں کے مذاق کی طرف چنداں خیال نہیں کرتے - وہ غلطی پر ہیں - لیکن اِس بات پر بھروسہ کرنا - کہ خود بچے ہی اپنے واسطے کوئی ہنر یا پیشہ تجویز کریں - سخت غلطی ہے کیونکہ وہ تو فقط لہو ولعب پر مفتون ہوتے ہیں - ہوشیار والدین خود ہی اچھی طرح سوچ بچار کر کے مناسب پیشہ تجویز کرتے ہیں -

خلاصہ یہ ہے - کہ جن اشخاص میں حقیقی والدین بننے کی قابلیت ہوتی ہے - وہ ہمیشہ اِس امر کی کوشش میں رہتے ہیں - کہ بچوں سے اِس قسم کا برتاؤ کیا جائے جو اُنکے جوش اور ذوق وشوق کے بالکل مناسب ہو - وہ بچوں کے عادات واطوار

اور حالات کا علم حاصل کرنے سے کبھی غفلت نہیں کرتے۔ اور اس سے اُ
اصلی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ اس طریقہ سے بچوں کا مذاق طبیعت اور میلان ط
معلوم ہو جاتا ہے۔ وہ کبھی اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ کہ ہمارے بچوں ک
ہم سے زیادہ کوئی دوسرا ہمدرد اور دوست بنے اور اُس سے بچے جان بوجھ
اپنے دلی خیالات کا اظہار کریں۔ یا ہر قسم کی خبریں۔ اُنکو پہونچا دیں۔ وہ بچوں
دلوں میں اپنی جانب سے خوف بٹھانے کی بجائے محبت اور عزت کے خیالات
پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب بچہ کو وہ اُس راستہ پر ڈالتے ہیں ج
اُس کی طبیعت اور قابلیت کے مناسب اور موزوں ہوتا ہے۔ تو اس میں اُنکی
خوشی اور دلبستگی کے سامان مہیا کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے مکان کو بے انتہا دلکش
آرام دہ اور سبق آموز بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ تاکہ بچوں کو یہ
بات معلوم ہو جائے۔ کہ اپنے گھر سے زیادہ دلچسپ اور کوئی جگہ نہیں۔ اور یہاں
اُن میں محبت۔ ہمدردی اور صبر و استقلال کا مادہ پیدا ہو جائے۔

ڈل کی تعریف

از چودھری خوشی محمد صاحب بی اے متخلص بہ ناظر

اللہ اللہ ہے کیا حسن چمن پانی میں — گل و گلزار ہے اور سرو و سمن پانی میں
کیسے کیسے ہیں دل افروز نظارے ہمیں — کوہ پانی میں چمن پانی میں بن پانی میں
...وہ سیم ہے یہ ڈل کے خزانے میں نہاں — برف کہسار ہے یا عکس فلک پانی میں
...کوہ پہ ہے تخت سلیماں قائم — اس طرف سبز پری کا ہے وطن پانی میں
...نق سیحاں ہے ادھر اور گل خنداں سے اُدھر — یہ ہے منصور تو وہ دار و رسن پانی میں

ہار پھولوں کا گلے میں ہے تو سر پر سہرا
بن کے بیٹھے ہیں یہ دولہا و دلہن پانی میں

ڈال ہر حسن و لطافت میں ہے آبِ حیوان
صورتِ خضر ہے ہر شاخ و چمن پانی میں

ہر شاخیں ہیں مگر مصحفِ قدرت کی سطور
حاشیہ اُن کا ہوا میں ہے متن پانی میں

اک طرف پھول کنول کا ہے سجیلا بانکا
مسکراتا ہے کھڑا غنچہ دہن پانی میں

نیلگوں آب پہ دیکھو یہ کنول کی سُرخی
حسن کی آگ ہے کیا شعلہ فگن پانی میں

اس کے پتوں پہ ہے کیا قطرۂ باراں کی بہار
طاسِ سیمیں میں ہیں گویا دُرِ عدن پانی میں

بجلی رہتی نہیں جس طرح کسی شوخ کی آنکھ
کھیلتی پھرتی ہے سورج کی کرن پانی میں

آتشِ شوق پہ دیتی ہے یہ ڈالی تیل کا کام
بھڑک اٹھتے ہیں معاً اہلِ سخن پانی میں

وقت تھوڑا ہے کام بہت ہے

جب ہم انسان کی چندروزہ زندگی اور اُس پر کاروبار کی کثرت اور تعلقات دنیا کے بکھیڑے دیکھتے ہیں تو بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں ؎

فکرِ معاش ذکرِ خدا یادِ رفتگاں
دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

اگر غور سے دیکھا جائے تو مقولہ درحقیقت صحیح ہے۔ بیشک زندگی دو چار یوم ہے اور کام اس قدر ہیں کہ اُن کا پورا ہونا اس قدر قلیل عرصہ میں بہت ہی کم ہے۔ مگر جو لوگ دولت عقل کا بہطور پر استعمال نہیں کرتے۔ جنکو کچھ نہ کچھ تمیز ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ اگر ہمت و استقلال سے کام لیا جاوے۔ تو اس قلیل ترین حصے میں بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ جو لوگ اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں تو وہ تقسیم اوقات

کر لیتے ہیں اور اس مقررہ وقت میں جو کچھ اُن سے ہو سکتا ہے اُسی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ یہ واقعی درست بات ہے کہ اگر کام انتظام اور خوش اسلوبی سے ہو جائے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ افسوس ہے ہم لوگوں پر کہ قیمتی وقت کے ضائع ہونے کی پروا نہیں کرتے۔ فضول کاموں میں ہی آدھا آدھا دن گذر جاتا ہے۔ اور جب مصائب آ گھیرتے ہیں تو ہائے اللہ ہائے اللہ کہنے لگتے ہیں۔ عزیزو! بچپن سے ہی کام کرنے کی عادت سیکھو۔ اور اپنے وقت کو نہایت عمدہ طریقہ سے خرچ کرو۔

پادری زادے

کیا آپ پادری کے بیٹے ہیں یا کسی پادری زادہ کے دوست ہیں؟ یہ عام کہاوت ہے کہ پادری زادے اچھے نہیں ہوتے۔ کیا آپ کو اس کا یقین نہیں۔ اگر نہیں ہے تو سنیئے آپ اپنے خیال میں درست ہیں۔ ایک فرانسیسی سائنس دان نے اس مضمون پر کافی غور کیا ہے۔ اور اُسکے پاس مثالاً ایسے بہت سے نام ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پادری زادے مشاہیر زمانہ ہو گذرے ہیں۔ انہیں سے چند کے نام ہی سنیئے:۔ اگاسز۔ ہیلم۔ جملنے بھتن۔ ہیڈورڈس ورڈسورتھ۔ برکہم۔ نبکرافٹ۔ ڈی ویسلینز۔ بی جیرس اینڈ سیر حلبس۔ کوپر۔ کولرج۔ ٹینی سن۔ لوڈیل ہاسمس۔ امرسن۔ چارلس کنگزلے۔ میتھیو آرنلڈ۔ ڈین اسٹینلے۔ میکالے۔ سر کرستو فرورن۔ سر جوشار نیالڈز۔ مونٹفٹ۔ سٹرن۔ ہنتیر ایلٹ ہر لیسی ڈنٹ۔ کلیولینڈ اینڈ آرتھر۔ ہیئیر۔ سٹوسٹینٹ۔ اے جوڈسن۔ ہنری بیچر وغیرہ وغیرہ

[illegible]

۲۸ ب ـــــ ا: ۰۵

محبوب عالم

بچوں کا اخبار ۱۹۰۲ئی -

۱۲۵